سوم

ترجمہ واضافات

مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی (مفتی دارالعلوم دیوبند)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشف الاسرار

اُردو ترجمہ و شرح

دُرِّ مختار

کتاب الطلاق

جلد سوم

مصنفہ

فقیہ، محدّث، عالم، حافظ حدیث

حضرت علامہ علاء الدین

حصکفی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و اضافات

مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحی

مفتی و مرتب فتاویٰ دار العلوم

دیو بند۔ سہارنپور

ناشر

مکتبہ فیض القرآن۔ دیو بند (یوپی)

نام کتاب	:	کشف الاسرار ترجمہ وشرح دُرمختار
تالیف	:	فقیہ، محدث، عالم، حافظ حدیث حضرت علامہ علاء الدین حصکفیؒ
ترجمہ واضافات	:	مولانا ظفیر الدین صاحب مفتاحی، مفتی دار العلوم دیوبند
باہتمام	:	تاج عثمانی
کمپیوٹر کتابت	:	نواز پبلی کیشنز دیوبند ورفاہ کمپیوٹرز، 537، گلی نمبر 38 ذاکر نگر، جامعہ نگر نئی دہلی-25
کمپیوٹر ڈیزائنگ	:	ظہیر الحسن اعظمی
قیمت	:	
مطبوعہ جدید ایڈیشن	:	۱۹۹۹ء

ناشر

مکتبہ فیض القرآن نزد چھتہ مسجد دیوبند

ضلع سہارنپور (یوپی) 247554 فون نمبر (آفس) 22401 (01336)
(رہائش) 24601 (01336)

کشف الاسرار شرح اُردو درمختار جلد سوم

فہرست مضامین

باب الرضاع

هو لغة بفتح وكسر مص الثدى وشرعًا مص من ثدى آدمية ولو بكرأ او ميتة اوآيسة والحق بالمص الوجوروالسعوط فى وقت مخصوص هو حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتح وبه يفتى كما فى تصحيح القدورى عن العون لكن فى الجوهرة انه فى الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم وعليه الفتوىٰ۔

شیر خوارگی سے متعلق احکام و مسائل

رضاع راء کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آتا ہے لغت میں اس کے معنی آتے ہیں چھاتی چوسنا، اور شریعت میں عورت کی چھاتی چوسنے کو کہتے ہیں خواہ وہ کنواری مردہ یا بوڑھی ہو، اور چوسنے کے ہی درجہ میں حلق میں ڈالنا اور ناک سے سرکنا بھی داخل ہے۔

مدت رضاعت رضاعت جس سے ثابت ہوتی ہے اس کے لئے وقت مخصوص ہے کہ دودھ پینے والا ڈھائی سال یا اس سے کم کا ہو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اس کی مدت دو سال بتاتے ہیں اور ترجیح صاحبین ہی کے مذہب کو حاصل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے قرآن میں حولین کاملین آیا ہے۔

جوہرہ میں ہے کہ درمیان میں دودھ چھڑانے کے بعد بھی اگر ڈھائی سال کے اندر اندر پینا پایا جائے گا تو حرمت ثابت ہوگی۔ اور فتویٰ اسی روایت پر ہے۔ کمافی الولوالجیہ اور یہی ظاہر الروایت ہے (معلوم ہوا کہ فتویٰ دو سال پر بھی ہے اور ڈھائی سال پر بھی، لہٰذا احتیاطاً ڈھائی سال مانا جائے گا)

واستدلوا القول الامام بقوله تعالى وحمله وفصاله ثلثون شهراً اے مدة كل منهما ثلثون ويا غير ان النقص فى الاول قام بقول عائشة لا يبقى الولد اكثر من سنتين ومثله لا يعرف الاسماعا والآية مؤلة لتوزيعهم الا جل على الاقل والاكثر فلم تكن دلالتها قطعية على ان الواجب على المقلد العمل بقول المجتهد وان لم يظهردليله كما افاده فى رسم المفتى لكن فى آخرالحاوى

فان خالفاه قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃلقوۃالدلیل ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجرالرضاع للمطلقة فمقدر بحولین بالاجماع۔

امام اعظم کی دلیل

امام ابو حنیفہؒ کے قول کے لئے علماء نے اس آیت سے استدلال کیا۔ وَحملہ وفصالہ ثلٰثون شہراً۔ یعنی حمل اور دودھ چھڑانے دونوں کی مدت تیس مہینے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مدت حمل دو سال بیان کی جاتی ہے، یہ کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حمل میں چھ ماہ کی کمی حضرت عائشہؓ کے قول سے ہوتی ہے، جس حدیث میں صراحت ہے کہ بچہ دو سال سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا ہے۔ اور یہ طے ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ آنحضرت ﷺ سے سن کر فرمایا ہوگا، بغیر سنے یہ قول نہیں ہو سکتا ہے! کیونکہ تعیین مدت میں مجتہد کا اجتہاد کام نہیں کرتا ہے، تو گویا حکماً یہ حدیث مرفوع کے درجہ میں ہے اور آیت ماؤل ہے یعنی اپنے ظاہر پر محمول نہیں، اس لئے کہ علماء نے اسے اقل مدت حمل پر محمول کیا ہے اور فصال کے اکثر مدت پر، یعنی تیس مہینے کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ چھ ماہ حمل کے مراد لئے ہیں، اور دو برس دودھ چھڑانے کے، جب اس آیت کی تقسیم اس طرح ہوگئی تو آیت حکم میں قطعی کے بجائے ظنی ہوگئی، اور حدیث بھی ظنی ہے، تو اس طرح ظنی کی تخصیص ظنی سے ہوئی جس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

امامؒ اور صاحبین میں اختلاف کی صورت میں

استدلال کے علاوہ یہ بات بھی مسلم ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر عمل کرے، گو اس پر اس کی دلیل ظاہر نہ ہو سکے، جیسا کہ رسم المفتی میں ہے یعنی اگر کوئی شخص امام کے استدلال کو نہ سمجھے تو بھی اس میں کچھ حرج نہیں ہے، لہٰذا حنفی کو امام کا قول عمل کیلئے کافی ہے، لیکن حاوی القدسی کے اخیر میں ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں صاحبین امام اعظم کے قول کی مخالفت کریں، تو بعضوں کا کہنا ہے کہ مفتی کو اختیار ہے کہ دونوں قولوں میں سے جس پر وہ چاہے فتویٰ دے سکتا ہے اور بعضوں کا کہنا ہے کہ امام کا قول مقدم ہوگا اور اس باب میں صحیح تر بات یہ ہے کہ امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا جس مسئلہ میں اختلاف ہو، اس میں قوت دلیل کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی اگر امام اعظمؒ کی دلیل قوی ہے، تو اس پر فتویٰ دیا جائے اور اگر صاحبین کا قول قوی ہے تو اس پر فتویٰ دے (مہر الفائق میں صراحت ہے کہ باب رضاعت میں صاحبین کی دلیل قوی ہے، اور وہ یہ آیت ہے وَالوَالِدَاتُ یُرضِعنَ اَولَادَھُنَّ حَولَینِ کَامِلَینِ)

لیکن یہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اختلاف امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا باب تحریم میں ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک حرمت رضاعت ڈھائی برس کی عمر تک ثابت ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دو برس تک، لیکن مطلقہ بیوی کو رضاعت کی اجرت کتنے دن تک دی جائے گی اس میں تمام کا قول ہے کہ صرف دو سال تک کی اجرت لازم ہوگی۔

وَیثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغنأ بالطعام علی ظاهر المذهب وعلیه الفتوٰی فتح وغیره قاله المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوٰی متی اختلف رجح ظاهر الروایة ولم یبع

الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح شرح الوهبانية وفى البحر لايجوز التداوى بالمحرم فى ظاهر المذهب اصله بول الماكول كما مر۔

صرف مدت رضاعت کے اندر تحریم

حرمت رضاعت صرف مخصوص مدت یعنی دو سال یا ڈھائی سال تک کی عمر میں ثابت ہوتی ہے اگر یہ رضاعت دودھ چھڑانے کے بعد ہی کیوں نہ اس مدت میں پائی جائے اس مدت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، ظاہر مذہب یہی ہے، اور اس پر فتوی ہے مثلاً اگر کوئی بچہ چھ سات ماہ کی عمر میں روٹی کھانے لگا اور دودھ پینا چھوڑ چکا، اور پھر وہ دو برس کی عمر کے اندر ہی تھا کہ دودھ پینے لگا تو حرمت ثابت ہو جائے گی، لہٰذا زیلعی میں جو روایت ہے کہ اگر بچہ مدت رضاعت سے پہلے روٹی کھانے لگا اور دودھ پینا چھوڑ دیا، اگر وہ اس چھوڑنے کے بعد دودھ پیئے گا، گو دو برس کے اندر ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، یہ قول معتمد قول کے خلاف ہے، لہٰذا اس پر فتوی نہیں دیا جا سکتا ہے اختلاف کے وقت فتوی ظاہر الروایت پر دیا جاتا ہے، اور ظاہر الروایت یہ ہے کہ مدت کے اندر مطلقاً تحریم ہوتی ہے۔

مدت رضاعت کے بعد آدمی کا دودھ پینا جائز نہیں

مدت رضاعت گذر جانے کے بعد بچہ کو دودھ پلانا مباح نہیں ہے اس لئے کہ دودھ آدمی کا جز ہے، اور مسئلہ یہ ہے کہ آدمی کے جزء سے بغیر ضرورت فائدہ اٹھانا حرام ہے صحیح قول یہی ہے۔ کذا فی شرح الوہبانیہ۔

بحر الرائق میں ہے کہ حرام چیز سے دوا کرنا جائز نہیں ہے، ظاہر مذہب یہی ہے حرام چیز سے دوا علاج کی بنیاد ماکول اللحم کا پیشاب ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے، یعنی اگر کوئی دوسری دوا اس حرام چیز کے علاوہ نہ ہو، اور مسلمان طبیب حاذق اس کی تصدیق کرے تو اس سے علاج جائز ہے۔

وللاب اجبار امته على فطام ولدها منه قبل الحولين ان لم يضره اے الولد الفطام كما له ايضاً اجبارها اى امته على الارضاع وليس له ذلك يعنى الاجبار بنوعيه مع زوجته الحرة ولو قبلهما لان حق التربية لها جوهرة ويثبت به ولو بين الحربيين بزازية وان قل ان علم وصوله بجوفه من فمه اوانفه لاغير فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم لان فى المانع شكا ولو الجيه ولو ارضعها اكثر اهل القرية ثم لم يدر من ارضعها فاراد احدهم تزوجها ان لم يظهر علامته ولم يشهد بذلك جاز خانيه۔

مدت سے پہلے دودھ چھڑانا

باپ کے لئے جائز ہے کہ دو سال سے پہلے ہی دوا اپنی لونڈی کو مجبور کردے کہ وہ اپنے لڑکے کو دودھ پلانا چھوڑ دے، جو اس مولی کے نطفہ سے ہے، مگر شرط یہ

ہے کہ دودھ چھڑانا اس بچہ کی صحت کے لئے مضر نہ ہو، جس طرح باپ کو جائز ہے کہ وہ اپنی لونڈی سے زبردستی بچہ کو دودھ پلانے کو کہے لیکن آزاد بیوی پر دودھ قبل از وقت چھڑانے یا پلانے پر زبردستی کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ پرورش عورت کو کرنی ہے لہٰذا دودھ پلانے اور چھڑانے کا اختیار اسی کو ہے البتہ بعد مدت وہ جبر کرسکتا ہے کہ دودھ پلانا بند کردے، کیونکہ جائز نہیں ہے،

رضاعی ماں ہونا

بچہ کے دودھ پلانے والی کا ماں ہونا ثابت ہو جاتا ہے، گو یہ چیز دو حربی کافروں میں پائی جائے کذافی البزازیہ، اور اگرچہ وہ دودھ بہت تھوڑا ہو، البتہ یہ یقین ہو کہ دودھ بچہ کے پیٹ میں پہونچ چکا ہے، خواہ یہ دودھ اس کے پیٹ میں منہ سے پہونچا ہو یا ناک کے ذریعہ پہونچا ہو، دوسرے راستہ کا اعتبار نہیں ہے، سو اگر لڑکے نے عورت کی چھاتی کا سرا منہ میں لے لیا، اور پتہ نہ چلا کہ دودھ اس کے حلق میں داخل ہوا یا نہیں، تو اس صورت میں حرمت ثابت نہیں ہوگی اس لئے کہ حلال ہونے کے مانع بننے والے میں شک ہے یعنی حلال ہونا اصل ہے جو بالیقین ثابت ہے، اور مانع حلت دودھ کے حلق کے اندر جانے میں شک ہے تو اس شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوگا۔

دودھ پلانے میں احتیاط

اگر کسی بچی کو گاؤں کی بہت سی عورتوں نے دودھ پلایا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن کن عورتوں نے اس کو دودھ پلایا ہے، اس کے بعد گاؤں والوں میں سے کسی نے اس سے شادی کا ارادہ کیا، اس صورت میں اگر کوئی علامت نہ پائی جائے، اور کوئی اس کا گواہ نہ ہو کہ کس نے پلایا ہے، تو اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔ کذافی الخانیہ۔ مگر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں شبہ ہو وہاں نکاح نہ کرے، اس وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ عورتوں پر ضروری یہ ہے کہ وہ ہر لڑکے کو بلا ضرورت دودھ نہ پلائے، اور اگر پلائے تو اس کو یاد رکھے، یا لکھ کر رکھے، تاکہ رشتہ میں حرمت میں مبتلا ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے، فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ اجنبی لڑکے کو بغیر شوہر کی اجازت کے دودھ پلانا عورت کے لئے مکروہ ہے، البتہ جب بچہ کو ہلاکت کا خوف ہو تو بلا اجازت بھی دودھ پلا سکتی ہے، محیط میں لکھا ہے کہ بچہ کے باپ کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے بچہ کو احمق عورت کا دودھ پلائے حدیث میں روکا گیا ہے، کیونکہ دودھ کا اثر ہوتا ہے۔

امومیة المرضعة للرضیع ویثبت ابوة زوج مرضعة اذا کان کبنها منه له والا لا کما یجئی فیحرم منه اے بسببه ما یحرم من النسب رواه الشیخان واستثنٰی بعضهم احدی وعشرین صورة وجمعها فی قوله یفارق النسب الارضاع فی صور۔ کام نافلة او جدة الولد۔ وام اخت اخت ابن وام اخ۔ وام خالٍ وعمة ابن اعتمد۔

رضاعی ماں ور رضاعی باپ

جو عورت بچے کو دودھ پلائے گی اس کا اس بچہ کی ماں ہونا ثابت ہو جائے گا اور اس دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کا بچہ کا باپ ہونا بھی ثابت ہو جائے گا، جب کہ اس عورت کو اسی شوہر کی وجہ سے دودھ اترا ہو، ورنہ نہیں۔ پس جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ کی وجہ سے بھی حرام ہوگا حدیث نبوی ہے یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب، اس عمومی قاعدے سے بعض علماء نے اکیس صورتیں مستثنٰی کی ہیں

وہ یہ ہیں۔

دودھ کے رشتے جو جائز ہیں دودھ پلانا چند صورتوں میں نسب سے جدا ہے۔ یعنی نسب سے وہ رشتے حرام ہیں مگر دودھ سے نہیں، ایک پوتے کی ماں یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی ماں دادا کے لئے حلال ہے، لیکن پوتے کی نسبی ماں دادا کے لئے کسی صورت میں حلال نہیں، اسی طرح رضاعت سے یہ رشتے حلال ہیں بہن کی ماں بیٹے کی بہن، بھائی کی ماں، ماموں کی ماں، اور بیٹے کی پھوپھی۔ بہن کی ماں کی تین صورتیں ہیں، پہلی یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی ہو مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تھا تو زید کا نکاح حافظہ سے درست ہوگا، دوسری یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اس کی ماں نسبی ہو جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید کے لئے رشیدہ کی نسبی ماں حلال ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی ہو، چنانچہ سابق مثال میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید کے لئے حلال ہے، اسی طرح بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں اور بھائی کی ماں کی بھی، وغیرہ وغیرہ۔ سات صورتیں اوپر بیان کردی گئی ہیں اور ہر ایک کی تین تین صورتیں ہیں جیسے دو صورتیں کی مثال دیکر سمجھادیا گیا۔

الام اخيه واخته استثناء منقطع لان حرمة من ذكر بالمصاهرة لابالنسب فلم يكن الحديث متناولا لما استثناه الفقهاء فلا تخصيص بالعقل كما قيل فان حرمة ام اخته واخيه نسبا لكونها امه او موطؤة ابيه وهذا المعنى مفقود فى الرضاع۔

استثنائی صورتیں یہ قاعدہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ جو صورت نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے، اس سے مستثنٰی بھائی اور بہن کی ماں ہے کہ نسبی بھائی کی نسبی ماں حرام ہے مگر رضاعی بھائی کی رضاعی ماں حرام نہیں، اسی طرح نسبی بہن کی نسبی ماں حرام ہے مگر رضاعی بہن کی رضاعی ماں حرام نہیں۔

آگے اس اعتراض کا جواب ہے کہ جب مستثنٰی مستثنٰی منہ میں داخل نہیں ہے، تو استثناء کیسے صحیح ہوگا، جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ مستثنٰی متصل نہیں کہ یہ اعتراض کیا جائے، بلکہ یہ مستثنٰی منقطع ہے اس میں داخل ہونے کے شرط نہیں ہے، کیونکہ یہ ساری حرمتیں مصاہرت کے سبب سے ہیں، نسب کے سبب سے نہیں ہیں لھٰذا حدیث ان مذکورہ صورتوں میں شامل نہیں ہوئی، جن کو فقہاء نے مستثنٰی کیا ہے، پس عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہیں ہوئی، جیساکہ بعضوں نے کہا ہے، یہ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے وہ یہ تھا کہ حدیث مذکور عام ہے فقہاء نے عقل سے اس میں تخصیص کی ہے، جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مستثنٰی صورتوں میں حدیث شامل نہیں ہے کہ تخصیص بالعقل کا اعتراض ہو سکے۔

بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب حرام ہونا اس واسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے، یا اپنے باپ کی مدخولہ بیوی ہے، اور رضاعت میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے، کہ فلاں کے بھائی کی رضاعی ماں، فلاں کی ماں نہیں ہے، اور نہ اس کے باپ کی مدخولہ بیوی ہے، ماحصل یہ ہے کہ حرمت نسب کی جو علت تھی جب وہ رضاعت میں نہیں پائی گئی، تو حدیث مذکور ان صورتوں میں ہرگز شامل نہیں ہوئی۔

وقس عليه اخت ابنه وبنته وجدة ابنه و بنت وام عمه وعمة وعمته وام خاله وخالته وكذا عمة ولده و بنت عمته وبنت اخت ولده وام او لاد اولاده فهولاء من الرضاع حلال للرجل وكذا اخو ابن المراة لها فهٰذه عشر صور تصل باعتبار الذكورة والانوثة الى عشرين وباعتبار ما يحل له او لها الى اربعين مثلا يجوز تزوجه بام اخيه وتزوجها بابى اخيها وكل منها يجوز ان يتعلق الجار والمجرور اعنى من الرضاع تعلقا معنويا بالمضاف كان تكون له اخت نسبية لها ام رضاعية او بالمضاف اليه كا الاخ كان يكون له اخ نسبي له ام رضاعية او بهما كان يجتمع مع آخر على ثدى اجنبية ولاخيه رضاعا ام اخرى رضاعية هى مأته وعشرون وهذا من خواص كتابنا۔

رضاعت کے رشتے سے حلال عورتیں

بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو قیاس کرلے اور ان رشتوں کو بھی جو حرمت کا سبب نسب میں ہے، وہ رضاعت میں مفقود ہے، چنانچہ بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں، بہ اعتبار رضاعت کے حلال ہے اس کا تذکرہ پہلے گذر چکا، مثلاً زید کا چچا اور اس کی پھوپھی نسبی ہے، ان کو ایک اجنبی عورت نے جس کا نام جمیلہ ہے دودھ پلایا ہو زید پر جمیلہ حلال ہے، اسی طرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اس نے حمیدہ کا دودھ پیا ہو۔ پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کے لئے فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا پھوپھی کی ماں حلال نہیں ہے، اس واسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہوگی یا اس کے دادا کی مدخولہ بیوی، اور یہ دونوں حرام ہیں۔

اسی طرح اپنے بچوں کی پھوپھی اور اپنے لڑکے کی پھوپھی کی لڑکی اور اپنے بچہ کی بھتیجی بیٹی، اور اپنے پوتوں کی ماں، یہ سب رشتے رضاعت سے مرد کے لئے حلال ہیں، بچوں کی پھوپھی کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے، لیکن نسب سے یہ حرام ہے، اس لئے کہ بچوں کی پھوپھی بہن ہوئی اور بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی اور بھانجی حرام ہے، اسی طرح بچوں کی بہن کی بیٹی رضاعت سے ہو تو حلال ہے، اور نسب سے حرام ہے، اس لئے کہ بچوں کے بہن کی بیٹی نواسی ہوگی، اور نواسی سے شادی حرام ہے، اسی طرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کے لئے حلال ہے یہ دس صورتیں ہوئیں (۱) بھائی بہن کی ماں (۲) بیٹا بیٹی کی بہن (۳) بیٹا بیٹی کی دادی (۴) چچا پھوپھی کی ماں (۵) ماموں اور خالہ کی ماں (۶) بچوں کی پھوپھی (۷) بچوں کی پھوپھی کی بیٹی (۸) بچوں کی بہن کی بیٹی (۹) پوتے کی ماں (۱۰) عورت کے بیٹے کا بھائی۔

رضاعت سے حلال عورتوں اور مردوں کی تعداد

یہ دس صورتیں باعتبار مرد و عورت کے بیس تک پہونچ جائیں گی، دس مرد کی طرف سے اور دس عورتوں کی طرف سے مثلاً بہن کی ماں اس کے مقابلہ میں بھائی کی ماں، بیٹی کی بہن اس کے مقابلہ بیٹا کی بہن، بیٹی کی

دادی، اس کے مقابلہ کی دادی وغیرہ وغیرہ۔

اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتیں مرد کے لئے رضاعت سے حلال ہیں، اسی طرح بیس صورتیں عورت کے لئے حلال ہیں، تو اس طرح یہ چالیس صورتوں تک پہونچ جائیں گی، مثلاً مرد کے لئے حلال ہو تو کہا جائے گا، مرد کو اپنے بھائی کی رضائی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے لئے حلال ہوگی تو کہا جائے گا، عورت کو اپنے رضاعی بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے۔ (چنانچہ اس کی حلت کے سلسلہ میں کہا جائے گا، رضاعی بھائی کا باپ، رضاعی بیٹے کا بھائی، رضاعی بیٹے کا دادا، رضاعی چچا کا باپ، رضاعی ماموں کا باپ، رضاعی بیٹے کا ماموں، رضاعی بیٹے کے ماموں کا بیٹا، رضاعی بیٹے کی بہن کا بیٹا، رضاعی پوتے کا باپ عورت کے لئے حلال ہے؛)

اوپر کی ہر ایک صورت کے ساتھ جائز ہے کہ من الرضاع جار مجرور کا تعلق مضاف کے ساتھ ہو، گویا کلام اس طرح ہو جائے گا، یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اخته من الرضاع جیسے ام اخته میں ام کا لفظ اس طرح ہو، مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں یا من الرضاع کا تعلق مضاف الیہ سے ہو یعنی اخ کے ساتھ رضاعی بھائی کی نسبی ماں۔ یا من الرضاع کا تعلق مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے ہو کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ کسی اجنبی عورت کا دودھ پئے جیسے خالدہ اجنبیہ کا دودھ زید اور بکر دونوں نے پیا، اور اس کے رضاعی بھائی کی خالدہ کے سوا دوسری رضاعی ماں بھی ہو، تو وہ زید کے لئے حلال ہوگی، اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہو، اور اس کی ماں بھی رضاعی، اس طرح ایک صورت میں تین صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔ گویا چالیس کی تین گونی صورتیں ہو کر ایک سو بیس صورتیں ہو جائیں گی۔ شارح کا بیان ہے کہ یہ خوبی ہماری کتاب کی ہے کہ رضاعت میں دس سے بیس اور بیس سے چالیس اور چالیس سے ایک سو بیس صورتیں نکل آئیں دوسری کتابوں میں اتنی صورتوں کا تذکرہ نہیں ہے۔

وتحل اخت اخيه رضاعا يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبى له اخت رضاعة وبالمضاف اليه كان يكون لاخيه رضاعا اخته نسبا وبها وهو ظاهر وبه كذا نسباً بان يكون لاخيه لابيه اخت لام فهو متصل بهما لاباحدهما للزوم التكرار كما لايخفى ولا حل بين رضيعى امرأة لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب ولا حل بين الرضعية وولد مرضعتها اى التى ارضعتها وولد ولدها لانه ولد الاخ۔

رضاعت کے کچھ اور حلال رشتے

اپنے رضاعی بھائی کی بہن حلال ہوتی ہے، رضاعا کا اتصال مضاف کے ساتھ بھی درست ہوگا، جیسے کسی کا نسبی بھائی ہو اور اس نسبی بھائی کی کوئی رضاعی بہن ہو، اور اس کا اتصال مضاف الیہ کے ساتھ بھی صحیح ہے، جیسے اس کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو، اور یہ بھی درست ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے رضاعت کا تعلق ہو، یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن، لیکن رضاعی بھائی کی

بیٹی حرام ہے، جس طرح نسبی بھائی کی بیٹی حرام ہوتی ہے۔

اسی طرح اپنے بھائی کی نسبی بہن حلال ہے، اس طرح کہ سوتیلے بھائی کی اخیافی بہن ہو، جیسے زید اور خالد دونوں سوتیلے بھائی ہوں، کہ دونوں کے باپ ایک اور ماں الگ الگ ہوں، اور خالد کی بہن نسیمہ ہو جو خالد کی اسی ماں سے ہو، مگر اس کا باپ دوسرا ہو، تو اس طرح زید کے لئے نسیمہ سے شادی کرنا جائز ہے پس نسب کے لفظ کا اتصال مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے پایا گیا، صرف ایک اتصال نہیں ہے، تکرار کے لازم آنے کی وجہ سے ایسا ہے جیسا کہ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

دو شیر خوار میں حرمت

ایک عورت کے دو شیر خواروں میں باہم حلت نہیں ہے کیونکہ دونوں رضاعی بھائی ہیں اگرچہ شیر خوارگی کا زمانہ دونوں کا مختلف ہے اور دونوں کے رضاعی باپ بھی مختلف ہوں، اسی طرح دودھ پینے والی عورت اور اس کو دودھ پلانے والی عورت کے بچوں میں حلت نہیں ہے، جس نے اس عورت کو دودھ پلایا ہے، کیونکہ یہ دونوں بھائی بہن ہو جائیں گے، اگر چہ اس بچہ نے اپنی ماں کا مطلقاً دودھ نہ پیا ہو، اسی طرح دودھ پینے والی عورت اور اس کو دودھ پلانے والی عورت کے پوتے کے درمیان حلت نہیں ہے کیوں کہ پلانے والی کا پوتا اس لڑکی کا رضاعی بھتیجا ہوگا،

ولبن بكر بنت تسع سنين فاكثرمحرم والا لا جوهره وكذا يحرم لبن ميتة لو محلو بافيصير ناكحها محرماً للميت قيممها ويدفنها بخلاف وطيها وفرق بوجودالتغذى لا اللذة ومخلوط بماء او دواء او لبن اخرى او لبن شاة اذا غلب لبن المراة وكذا اذا استويا اجماعا لعدم الاولوية جوهرة وعلق محمد الحرمته ميتا بالمرأتين مطلقا قيل هو الاصح۔

کس عورت کا دودھ حرمت رضاعت کا باعث ہوتا

کنواری نو برس کی لڑکی اور اس سے زیادہ عمر کی لڑکی کا دودھ حرمت رضاعت کو ثابت کرتا ہے، البتہ نو برس سے کم عمر والی لڑکی کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ کنواری سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس کے ساتھ وطی نہ پائی گئی ہو، نہ جائز طور پر اور ناجائز طور پر۔

اسی طرح مردہ عورت کا دودھ بھی حرمت رضاعت ثابت کرتا ہے، اگرچہ وہ دودھ برتن میں نکالا ہوا ہو، پس جس کی شادی اس دودھ پینے والی سے ہوگی وہ میت کا محرم قرار پائے گا، لہٰذا یہ ناکح میت کو تیمم کرا سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے، کیونکہ وہ حکماً اس کا داماد ہو گیا، اگر عورتیں نہ ہوں گی تو یہ داماد غسل کے بدلے تیمم کرا دے گا، یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ مردہ عورت کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، اور مردہ عورت کے جماع سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا جواب دیا۔

مردہ کے ساتھ جماع سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی

اس کے خلاف میت کے ساتھ وطی کرنے کا حکم ہے کہ اس

سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا دودھ غذا کا کام کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ وطی کرنے سے لذت حاصل نہیں ہوتی ہے، گویا ایک سے مقصد پورا ہوتا ہے، دوسرے سے اس کے مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی ہے، دوسرے جماع کا ایک مقصد طلب ولد ہے مردہ سے یہ بھی حاصل نہیں ہوتا ہے۔

دودھ کے ساتھ دوسری چیز جب ملی ہوئی ہو

اسی طرح آدمی کے اس دودھ سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے جو پانی کے ساتھ ملا ہوا ہو، یا دوا کے ساتھ ملا ہوا ہو، یا دوسری عورت کے دودھ کے ساتھ ملا ہوا ہو، یا بکری کے دودھ کے ساتھ ملا ہوا ہو، تو دونوں عورتوں سے بالاتفاق حرمت ثابت ہوگی۔ کیوں کہ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے، امام محمدؒ نے کہا کہ دو عورتوں کا دودھ ملا ہوا ہو، اور برابر نہ ہو تو بھی دونوں سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے۔

لا یحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساه حسوا وکذا لو جبنه لان اسم الرضاع لا یقع علیه ولا الاحتقان والا قطار فی اذن واحلیل وجائفة وآمة ولا لبن رجل ومشکل الا اذا قال النساء انه لا یکون علی غزارته الا للمرأة والا لاجوهرة ولا لبن شاة وغیره لعدم الکرامة۔

جس دودھ میں حرمت ثابت نہیں ہوتی

البتہ وہ دودھ حرمت ثابت نہیں کرتا ہے، جو کھانے کے ساتھ کسی طرح بھی ملا ہوا ہو، اگرچہ کسی بچہ نے اس دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو، اسی طرح اس دودھ کو پنیر بنایا گیا ہو تو اس سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اس صورت میں اس کو دودھ پلانا اصطلاح میں نہیں کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اس دودھ سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے جس سے حقنہ دیا جائے، یا کان، یا عضو تناسل کے سوراخ میں ٹپکایا جائے، یا سر اور پیٹ کے زخم میں ٹپکایا جائے، اسی طرح مرد اور خنثی مشکل کے دودھ سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ ہاں خنثی مشکل کے دودھ سے اس وقت حرمت ثابت ہوتی ہے جب اس کو اس طرح دودھ آتا ہو کہ اس کثرت سے دودھ بجز عورتوں کے کسی اور کو نہیں آتا ہے اور عورتیں اس کو بیان کرتی ہوں اور اگر عورتیں اس کے دودھ کے متعلق یہ نہیں کہتی ہیں تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

مرد کو جو دودھ نکلتا ہے وہ حقیقت میں دودھ نہیں ہوتا ہے، دودھ اس کو کہتے ہیں جس سے بچہ کا پیدا ہونا تصور کیا جاسکتا ہو، بکری اور دوسرے جانوروں کے دودھ سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ جانوروں کے دودھ کو وہ کرامت حاصل نہیں ہے، جو آدمی کے دودھ کو حاصل ہوتی ہے پھر بکری کے دودھ سے جزئیت بھی پیدا نہیں ہوتی ہے۔

ولو ارضعت الکبیرة ولومبانة ضرتها الصغیرة وکذالو اوجره رجل فی فیها حرمتا ابدان دخل بالام اواللبن ونه والاجاز تزوج الصغیرة ثانیا

ولامهر لكبيرة ان لم توطا لمجئ الفرقة منها وللصغيرة نصفه لعدم الدخول ورجع الزوج به على الكبيرة وكذا على الموجر ان تعمد الفساد بان تكون عاقلة طائعة مستيقظة عالمة بالنكاح وبا فساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع والا لا لان النسب يشترط فيه التعدى والقول لها ان لم يظهر منها تعمد الفساد معراج

جب مرد کی بڑی بیوی چھوٹی کو دودھ پلادے

کسی مرد کی بڑی بیوی نے اس کی چھوٹی بیوی کو دودھ پلایا، گویا وہ بڑی مطلقہ بائنہ ہو، یا اسی طرح کسی مرد نے، اس بڑی کے دودھ کو چھوٹی کے حلق میں ڈال دیا تو اس صورت میں بڑی اور چھوٹی دونوں اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائیں گی اس لئے کہ ماں اور رضاعی بیٹی کا اجتماع پایا گیا، بشر طیکہ شوہر نے بڑی کے ساتھ وطی کی ہو۔ یا اس بڑی کا دودھ اس شوہر سے اترا ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو شوہر کے لئے اس چھوٹی سے نکاح جدید کرنا جائز ہے، اس لئے کہ پہلا نکاح ماں بیٹی کے اجتماع کی وجہ سے ٹوٹ گیا۔ اور دوسرا نکاح صحیح ہوا۔ کہ بڑی بیوی مدخولہ نہیں تھی، تو صغیرہ اس کی ربیبہ ہوئی اور ربیبہ سے نکاح درست ہے، بشر طیکہ جب اس کی ماں مدخولہ نہ ہو، اور کبیرہ سے مطلقاً نکاح جائز نہیں اس لئے کہ بیٹی سے فقط نکاح ہو جانا ہی ماں کو حرام کر دیتا ہے، خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو،

اگر بڑی غیر مدخولہ نے طلاق کے بعد صغیرہ کو دودھ پلایا ہے، تو چھوٹی کا نکاح فسخ نہ ہوگا، اس لئے کہ دودھ پلانے کے وقت بڑی چھوٹی کی سوکن نہیں تھی کیوں کہ جس کے ساتھ خلوت نہ ہوئی ہو اس کے لئے عدت نہیں ہے۔

مہر کی بحث

بڑی بیوی کو کچھ مہر نہیں ملے گا اگر شوہر نے اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو، کیونکہ یہ جدائی اسی بڑی بیوی کی حرکت کی وجہ سے آئی ہے، باقی چھوٹی کو آدھا مہر ملے گا، کیونکہ اس کے ساتھ خلوت نہیں پائی گئی ہے، البتہ اگر بڑی کے ساتھ خلوت ہو چکی ہوگی، تو اس کو پورا مہر ملے گا۔ مگر عدت کا نفقہ نہیں ملے گا۔

چھوٹی کو شوہر نے جو مہر دیا ہے، اس رقم کا وہ بڑی سے مطالبہ کرے گا، بشر طیکہ اس نے دودھ پلا کر نکاح فاسد کرنے کا ارادہ کیا ہو، اس طرح سے کہ وہ عاقلہ ہو اور اپنی خوشی سے پلایا ہو اور وہ جاگتی رہی ہو اور اس کے علم میں ہو کہ چھوٹی سے اس کے شوہر کا نکاح ہو چکا ہے، اور اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ اس کے دودھ پلانے سے نکاح فاسد ہو جائے گا، اس کا مقصد چھوٹی کو بھوک اور ہلاکت سے بچانا نہ ہو، ان تمام شرطوں کے پائے جانے پر وہ مہر کا تاوان دے گی۔ اسی طرح اگر اس مرد سے بھی مطالبہ کرے جس نے قصداً چھوٹی کے منہ میں بڑی کا دودھ ڈالا ہے۔

اور اگر بڑی بیوی نے چھوٹی کو دودھ پلا کر نکاح کے فاسد کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو، اس طرح کہ وہ اس وقت پاگل تھی یا سوئی ہوئی تھی، یا اس پر کسی نے زبردستی کی تھی یا وہ چھوٹی کے نکاح کو یا دودھ پلانے سے نکاح کے فاسد ہونے کو نہ جانتی ہو، یا اس نے ایسا چھوٹی کو ہلاکت یا بھوک سے بچانے کے لئے کیا ہو، تو ان صورتوں میں شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ چھوٹی کے مہر

کا تاوان بڑی سے وصول کرے، کیونکہ تاوان تعدی اور زیادتی پر ہے وہ ان صورتوں میں تعدی پائی نہیں جائے گی۔
اور اس باب میں بڑی بیوی کی بات معتبر ہوگی، اگر وہ حلف کے ساتھ بیان کرے، جب کہ اس کی طرف سے نکاح کے قصداً فاسد کرنے کا ارادہ ظاہر نہ ہو۔

طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باخر فحبلت وارضعت فحكمه من الاول لانه منه بيقين فلا يزول بالشك ويكون ربيبا للثاني حتى تلد فيكون اللبن من الثاني والوطي بالشبهة كالحلال قيل وكذا الزنا والاوجه لا فتح قال لزوجته هذه رضيعتي ثم رجع عن قوله صدق لان الرضاع مما يخفى فلا يمنع التناقض فيه ولو ثبت عليه بان قال بعده هو حق كما قلت ونحوه هكذا فسر الثبات في الهدايه وغيرها فرق بينهما۔

مطلقہ مرضعہ کے دودھ کی نسبت

جس بیوی کو دودھ ہو رہا تھا، شوہر نے اس کو طلاق دی، اس مطلقہ نے عدت گذار کر دوسرے مرد سے شادی کرلی، اس کو اس دوسرے شوہر سے حمل قرار پا گیا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا، تو اس صورت میں اس دودھ کا حکم اوّل شوہر سے متعلق ہوگا۔ کیونکہ یقیناً یہ دودھ پہلے شوہر سے جاری ہوا ہے، لہذا شک کی وجہ سے یہ یقین زائل نہیں ہوگا۔ اور یہ بچہ دوسرے شوہر کا ربیب ہوگا۔ اس لئے دوسرے شوہر کی لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہوگا۔
دودھ دوسرے شوہر کا اس وقت تک شمار نہ ہوگا جب تک ایسی عورت حاملہ کو بچہ پیدا نہ ہو جائے جب اس عورت کو دوسرے شوہر سے جو حمل ہے وہ پیدا ہو جائے گا تو اب دودھ کی نسبت دوسرے شوہر سے ہوگی۔
شبہ کی وجہ سے جو وطی ہوتی ہے وہ حرمت رضاعت کے باب میں وطی حلال کے درجہ میں ہوتی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اسی طرح زنا سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ مگر قابل ترجیح قول یہ ہے کہ زنا سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے کذا فی الفتح القدیر۔

دودھ کا اقرار پھر انکار

ایک شخص نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے، پھر اپنے اس قول سے پھر گیا اور انکار کر گیا، تو اس کی یہ بات مان لی جائے گی اور بیوی سے تفریق نہیں ہوگی، کیونکہ دودھ پلانا ان چیزوں میں ہے جو پوشیدہ رہ سکتی ہے لہذا اسی بات کا دو طرح ہونا ممنوع نہیں ہے۔ اور اگر وہ اپنے قول پر ثابت قدم رہا اور بعد میں بھی کہتا رہا کہ جو میں نے رضاعی بہن بتایا ہے وہ صحیح ہے، تو ان دونوں میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی جائے گی، خانیہ میں ہے کہ تفریق قاضی کرے گا۔

وان اقرت المرأة بذلك ثم اكذبت نفسها وقالت اخطات وتزوجها جاز كما لو تزوجها قبل ان تكذب نفسها وان اصرت عليه لان الحرمة

لیست الیها قالواوبه یفتی فی جمیع الوجوه بزازیة ومفاده انها لو اقرت بالثلث من رجل حل لها تزوجه اواقرا بذلك جمیعا ثم اکذبا انفسهما وقالا جمیعاً اخطانا ثم تزوجها جاز۔

عورت کا اقرار مرد کا انکار

اگر عورت نے اقرار کیا اور کہا کہ فلاں مرد میرا رضاعی باپ ہے، یا رضاعی بھائی ہے، اور وہ آدمی منکر ہو، پھر بعد میں عورت اپنے قول سے پھر جائے اور کہنے لگے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا، مجھ سے غلطی ہو گئی اور وہ مرد اس عورت سے شادی کر لے تو یہ نکاح جائز ہوگا۔ جیسا کہ اس مرد کے لئے جائز تھا کہ عورت جب تک اپنے پہلے قول سے نہیں پھری تھی اور اپنے کو نہیں جھٹلایا تھا، اس وقت تک اس سے شادی کر لے، اگر چہ عورت اپنے دعوای رضاعت پر اصرار کرتی رہے، اس لئے کہ شریعت میں حرمت کا اختیار عورت کو نہیں ہے۔ اور علماء نے کہا کہ اسی پر فتوای بھی ہے، یعنی مرد کے لئے اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اقرار کرتی ہے کہ شوہر نے اس کو تین طلاق دے دی ہے، تو مرد کے لئے جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرلے کیونکہ عورت کے حق میں طلاق مخفی رہ سکتی ہے۔ تو عورت اپنے قول سے رجوع کر سکتی ہے، کہ جو اس نے کہا تھا غلط کہا تھا۔

عورت و مرد کا اقرار وانکار

اسی طرح مرد و عورت دونوں نے اقرار کیا کہ حرمت رضاعت پائی جاتی ہے پھر خود دونوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا کہ ہم نے غلط کہا اور ہم سے خطا ہوئی، پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور اگر اس طرح دونوں نے حالت قیام نکاح میں کہا تھا تو دونوں میں تفریق نہیں ہوگی۔

وکذا الاقرار بالنسب لیس یلزمه الاما ثبت علیه فلوقال هذه اختی اوامی ولیس نسبها معروفا ثم قال وهمت صدق وان ثبت علیه فرق بینهما والرضاع حجته حجة المال وهی شهادة عدلین اوعدل وعدلتین لکن لا تقع الفرقة الا بتفریق القاضی لتضمنها حق العبد۔

نسب کا اقرار وانکار

اسی طرح نسب کا اقرار کرنے سے نسب لازم نہیں ہوتا ہے، البتہ ایسا اقرار جس پر وہ جمارہے، چنانچہ اگر کسی نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ یہ میری بہن ہے، یا ماں ہے، اور ان عورتوں کا نسب مشہور نہیں ہے، پھر کہا کہ اقرار نسب میں غلطی کی، تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور نکاح قائم وباقی رہے گا، اور اگر وہ اقرار نسب پر ثابت قدم رہا تو دونوں میں تفریق کرادی جائے گی، لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہے تو مرد کے اقرار سے اور ثابت قدم رہنے سے تفریق واقع نہ ہوگی، اس طرح اگر اس عورت کا بہن یا ماں ہونا، اس مرد کی عمر کے لائق نہ ہو تو بھی تفریق واقع نہ ہوگی۔

رضاعت کا ثبوت

رضاعت کا ثبوت دو مرد عادل یا ایک مرد عادل اور دو عادل عورت کی گواہی سے ہوتا ہے، لیکن شادی شدہ جوڑے میں دو عادل مرد کی گواہی سے اس وقت تک تفریق نہیں ہوگی، جب تک قاضی تفریق نہ کردے۔ کیونکہ نکاح ہو جانے کی صورت میں گواہی کا تعلق حق عبد سے ہوگا۔ اس لئے کہ نکاح کی حلت کا باطل کرنا صرف گواہی سے نہ ہوگا۔

وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة الظاهر لا لتضمنها حرمة الفرج وهو من حقوقه تعالى كما في الشهادة بطلاقها ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما او طلاقها ثلثا وهو يجحد ثم ماتا او غابا قبل الشهادة عند القاضي لا يسعها المقام معه ولا قبله به يفتي ولا التزوج بآخر وقيل لها التزوج ديانته شرح وهبانية۔

ثبوت کا دعویٰ ضروری نہیں

سوال یہ ہے کہ کیا رضاعت کا ثبوت عورت کے دعویٰ پر موقوف ہوگا۔ ظاہر یہ ہے اس کا ثبوت عورت کے دعویٰ پر موقوف نہیں ہے کیونکہ اس رضاعت سے شرمگاہ کی حرمت واقع ہوتی ہے، اور یہ حرمت حقوق اللہ سے ہے اور حقوق اللہ دعویٰ پر موقوف نہیں ہوتا ہے، رضاعت کا ثبوت دعویٰ پر موقوف نہیں ہوگا جیسا کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں مدعی کا دعویٰ ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کا حق دعویٰ پر موقوف نہیں ہوتا ہے۔

گواہوں کی گواہی

اگر مرد عادل گواہوں نے عورت کے نزدیک رضاعت کی گواہی دی، کہ تم دونوں میاں بیوی رضاعی بھائی بہن ہو، یا دو گواہوں نے گواہی دی کہ عورت کو تین طلاق ہو گئی ہے۔ اور شوہر انکار کرتا ہے، پھر دونوں گواہ قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے مر گئے یا وہاں سے غائب ہو گئے تو اس صورت میں عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مرد کے پاس قیام کرے، کیونکہ گواہوں کی گواہوں سے حرمت رضاعت قائم ہو چکی ہے، صرف قاضی کا حکم کرنا باقی رہ گیا تھا، اور عورت کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ مرد کو دوا سے قتل کردے مفتی بہ قول یہی ہے (یہ دراصل رد ہے اس قول کا جو بعضوں نے کہا ہے کہ عورت اگر شوہر کو اپنے پاس آنے سے نہیں روک سکتی ہے، تو اس کو چاہئے کہ زہر دے کر شوہر کو مار ڈالے تاکہ حرام سے بچ سکے لیکن اس روایت پر فتویٰ نہیں ہے) اور عورت کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ تین طلاق کی گواہی سن کر دوسرے مرد سے نکاح کرلے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں دیانۃً اس کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے، اور بعضوں نے نقل کیا ہے کہ اگر دو گواہ میاں بیوی کے درمیان حرمت رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا چاہئے اور اس کے لئے دوسرے مرد سے دیانۃً نکاح کر لینا جائز ہے۔

صرف ایک عورت نے رضاعت کی گواہی دی تھی، قاضی نے اس کی بنیاد پر دونوں میاں بیوی میں تفریق کا فیصلہ کردیا، تو یہ حکم نافذ نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاب شہادت پورا نہیں ہے۔

فروع قضى القاضى بالتفريق برضاع بشهادة امرأتين لم ينفذ مص رجل ثدى زوجته لم تحرم تزوج صغيرتين فارضعت كلاامرأة ولبنهما من رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لعروضه بالاختيه قبل الابن زوجة ابيه وقال تعمدت الفساد غرم المهر لو وطئها وقال ذالك لا للزوم الحد فلم يلزم المهر۔

اپنی بیوی کا دودھ پینا اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کی چھاتی چوس لے تو اس سے اس پر اس کی عورت حرام نہیں ہوگی، کیونکہ ڈھائی سال سے زیادہ عمر والے کے دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے، البتہ یہ دودھ پینا اس کے لئے حرام ہے۔

کسی نے دو بچی سے نکاح کیا ان دونوں بچیوں کو ایک ایک عورت نے دودھ پلایا تھا، لیکن یہ دونوں دودھ والی عورتیں ایک شخص کی بیوی تھیں، اور اسی شوہر سے دونوں کو دودھ اترا تھا، تو یہ عورتیں بچیوں کے مہر کی ضامن اس بنیاد پر نہیں بنیں گی کہ حرمت ان دونوں کی وجہ سے آئی ہے، اگرچہ انہوں نے نکاح کے فاسد کرنے کی نیت سے ہی ایسا کیا ہو، کیونکہ جب ایک شوہر کی دو بیوی نے دونوں کو دودھ پلایا، تو یہ دونوں بچی مرضعہ کے شوہر کی رضاعی لڑکی ہو گئیں، اور اس طرح دونوں بہن بہن ہو گئیں تو دراصل اس وقت نکاح جمع بین الاختین کی وجہ سے ٹوٹا، اور شوہر کو دونوں بیویوں کو نصف نصف مہر دینا پڑے گا لیکن شوہر اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا ہے۔

بیٹے کی حرکت باپ کی بیوی کے ساتھ بیٹے نے اپنے باپ کی بیوی کا بوسہ لے لیا، اور اس نے کہا کہ میں نے قصداً ایسا کیا ہے تاکہ یہ عورت میرے باپ پر حرام ہو جائے، تو اس صورت میں بیٹا مہر کا ضامن ہوگا، کیونکہ اس نے قصداً یہ زیادتی کی ہے، اور اگر بیٹے نے باپ کی بیوی کے ساتھ وطی کر لیا، اور کہا کہ ایسا میں نے قصداً کیا ہے تاکہ نکاح فاسد ہو جائے تو اس صورت میں وہ مہر کا ضامن نہ ہوگا، کیونکہ بیٹے پر زنا کی حد لازم ہوگی، تو مہر لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ حد بھی جاری ہو اور مہر بھی دینا پڑے دونوں سزائیں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

كتاب الطلاق

هو لغة رفع القيد لكن جعلوه فى المرأة طلاقاً وفى غيرها اطلاقاً فلذا كان انت مطلقة بالسكون كناية وشرعاً رفع قيد النكاح فى الحال بالبائن او المال بالرجعى بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ

کخیار عتق بلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق وبهذا علم ان عبارة الکنزو الملتقی منقوضة لخرد او عکسا بحر وایقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآیات اکمل وقیل قائله الکمال الاصح حظره ای منعه الا لحاجة کریبة وکبر والمذهب الاول کما فی البحر وقولهم الاصل فیه الحظر معناه ان الشارع ترک هذا الاصل فاباحه بل یستحب لو موذیة او تارکة صلوة غایة ومفاده ان لا اثم بمعاشره من لا تصلی۔

احکام ومسائل طلاق

طلاق لغت میں لغت میں طلاق کے معنی بند کھولنا آتا ہے، لیکن فقہاء نے طلاق کا استعمال عورت کے بند نکاح کو کھولنے کے لئے کیا ہے، اور عورت کے سوا دوسری چیزوں کے بند کھولنے کے لئے لفظ اطلاق کا استعمال کیا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے انت مُطْلَقَة طاء کے سکون کے ساتھ، تو یہ طلاق کے لئے کنایہ ہوگا، کیونکہ یہ مُطْلَقَة اطلاق سے مشتق ہے جو طلاق کے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہے۔

طلاق شریعت میں شریعت میں طلاق کہتے ہیں نکاح کے بند ھن کا کھولدینا، خواہ یہ فوراً ہو جیسے طلاق بائن میں ہوتا ہے، یا مآل کے اعتبار سے نکاح کا بند ھن کھولنا ہو، جیسا کہ طلاق رجعی میں ہوتا ہے جب عدت گذر جائے، کیونکہ اس طلاق میں عدت کے اندر شوہر کو حق رجعت حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اگر عورت عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں مطلقہ عورت اس کی وارث قرار پائے گی۔

نکاح کے بند ھن کا کھولنا مخصوص الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے، جو طلاق کے معنی پر مشتمل ہوتا ہے، خوہ وہ طلاق صریح ہو، یا طلاق کنایہ رجعی ہو، یا بائن، لہٰذا لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئے، جیسے لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے، اسی طرح نابالغہ اور نابالغ کا نکاح اگر باپ دادا کے علاوہ دوسرے اولیاء کریں تو ان کو خیار بلوغ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اگر میاں بیوی میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو نکاح فسخ ہو جاتا ہے، یہ سب طلاق نہیں ہے بلکہ فسخ ہے، نکاح کے بند ھن سے مراد ہے وہ چیزیں جو نکاح کی وجہ سے حلال ہو جاتی ہیں، جیسے بیوی سے وطی کرنا، دیکھنا، اس سے لطف اندوز ہونا، اپنے پاس روکے رکھنا وغیرہ، درمختار کی عبارت میں جامع تعریف ہے کنزالدقائق اور ملتقی الابحر میں طلاق کی جو تعریف کی گئی ہے، اس میں جامعیت کی شان نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ وہ ادھوری ہے۔

طلاق دینا کیسا ہے جمہور فقہاء کے نزدیک طلاق دینا مباح ہے، کیونکہ آیات قرآنی میں مطلق اجازت ہے، کوئی قید نہیں ہے، یہ اباحت کی دلیل ہے، لیکن حدیث نبوی میں ابغض المباحات کہا گیا ہے

ابغض الحلال الی الله الطلاق (ابوداود)

صاحب فتح القدیر نے کہا ہے کہ زیادہ درست بات یہ ہے کہ طلاق دینا ممنوع ہے، البتہ اس وقت اس کی اجازت ہے جب اس کی ضرورت ہو جیسے بیوی پر حرام کاری کا شبہ ہو، یا عورت زیادہ بوڑھی ہو جائے اور مرد کی ضرورت اس سے پوری نہ ہوتی ہو، لیکن مذہب قوی پہلا قول ہے کہ طلاق دینا مباح ہے کیونکہ آیات قرآنی مطلق ہیں اور فعل نبوی سے بھی ثابت ہے کذا البحر الرائق۔

طلاق کی اجازت فقہاء کا یہ کہنا کہ طلاق میں اصل یہ ہے کہ وہ ممنوع ہے صرف بوقت ضرورت اجازت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا ہے اور اس کو مباح کر دیا ہے، اس وقت طلاق دینا مستحب ہے جب عورت اپنے قول یا فعل سے ایذا رسانی کرے، یا نماز نہ پڑھتی ہو، مستحب کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو اس کے ساتھ رہنے میں شوہر پر گناہ نہیں ہے کیونکہ اگر بے نمازی عورت کو رکھنے میں گناہ ہوتا تو پھر اس وقت اس کو طلاق دینا شوہر پر واجب ہوتا، نہ کہ مستحب۔

ویجب لوفات الامساك بالمعروف ویحرم لو بدعیاد ومن محاسنه التخلص به من المكاره وبه یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتك فانت طالق قبله ثلثا واقع اجماعاً كما حرره المصنف معزیا لجواهر الفتاوٰی حتی لو حكم بصحة الدور حاكم لا ینفذ اصلاً۔

طلاق کا وجوب البتہ اگر دستور کے موافق بیوی کو رکھنا فوت ہو جائے، تو اس وقت بیوی کو طلاق دینا واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر شوہر خصی ہو، یا مقطوع الذکر ہو یا نامرد ہو، یا ایسا ہو کہ بیوی پر ہاتھ رکھتے ہی اسے انزال ہو جاتا ہو اور استادگی نہ ہوتی ہو یا بیوی کے حقوق زوجیت ادا نہ کرتا ہو اس پر طلاق دینا واجب ہوتا ہے، اس وجہ سے کہ ان صورتوں میں بیوی کی حق تلفی ہوتی ہے؛

طلاق کی حرمت اور اگر طلاق بدعی ہو مثلاً حیض کی حالت میں طلاق دی ہو، یا اس طہر میں طلاق دے جس میں وطی کر چکا ہے، یا تین طلاق ایک ساتھ دے تو ایسی طلاق دینا حرام ہے، نسائی میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاق دی ہے تو آپ سخت غضب ناک ہو گئے، اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے لوگ کتاب اللہ سے کھیل کرتے ہیں، آخر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کہ ایسا کرتے ہیں، دوسری روایت میں ہے ایسے موقع سے آپؐ نے فرمایا کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی، مگر اس کی بیوی اس سے جدا ہو گئی۔

طلاق دَور طلاق دور کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے مکروہات سے نجات حاصل ہوتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دَور کی طلاق بالاجماع واقع ہوتی ہے، چنانچہ مصنف نے اس کو جواہر الفتاوٰی کی طرف منسوب کر کے تحریر فرمایا ہے، چنانچہ اگر کوئی دَور کو درست مان کر طلاق نہ ہونے کا حکم کرے گا، تو اس کا حکم ہرگز جاری نہیں ہوگا، کیونکہ وہ اجماع کے مخالف ہے طلاق دور یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے اس طرح کہے کہ میں اگر تجھ کو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہے، اس کو طلاق دَور اس وجہ سے کہتے ہیں کہ معاملہ دو منافی کے درمیان ہوتا ہے

کیونکہ لازم آتا ہے کہ جب دو طلاق دے تو اس سے پہلے اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں، اور جب پہلے تین طلاقیں واقع ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق واقع نہ ہو، مختصر یہ کہ طلاق دَور واقع ہو جاتی ہے، مثلاً صورت مذکورہ میں ایک طلاق پہلی والی واقع ہوئی اور پہلی والی تین میں سے دو۔

واقسامه ثلثة حسن واحسن وبدعی یاثم به والفاظه صریح و ملحق به و کنایة ومحله المنکوحة واهله زوج عاقل بالغ مستیقظ و رکنه لفظ مخصوص خال عن الاستثناء طلقة رجعیة فقط فی طہر لا وطی فیه وترکها حتی تنقضی عدتها احسن بالنسبة الی بعض الآخر وطلقة لغیره موطؤة ولو فی حیض ولموطوة تفریق الثلث فی ثلثة اطهار لا وطی فیه ولا فی حیض قبلها ولا طلاق فیه فیمن تحیض وفی ثلثة اشهرفی حق غیرها حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی و حل طلاقهن اے الا لیسة والصغیرة والحامل عقب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا والبدعی ثلث متفرقة او اثنتان بمرة او مرتین فی طهر واحد لا رجعة فیه او واحدة فی طهر وطئت فیه او واحدة فی حیض موطؤة لو قال والبدعی ما خالفهما لکان اوجزوا فیه۔

طلاق کی قسمیں

طلاق کی تین قسمیں ہیں، (۱) حسن (۲) احسن (۳) بدعی، جس کے استعمال سے آدمی گنہ گار ہوتا ہے طلاق کے الفاظ بھی تین ہیں، ایک صریح، دوسرا ملحق، تیسرا کنایہ، طلاق صریح ان الفاظ کے ساتھ طلاق دینا ہے، جو طلاق کے علاوہ دوسرے معنوں میں استعمال نہ ہوں، دوسرے یہ کہ ان میں نیت کی ضرورت نہ ہو، جیسے لفظ طلاق، طالق، تطلیق، مطلقہ ان الفاظ سے طلاق بلا نیت واقع ہو جاتی ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ عورت کو مخاطب کرے، پھر طلاق صریح کبھی رجعی ہوتی ہے جیسے کوئی ایک یا دو طلاق دے، اور کبھی بائن ہوتی ہے جیسے کوئی تین طلاق دے۔

ملحق بہ صریح وہ طلاق ہے، جو لفظ حرام اور تحریم کے ساتھ دی جائے اس میں بھی نیت کی ضرورت نہیں ہے، کنایہ وہ طلاق ہے جس میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہو، اس میں نیت شرط ہے بغیر نیت طلاق نہیں پڑتی، یا دلالت حال پائی جائے۔

طلاق کا محل منکوحہ ہے، وہ عورت جس سے کسی مرد کا نکاح ہوا ہو، اور طلاق کا اہل وہ شوہر ہے جو عاقل بالغ ہو اور جاگتا ہوا ہو لہٰذا اجنبی بچہ پاگل اور نیند والے کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

طلاق کا رکن مخصوص لفظ ہے جو استثناء سے خالی ہو، لہٰذا اگر کوئی طلاق کو انشاء اللہ کے ساتھ دے گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی، اس لئے کہ استثناء لگ گیا، جس نے اس کو ختم کر دیا۔

طلاق کا طریقہ ایک بار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جس میں وطی نہ ہوئی ہو اور پھر چھوڑ دینا یعنی اس کے بعد دوسری طلاق نہ دے یہاں تک کہ اس مطلقہ کی عدت گذر جائے یہ طلاق احسن ہے، یعنی طلاق حسن اور بدعی دنوں سے بہتر ہے۔

اور ایک طلاق اس بیوی کو دینا جس کے پاس ابھی شوہر نہ گیا ہو، گو طلاق حالت حیض میں واقع ہوئی ہو اور الگ الگ تین طلاق تین ایسے طہر میں دینا جس میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو ان طہر سے پہلے تھا، یہ طلاق اس عورت کے حق میں ہے جس کو حیض آتا ہو، اور تین طلاق الگ تین مہینے میں اس عورت کو دینا جس کو حیض نہ آتا ہو، خواہ عمر کی زیادتی کی وجہ سے خواہ کم عمر ہونے کی وجہ سے اس طرح طلاق دینا حسن اور سنّی ہے، یعنی مسنون ہے، اور جب طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بدرجہ اولیٰ مسنون ہوگی، مسنون کے معنی یہاں پر یہ ہیں کہ اس پر عتاب نہیں ہے، یہ معنی نہیں ہے کہ اس پر کچھ ثواب ہوگا، کیونکہ اس پر کچھ ثواب نہیں۔

جس عورت کو عمر کی زیادتی یا کمی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، یا جس کو حمل ہو اس کو طلاق دینا وطی کے بعد جائز ہے، کیونکہ ان سب میں حمل ہونے کا احتمال نہیں رہتا ہے۔

طلاق بدعی طلاق بدعی یہ ہے کہ ایسے طہر میں تین طلاق الگ الگ دی جائے یا دو طلاقیں یک بارگی دی جائیں جس میں رجعت نہ ہو، یا ایک طلاق اس طہر میں دینا جس میں وطی ہو چکی ہو، یا ایک طلاق اس عورت کو دینا جس کے پاس جا چکا ہو اور اس وقت وہ حالت حیض میں ہو جب تین الگ الگ طلاقیں ایک طہر میں دینا بدعی ہے تو یکبارگی ایک طہر میں تین طلاق دینا بدرجہ اولیٰ بدعی ہوگا، تین طلاقیں یکبارگی دینا گو گناہ ہے مگر طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے۔

شارح کا کہنا ہے کہ مصنف نے بدعی کی جو تعریف کی ہے وہ لمبی ہے، مختصر تعریف یہ تھی کہ بدعی وہ طلاق ہے جو طلاق احسن و حسن کے مخالف ہو، کیونکہ طلاق بدعی کی آٹھ قسمیں ہیں (۱) تین متفرق طلاق ایک طہر میں (۲) تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا (۳) ایک لفظ سے دو طلاق دینا (۴) دو طلاق دو لفظ سے اس طہر میں دینا جس میں رجعت نہ ہو (۵) حالت حیض میں طلاق دینا (۶) اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی ہو چکی ہو (۷) اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہ ہوئی ہو، لیکن طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو چکی ہو، (۸) حالت نفاس میں طلاق دینا۔

وتجب رجعتها على الاصح فيه اى فى الحيض دفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء اوامسكها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع فى الحيض لا يكره مجتبى والنفاس كالحيض جوهرة قال لموطؤة وهى حال كونها ممن تحيض انت طالق ثلثا او ثنتين للسنة وقع عند كل طهر طلقة ويقع اولها فى طهر لا وطى فيه فلو كانت غير موطؤة اولا تحيض تقع واحدة للحال ثم كلما نكحها او مضى شهر يقع وان نوى ان تقع الثلث

الساعة او ان تقع عند راس كل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل كلامه۔

حالت حیض میں طلاق

اگر عورت کو حالت حیض میں طلاق دی ہے تو واجب ہے کہ رجعت کرلے اور بیوی کو لوٹالے، تاکہ گناہ ختم ہو جائے، جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ طلاق دے یا نہ دے اور رکھے، شارح کا کہنا ہے کہ مصنف نے طلاق کی قید اس لئے لگائی ہے کہ حالت حیض میں تخییر، خلع اور اختیار مکروہ نہیں ہے كذا فى المجتبٰى۔

تخییر یہ ہے کہ شوہر بیوی کو اختیار دیدے کہ چاہے وہ نکاح باقی رکھے چاہے اپنے کو طلاق دے لے، اختیار یہ ہے کہ کسی نابالغ کا اگر باپ دادا کے علاوہ دوسرے نے نکاح کیا ہے، تو بالغ ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کردے اگرچہ اس کی بیوی اس وقت حیض سے ہو، مختصر یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دینا تو مکروہ ہے مگر شوہر کی تخییر اور نابالغ کا اختیار مکروہ نہیں ہے اسی طرح خلع بھی مکروہ نہیں ہے نفاس کا حکم حیض کا سا ہے کہ اس میں طلاق مکروہ ہے مگر اختیار صبی، تخییر شوہر بالغ اور خلع مکروہ نہیں۔

طلاق سنت

کسی شوہر نے اپنی بیوی مدخولہ سے کہا جو حیض والیوں میں ہے انت طالق ثلثا للسنة تجھ کو تین طلاق سنت کے مطابق ہے یا کہا انت طالق ثنتين للسنة (تجھ کو دو طلاق سنت کے طور پر ہے تو اس صورت میں ہر طہر کے وقت ایک طلاق واقع ہوگی خواہ نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور ان تین یا دو میں سے پہلی طلاق اس طہر میں واقع ہوگی جس میں وطی نہیں ہوئی ہے۔

جس کو اوپر کے طریقہ سے طلاق دی گئی ہے اگر وہ عورت مدخولہ نہ ہو یا اس کو حیض نہ آتا ہو تو ایک طلاق فی الفور واقع ہوگی، پھر غیر مدخولہ سے شوہر جب نکاح کرے گا، یا غیر حائضہ پر مہینہ گذر جائے گا، تو طلاق واقع ہوگی۔

اور اگر شوہر تینوں طلاقوں کے اسی ساعت میں واقع ہونے کی نیت کی ہے، یا ہر مہینہ کے شروع میں ایک طلاق واقع ہونے کی نیت کی یہ نیت صحیح ہوگی، اس لئے کہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے، اس لئے کہ للسنۃ کا لام جس طرح اختصاص کا احتمال رکھتا ہے تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے، اس صورت میں للسنہ کا معنی ہوگا وہ طلاق جس کا ثبوت سنت سے ہے۔

ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو تقديرا بدائع ليدخل السكران ولو عبداً ومكرهاً فان طلاقه صحيح لا قراره بالطلاق وقد نظم فى النهر ما يصح مع الاكراه فقال طلاق وايلاء ظهار ورجعة نكاح مع الاستيلاد عفو عن العمد رضاع وايمان وفى ونذره قبول لايداع كذا لصلح عن عمد طلاق على جعل يمين به اتت، كذا العتق والاسلام تدبيرللعبد وايجاب احسان وعتق فهذه، تصح مع الاكراه عشرين فى العدد اوهازلالايقصد حقيقةكلامه او سفيها خفيف العقل او سكران ولو بنبيذ اوحشيش اوافيون

اوبنخ زجراً به یفتی تصحیح القدوری واختلف التصحیح فیمن سکر مکرها او مضطرًا نعم لوزال عقله بالصداع اوبمباح لم یقع فی القهستانی معزیا للزاهد انه لو لم یمیز ما یقوم به الخطاب کان تصرفه باطلا انتهی واستثنی فی الاشباه من تصرفات السکران سبع مسائل منها الوکیل بالطلاق صاحیا لکن قیده البزازی بکونه علی مال والاوقع مطلقا ولم یوقع الشافعی طلاق السکران واختاره الطحاوی والکرخی وفی التاتار خانیة عن التفریق والفتوٰی علیه۔

عاقل وبالغ کی طلاق

ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے اگر چہ وہ تقدیراً عاقل ہو اس قید کا منشایہ ہے کہ اس کے اندر حالت مستی اور نشہ کی طلاق بھی داخل ہو جائے۔ چنانچہ حالت نشہ میں جو طلاق دی جاتی ہے وہ واقع ہو جاتی ہے، گو شوہر غلام ہو یا اس پر دباؤ ڈالا گیا ہو، اور زبردستی کی گئی ہو، کیونکہ جس پر دباؤ ڈالا گیا ہو اس کی طلاق درست ہے البتہ اس کا اقرار بالطلاق درست نہیں یعنی اگر کسی نے کسی سے زبردستی کر کے طلاق کا اقرار کرالیا ہے تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس کو نہر الفائق میں نظم کیا گیا ہے یعنی کون سے معاملات ہیں جو زبردستی کے ساتھ درست ہوتے ہیں کہتے ہیں۔ زبردستی کے ساتھ درست ہونے والے معاملات میں طلاق، ظہار، ایلا، رجعت، نکاح اور استیلاد ہے، اور قصاص کا معاف کرنا ہے، رضاعت ہے، قسمیں کھانا ہے، ایلاء کر کے رجوع کرنا ہے، نذر ماننا ہے، ودیعت قبول کرنا ہے اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا، مال کے عوض طلاق دینا، خواہ زوجہ کی طرف سے ہو یا کسی غیر کی طرف سے، اور طلاق کی قسم کھانا، اسی طرح آزاد کرنا، مسلمان ہونا، غلام اور لونڈی کا مدبّر بنانا، صدقہ کا واجب کرنا، آزادی کو واجب کرنا، تمام معاملات زبردستی کے ساتھ درست ہیں، گنتی میں یہ بیس ہوتے ہیں۔

خوش گپی اور نشہ کی حالت میں طلاق

طلاق اس صورت میں بھی واقع ہو جاتی ہے، کہ طلاق دینے والا ہازل ہو یعنی طلاق کا لفظ خوش طبعی اور خوش گپی کے طور پر کہے، مقصد طلاق دینا نہ ہو، گویا ہنسی مذاق سے جو طلاق دی جائے گی وہ بھی واقع ہو جائے گی، یا طلاق دینے والا کم عقل بے وقوف ہو تو اس کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے یا طلاق دینے والا مست ومدہوش ہو خواہ یہ نشہ نیند کا ہو، یا بھنگ کا ہو یا افیون کا ہو، ڈیا خراسانی اجوائن کا ہو، ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور یہ بطور زجر ڈانٹ کے ہے تاکہ لوگ ان نشوں کو استعمال نہ کریں۔ فتوٰی اسی پر ہے، کما فی تصحیح القدوری۔ زجر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر یہ چیزیں بطور دوا استعمال کی جائیں، تو اس پر زجر نہیں ہے کیونکہ بطور دوا استعمال کی اجازت ہے۔ اور اس صورت میں طلاق بھی واقع نہیں ہوگی، مستی ومدہوشی کی حد یہ ہے کہ نشہ والا عورت ومرد اور زمین وآسمان میں فرق نہ کرے (مست کی طلاق اس وجہ سے واقع ہوتی ہے کہ شارع نے اس کو حالت مستی میں امر ونہی سے خطاب کیا ہے، ارشاد ربانی ہے یا ایها الّذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکاری، بحر الرائق

میں ہے کہ بھنگ کے نشے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کیونکہ یہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور اس کے بیچنے والے کے لئے تعزیر ہے، اور جو اسے حلال قرار دے ملحد اور زندیق ہے اور جوہرنیرہ میں ہے کہ افیون اور خراسانی اجوائن کی حرمت مصرح ہے۔ البتہ جس کو زبردستی نشہ پلایا گیا ہو، یا حالت اضطرار میں پی لیا ہو، اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

زوال عقل کی حالت میں طلاق

اگر کسی کی عقل دردسر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو یا مباح چیز کے پینے سے ایسا ہوا ہو جیسے کسی نے افیون بطور دوا استعمال کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس وجہ سے کہ یہاں زوال عقل بوجہ دردسر ہے نہ نشہ کی وجہ سے۔

اگر کسی مدہوش کی عقل اس طرح زائل ہو گئی ہو کہ احکام شرعیہ میں تمیز باقی نہ رہے، تو اس کا تصرف باطل قرار پائے گا اور اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی سات مسائل میں مست ومدہوش کو ہوشیار کے برابر قرار نہیں دیا گیا ہے انہی مسائل میں سے وہ شخص ہے جس کو کسی نے عقل وہوش کی حالت میں طلاق دینے کا وکیل بنایا ہو اور اس وکیل نے حالت نشہ میں طلاق دی ہو تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لیکن بزازی نے وکیل طلاق میں شرط لگائی ہے کہ اگر وکیل طلاق نے مال کے عوض طلاق دی ہے تو طلاق صحیح نہیں ہوگی، اور اگر اس نے بعوض مال نہیں دی ہے، یونہی دی ہے تو واقع ہوگی، خواہ موکل نے اس کو اپنا وکیل ہوش وخرد میں کیا ہو، خواہ حالت مستی میں، اور وکیل نے حالت مدہوشی میں، طلاق دی ہو یا حالت مستی میں طلاق دی ہو۔

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مست و نشہ میں وصحت کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، اور اسی قول کو طحطاوی اور کرخی نے پسند کیا ہے اور تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے، مگر یہ روایت متون کی روایت کے خلاف ہے اور جو کتابیں قابل اعتماد ہیں ان میں اس قول کو تسلیم نہیں کیا گیا ہے عالمگیری میں ہے کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہوتی ہے، اور اسی کو اصحاب حنفیہ کا مذہب قرار دیا ہے۔

اواخرس ولوطارئا ان دام للموت به يفنى وعليه فتصر فاته موقوفه واستحسن الكمال اشتراط كتابته باشارة المعهودة فانها تكون كعبارة الناطق استحساناً او مخطئا بان اراد التكلم بغير الطلاق فجرىٰ على لسانه الطلاق او تلفظ به غير عالم بمعناه او غافلا اوساهيا اوبالفاظ مصحفة يقع قضاء فقط بخلاف الهازل واللاعب فانه يقع قضاء وديانةً لان الشارح جعل هزله به جدا فتح اومريضا اوكافرا لوجود التكليف واما طلاق الفضولى والاجازة قولا فعلا فكالنكاح بزازية۔

گونگے کی طلاق

گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ پیدائشی گونگا نہ ہو۔ شرط یہ ہے کہ وہ موت تک گونگا رہے، اسی پر فتوی ہے، اور اسی بنیاد پر گونگے کے تصرفات موت پر موقوف رہیں گے، یعنی

اگر موت تک گونگا رہا ہے تو اشارہ سے دی ہوئی طلاق اور دوسرے تصرفات صحیح ہوں گے اور اگر زبان کھل گئی، بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائے گا اور کمال نے لکھا ہے کہ اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اس کی طلاق اشارہ سے واقع نہیں ہوگی، بلکہ لکھنے سے واقع ہوگی، گونگے کی طلاق اشارہ معلومہ سے اس وجہ سے واقع ہوتی ہے کہ اس کا اشارہ استحساناً ناطق کے بیان کے برابر ہے، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا اشارہ مثل ناطق کی عبارت کے قرار نہ دیا جائے تو بڑا حرج واقع ہوگا۔

خطأً اور بھول کر طلاق

جس شوہر نے طلاق خطأً دی ہے، اس طرح کہ اس نے کچھ اور کہنے یا بولنے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان پر بلا ارادہ لفظ طلاق کا جاری ہوگیا یا طلاق کا لفظ کہا اور اس کو اس لفظ کے معنٰی کی خبر نہیں تھی، یا شوہر بھولا کم عقل ہو یا بھول کر لفظ طلاق کا اس کی زبان سے نکلا ہو، یا الفاظ محرّفہ کے ساتھ طلاق دی، ان تمام صورتوں میں قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی، گو دیانۃً نہ ہوگی، بخلاف ہنسی و مذاق کے طور پر کہنے والے اور کھیل کرنے والے کی طلاق کے کہ ان کی طلاق قضاء اور دیانۃً دونوں طرح واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ شارع نے اس کی ہزل کو جد کا درجہ دیا ہے، یعنی خوش طبعی والے جملہ کو واقعی کلام کا درجہ دیا گیا ہے، یا شوہر بیمار ہے یا کافر ہے تو بھی اس کی طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہ بھی احکام کے مکلف ہیں۔ لیکن قاضی تفریق کا حکم کافر کے حق میں اس وقت کریگا جب دونوں نے اس کے پاس مقدمہ دائر کیا ہو۔

فضولی کی طلاق

باقی فضولی کی طلاق اور اس کی اجازت خواہ قول سے ہو خواہ فعل سے نکاح کی طرح ہے یعنی شوہر کے اوپر موقوف ہے، جیسے فضولی کا نکاح شوہر کے اوپر موقوف ہے چاہے نافذ کرے چاہے نافذ نہ کرے اسی طرح اس کی طلاق بھی شوہر پر موقوف ہوگی۔ وبناء على اعتبار الزوج المذكور لايقع طلاق المولى على امرأة عبده لحديث ابن ماجة الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فى العقد فقال زوجتها منك على ان امرها بيدى اطلقها كلما شئت فقال العبد قبلت وكذا قال العبد اذا تزوجتها فامرها بيدك ابدا كان كذلك خانيه والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او كان عنينا او مجبوبا او اسلمت وهو كافر وابى ابوه الاسلام وقع الطلاق اشباه والصبى ولو مراهقا او اجازه بعد البلوغ اما لو قال اوقعته وقع لانه ابتداء ايقاع وجوزه الامام احمد والمعتوه من العته وهو اختلال فى العقل والمبرسم من البر سام بالكسر علة كالجنون والمغمى عليه هو لغة المغشى والمدهوش فتح وفى القاموس ودهش الرجل تحير ودهش ببناء المفعول فهو مدهوش وادهشه الله

دوسرے کا دوسرے کی بیوی کو طلاق دینا

یہ تو پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہر عاقل بالغ شوہر کی طلاق واقع

ہوتی ہے اس بنیاد پر یہ ظاہر ہے کہ آقا کی طلاق اس کے غلام کی بیوی پر واقع نہیں ہوگی، دلیل ابن ماجہ کی حدیث ہے جس میں ارشاد نبوی ہے طلاق کا اختیار اس کو ہے جس نے عورت کی پنڈلی تھام رکھی ہے یعنی شوہر کے سوا دوسرے کو طلاق دینے کا حق نہیں ہے، لیکن اس وقت واقع ہوگی جب بوقت عقد نکاح میں شرط کر لیا ہو اور اس طرح غلام سے کہا ہو کہ میں اس کے ساتھ ترا نکاح اس شرط کے ساتھ کرتا ہوں کہ عورت کا معاملہ میرے ہاتھ ہوگا، میں جب چاہوں گا طلاق دونگا اور غلام کے کہ میں نے اس کو قبول کیا، اسی طرح جب غلام نے کہا ہو کہ جب میں اس عورت سے نکاح کروں تو اس کا معاملہ ہمیشہ تیرے آقا کے ہاتھ میں ہوگا، تو اس شرط سے مولی (آقا) کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا۔

پاگل کی طلاق

مجنون (پاگل) کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر اس صورت میں کہ اس نے عقل وہوش کے وقت طلاق کو کسی شرط کے پائے جانے پر معلق کر رکھا ہو پھر بعد میں وہ دیوانہ ہوگیا ہو اور شرط پائی گئی ہو، یا پاگل نامرد ہو یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو یا پاگل کی بیوی مسلمان ہوگئی ہو اور شوہر جو پاگل ہے کافر ہو اور اس کے باپ نے اسلام سے انکار کر دیا ہو تو ان صورتوں میں پاگل کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ، کیونکہ ان صورتوں میں طلاق کا واقع ہونا پایا گیا ہے مجنون کی طرف سے واقع کرنا نہیں پایا گیا ہے اور ممتنع ایقاع طلاق ہے نہ کہ وقوع طلاق۔

نابالغ کی طلاق

بچہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ وہ نابالغ قریب البلوغ ہو، یا لڑکپن میں طلاق دی تھی اور بعد بلوغ نافذ رکھا ہو تو بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن اگر بالغ ہونے کے بعد اس طرح کہا کہ میں نے طلاق واقع کر دی تو واقع ہوجائے گی گویا سمجھا جائے گا کہ بلوغ کے بعد از سر نو اس نے طلاق دی ہے، البتہ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ نابالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے۔

مختل عقل والے کی طلاق

جس کی عقل میں اختلال ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے معتوہ اس کو کہتے ہیں جو قلیل الفہم پریشان کلام اور فاسد التدبیر ہو لیکن وہ اس حال میں ہو کہ نہ مارتا ہو نہ گالی دیتا ہو پاگل کبھی یہ دونوں کام کرتا ہے کبھی ان میں سے ایک۔

جس کو برسام کی بیماری ہو اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے، یہ بیماری بھی جنون کی طرح ہوتی ہے، اس بیماری میں بے ہوشی واقع ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی جس کو غش آتا ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، ایک طرح کی مدہوشی ہوتی ہے جس سے قوی معطل ہو جاتے ہیں، مدہوش کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی، مدہوش وہ جس کی عقل جاتی رہے اسی طرح سونے والے کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے جو حالت خواب میں دے، اس لئے کہ اس میں نہ اختیار ہوتا ہے اور نہ ارادہ۔ اور یہی وجہ ہے کہ سونے والے کو صادق یا کاذب نہیں کہتے ہیں اور نہ اس کے کلام کو خبر وانشاء سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یہ اس کے قصد وارادہ سے نہیں ہوا کرتا ہے۔

والنائم لانتفاء الارادة ولذا لايتصف بصدق ولا كذب ولا خبر ولا انشاء فلو قال اجزته اواوقعته لا يقع لانه اعادالضمير الى غير معتبر جوهره ولو قال اوقعت ذٰلك الطلاق او جعلته طلاقا وقع بحر واذا ملك احدهما الاخر

كله او بعضه بطل النكاح ولو قال حررته.حين ملكته فطلقها في العدة او خرجت الحربية الينا مسلمة ثم خرج زوجها كذالك مسلمافطلقها في العدة الغاه الثاني في المسئلتين واوقعه الثالث فيهما واعتبار عدده بالنساء وعند الشافعي بالرجال فطلاق حرة ثلث وطلاق امته ثنتان مطلقا ويقع الطلاق بلفظ العتق بنية اودلالة حال لا عكسه لان ازالة الملك اقوٰى من ازالة القيد.

طلاق حالتِ خواب میں اگر سونے والے سے کسی نے اس کے جاگنے کے بعد کہا کہ تو نے حالت نیند میں طلاق دی ہے یہ سن کر اس نے کہا میں نے جائز رکھا، یا واقع کیا تو بھی طلاق واقع نہ ہوگی، اس وجہ سے کہ اس نے اس کی ضمیر اس طرف پھیر دی ہے جو غیر معتبر ہے یعنی حالت خواب کی طلاق طرف پھیری ہے جو قابل اعتبار نہیں ہوا کرتی ہے، کمافی الجوہرۃ۔ اور اگر سونے والے نے جاگنے کے بعد اس طرح کہا کہ میں نے اس طلاق کو واقع کردیا، یا میں نے اس کو طلاق بنادیا تو واقع ہو جائے گی، کذافی البحر۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس طلاق کو اس نے حالتِ خواب میں کہا تھا۔ اسی جنس کی طلاق حالت بیداری میں از سر نو واقع کردی، تو یہ الگ سے طلاق ہوئی۔

جب میاں بیوی کوئی کسی کا مالک ہو جائے میاں بیوی میں سے جب ایک دوسرے کا مالک بن جائے، خواہ کل کا خواہ بعض کا تو نکاح باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ مالکیت زوجیت کے منافی ہے اگر شوہر نے کہا کہ جس وقت اس کی بیوی اس کی مالک بنی تھی اس نے اپنے اس شوہر کو آزاد کردیا پھر شوہر نے بیوی کو عدت میں طلاق دی، یا حربیہ عورت دارالاسلام میں مسلمان ہو کر آگئی، پھر اسی طرح اس کا شوہر مسلمان ہو کر نکل آیا، پھر اس نے عدت کے اندر طلاق دی، تو اس طلاق کو امام ابو یوسفؒ نے دونوں مسئلوں میں لغو قرار دیا ہے اور امام محمدؒ نے دونوں مسئلوں میں طلاق کو واقع کہا ہے لیکن فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، اس وجہ سے مالک ہوتے ہی اور اسی طرح دارالاسلام میں آتے ہی دونوں میں جدائی واقع ہو گئی، للہذا طلاق کا اختیار باقی نہیں رہا۔

عدد طلاق میں عورت کا اعتبار ہمارے امام اعظمؒ کے نزدیک عدد طلاق میں عورت کا اعتبار ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مردوں کا اعتبار ہے، للہذا آزاد عورت کی طلاق تین ہیں اور لونڈی کی دو۔ خواہ آزاد عورت کا شوہر آزاد ہو، خواہ غلام، اسی طرح لونڈی کا شوہر چاہے آزاد ہو چاہے غلام، کیونکہ عدد طلاق میں اعتبار عورتوں کا ہوا کرتا ہے شوہر کا نہیں۔

لفظ عتق سے طلاق عتق کے لفظ سے طلاق یا تو نیت کرنے سے واقع ہوگی یا دلالت حال کی وجہ سے، اس کے برعکس طلاق کے لفظ سے آزادی واقع نہیں ہوگی، کیونکہ قید کے ازالہ سے ملک کا ازالہ زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ آزادی ملکیت کے ازالہ کا نام ہے، اور طلاق نام ہے قید کے ازالہ کا۔ تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے، کہ وہ مضبوط تر ہے لیکن طلاق سے آزادی مراد نہیں ہو سکتی ہے اس لئے کہ طلاق آزادی سے کمزور ہے، للہذا ضعیف کے دباؤ میں

قوی نہیں آسکتا ہے۔ مثلاً شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور اس نے اس سے طلاق کی نیت کی یا طلاق مراد لینے کا قرینہ پایا گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

فروع کتب الطلاق ان متبیناً علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا ولو علی نحو الماء فلا مطلقا ولو کتب علی وجه الرسالة والخطاب کان کتب یا فلانة اذا اتاك کتابی هٰذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوهره و فی البحر کتب لامراته کل امراة لی غیرك وغیر فلانة طالق ثم محا اسم الاخیرة وبعثة لم تطلق وهٰذه حیلة عجیبة وسیجی مالو استثنٰی بالکتابة۔

طلاق کتابت سے شوہر نے بیوی کو لکھ کر دیا کہ تجھ کو طلاق ہے یہ دیوار پر لکھا یا تختہ پر تو بوقت نیت اس سے طلاق واقع ہوگی اور دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ نیت کرے یا نہ کرے دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر لکھا ایسی چیز پر جس پر نقش باقی نہیں رہتا ہے، جیسے پانی پر لکھا ہوا پر لکھا، تو کسی طرح طلاق واقع نہیں ہوگی نیت کرے یا نہ کرے اور شوہر نے بطریق خط طلاق لکھی یا بطور خطاب لکھا جیسے اس طرح لکھا اے فلاں عورت جس وقت تم کو میرا یہ خط ملے تو تجھ کو طلاق ہے، تو اس صورت میں خط پہونچتے ہی عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی کذا فی البحر والجوہرہ۔ شوہر نے اپنی عورت کو لکھا کہ تیرے سوا جو میری بیوی ہے یا فلانی کے سوا جو میری بیوی ہے اس کو طلاق، پھر اخیر والی عورت کا نام مٹا ڈالا، اور خط بھیج دیا تو اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی، یعنی جس کا نام مٹا ڈالا ہے کیونکہ استثناء میں اس کو بھی شامل کر لیا تھا گو بعد میں اس کو مٹا ڈالا۔ مثلاً زید کی بیوی کریمہ تھی، پھر زید دوسرے شہر میں گیا، وہاں اس نے زینب سے نکاح کیا، یہ سن کر کریمہ کو رنج ہوا، اس کے بعد زید نے کریمہ کو اس طرح لکھا تاکہ اس کا دل خوش ہو جائے کہ جو عورت تیرے سوا میری بیوی ہے اور سوائے فلانی کے اس کو طلاق، پھر اس نے زینب کا نام مٹا ڈالا تو زینب کو طلاق واقع نہیں ہوگی، یہ ایک عجیب طرح کا حیلہ ہے اور اس کی بحث بعد میں آئے گی کہ کتابت سے مستثنٰی کرنے کے مسائل کیا ہیں۔

باب الطلاق الصریح

صریحة مالم یستعمل الافیه ولو بالفارسیة کطلقتك وانت طالق ومطلقة بالتشدید قید بخطابها لانه لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لترکه الاضافة الیها۔

صریح طلاق کا بیان

طلاق صریح کی تعریف صریح طلاق اس کو کہتے ہیں جو صرف طلاق کے ہی معنی میں مستعمل ہو، دوسرے معنی میں اس کا استعمال نہ ہوتا ہو، خواہ فارسی زبان میں ہو مراد یہ ہے کہ غیر عربی ہو، منشایہ ہے کہ صریح طلاق عربی میں منحصر نہیں ہے دوسری زبانوں میں بھی ہو سکتی ہے، جو بھی لفظ ایسا ہو کہ وہ طلاق کے سوا دوسرے معنی میں نہ بولا جاتا ہو اسے صریح کہا جائے گا، عربی میں صریح کی مثال جیسے کہے طَلَّقْتُكِ یَا اَنْتِ طَالِقٌ یا اَنتِ مُطَلَّقَةٌ (میں نے تجھ کو طلاق دی تجھ کو طلاق ہے۔ تو طلاق والی ہے) یہ سب جملے صریح ہیں۔ شارح کہتا ہے کہ مصنف نے صریح کو عورت کے خطاب کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر بغیر خطاب اس طرح کہا ان خَرَجْتِ تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی یا کہا کہ تو میری اجازت کے بغیر مت نکلنا، اس لئے کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے۔ پھر وہ نکلی تو طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس نے اس عورت کی طرف اس کی اضافت نہیں کی ہے۔

ویقع بها ای بهذه الالفاظ وما بمعناها من الصريح ویدخل نحو طلاغ وطلاك وتلاك اور ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بين عالم وجاهل وان قال تعمدته تخويفا لم تصدق قضاء الا اذا اشهد عليه قبله به يفتي ولو قيل له طلقت امراتك فقال نعم او بلى بالهجاء طلقت بحر واحدة رجعية وان نوى خلافها من البائن او اكثر خلافا للشافعي او لم ينو شيئاً ولو نوى به الطلاق عن وثاق دين ان لم يقرنه بعدد ولو مكرها صدق قضاء ايضا كما صرح بالوثاق اوالقيد وكذا لو نوى طلاقها من زوجها الاول على الصحيح خانية ولو نوى عن العمل لم يصدق اصلا ولو صرح به دين فقط۔

الفاظ صریح کا اثر ان الفاظ صریح اور اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ صریح سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اور الفاظ محرّفہ جیسے طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، یا ط ل ق یا طلاق باش وغیرہ طلاق صریح میں داخل ہیں، شارح کا کہنا ہے کہ ان الفاظ کو عالم کہے یا جاہل کوئی فرق نہیں پڑتا، جو بھی ان الفاظ کو بیوی کی طرف اضافت کر کے کہے گا طلاق واقع ہوگی، خواہ نیت کرے، خواہ نیت نہ کرے، کیونکہ یہ الفاظ کو بدل کر عورت کو ڈرانے کے واسطے کہا ہے، تو قضاءً اس کی بات قابل تسلیم نہیں ہوگی۔

طلاق کے متعلق سوال کا جواب کسی نے شوہر سے پوچھا کہ تو نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے اس نے جواب میں ہجے کے ساتھ کہا نعم یا بلٰی یعنی جی ہاں کیوں نہیں، تو اس سے عورت پر

طلاق واقع ہو جائے گی، ہجے کر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حروف کو علیحدہ علیحدہ کر کے اس طرح کہا۔ ل۔ ع۔ م۔ یا ب۔ ل۔ ی۔

صریح الفاظ سے جو طلاق دی جائے گی، اگر ایک طلاق دی ہے، تو ایک رجعی واقع ہو گی، گو اس نے اس کے خلاف کا ارادہ کیا ہو مثلاً بائن کا یا ایک سے زیادہ کا، یا طلاق صریح بول کر کچھ ارادہ نہ کیا ہو۔ تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہو گی بخلاف مذہب امام شافعی کے۔

طلاق رجعی طلاق رجعی یہ ہے کہ اس میں نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ رجعت کے لئے عورت کی رضامندی شرط ہے، پھر اس طلاق کی عدت میں ترک زینت بھی نہیں ہے، اور زمانہ عدت میں عورت و مرد کا ایک گھر میں رہنا بھی جائز ہے، طلاق بائن میں یہ باتیں نہیں ہوتی ہیں، کیونکہ اس میں تجدید نکاح بھی ضروری ہے اور عورت کی اس پر رضامندی بھی، پھر زینت کا ترک کرنا بھی ضرری ہے، اور دونوں مرد و عورت ایک گھر کے اندر زمانہ عدت میں نہیں رہ سکتے ہیں، کہ یہ جائز نہیں ہے، اور اگر شوہر نے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ ملایا ہو، یا زبردستی کی وجہ سے شوہر نے طلاق کا لفظ کہا، پھر اس نے قید سے چھوڑنے کا ارادہ کیا تو قضاءً اس کی تصدیق کی جائے گی، چنانچہ اگر صریح طلاق کے وقت بھی قید یا بند کا لفظ صراحت کے ساتھ کہے گا تو ظاہر میں اس کی تصدیق کی جائے گی اور طلاق واقع نہ ہو گی۔

صریح میں نیت کا اعتبار ایسا ہی اگر شوہر نے بیان کیا کہ اس نے اس کے پہلے شوہر سے طلاق کی نیت کی تھی، تو قول صحیح کی بنیاد پر اس کی تصدیق کی جائے گی، کذا فی الخانیہ، اور اگر شوہر نے طَلَّقْتُكِ کہہ کر کام سے چھٹکارے کی نیت کرنے کو بتایا تو اس کی یہ بات نہیں مانی جائے گی نہ قضا میں نہ دیانت میں، اس لئے کہ یہ ایسی نیت ہے جس کا لفظ میں احتمال نہیں ہے، البتہ اگر صراحتاً کہا طلقتك عن العمل تو اس کی دیانت میں تصدیق کی جائے گی قضا میں نہیں مانی جائے گی، بحر الرائق میں ہے کہ جب طلاق صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے معنی کا جاننا شرط نہیں ہے سو اگر کسی نے کسی جاہل کو طلاق کا لفظ کہنے کو سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کر کے کہے کہ میں نے طلاق دی تو قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی دیانۃً البتہ نہیں ہو گی۔ مشائخ اوزجند کہتے ہیں کہ اس صورت میں نہ دیانۃً ہو گی نہ قضاءً، تاکہ آدمیوں کی املاک ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

وفی انت الطلاق او طلاق او انت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا یقع واحدة رجعية ان لم ينو شيئا اونوىٰ يعني بالمصدر لانه لو نوىٰ بطالق واحدة وبالطلاق اخرى وقعتا رجعيتين لو مدخولابها كقوله انت طالق واحدة اوثنتين لانه صريح مصدر لا يحتمل العدد فان نوى ثلثاً فثلث لانه فرد حكمي ولذا كان الثلثتان فى الامة وكذا فى حرة تقدمها واحدة جوهرة لكن جزم فى البحر انه سهوبمنزلة الثلث فى الحرة۔

طلاق کے جملے اور ان کے اثرات اگر کسی سے کہا انت الطلاق، یا انت طالقٌ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق

طلاقاً تو ان صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اگر کہنے والے نے کچھ نیت نہ کی ہو نہ ایک کی نہ دو کی، اور اگر مصدر سے ایک دو طلاق کی نیت کی ہے تو بھی ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی، مصدر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر مصدر سے ایک یا دو طلاق کی نیت کی ہے تو بھی ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی، مصدر کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقاً میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کرے گا اور طلاق اور الطلاق سے دوسری طلاق کی تو دونوں طلاقیں رجعی واقع ہوں گی اگر عورت مدخولہ ہوگی، اور اگر مدخولہ نہیں ہوگی تو ایک ہی طلاق سے وہ بائن ہو جائے گی عدت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، دوسری طلاق کا محل باقی نہیں رہے گی، انت طالق سے دو طلاقیں رجعی واقع ہوتی ہیں، (مصدر سے گو ایک یا دو طلاق کی نیت کرے، مگر ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مصدر جو صریح ہوتا ہے وہ واحد صیغہ ہے اس لئے اس میں کثرت کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔

فرد حکمی لیکن اگر پہلی صورت میں تین طلاق کی نیت کرے گی تو تین ہی طلاقیں واقع ہوں گی، اس لئے کہ تین فرد حکمی ہے یعنی تین طلاق کل ہے اس سے زیادہ طلاق نہیں، لہٰذا وہ تین فرد کامل کے حکم میں ہوگا، اور اسی واسطے دو طلاق لونڈی کے حق تین طلاق کے حکم میں ہے کیونکہ اس کے حق میں یہ آخری حد ہے، اسی طرح اس آزاد عورت کے حق میں جس کو ایک طلاق پہلے ہو چکی تھی اب جب ایک طلاق پہلے ہو چکی تھی اب جب دو طلاق دی جائے گی تو مل کر تین ہو جائیں گی جو فرد حکمی کے حق میں ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں ہے کہ ایک طلاق جس کو ہو چکی ہے اس کے حق میں دو کو فرد حکمی قرار دینا سہو ہے مصدر سے آزاد عورت کے حق میں دو طلاق نہیں واقع ہوگی۔

ومن الالفاظ المستعملة الطلاق يلزمنى والحرام يلزمنى وعلى الطلاق وعلى الحرام فيقع بلانية للعرف ولو لم يكن له امرأة يكون يمينا فيكفر بالحنث تصحيح القدورى وكذا على الطلاق من ذراعى بحر ولو قال طلاقك على لم يقع ولوزاد لازم اوواجب او ثابت او فرض هل يقع قال البزازى المختارلا وقال الخاصى المختار نعم ولو قال طلقك الله هل يفتقر لنية قال الكمال الحق نعم ولو قال لها كونى طالقا او اطلقى اويا مطلقة بالتشديد وكذ يا طال بكسر اللام وضمها لانه ترخيم اوانت طال بالكسر والاتوقف على النية كما لو تهجى به او بالعتق وفى النهر عن التصحيح الصحيح عدم الوقوع بوهبتك طلاقك ونحوه۔

مستعملہ الفاظ عوام کے مستعملہ الفاظ میں سے یہ ہیں کہ کسی نے کہا، طلاق مجھ کو لازم ہے، اگر ایسا نہ کروں اور حرام مجھ کو لازم ہے اگر میں ایسا کام نہ کروں تو ان الفاظ سے بلا نیت طلاق واقع ہوگی، عرف یہی ہے کہ عرف میں طلاق دے کر قسم کھانا رائج ہو گیا ہے تو وہ ان پر وجوباً جاری ہوگا، اور اگر ان جملوں کے کہنے والے کے بیوی نہیں ہے، تو یہ الفاظ قسم ہو جائیں گے اور قسم توڑنے کا کفارہ دینا لازم ہوگا کذا فی تصحیح القدوری، اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر طلاق لازم ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی، (بزازیہ میں ہے کہ انت طالق من ھذا العمل کہنے سے قضاءً طلاق واقع ہوگی نہ کہ دیانۃً اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ عَلَیَّ طَلَاقٌ مِنِّی ذراعی کہنے سے قضاءً بدرجہ اولی طلاق واقع ہونا چاہئے، مقدسی نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے اس وجہ سے کہ مقیس علیہ میں عورت مخاطب ہے، اور وہ محل طلاق ہے بخلاف مقیس کے کہ وہ محل طلاق نہیں ہے۔

جملہ تیری طلاق مجھ پر ہے

اگر اس طرح کہا طلاقك علی (تیری طلاق مجھ پر ہے) تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر اس نے اس پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کا اضافہ کیا تو سوال یہ ہے اس اضافہ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں، بزازیہ کہتے ہیں کہ مختار قول یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوگی اور قاضی کہتے ہیں کہ اس اضافہ کے بعد طلاق واقع ہوگی (اور فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ طلاقك علی پر واجب کا اضافہ کیا ہے تو واقع ہوگی باقی دوسرے الفاظ کے بڑھانے سے واقع نہیں ہوگی)۔

طلاق کے مختلف جملے

اگر یوں کہا طلقك الله (خدا تجھ کو طلاق دے) تو کیا اس میں نیت کی ضرورت ہوگی یا نہیں ہوگی، کمال الدین بن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے، یعنی بغیر نیت طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس میں احتمال ہے کہ کہیں یہ کلام بطور بددعا کے نہ ہو، اگر کہا کونی طالقا (تو طلاق والی ہو جا) یا کہا "طلقی" یا کہا "کونی مطلقة" تو اس سے طلاق واقع ہوگی، اسی طرح کسی نے بیوی سے کہا یا طال یا انت طال پہلے لام کو زیر دے کر کہا یا پیش دے کر تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اس وجہ سے کہ طال، طالق کی ترخیم ہے، اور بلا نیت طلاق واقع ہوگی، اور دوسرے میں طال کی لام کو زیر دے کر یا پیش دے کر کہا ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی، نیت طلاق کی کرے گا، تو واقع ہوگی ورنہ نہیں جس طرح کوئی حرف کو الگ الگ کر کے کہے جیسے انت ط، ا، ل، ق، یا لفظ عتق کو کاٹ کاٹ کر کہے انت ع۔ت۔ق (تو آزاد ہے) تو ان صورتوں میں بلا نیت طلاق واقع نہیں ہوگی، (بعض فقہاء نے طلاق باتہجی کو صریح میں شمار کیا ہے اور بعضوں نے کنایات میں داخل کیا ہے، اگر صریح مانا جائے تو نیت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کنایات تسلیم کیا جائے تو نیت سے طلاق واقع ہوگی، شارح نے پہلے صریح میں داخل کیا تھا یہاں کنایات میں شمار کر رہے ہیں۔

لفظ ہبہ رہن اور ودیعت سے طلاق

اگر کسی نے بیوی سے کہا وہبتكِ طلاقكِ (میں نے تجھے تیری طلاق بخشی) یا اسی طرح کا کوئی جملہ کہا تو نہر الفائق نے تصحیح القدوری سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی (جس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ ہبہ، اسی طرح رہن اور ودیعت سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

واذا اضاف الطلاق الیها کانت طالق او الی ما یعبر به عنها کالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد الاطراف داخلة فی الجسد دون البدن والفرج والوجه والراس وکذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصه او اضافه الی جزء شائع منها کنصفها و ثلثها الی عشرها وقع لعدم تجزیه ولو قال نصفك الا علی طالق واحدة ونصفك الاسفل ثنتین

وقعت بنجاری فافتی بعضهم بطلقة وبعضهم بثلث عملا بالاضافتين خلاصه واذا قال الرقبة منك اوالوجه اووضع يده على الراس اوالعنق اوالوجه وقال هذا العضو طالق لم يقع فى الاصح لانه لم يجعله عبارة عن الكل بل عن البعض حتى لو لم يضع يده بل قال هذاالراس طالق واشار الى راسها وقع فى الاصح ولو نوى تخصيص العضو فينبغي ان يدين فتح كمالا يقع لو اضافه الى اليد الابنية المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق والفخذ والظهر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والريق والعرق وكذالثدى والدم جوهره لانه لا يعبر به عن الجملة فلو عبر قوم به عنها وقع وكذا كل ما كان من اسباب الحرمة لا الحل اتفاقاً۔

طلاق کی نسبت عورت یا اس کے جزء بدن کی طرف

اگر طلاق منسوب کی جائے عورت کی طرف جیسے کہا جائے انت طالق یا طلاق کی نسبت عورت کے اس حصہ کی طرف کی جائے جس سے کل عورت تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ، عنق، روح، بدن، جسد، فرج، چہرہ اور سر جیسے۔ تیری گردن کو طلاق، تیری روح کو طلاق وغیرہ تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح یہ کہے تیری چوتڑ کو طلاق تو بھی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر طلاق کی نسبت بضع (شرمگاہ) پر اور خون کی طرف ہے تو قول مختار کے مطابق طلاق واقع نہیں ہوگی، یا طلاق کی نسبت عورت کے جزء شائع کی طرف جیسے، نصف یا ثلث یعنی اس طرح کہا تیرے نصف کو طلاق تیرے ثلث کو طلاق، تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ طلاق میں تقسیم نہیں ہے، کہ اس سے نصف وغیرہ کی گنجائش ہو۔

جملہ تیرے نصف اعلیٰ واسفل پر طلاق

اگر کہا نِصفُكِ الأعْلىٰ طَالِقٌ وَاحِدةً وَنِصفُكَ الاسفل ثنتين (تیرے نیچے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے والے آدھے حصے کو دو طلاق ہے (یہ صورت بخارا میں واقع ہوئی تھی تو بعضوں نے کہا کہ ایک طلاق پڑی اور بعضوں نے کہا کہ تین طلاق واقع ہوئی۔ انہوں نے دونوں نسبتوں کا لحاظ کیا۔ جس نے ایک کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ نصف اعلیٰ میں سر داخل ہے۔ جو بجائے کل کے ہوتا ہے، تو کل پر ایک طلاق واقع ہوئی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل ہے لیکن جب اسفل اعلیٰ میں داخل ہے تو اس کا کچھ اثر باقی نہیں رہا تو اس طرح اسفل کی طلاق لغو قرار پا گئی۔

اپنے حصہ جسم پر ہاتھ رکھ کر اشارہ سے طلاق

اگر کہا تیرے جسم میں سے گردن یا چہرے کو طلاق ہے یا اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا یا گردن پر یا چہرہ پر رکھا اور کہا اس عضو کو طلاق ہے۔ تو اس سے مذہب صحیح میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس نے ان تمام کو کل جسم کا نام نہیں دیا، بلکہ بعض کی جگہ رکھا، کیونکہ ایک مخصوص عضو پر ہاتھ رکھ کر کہا، چنانچہ اگر وہ اس طرح کسی خاص عضو پر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ کہتا اس

سر کو طلاق ہے، اور اشارہ عورت کے سر کی طرف کرتا تو مذہب صحیح تر میں طلاق واقع ہو جاتی اور اگر راسک طالق رقبتك طالق میں عضو کی تخصیص متکلم کی مراد ہو تو دیانۃً اس کی تصدیق ہونی چاہئے، لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ عرف عام میں سر اور گردن بول کر کل مراد لیا جاتا ہو۔

ان اعضاء سے طلاق جن سے کل مراد نہیں

چنانچہ اگر طلاق کی نسبت ہاتھ کی طرف ہو یا پاؤں کی طرف ہو، یادبر کی طرف ہو یا بال کی طرف ہو، یا ناک کی طرف ہو، اسی طرح ران کی طرف پیٹھ کی طرف، پیٹ کی طرف، زبان کی طرف، کان کی طرف، منہ کی طرف ٹھڈی کی طرف دانت کی طرف، تھوک اور پسینہ کی طرف اسی طرح چھاتی اور خون کی طرف، ان اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لئے کہ ان اعضاء سے کل جسم کی تعبیر نہیں ہوتی، اگر کسی قوم میں ان اعضاء سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہو گی۔

اسی طرح جو اسباب حرمت کے ہیں، حلت کے نہیں ہیں، ان کا حکم بھی بالاتفاق یہی ہو گا جو حکم طلاق کا اوپر ذکر ہوا، یعنی جن اعضاء کو بول کر کل مراد لیتے ہیں ان کی طرف نسبت کر کے کہا ہے تو حرمت ثابت ہو گی، ورنہ نہیں، حرمت کے اسباب میں جیسے ایلاء ظہار اور عتق ہے یعنی اگر ظہار اور ایلاء کی نسبت کل عورت کی طرف ہے یا اس عضو کی طرف جو کل کی جگہ استعمال ہوتا ہے جیسے سر، گردن اور چہرہ تو ایلاء اور ظہار واقع ہو گا اور سر پیر کی طرف نسبت کرنے سے واقع نہیں ہو گی، بخلاف اس کے جو موجب حلت ہے جیسے نکاح کہ اگر اس کی نسبت ایسے عضو کی طرف ہو جو کل کی جگہ مستعمل ہے تو اس سے نکاح صحیح نہیں ہو گا۔

وجزء الطلقة ولومن الف جزء تطليقة لعدم التجزى فلو زادت الاجزاء وقع اخرى وهكذا مالم يقل نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة فيقع الثلث ولو بلاواو فواحدة ولو قال طلقة ونصفها فثنتان على المختار جوهره وكذا لو كان مكان السدس ربعا فثنتان على المختار وقيل واحدة وسيجئ ان استثناء بعض التطليق لغو بخلاف ايقاعه۔

طلاق کے جزء کی نسبت

طلاق کے کسی حصہ کا نام لیا گیا، گو ہزارواں حصہ ہو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی اس لئے کہ طلاق تقسیم کے قابل نہیں ہے، لہٰذا اس کا معمولی جزء بھی کل کی جگہ سمجھا جائے گا، مثلاً کوئی بیوی سے کہے کہ میں نے تم کو ایک طلاق کا ہزارواں حصہ دیا تو اس سے پوری ایک طلاق واقع ہو گی۔

اگر ایک طلاق پر کچھ جزء بھی بڑھ جائے تو دو طلاق واقع ہو گی مثلاً کسی نے کہا تجھ پر آدھی طلاق ہے اور دو تہائی، تو اس سے دو طلاق واقع ہو گی، کیونکہ نصف اور دو تہائی کل سے بڑھ گیا، یہ حکم اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ یوں نہ کہے نصف طلقة وثلث طلقة وسدس طلقة اگر تینوں کو الگ الگ کر کے پورا جملہ کہا ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی،

حالانکہ یہ سب ملا کر ایک طلاق پوری ہوتی ہے، ایک سے کچھ بھی زائد نہیں ہوا، لیکن چونکہ طلقة کا لفظ جو نکرہ ہے تین بار کہا گیا اور قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہوتا ہے تو وہ پہلے کا غیر ہوتا ہے، معرفہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے، وہ ایک دوسرے کا عین ہوتا ہے اور اگر اوپر والی صورت میں تین جملہ کہا اور درمیان میں واو عاطفہ نہیں لایا، اس طرح کہا انت طالقة نصف طلقة، ثلث طلقة، سدس طلقة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ ہر واحد اپنے ماقبل سے بدل واقع ہوگا اور نیت میں مبدل منہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ڈیڑھ دو کے حکم میں ہے اگر کسی نے کہا تجھ کو ایک طلاق ہے اور اس کا نصف، تو مختار قول کی بنیاد پر دو طلاقیں واقع ہوں گی کذا فی الجوہرہ۔ ایسا ہی اگر سدس طلقة کی جگہ ربع طلقة کہا ہے، تو مختار قول یہ ہے کہ دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور بعضوں نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی، یہ قول ضعیف ہے، باب التعلیق میں یہ بحث آئے گی، کہ بعض تطلیق کا استثناء کرنا لغو ہے، بخلاف ایقاع طلاق کے، مثلاً یوں کہا انت طالق ثلثاً الا نصف طلقة تجھ کو تین طلاق ہے مگر نصف طلاق کم تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوں گی، اس لئے کہ طلاق قابل تقسیم چیز نہیں، البتہ ایقاع میں بعض لغو نہیں ہوتا ہے، مثلاً کہے تجھ کو ایک طلاق ہے اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہوں گی۔

ویقع بقوله من واحدة او ما بين واحدة الى ثنتين او ما بين واحدة الى ثنتين واحدة وبقوله من واحدة اومابين واحدة الى ثلث ثنتان الاصل فيما اصله الحظر دخول الغاية الاولى فقط عند الامام وفيما مرجعه الاباحة كخذ من مالى من ماته الى الف الغائتين اتفاقا وبه يقع بثلثة الضاف طلقتين ثلثة وقيل ثنتان وبثلثة انصاف طلقة اونصفى طلقتين طلقتان وقيل يقع ثلث والاول اصح وبواحدة فى ثنتين واحدة وان لم ينواونوى الضرب لانه يكثر الاجزاء لا الافرادوان نوى واحدة وثنتين فثلث لو مدخولا بها وفى غير المطؤة واحدة كقوله لها واحدة وثنتين ولانه لم يبق للثنتين محل وان نوى مع لثنتين فثلث مطلقا ويقع بثنتين فى ثنتين ولو بنية الضرب ثنتان لما مر ولو نوى معنى الواو اومع فكما مر۔

طلاق کی چند اور صورتیں اگر کسی نے کہا تجھ کو طلاق ہے ایک سے دو تک، یا اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق ایک اور دو کے درمیان تک، تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک، تو اس سے دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

شارح کا کہنا ہے کہ جن مسائل میں اصل منع ہے یعنی ضرورت میں مباح نہیں ان میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان میں امام اعظم کے نزدیک فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے، دوسری غایت داخل نہیں ہوتا، اور طلاق کی اصل معنی ہی ہے اس لئے اس

میں دوسری حد یعنی دواور تین اعتبار نہیں کیا گیا، پہلی حد صرف معتبر ہوئی اور جن مسائل میں اصل اباحت ہے اس میں دونوں حدیں داخل ہوتی ہیں جیسے تو میرے مال میں سے سو سے ہزار تک لے لے، اس میں دونوں غایتیں داخل ہوں گی، یعنی سو بھی اور ہزار بھی، اس میں سب کا اتفاق ہے صاحبین کا بھی اور امام اعظم کا بھی۔

متعدد طلاق کے اجزاء

اور اگر کہا دو طلاقوں کی تین آدھائیں طلاق ہے، تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ دو طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر کہا ایک طلاق کی تین نصفیں، اسی طرح دو طلاق کی دو آدھوں کے لفظ سے دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور ضعیف قول یہ ہے کہ تین طلاقیں واقع ہوں گی، مگر ان میں پہلا قول اصح ہے اور اگر کہا تم کو ایک طلاق ہے دو طلاقوں سے، تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی، اگر اس نے ضرب عدد کی نیت نہیں کی ہے، یا یہ نیت کی کہ ایک کی ضرب دو میں، دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہو گی، اس لئے کہ ضرب قاعدہ میں اجزاء کو بڑھاتی ہے۔ عدد کے افراد کو نہیں بڑھاتی ہے اور اگر واحدۃ فی ثنتین میں ایک طلاق کی نیت کی، یا دو کی یعنی فی بمعنی واو عاطفہ استعمال کیا، تو اگر بیوی مدخولہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق واقع ہو گی جیسا کہ اگر کوئی غیر مدخولہ سے کہے "واحد وثنتین" تم کو ایک اور دو طلاقیں ہیں، تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی، کیونکہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے، دوسرے کا محل باقی نہیں رہتا ہے، اور اگر کہا کہ "واحدۃ فی ثنتین" (ایک طلاق دو کے ساتھ) یعنی فی بمعنی مع، تو تین طلاق واقع ہوں گی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اور اگر کہا کہ تجھ کو دو طلاق ہے دو کے اندر، اگر چہ صرف دو کی نیت کی ہو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر فی کو واو یا مع کے معنی میں لیا ہو، تو مدخولہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور غیر مدخولہ کو ایک اور دو کی صورت میں ہر ایک کو تین طلاقیں واقع ہوں گی جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

وبقوله من هنا الى الشام واحدة رجعية مالم يصفها بطول او كبر فبائنة وانت طالق بمكة اوفى مكة او فى الدار او الظل اولشمس او ثوب كذا تنجيز يقع للحال كقوله انت طالق مريضة او مصلية او انت مريضة او انت تصلين ويصدق فى الكل ديانة لو قال عنيت اذا دخلت اواذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلك فيتعلق به كقوله الى سنة اول راس الشهر او الشتاء و اذا دخلت مكة تعليق وكذا فى دخولك الدار كذا فى لبسك ثوب وكذا فى صلوٰتك ونحو ذٰلك لان الظرف يشبه الشرط ولو قال لدخولك او لحيضك بتخيير ولو بالباء تعلق وفى حيضك وهى حائض فحتى تحيض وفى حيضك حتى تحيض وتطهر وفى ثلثة ايام بتنجيز وفى مجى ثلثة ايام تعليق بمجئى الثالث سوى يوم حلفه لان الشروط تعتبر فى المستقبل ويوم القيمة لغو وقبله تنجيز۔

طلاق کی نسبت طول وغیرہ کی طرف

اگر کسی نے بیوی سے کہا تجھ کو طلاق ہے، یہاں سے شام تک، تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، بشرطیکہ اس نے طلاق کو طول یا کبر کے ساتھ متصف نہ کیا ہو، اور اگر اس نے طلاق میں طول و کبر کی صفت لگائی ہو گی تو پھر یہ طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے مکہ میں کہا گھر میں، یا سایہ میں یا دھوپ میں، یا فلاں کپڑے میں، تو اس سے فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، مکہ، گھر دھوپ، سایہ پر موقوف نہ ہو گی، جیسا کہ اگر کسی نے کہا تجھ کو طلاق ہے حالت بیماری میں یا حالت نماز میں، تو فوراً طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ بیمار ہو یا نہ ہو، نماز پڑھے یا نہ پڑھے، اس لئے کہ طلاق کو بیماری کے ساتھ کچھ خصوصیت نہیں۔ اور ان تمام حالتوں میں از روئے دیانت تصدیق کی جائے گی، نہ از روئے قضاء۔

تعلیق

شوہر کہے کہ میں نے جو یہ کہا تھا کہ تجھ کو طلاق ہے گھر میں، یا ایسے کپڑوں میں، ایسے میری مراد نہ تھی جب وہ گھر میں داخل ہو، یا جب وہ کپڑے پہنے، اسی طرح جب وہ بیمار پڑے تو اس کی یہ بات مانی جائے گی، اور طلاق معلق ہو گی، جب شرط پائی جائے گی طلاق واقع ہو گی ورنہ نہیں۔ جیسا کہ کوئی کہے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سال تک یا ایک ماہ کے شروع تک یا موسم گرما تک، تو جب تک سال گذر نہ جائے یا مہینہ آنہ جائے یا موسم سرما شروع نہ ہو جائے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ لیکن جب اس طرح کہے کہ تجھ کو طلاق ہے جب تو مکہ میں داخل ہو تو یہ تعلیق ہو گی اور جب وہ مکہ میں داخل ہو گی تب طلاق واقع ہو گی اس سے پہلے واقع نہیں ہو گی۔

اسی طرح جب کوئی اس طرح کہے کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے گھر میں داخل ہونے پر، یا تیرے کپڑے پہننے پر یا تیرے نماز پڑھنے کی صورت میں یا اسی طرح کے جملے تو یہ بھی تعلیق ہو گی، کیونکہ ظرف شرط کے مشابہ ہے اس وجہ سے کہ ظرف بھی بغیر مظروف نہیں ہوتا، جس طرح شرط بغیر مشروط کے نہیں پائی جاتی۔ اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے، تیرے گھر میں داخل ہونے کی وجہ سے، تو فوراً طلاق واقع ہو گی، گھر میں داخل ہونے پر طلاق موقوف نہ ہو گی۔ اور اگر اس نے لدخولك کے بجائے بدخولك الدار کا جملہ کہا ہے، یعنی لام کی جگہ باء لایا ہے تو اس سے طلاق معلق ہو گئی اور جب بیوی گھر میں داخل ہو گی تب طلاق واقع ہو گی، اور اگر انت طالق فی حیضتك کہا تو اس میں دوسرے حیض آنے اور پھر اس سے پاک ہونے پر طلاق واقع ہو گی، اس لئے کہ حیضۃ کامل حیض کو کہتے ہیں، اور کامل حیض بغیر طہر کے نہیں ہوا کرتا۔

وقوع طلاق کی تجدید

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھ کو طلاق ہے تین دن میں تو فوراً طلاق پڑ جائے گی، اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے تین دن آجانے پر تو یہ تعلیق کے حکم میں ہو گا اور تیسرے دن کے آنے پر طلاق ہو گی، اس دن کو چھوڑ کر جس دن اس نے یہ جملہ کہا تھا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شرائط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے، ماضی میں اعتبار نہیں ہوتا، اور اس طرح کہنا کہ تجھ کو قیامت کے دن طلاق ہے لغو ہے، اس سے طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ قیامت کے دن احکام شرعیہ کے وقوع کا محل نہیں ہے، اور اگر کہا تجھ کو طلاق ہے قیامت سے پہلے تو اس کہنے کے ساتھ فی الحال طلاق ہو جائے گی۔

وفی طالق تطليقة حسنة فی دخولك الدار ان رفع حسنة تنجیزوان

نصبها تعليق وسال الكسائى محمد عمن قال لامرأته شعر فان ترفقى يا هند فالرفق ايمن وان تخرقى يا هند فالخرق اشأم۔ فانت طلاق والطلاق عزيمة ثلث ومن يخرق اعق والحكم۔ كم يقع فقال ان مرفع ثلثاً فواحدة وان نصبها فثلث وتمامه فى المغنى وفيما علقناه على الملتقى

طلاق میں حسنۃ کی قید

اگر کسی نے کہا" انت طالق تطليقة فى دخولك الدار "اگر حسنۃ کو رفع دیا ہے تو فی الحال طلاق واقع ہوگی، اور اگر حسنۃ کو نصب دیا ہے تو یہ تعلیق ہوگی، حالت پیش میں یہ حسنۃ عورت کی صفت ہوگی، تو یہ صفت طلاق اور تعلیق کے درمیان فاصل ہوگی اور دخولک الدار الگ جملہ ہو جائے گا، لہٰذا تعلیق نہیں ہوگی، جب تعلیق نہیں ہوگی تو فوراً طلاق واقع ہوگی، اور جب حسنۃ کو نصب دیا ہے تو اس صورت میں یہ طلاق صفت ہوگی اور فاصل نہ ہوگی لہٰذا طلاق دخول دار پر معلق ہوگی۔

ایک سوال کا جواب

کسائی نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ جو شخص اپنی بیوی سے یہ شعر کہے۔ فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ❖ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم یا ہند ❖ فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ❖ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ❖ (اگر تو نرمی کرے گی تو اے ہند تجھ کو نرمی کرنا مناسب ہے، اور اگر سختی اور بد مزاجی کرے گی تو سختی نامبارک و منحوس ہے۔ لہٰذا تو مطلقہ ہے، اور طلاق عزیمت کی چیز ہے، کوئی کھیل نہیں، تین بار، اور جو سختی کرتا ہے وہ نافرمان اور بڑا ظالم ہے) کسائی نے پوچھا کہ اس سے کتنی طلاق واقع ہوگی۔ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اگر اس نے لفظ ثلث کو پیش دیا ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر نصب دیا ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ شارح کہتا ہے کہ اس کی پوری تقریر معنی اللبیب نامی کتاب میں ہے اور ہماری اس شرح میں جو ملتقی کی میں نے لکھی ہے۔

ثلث کو پیش دینے کی صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی گویا اس نے کہا" انت طالق "پھر خبر دی کہ طلاق مکمل تین طلاق ہے اور ثلثاً نصب کی صورت میں تین طلاق ہوگی، گویا کہا" انت طالق ثلثا "اور والطلاق عزیمۃ کا جملہ، جملہ معترضہ ہوگا۔

وبقوله انت طالق غدا او فى غد يقع عند طلوع الصبح فى الثانى نية العصر اے اخر النهار قضاءً وصدق فيها ديانة ومثله انت طالق شعبان اوفى شعبان وفى انت طالق اليوم غدا او غدا اليوم اعتبر اللفظ الاول ولو عطف بالواو يقع فى الاول واحدة وفى الثانى ثنتان كقوله انت طالق بالليل والنهار اواول النهار واخره وعكسه اواليوم ورأس الشهر۔

انت طالق غداً

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق غداً او فی غد (تجھ کو طلاق کل آئندہ ہے یا کل آئندہ میں ہے) تو اس صورت میں صبح طلوع ہوتے وقت طلاق واقع ہوگی، اور اگر کوئی "انت طالق فی غد" کہہ کر کے کہ میں نے عصر کی نیت کی تھی تو اس کی یہ نیت صحیح قرار دی جائے گی بطور قضاء کے اور دیانۃً دونوں جملوں میں اس کی نیت تسلیم

کی جائے گی۔

کہا انت طالق شعبان

اسی طرح یہ کہنا بھی ہے "انت طالق شعبان اوفی شعبان" (تجھ کو طلاق ہے شعبان میں) اگر اس کے متکلم نے کچھ نیت نہیں کی ہے تو آخر رجب میں بعد غروب آفتاب طلاق واقع ہوگی، اور اگر آخیر شعبان کی نیت کی ہے تو قضاءً فی شعبان میں اس کی نیت صحیح ہوگی، اور دیانۃ دونوں صورتوں میں تسلیم کی جائے گی۔

کہا انت طالق الیوم غداً

اگر اس طرح کہا "انت طالق الیوم غداً، اوغدالیوم" (تجھ کو طلاق ہے آج کل یا کل آج) تو اس صورت میں پہلے لفظ کا اعتبار ہوگا، اور دوسرے لفظ لغو قرار دیا جائے گا، تو پہلے جملہ میں آج طلاق واقع ہوگی، اور دوسرے جملہ میں کل طلاق واقع ہوگی، اور اگر پہلی مثالوں میں واو عطف کے ساتھ کہا یعنی "انت طالق الیوم وغداً" یا انت طالق غداوالیوم تو پہلے میں ایک طلاق ہوگی، یعنی الیوم وغداً کی صورت میں اور دوسرے میں دو طلاق ہوگی، یعنی اگر غدالیوم کہا ہے۔

کہا انت طالق باللیل والنہار

چنانچہ جب کہا "انت طالق باللیل والنہار یا کہا انت طالق اول النہار وآخرہ پہلا جملہ اگر دن میں کہا ہے تو دو طلاق ہوگی اور اگر کہا "انت طالق بالنہار" تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر یہ جملہ رات میں کہا ہے تو پہلے کے بالعکس حکم ہوگا، اور دوسرے جملہ کی صورت میں اگر ابتداء دن میں کہا ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور دن کے آخری حصہ میں کہا ہے تو دو طلاق واقع ہوگی، اور اگر "انت طالق الیوم راس الشہر کہا تو اگر یہ کلام دن میں کہا گیا ہے تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا ہے تو دو بار طلاق واقع ہوگی۔

والاصل انه متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدء بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد وفی انت طالق الیوم واذا جاء غداوانت طالق لابل غداً طلقت واحدةً للحال واخری فی الغد انت طالق واحدة اومع موتی او مع موتك لغو اما الاول فلحرف الشك واما الثانی فلاضافة الحالة منافیة الایقاع او للوقوع كذا انت طالق قبل ان اتزوجك او امس وقد نکحها الیوم ولو نکحها الیوم ولو نکحها قبل امس وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال ولو قال امس والیوم تعدد او بعکسه اتحد وقیل بعکسه۔

گذشتہ مثالوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب لفظ طلاق کو مضاف کیا جائے دو وقتوں کی طرف اگر ان میں سے ایک زمانہ ماضی اور دوسرا مستقبل اور ان دونوں کے درمیان حرف عطف لایا گیا ہو۔ پس اگر ابتداء ماضی سے ہوئی ہے تو یہ دونوں

وقت متحد شمار ہوں گے، اور ایک طلاق واقع ہوگی، جیسے "انت طالق الیوم وغداً" میں ایک طلاق ہوگی، اور اگر ابتدا مستقبل سے کی ہے تو تعدد و کثرت ہوگی، یعنی دوبار طلاق واقع ہوگی، جیسے "انت طالق غدا والیوم" میں

طلاق دینے کی مختلف صورتیں

کسی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق الیوم واذا جاء غداً یا کہا انت طالق لا بل غدا (تجھ کو آج طلاق ہے اور جب کل آئے گا یا اس طرح کہا تم کو طلاق ہے نہیں بلکہ کل طلاق ہے، تو اس کو ایک طلاق فوراً واقع ہوگی اور دوسری کل آنے پر واقع ہوگی۔

اگر کسی نے کہا، تجھ کو ایک طلاق ہے یا طلاق نہیں ہے یا کہا تجھ کو میری موت کے ساتھ طلاق ہے یا تیری موت کے ساتھ طلاق ہے تو یہ دونوں قول لغو ہوں گے اور طلاق واقع نہیں ہوگی پہلا قول واقع نہیں ہوگی پہلا قول اس وجہ سے لغو قرار پایا کہ اس میں صرف شک ہے اور دوسرا اس وجہ سے لغو ہوا کہ اس میں طلاق ایسی حالت کی طرف منسوب ہے جو ایقاع طلاق کے مخالف ہے، یا وقوع طلاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ شوہر کی موت ایقاع طلاق کے منافی ہے کیونکہ مرنے کے بعد اس کو طلاق دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور بیوی مرنے کے بعد محل طلاق باقی نہیں رہتی۔

اسی طرح یہ کہنا بھی لغو ہوگا انت طالق قبل ان اتزوجك اوامس (تم کو طلاق ہے اس سے پہلے کہ تم سے نکاح کروں یا تم کو طلاق کل گذشتہ) اور حال یہ کہ اس نے نکاح آج کیا ہے وجہ لغو یہ ہے کہ طلاق کو اس وقت کی طرف مضاف کیا ہے، جب کہ اس کو طلاق کی ملکیت حاصل نہیں تھی، نکاح سے پہلے شوہر طلاق کا مالک نہیں ہوا کرتا ہے بلکہ بعد میں ہوتا ہے، اگر کسی نے گذشتہ کل سے پہلے ایک دن نکاح کیا تھا اور اس کے بعد کہا تم کو کل گذشتہ طلاق ہے، تو پھر اس کے بولتے ہی طلاق ہو جائے گی کیونکہ گذرے ہوئے زمانہ میں واقع کرنا گویا زمانہ حال میں واقع کرنا ہے، اگر کہا انت طالق امس الیوم تو دو طلاق ہوگی یا کہا انت طالق الیوم والامس تو ایک طلاق ہوگی اور بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں ایک طلاق ہوگی اور دوسری صورت میں دو طلاق، اور یہ دوسرا قول اس قاعدہ کے مطابق ہے جو ابھی گذرا۔ یعنی اگر ماضی پہلے ہے تو اتحاد ہوگا، اور اگر مستقبل پہلے ہے تو تعدد ہوگا۔

اوانت طالق قبل ان اخلق اوقبل ان تخلقي او طلقتك وانا صبي اونائم او مجنون وكان معهوداً كان لغواً بخلاف قوله انت حر قبل ان اشتريك اوانت حر امس وقد اشتراه اليوم فانه يعتق كما يعتق لو اقر بعبد ثم اشتراه لا قراره بحريته انت طالق قبل موتي بشهرين او اكثر ومات قبل مضي شهرين لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعده طلقت مستند لاول المدة لاعند الموت وفائدته انه لا ميراث لها لان العدة قد تنقضي بشهرين بثلث حيض۔

میری پیدائش سے پہلے طلاق

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان

تخلقی (تجھ کو طلاق ہے میری پیدائش سے پہلے یا تیری پیدائش سے پہلے) یا کہا طلقتك وانا صبی او نائم او مجنون) میں نے تجھ کو طلاق دی جب کہ میں لڑکا نابالغ تھا، یا جب میں سوتا ہوا تھا، یا جب میں پاگل تھا) حالانکہ اس کا جنون معلوم تھا تو اس کا یہ قول لغو ہوگا، اس لئے یہ حالات مذکورہ ایقاع طلاق کے نہیں ہیں، بلکہ اس کے منافی ہیں۔

البتہ اگر کوئی کہے گا انت حرٌ قبل ان اشتریك اوانت حرٌ امس (تو آزاد ہے اس سے پہلے کہ میں تم کو خریدوں یا تم آزاد تھے کل) اور حال یہ ہے کہ اس کو آج خریدا ہے، تو وہ آزاد ہو جائے گا اس لئے کہ آزادی نہ ایقاع کی محتاج ہے اور نہ وقوع کی۔ ہو سکتا ہے اس کو کسی اور نے آزاد کیا ہو یا وہ اصلاً آزاد ہو۔ اگر کسی شخص نے کسی غلام کے حق میں اقرار کیا کہ یہ آزاد ہے پھر اس کو ان صورتوں میں خرید کیا تو آزادی ثابت ہوگی، کیونکہ قائل نے اس کی آزادی کا اقرار کیا ہے۔

کہا موت سے اتنے دن پہلے طلاق

کسی نے اپنی بیوی سے کہا "میری موت سے دو مہینے پہلے تم کو طلاق ہے یا اس سے زیادہ مدت کا نام لیا اور وہ دو ماہ یا اس مدت سے پہلے وہ مر گیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ شرط جاتی رہی۔ پائی نہ گئی اور اگر شوہر دو ماہ بعد مرا ہے تو عورت کو طلاق ہو جائے گی اور دو ماہ سے پہلے مطلقہ قرار پائے گی، نہ موت کے وقت سے، اور اول مدت کی طرف استناد کا فائدہ یہ ہوگا کہ عورت کو شوہر کی میراث نہ ملے گی، کیونکہ کبھی عدت دو ماہ کے اندر پوری ہو جاتی ہے، (جو کہا کہ عدت بجائے موت کے وقت کے دو ماہ پہلے سے شروع ہوگی یہ قول ضعیف ہے، جو صاحب دُرَر نے اختیار کیا اور اسی کو مصنف اور شارح نے بھی لیا ہے، ورنہ صحیح قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اس کی عدت موت کے وقت سے شروع ہوگی اور عورت شوہر کی وارث ہوگی، امام اعظم کا مسلک یہی ہے، اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے۔

قال لها انت طالق كل يوم او كل جمعة اوراس كل شهر ولانية له تقع واحدة فان نوای كل يوم او قال فی كل يوم او مع اوعند اوكلما مضى يوم يقع فی ايام ثلثه۔

والاصل انه متى ترك كلمة الظرف اتحدد الاتعددوفی الخلاصة انت طالق مع كل يوم تطليقة وقع ثلث للحال قال اطولكما عمر اطالق الآن لاتطلق حتى تموت احديهما فتطلق الاخرىٰ لوجود شرطه حينئذ قال انت طالق قبل قدوم زيد بشهر فقدم بعد شهر وقع الطلاق مقتصراً۔

کہا تجھ پر ہر دن یا ہر ماہ طلاق

کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ کو ہر دن طلاق ہے یا ہر جمعہ کو طلاق یا ہر ماہ کے شروع پر طلاق ہے اور شوہر کی کچھ نیت نہیں تھی تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی، لیکن اگر اس نے ہر دن ایک طلاق کی نیت کی ہے، یا اس طرح کہا ہے کہ تجھ کو ہر دن میں طلاق ہے یا ہر دن کے ساتھ طلاق ہے یا ہر دن کے نزدیک طلاق ہے، یا ہر بار جب دن گذر چکے، تو ان صورتوں تین دن کے اندر تین طلاقیں واقع

ہوں گی، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ظرف کا کلمہ متروک ہوگا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور جب ظرف کا کلمہ بولا جائے گا تو تین طلاق واقع ہوگی، اور ان اقوال میں کلمہ ظرف فی (میں) مع (ساتھ) اور عند (نزدیک) ہے۔

طلاق دینے کی اور صورتیں

خلاصہ میں ہے کہ اگر اس طرح کہا تھا "انت طالق مع کل یوم تطلیقة" (تم کو ہر دن کے ساتھ ایک طلاق ہے) تو فی الحال تین طلاق واقع ہوگی، شوہر نے کہا (اپنی بیوی سے) تو دو میں بڑی عمر والی کو اس وقت طلاق ہے، تو فوراً کسی کو طلاق نہ ہوگی، البتہ جب ان میں سے ایک مرجائے گی اور دوسری زندہ رہے گی تو اس دوسری زندہ کو طلاق ہوگی کیونکہ اب ظاہر ہوا ہے کہ بڑی عمر کی یہ تھی، کیونکہ شرط اسی وقت پائی گئی، (شیخ رحمتی کا کہنا ہے کہ جب تک دونوں نہ مرجائے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون بڑی عمر کی ہے کیونکہ جو بیوی پہلے مری ہے ہوسکتا ہے اس کی عمر چالیس کی ہو اس جو زندہ رہی شاید وہ تیس ہی برس کی ہو)

کسی نے کہا تم کو طلاق ہے زید کے آنے سے ایک ماہ پہلے، یعنی فی الحال فوراً طلاق ہوگی، شارح اب استناد و اقتصار کی تعریف کرنا چاہتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

اعلم ان طریق ثبوت الاحکام اربعة الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین فالانقلاب صیرو مرة ما لیس بعلة علة کالتعلیق دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال والاستناد ثبوته فی الحال مستنداً الی ماقبله بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوٰة حین الحلول مستنداً الوجود النصاب والتبیین ان یظهر فی الحال تقدم الحکم کقوله ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجوده فیها تطلق من حین القول فتعتد منه انت طالق ما لم اطلقك اومتی لم اطلقك او متٰی مالم اطلقك وسکت طلقت للحال بسکوته وفی ان لم اطلقك لا تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدهما قبله ای تطلیقة فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فاراً۔

استناد اور اقتصار وغیرہما

احکام شرعیہ کے ثبوت کے چار طریقے ہیں، ایک انقلاب، دوسرا اقتصار، تیسرا استناد، چوتھا تبیین، انقلاب یہ ہے کہ جو چیز حقیقت میں اور واقعی طور پر علت نہ ہوجائے، جیسے تعلیق کسی نے کہا اَنتِ طَالق ان دخلت الدار اگر گھر میں داخل ہوئی تو تجھ پر طلاق ہے) عورت گھر میں داخل ہوجائے گی حالانکہ گھر میں داخل ہونا طلاق کی علت نہیں ہے، لیکن چونکہ شوہر نے اس پر معلّق کیا ہے اس لئے وہ داخل ہونا علت بن گئی چنانچہ جب عورت گھر میں داخل ہوگی طلاق واقع ہوجائے گی۔ اور اقتصار حکم کا فوراً ثابت ہوجانا ہے، جیسے نکاح، طلاق اور بیع وغیرہ کہ ایجاب وقبول کے ساتھ اور طلاق کا لفظ زبان سے نکالتے ہی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور استناد کہتے ہیں کہ حکم کا ثبوت، ماقبل کی طرف منسوب ہوکر فوراً ثابت ہوجائے بشرطیکہ وہ محل تمام مدت باقی رہے جیسے زکوٰۃ، کہ جب مال کی

طرف منسوب ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ فوراً واجب ہو جاتی ہے، لیکن حولان حول کی شرط کے ساتھ، کہ پورے سال مال اول سے آخر تک باقی رہا ہو، یعنی اس وقت یہ ظاہر ہوا کہ بولنے کے وقت سے حکم ثابت ہے، جیسے شوہر کا کہنا کہ اگر زید گھر میں داخل ہے تو تجھ پر طلاق ہے، اور کل ہو کر ظاہر ہوا کہ زید گھر میں موجود تھا، تو عورت اس وقت سے مطلقہ قرار پائے گی، جس وقت اس کے شوہر نے یہ جملہ کہا تھا اور اسی وقت سے اس کی عدت شمار ہو گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حکم کا ثبوت تین حال سے خالی نہیں، یا زمانہ مستقبل میں ہو گا، یا حال میں، یا ماضی میں۔ اگر زمانہ استقبال میں ہے اور یہ بطور تعلیق تو اس کو انقلاب کہیں گے اور اگر زمانہ حال میں ہے اور استناد سابق زمانہ سے نہیں ہے تو اس کو اقتصار کہیں گے، اور اگر حکم ثابت ہے تو زمانہ حال میں ہوا ہے مگر ما قبل کی طرف منسوب ہو کر تو اس کو استناد کہیں گے اور اگر نسبت کے اعتبار سے اس کا ظہور زمانہ ماضی میں ہے تو اس کو تبیین کہیں گے۔

کہا انت طالق مالم اطلقك

اگر کسی شوہر نے کہا انت طالق مالم اطلقك او متی لم اطلقك (تجھ کو طلاق ہے جب تک میں تم کو طلاق نہ دوں یا تم کو طلاق ہے جس وقت تک میں تم کو طلاق نہ دوں) اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ تو اس کے چپ ہوتے ہیں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ خاموشی کا زمانہ طلاق منکوحہ سے خالی رہا۔ لہٰذا اس کو اسی وقت طلاق ہو گئی، اور اگر کہا انت طالق ان لم اطلقك (تم کو طلاق ہے اگر میں تم کو طلاق نہ دوں) تو شوہر کے چپ ہو جانے کے بعد طلاق نہیں پڑے گی، بلکہ نکاح قائم رہے گا اور اس وقت تک جب تک ان دونوں میں سے کوئی شوہر کے طلاق دینے سے پہلے انتقال نہ کر جائے، جب ان میں سے کوئی مرے گا تو عورت کو شوہر کی موت سے ذرا پہلے طلاق ہو گی، کیونکہ شرط پائی گئی۔

واذا ما واذا بلانية مثل ان عنده ومثل متى عندهما وقد مرحكمهما وان نوى الوقت اوالشرط اعتبرت نيته اتفاقا مالم تقم قرينة الفور فعلى الفور وفى قوله انت طالق مالم اطلقك انت طالق مع الوصل بقوله مالم اطلقك طلقت بالمنجزة الاخيرة فقط استحساناً فرع قال ان لم اطلقك اليوم ثلثا فانت طالق فحيلته ان يطلقها على الف ولا تقبل المرأةفان مضى اليوم لاتطلق به يفتي خانية لان التطليق المقيد يدخل تحت المطلق۔

مختلف کلمات کے اثرات

اور کلمہ "اذا ما" اور "اذا" بغیر نیت کے کلمہ ان کی طرح ہے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک متی کے مثل ہے اور جب اذا ما اور اذا ان کے معنی میں ہو گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی، تاوقتیکہ میاں بیوی میں سے کوئی مر نہ جائے، اور متی کے معنی میں ہوں گے، تو فوراً شوہر کے چپ ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔

اور اگر شوہر نے کلمہ اذا سے وقت یا شرط کی نیت کی تو اس کی نیت کا اعتبار ہو گا تمام ائمہ احناف کے نزدیک، جب تک

فی الفور کا قرینہ نہ پایا جائے اگر فی الفور کا قرینہ پایا جائے گا تو فی الفور طلاق واقع ہو گی اور اس وقت شرط کی نیت معتبر نہ ہو گی (فی الفور کا قرینہ یہ ہے کہ عورت نے کہا کہ مجھ کو طلاق دو شوہر نے کہا انت طالق اذا لم اطلقك تو فی الفور طلاق ہو جائے گی۔

بعض طلاق میں حیلہ

اگر کہا ہے انت طالق مالم اطلِقك انت طالق مالم اطلقك کے ساتھ انت طالق کو ملا دیا ہے تو پچھلے انت طالق سے بطور استحسان عورت کو فوراً طلاق ہو جائے گی، اگر کسی نے اس طرح کہا انت طالق ان لم اطلقك اليوم ثلثاً (اگر آج میں تجھ کو تین طلاق نہ دوں تو تجھ کو طلاق ہے) تو اس سے بچنے کا حیلہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہزار اشرفی کے ساتھ، اور عورت ہزار اشرفی دینا قبول نہ کرے، پھر اگر یہ دن گذر جائے گا تو عورت کو طلاق نہ ہو گی، اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ اس وجہ سے کہ مقید طلاق، مطلق طلاق کے تحت داخل ہے یعنی پہلے مطلق کہا تھا اس میں شرط نہ تھی مگر شوہر نے مقید طلاق بعوض مال دی جسے بیوی نے قبول نہیں کیا لہٰذا طلاق نہیں پڑی۔

انت طالق يوم اتزوجك فنكحها ليلاحنث بخلاف الامر باليد امرك بيدك يوم يقدم زيد فقدم ليلا لم تتخير ولو نهارابقي للغروب والاصل ان اليوم متى قرن بفعل يستوعب المدة يراد به النهار كالامر باليد فانه يصح جعله بيدها يوما او شهر اومتى قرن بفعل لايستوعبها يراد به مطلق الوقت كايقاع الطلاق فانه لو قال طلقتك شهراً كان ذكر المدة لغواً وتطلق للحال انامنك طالق اوبرى ليس بشئ ولو نوى به الطلاق وتبين فى البائن والحرام اى انا منك بائن اوانا عليك حرام ان نوى لان الابانة لازالة الوصلة والتحريم لازالة الحل وهما مشتركان فتصح الاضافة اليه حتى لو لم يقل منك اوعليك لم يقع بخلاف انت بائن حرام حيث يقع اذانوى وان لم يقل منى نعم لو جعل امرها بيدها شرط قولها بائن منى هان ويقع بابرأتك عن الزوجية بلا نية۔

کسی نے بیوی سے کہا تجھ کو طلاق ہے جس دن میں تجھ سے شادی کروں، پھر شوہر نے اس سے رات میں نکاح کیا تو شوہر حانث ہو گا اور طلاق واقع ہو گی کیونکہ یوم دن رات دونوں کو شامل ہوتا ہے بخلاف امر بالید کے یعنی شوہر نے کہا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، جس دن زید آئے، اور زید رات میں آیا تو عورت کو طلاق کا حق نہ ہو گا اور دن میں آئے گا تو عورت کو اختیار ہو گا مگر غروب آفتاب تک۔

یوم کے سلسلہ میں قاعدہ

اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے جب یوم ایسے فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو جو تمام مدت کو گھیر لے، تو اس یوم سے نہار (روز) مراد ہو گا، چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اس کو عورت کے اختیار میں دینا ایک دن کے لئے یا ایک ماہ کے لئے درست ہے، اور جب یوم کا الحاق ہو ایسے فعل سے جو کل مدت کو

اپنے احاطہ میں نہ لے سکے تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو لیل و نہار دونوں کو شامل ہے جیسے طلاق کا واقع کرنا اور شادی کرنا اسی طرح کلام کرنا اور ہونا اس میں اگر مہینہ کی قید لگائے گا تو لغو ہوگا، اور طلاق فی الحال واقع ہوگی جیسے کوئی کہے طلقتك شہرا تو اس میں مدت لغو قرار پائے گی اور فوراً طلاق واقع ہو جائے گی۔

عورت کی طرف سے طلاق

کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تیری طرف سے طالق ہوں یا میں تجھ سے بری ہوں، تو یہ قول کچھ نہیں ہے اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ محل طلاق عورت ہے مرد نہیں ہے، اور یہاں طلاق کی نسبت مرد کی طرف ہے کہ عورت کی طرف سے مرد پر طلاق ہے لہذا لغو قرار پائے گی، لیکن اگر عورت کی طرف سے حرام یا بائن کی نسبت کی جائے تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی جیسے کہا "انا منك بائن" یا "انا منك حرام" اگر اس میں طلاق کی نسبت کرے اس لئے ابانت کا لفظ جدائی کے لئے بنایا گیا ہے جس سے اتصال نکاح جاتا رہتا ہے، اور لفظ حلت کو زائل کرنے کے لئے وضع ہوا ہے تو خواہ اتصال نکاح کا ازالہ ہو، یا حلت کا ازالہ ہو، دونوں میاں بیوی کے درمیان مشترک ہیں لہذا بائن اور تحریم کی نسبت شوہر کی طرف درست ہوگی، چنانچہ اگر منك یا علیك کا لفظ نہیں کہے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں عورت کی طرف خطاب نہیں ہوگا۔

انت حرام

اس کے خلاف اگر کوئی اپنی بیوی سے کہے گا انت بائن یا انت حرام (تو جدا ہے تو حرام ہے) اگر شوہر ان جملوں سے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، اگرچہ وہ منّی (میری طرف سے) کا لفظ نہ کہے گا، تو بھی طلاق واقع ہوگی۔

ہاں اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اس طرح کہے انت بائن منّی (تو مجھ سے جدا ہے) یعنی عورت کے لئے منّی کا لفظ کہنا ضروری ہے، اگر کہا میں نے تجھ کو بیوی ہونے سے بری کیا تو اس سے طلاق واقع ہوگی اگر اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے، بغیر نیت طلاق پڑ جائے گی۔

انت طالق ثنتین مع عتق مولاك اياك فاعتق سيدها طلقت ثنتين وله الرجعة لوجود التطليق بعد الاعتاق لانه شرط ونقل ابن الكمال ان كلمة مع اذا اقحم بين جنسين مختلفين يحل محل الشرط ولو علق باالبناء للمجهول عتقها وطلاقها بمجی الغد فجاء الغد لارجعة له لتعلقهما بشرط واحد وعدتها فی المسئلتين ثلث حيض احتياطا ولو كان الزوج مريضا لاترث منه لوقوعه وهی امة فلا ترث مبسوط۔

لونڈی کو طلاق کی صورت

شوہر نے کہا اپنی اس بیوی سے جو کسی کی لونڈی ہے تم کو دو طلاق ہے تیرے آقا کے تجھ کو آزاد کرنے کے ساتھ، پھر آقا نے اس لونڈی کو آزاد کیا تو اس پر

وطلاق واقع ہوگی، اوراس کے شوہر کورجعت کا اختیار ہوگا، چونکہ طلاق کے لئے آزادی شرط قرار دی تھی، تو قاعدہ میں پہلے
ہ عورت آزاد ہوئی پھراس پر طلاق واقع ہوئی تو یہ آزاد عورت دو طلاق سے مغلظ نہیں ہوگی، اور آزاد عورت کو دو صریح طلاق
ینے کے بعد بھی شوہر کورجعۃ کا حق رہتا ہے ابن الکمال نے نقل کیا ہے کہ جب ''مع'' کا لفظ دو مختلف جنسوں کے درمیان
اخل کیا جائے تو وہ شرط کے قائم مقام ہوتا ہے، یہاں طلاق اور عتاق دو مختلف جنس ہے جہاں مع کا لفظ داخل کیا گیا ہے لہٰذا
شرط کے معنی میں ہوگا۔ اوروہ جملہ اس معنی میں ہوگا، اگر تم کو تیرا آقا آزاد کردے تو تم پر دو طلاق ہے۔

لیکن اگر کسی شوہر نے عورت کی طلاق کو اور اس کے آقا نے آزادی کو کل آنے پر معلق کیا ہے، تو اس صورت میں
شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہے گا، یہاں گو طلاق اور آزادی ساتھ ساتھ ہوئی اور لونڈی دو طلاق میں مغلظ ہو جاتی ہے لہٰذا
رجعت کا موقع نہیں رہتا، اور اوپر کے دونوں مسئلوں میں عورت کی عدت تین حیض ہوگی احتیاط کا تقاضا یہی ہے اور دوسرے
مسئلہ میں اگر شوہر بیمار ہوگا تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔ اس لئے طلاق اس پر اس وقت واقع ہوئی جب وہ لونڈی تھی۔

انت طالق هکذا مشیراً بالاصابع المنشورة وقع بعدده بخلاف مثل هذا فانه ان نوی ثلثا وقعن والافواحدة لان الکاف للتشبیه فی الذات مثل التشبیه فی الصفات ولذا قال ابوحنیفة ایمانی کایمان جبریل لامثل ایمن جبریل بحر وتعتبر المنشورة لا المضمومة الادیانة ککف والمعتمد فی الاشارة فی الکف نشر کل الاصابع ونقل القهستانی انه یصدق قضاء بنیة الاشارة بالکف وهی واحدة۔

پھیلی ہوئی انگلیوں سے اشارہ کر کے طلاق دینا

کسی شوہر نے اپنی بیوی کو اپنی پھیلی ہوئی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تم کو اس طرح طلاق ہے تو
پھیلی ہوئی انگلیوں کی تعداد کے مطابق طلاق ہوگی، اگر ایک انگلی سے اشارہ کر کے کہا ہے، تو ایک طلاق واقع ہوگی، دو سے اشارہ
کر کے کہا تو دو طلاق واقع ہوگی، اور تین انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا ہے تو تین طلاق واقع ہوگی، اگر کہا ہے کہ تم کو اس کے مثل
طلاق ہے اور اشارہ تین انگلیوں سے کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر تعداد کی نیت نہیں
کرے گا تو صرف ایک طلاق ہوگی، کیونکہ مثل کا لفظ صفات کے اندر تشبیہ ہے۔ پہلی صورت میں کذا کا لفظ تھا، اس میں کاف
تشبیہ فی الذات کے لئے تھا، اسی بنیاد پر امام اعظم فرماتے ہیں ''ایمانی کایمان جبریل'' (میرا ایمان جبریل کے ایمان کے جیسا
ہے) یہ نہیں کہتے ہیں کہ ایمانی مثل ایمان جبریل، یعنی میرا ایمان باعتبار ذات جبریل جیسا ہے، صفات میں ان کے برابر نہیں،
صفات مختلف ہوتے ہیں، ایک علم الیقین ہے دوسرا عین الیقین اور تیسرا حق الیقین ہے اور ان سب میں باہم فرق ہے، اور جو
تقرب ایک فرشتہ کو حاصل ہے، ایک مومن انسان کو حاصل نہیں ہے۔

ہتھیلی سے اشارہ کی صورت میں

اشارہ میں پھیلی ہوئی انگلیوں کا اعتبار ہے، ملی ہوئی انگلیوں کا اعتبار نہیں

عرف عام یہی ہے، البتہ دیانت میں اس کا اعتبار ہوگا قضا میں نہیں ہوگا، جیسے ہتھیلی سے اشارہ کرے، تو اس میں تعدد دیانۃً مانا جائے گی قضاءً تسلیم نہ ہوگا۔ قہستانی نے نقل کیا ہے کہ قضا میں اشارہ کف کی تصدیق ہوگی، یعنی جب انگلیاں کھلی ہوئی اور پھیلی ہوئی ہوں اور ہتھیلی سے اشارہ کر کے نیت کرے تو قضاءً اس کی تصدیق ہوگی، اس طرح کے اشارۂ ہتھیلی سے ایک طلاق واقع ہوگی۔

ولو لم يقل هكذا يقع واحدة لفقد التشبيه ولو قال انت هكذا مشيراً ولم يقل طالق لم اره ولو اشار بظهورها فالمضمومة للعرف ولو كان رؤسها نحو المخاطب فان نشرا عن ضم فالعبرة للنشر وان ضما عن نشر فالضم ابن اللمال۔

انگلیوں سے اشارہ اور لفظ ہکذا

اگر کسی نے انگلیوں سے اشارہ کر کے صرف کہا انت طالق اور ہکذا کا لفظ نہیں کہا تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ تشبیہ یہاں نہیں پائی گئی ہے اور اگر کسی نے کہا انتِ ہکذا اور انگلیوں سے اشارہ کیا اور طالق کا لفظ نہیں کہا۔ شارح کہتے ہیں کہ اس کا حکم میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ حلبی کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق کا نہ واقع ہونا ظاہر ہے، کیونکہ یہ لفظ نہ طلاق صریح میں داخل ہے اور نہ کنایہ میں، اور اشارہ ملفوظ کا ہوتا ہے جو یہاں موجود نہیں ہے۔ خیر الدین رملی کہتے ہیں کہنے والا کا یہ قول لغو ہے، گو وہ نیت کرے لیکن لغو ہی رہے گا، حموی بھی کہتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اور اگر اس نے انگلیوں کی پشت سے اشارہ کیا تو ملی ہوئی انگلیاں معتبر ہوں گی، کیونکہ عرف یہی ہے، اگر انگلیوں کا سرا مخاطب کی طرف ہو، اگر ملانے کے بعد انگلیوں کو جدا کیا ہے تو افتراق کا اعتبار ہوگا اور اگر پھیلی ہوئی کو ملا لیا تو اتصال کا اعتبار ہوگا۔

ويقع بقوله انت طالق بائن اوالبة فقال الشافعي يقع رجعيا لوموطؤة اوافحش الطلاق اوطلاق الشيطان اوالبدعة اواشر الطلاق اوكالجبل اوكالف اوملاء البيت اوتطليقة شديدة اوعريضة اوطويلة اواسوء ه اواشده اواخبثه اواخشنه اواكبره اواعرضه اواطوله اواغلظه اواعظمه واحدة بائنة في الكل لانه وصف الطلاق بما يحتمله ان لم ينو ثلثا في الحرة وثنتين في الامة فيصح كما مر لما لونوى بطالق واحدة بنحو بائن اخرى فيقع ثنتان بائنتان ولو عطف فقال وبائن اوثم بائن ولم ينو شيئا فرجعية ولو بالفاء فبائنة ذخيرة كما يقع البائن لو قال انت طالق طلقة تملكى بها نفسك لانها لاتملك نفسها الابالبائن ولو قال انت طالق على ان لا رجعة لى عليك له

الرجعة وقيل لاجوهرة ورجع فى البحر الثانى وخطاء من افتى بالرجعى فى التعاليق وقول الموثقين تكون طالقا طلقة يتملك بها نفسها الخ۔

الفاظ کنایات سے طلاق

اب یہاں سے طلاق کنایات کا بیان شروع کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر نے کہا ہے انت بائن یا انت طالق البتة (تو قطعاً طالق ہے) امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس طرح کے الفاظ سے اگر بیوی مدخولہ ہے تو طلاق رجعی واقع ہو گی۔

یا شوہر نے کہا أنتِ طَالِقٌ افحشَ الطَّلاق اوطَالق طِلاق الشيطَان یاطلاق البدعة یااشر الطّلاق یا کالجبل یاکألف یاملاء البیت یا کہا أنتِ طَالقٌ تطليقة شديدةً، یاعریضةً کا لفظ کہا یاطویلةً کا لفظ کہا یا انت طالق اسوء الطلاق یااحنثه کا لفظ کہا یااخشنه کا لفظ کہا یا اکبره، اعرضه، اطوله، اغلظ اعظمه، میں سے کوئی لفظ ملا کر کہا تو ان تمام صورتوں میں ایک بائن طلاق واقع ہو گی، یا اس لئے کہ کہنے والے نے طلاق کی صفت ایسی بیان کی ہے جس میں بینونت کی صفت پائی جاتی ہے ایک طلاق بائن اس وقت ہو گی جب کہ کہنے والے نے حرہ میں تین کی یالونڈی میں دو طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے آزاد عورت میں تین طلاق کی نیت کی ہو یالونڈی میں دو کی، تو اس کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہو گی، جیسا کہ اگر کوئی کہے کہ أنتِ طَالقٌ بائِنٌ اور کہے طَالقٌ سے ایک طلاق نیت کی ہے اور بائن وغیرہ سے دوسری کی تو دو طلاق واقع ہو گی۔

کب طلاق رجعی ہو گی اور کب بائن

اور اگر عطف کیا اور اس طرح کہا أنتِ طَالِقٌ وَبائنٌ یاثُمَّ بائِنٌ اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہیں کی، تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور فاء کے ساتھ اگر عطف کیا ہے اور اس طرح کہا ہے کہ أنتِ طَالِقٌ فَبَائِنٌ اور کچھ نیت نہیں کی تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ کذا فی الذخیرہ۔

اسی طرح طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر کسی نے بیوی سے کہا انت طالق طلقة تملكى بها نفسك اس لئے کہ عورت جب تک طلاق بائن نہ ہو اپنے نفس کی مالک نہیں ہوتی ہے۔

اور اگر کہا أنتِ طَالِقٌ أنْ لاَرَجْعَةَ لي عَلَيكَ (تجھ کو اس شرط پر طلاق ہے کہ مجھ کو تم پر رجعت نہیں) تو اس کیلئے رجعت جائز ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس قول میں شوہر کو رجعت کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ طلاق بائن واقع ہوئی، بحر الرائق میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔

بحر الرائق نے لکھا ہے کہ تعلیقات کی طلاق کو جنہوں نے رجعی قرار دیا ہے وہ خطاکار ہیں، اور اسی طرح موثقین کے قول میں جو وثیقہ نکاح میں ذکر عقد اور دیگر شرط کے بعد لکھتے ہیں کہ تو ایسی طلاق کی مالک ہو گی جس سے تو اپنے نفس کی مالک ہو جائے گی، اس کا منشاء یہ ہے کہ موثقین کی طلاق بھی بائن ہے رجعی نہیں ہے۔

لكن فى البزازية وغيرها لو قال للمدخولة طلقتك واحدة فهى بائنة اوثلث ثم طلقها يقع رجعيا لان الوصف لايسبق الموصوف وكذ لو قال ان

دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولها الدار قال جعلته بائناً او ثلثا لایصح بعدم وقوع الطلاق علیها انتهی ومفاد وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجت علیك فانت طالق تملکی بها نفسك اذ غایة مساواته لانت بائن والوصف لایسبق الموصوف کذا حرره المصنف هنا وفی الکنایات۔

طلاق رجعی بزازیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شوہر نے اپنے مدخولہ بیوی سے کہا اگر میں تجھ کو ایک طلاق دوں تو وہ ایک طلاق بائن ہے، یا تین طلاق ہے، پھر اس کے بعد شوہر نے اس کو طلاق دی تو اس صورت میں رجعی طلاق واقع ہوگی، اس وجہ سے کہ صفت مقدم نہیں ہوا کرتی ہے، اس لئے کہ اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہیں ہوئی ہے، واقع ہونے سے پہلے اس کو بائن قرار دینا کیسے صحیح ہوگا۔

اسی طرح اگر کہا "انت طالق اِن دَخَلْتِ الدّار" ابھی عورت گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ شوہر نے کہا میں نے اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دیدیا، تو یہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ عورت پر طلاق واقع نہیں ہے، یعنی واقع ہونے سے پہلے بائن یا تین قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے، کسی شوہر نے کہا "متیٰ تزوَّجتَ عَلَیْكِ فأنتِ طَالقٌ طَلْقَةً تَملِکِی نَفْسكِ (میں جب تیرے اوپر دوسرا نکاح کروں تو مجھ کو ایسی طلاق ہے جس سے تو اپنے نفس کی مالک ہو جائے (یہ اس وجہ سے کہ اس مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ یہ انت بائن کے برابر ہے اور حال یہ ہے کہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ صفت موصوف سے پہلے نہیں آتی ہے، مصنف نے اپنی شرح میں اسی طرح تنقیح کی ہے۔

بخلاف انت طالق اکثره ای الطلاق بالتاء المثناة من فوق فانه یقع به الثلث ولا یدین فی ارادة الواحدة کما لو قال اکثر الطلاق اوانت طالق مراراً اوالوفا اولاقلیل ولاکثیر فثلث هو المختار کما فی الجوهرة لو قال اقل الطلاق فواحدة ولو قال عامة الطلاق اواجله او لو لنین منه اواکثر الثلث اوکبیر الطلاق فثنتان وکذا لاکثیر ولاقلیل علی الاشبه مضمرات وفی القنیة طلقتك آخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق آخر ثلث تطلیقات فواحدة والفرق دقیق حسن۔

لفظ محرف کا اثر لیکن اگر کسی نے اَنتِ طَالِقٌ اکثرَہ الی الطّلاق تاء کے ساتھ تو اس قول سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور کہنے والا کہے کہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی تو دیانۃً یہ بات نہیں مانی جائے گی (اکثر کا محرف اکثرہ ہے، جس طرح محرف لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے اس سے بھی طلاق واقع ہو گی۔

تین طلاقیں اگر کسی شوہر نے بیوی سے کہا اَنتِ طَالِقٌ اَکثَر الطّلاقِ یا اَنتِ طَالِقٌ مِرارًا یا اَنتِ طَالِقٌ اُلُوفًا یا اَنتِ طَالِقٌ لاَ قَلِیْلَ وَلاَ کَثِیْر تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی، اور اگر وہ کہے کہ نیت ایک

کی تھی تو یہ نیت مانی نہیں جائے گی، اس لئے کہ سارے الفاظ کثرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ طلاق تین ہے، اگر کہا أَنْتِ طَالِقٌ أَقَلَّ الطَّلَاقِ تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی، اور رجعی ہو گی، اور اگر کہا أَنْتِ طَالِقٌ عَامَّةَ الطَّلَاقِ یاأَجَلَّہٗ یالونین مِنْہٗ یاأَكْثَرَ الثَّلٰثِ یاكَبِیرَ الطَّلَاقِ تو ان سب صورتوں میں دو طلاق واقع ہوں گی، اسی طرح اس قول سے بھی دو طلاقیں ہوں گی، أَنْتِ طَالِقٌ لَاكَثِیرٌ وَلَا قَلِیلٌ کذا فی المضمرات (جب کثیر کی نفی کی تو قلیل ثابت ہوا، پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہو گا، اور متوسط یہاں دو ہیں اس کے خلاف ہے لا قلیل ولا کثیر جیسا کہ ابھی پہلے گذرا)۔

قنیہ میں ہے کہ اگر عورت سے اس طرح کہا "طَلَّقْتُكِ آخِرَ الثَّلٰثِ تَطْلِیقَاتٍ" تو اس صورت میں تین طلاقیں ہوں گی، اور اگر یوں کہا أَنْتِ طَالِقٌ آخِرَ ثَلٰثِ تَطْلِیقَاتٍ، (یعنی تجھ کو تین پچھلی طلاقوں کی طلاق ہے) تو ایک طلاق واقع ہو گی، اور ان دونوں صورتوں میں فرق باریک ہے (پہلی صورت آخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے، معرف باللام کی طرف، جس میں الف لام عہد کا ہے تو ثلث کا معہود ہونا بغیر وقوع طلاق کے متصور نہیں، لہٰذا تین طلاقیں ہوں گی، بخلاف صورت ثانی آخر ثلث کے، کہ اس میں آخر مضاف ہے نکرہ کی طرف اس میں عہد کی کوئی علامت نہیں ہے اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہیں اور پچھلی صرف ایک پر صادق آتی ہے)

فروع یقع بانت طالق کل التطلیقة واحدة وکل تطلیقة ثلث وعدد التراب واحد وعدد الرمل ثلث وعدد شعرابلیس اوعدد شعر بطن کفی واحدة وعددشعر کفی اوساقی اوفروجك اوعددما فی هذا الحوض من السمك وقع بعدده ان وجدوالالا۔

اضافہ شدہ مسائل

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل، اگر کسی نے بیوی سے کہا أَنْتِ طَالِقٌ كُلَّ التَّطْلِیقَةِ تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی، اور اگر کہا أَنْتِ طَالِقٌ كُلَّ تَطْلِیقَةٍ تو اس میں تین طلاقیں واقع ہوں گی، (اس لئے کہ کل کا لفظ جب مضاف ہو معرفہ کی طرف تو وہ عموم اجزاء کا مقتضی ہوتا ہے اور جب نکرہ کی طرف مضاف ہو تو عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے، اس وجہ سے یہ کہنا درست نہیں، کل الرُّمَّانِ مَاكُوْلٌ، کیونکہ انار کے اجزاء کھائے نہیں جاتے ہیں، اور کل رُمَّانٍ مَاكُوْلٌ صحیح ہے کیونکہ انار کے تمام افراد کھائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کل التَّطْلِیقَةِ سے جمیع اجزاء طلاق مراد ہوں گے اس سے ایک طلاق ہو گی، كُلُّ تَطْلِیقَةٍ میں تمام افراد طلاق مراد ہوں گے، اور طلاق کے کل افراد تین ہیں، لہٰذا تین واقع ہوں گی۔

طلاق بائن

اگر کسی نے کہا "تجھ کو طلاق مٹی کے اعداد کے مطابق (أَنْتِ طَالِقٌ عَدَدَ التُّرَابِ) تو اس سے ایک طلاق واقع ہو گی تراب سے وہ چیز مراد ہے جو قلیل وکثیر دونوں پر صادق آتی ہے کہ خاک، پانی اور شہد وغیرہ میں ایک قطرہ کو بھی پانی کہتے ہیں اور تمام دریا کو بھی، یہ اسم جنس کے افراد کہے جاتے ہیں۔ تو جب طلاق کی نسبت جنس افرادی کی طرف ہو گی تو ادنیٰ جنس مراد ہو گی، لہٰذا ایک طلاق بائن پڑے گی، کہ تشبیہ کچھ زیادتی کو چاہتی ہے، گویا اس سے بینونت ثابت

ہوگی۔

اور اگر کہاہے اَنْتِ طَالِقٌ عَدَدَ الرَّمْلِ تواس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی، اس کو اسم جنس جمعی کہتے ہیں، اور اگر کہا اَنْتِ طَالِقٌ عَدَدَ شَعْرِ ابلیس یاعَدَدَ شَعْرِ بَطْنِ کَفِّی یعنی شیطان کے بالوں کی تعداد کے برابر یا تیری ہتھیلی کے پیٹ کے بالوں کے برابر، تو ان دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی، گویا شیطان کے بال معلوم نہیں، کف ہتھیلی میں بال نہیں، تو یہ دونوں لغو قرار پائیں گے اور صرف اَنْتِ طَالِقٌ رہ گیا، اور اگر کہا اَنت طَالِقٌ عَدَدَ شَعْرِ ظَهْرِ كَفِّي یاعدد شَعْرِ سَاقِي یاعَدَدَ شَعْرِ سَاقِكِ یاعَدَدَ شَعْرِ فَرجِكِ یاعَدَدَ مَا فِي هٰذا الحَوض منَ السَّمَك تو بالوں اور مچھلیوں کے عدد کے برابر طلاق واقع ہوگی اور اگر بال اور مچھلیاں پائی جاتی ہیں اور اگر نہیں ہیں تو سرے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ طلاق بال کے پائے جانے پر معلق تھی اور جب شرط نہ پائی گئی تو طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔

لست لك بزوج اولست لی بامرأة او قالت له لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواه خلاف لهما ولواكده بالقسم اوسئل لك امرأة فقال لا لاتطلق اتفاقا وان نوى لان اليمين والسوال قرينتان ارادة النفى فيهما۔

بعض جملے جن سے طلاق ہوتی ہے

کسی شوہر نے بیوی سے کہا "میں تیرا شوہر نہیں ہوں" یا تو میری بیوی نہیں ہے، یا بیوی نے شوہر سے کہا "تو میرا شوہر نہیں ہے اور اس کے جواب میں شوہر نے کہہ دیا "تونے سچ کہا" تو اس سے طلاق واقع ہوگی مگر شرط نیت ہے اگر شوہر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں نیت کرنے کے باوجود ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اسی طرح "واللہ تو میری بیوی نہیں ہے" یا شوہر سے کسی نے پوچھا کیا تیرے بیوی ہے اس نے کہا نہیں، تو عورت مطلقہ نہیں ہوگی، اس میں کسی کا اختلاف نہیں گو شوہر نے طلاق کی نیت ہی کیوں نہ کی ہو، کیونکہ قسم اور سوال دونوں نفی کے ارادہ کے قرینے ہیں۔

وفى الخلاصة قيل له الست طلقها تطلق ببلى لا بنعم وفى الفتح ينبغى عدم الفرق للعرف وفى البزازية قالت له انا امرأتك فقال انت طالق كان اقرار بالنكاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النكاح وضعاً علم انه حلف ولم يدر بطلاق اوبغيره لغا كما لو شك اطلق ام لا ولوشك اطلق واحدة اواكثر بنى على الاقل وفى الجوهرة طلق المنكوحة فاسدا ثلثا له تزوجها بلا محلل ولم يحك خلافا

اثبات ونفی سے طلاق

خلاصہ میں ہے کہ شوہر سے پوچھا گیا کہ کیا تونے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی؟ اگر اس کے جواب میں شوہر نے کہا بلی کیوں نہیں تو طلاق ہوگی اور اگر کہا نعم (جی ہاں) تو طلاق

واقع نہیں ہوگی، کیونکہ بلی بنایا گیا ہے منفی کو ثابت کرنے کے لئے اور نعم بنایا گیا ہے ما قبل کے اثبات کے لئے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس جگہ بلی اور نعم میں عرف کی وجہ سے فرق نہیں کرنا چاہئے، یعنی گو لغت میں فرق ہے لیکن باب طلاق میں اس لئے فرق نہیں کرنا چاہئے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں، اور طلاق کا مدار عرف پر ہے، ما حصل ہوا کہ دونوں سے طلاق ہوگی۔

بزازیہ میں ہے کہ عورت نے شوہر سے کہا "میں تیری بیوی ہوں" شوہر نے کہا تجھ کو طلاق۔ تو یہ نکاح کا اقرار ہوگا اور عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ طلاق چاہتا ہے کہ پہلے نکاح ہو۔ تاکہ طلاق پائی جا سکے۔

شک کی صورت میں طلاق مرد کو معلوم ہے کہ اس نے قسم کھائی ہے مگر یہ یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی ہے یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو قرار پائے گی اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کسی مرد کو شک ہو گیا اس نے طلاق دی ہے یا طلاق نہیں دی ہے تو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

اگر طلاق دینے والے کو شک ہو کہ اس نے ایک طلاق دی ہے یا زیادہ طلاق دی ہے تو اس صورت میں کمتر کو قائم رکھا جائے گا۔ جیسے ایک دو میں شک ہو تو ایک میں باقی رہے گا، اور دو تین میں شک ہو تو دو بر قرار رہے گا۔

نکاحِ فاسد کی طلاق جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اس عورت کو طلاق دی ہے جس کے ساتھ اس نے نکاح فاسد کیا تھا، تو اس مرد کے لئے جائز ہے کہ بلا کسی محلل (حلال کرنے والے) کے اس عورت سے نکاح کرے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔ (جیسے کسی نے کسی عورت سے اس کی بہن کی عدت میں نکاح کر لیا تھا، یا بغیر گواہ کے نکاح کیا تھا، تو یہ نکاح فاسد ہے، یہاں محلل کی اس لئے ضرورت نہیں ہے کہ طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے جب نکاح صحیح پہلے پایا جائے۔

باب طلاق غیر المدخول بها

قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق يازانية ثلثا فلاحد ولالعان لوقوع الثلث عليها وهى زوجة ثم بانت بعده وكذا انت طالق ثلثا يازانية انشاء الله تعلق الاستثناء بالوصف بزازية وقعن لما تقرر انه متى ذكر العدد كان الوقوع به۔

مسائل واحکام طلاق سے متعلق غیر مدخولہ بیوی

تین طلاق کے بعد حد قذف شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا "اے زانیہ تجھ کو تین طلاق ہے" تو اس صورت میں شوہر پر نہ قذف ہے اور نہ لعان ہے کیونکہ اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں، اس حال میں وہ اس کی بیوی تھی۔ اس طلاق کے بعد وہ عورت بائنہ ہوگئی اس سے زوجیت جاتی رہی، للہذا لعان کا موقع باقی نہیں رہا، اور حد قذف اس لئے نہیں ہے کہ شوہر کا قذف موجب حد نہیں ہے اور جس وقت اس نے بیوی کو زانیہ سے خطاب کیا تھا اس وقت وہ اس کی بیوی باقی تھی۔

لعان کی صورت اگر کسی نے کہا تجھ کو تین طلاق ہے اے زانیہ اگر اللہ نے چاہا۔ تو اس صورت میں مشیت خداوندی وصف سے متعلق ہوئی یعنی طلاق سے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی لیکن اس میں لعان ثابت ہوگا۔

غیر مدخولہ پر تین طلاقیں اگر غیر مدخولہ بیوی سے کہا ہے اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثاً تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ یہ ثابت شدہ ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو عدد کے مطابق ہی طلاق ہوگی (اور امام محمدؒ سے صراحت ہے کہ غیر مدخولہ پر تین کا واقع ہونا حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضیٰؓ اور ابن مسعودؓ وابن عباسؓ سے ثابت ہو چکا ہے حسن بصری اور عطا کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں ایک بائن طلاق ہوگی، اور ثلثا کا لفظ محل نہ رہنے کی وجہ سے لغو قرار پائے گا۔ اسکے شوہر کو جائز ہے کہ بغیر محلل کے اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلے اور آیت فان طلقها فلاتحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره عورت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ غیر مدخولہ میں زوج ثانی سے نکاح کرنا شرط نہیں ہے شارح نے اس کا جواب اپنے آئندہ قول سے دیا ہے)

وماقيل انه لايقع لنزول الآية فى المؤطوة باطل محض منشائه الغفلة عما تقرر ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب وحمله فى غرر الاذكار على كونها متفرقة فلايقع الاالاولى فقط وان فرق بوصف اوخبر او جمل بعطف اوغيره بانت بالاولى لاالى عدةوكذا لم تقع الثانية بخلاف الموطؤة حيث يقع الكل وعم التفريق قوله وكذا انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتين مع طلاقى اياك فطلقها واحدة وقع واحدة لما لو قال نصفا وواحدة على الصحيح جوهره ولوقال واحدة ونصفا فثنتان اتفاقا لانه جملة واحدة

ولو قال واحدة وعشرين او وثلثين فثلث لما مر۔

تین طلاق کے منکرین کا رد

یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ غیر مدخولہ کو اَنتِ طالقٌ ثَلثاً کہنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتی ہیں اور غیر مدخولہ میں محلل شرط نہیں ہے اس لئے کہ آیت مدخولہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، یہ قول محض باطل ہے۔ قابل تاویل نہیں ہے اس باطل قول کا سبب غفلت ہے، اس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہے، کہ استدلال اور حدیث میں عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، گو آیت موصوفہ مدخولہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں جو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں میں شامل ہیں۔ اور حسن بصری کے قول کو غرر الافکار میں محمول کیا ہے کہ ان کا منشاء یہ ہے کہ اگر کوئی متفرق طور پر تین بار طلاق دے گا تو اس صورت میں ایک پہلی طلاق واقع ہوگی اور اگر بالاجتماع تین کا لفظ کہے گا تو تینوں واقع ہوں گی، اگر یہ صراحت صحیح ہے تو پھر حسن بصری اور جمہور میں اختلاف نہیں رہ جاتا ہے لیکن یہ ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم۔

غیر مدخولہ پر تین طلاقیں

اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہے گا اور وصف کو ذکر کرے گا، یعنی اس طرح کہے اَنتِ طَالِقٌ وَاحدةٌ وواحِدةٌ وَواحدةٌ وانتِ طالِقٌ وانتِ طَالقٌ یا خبر کے ذکر کے ساتھ کہے اَنتِ طَالقٌ وَطَالقٌ وَطَالِقٌ مذکر چند اقوال کے کہے خواہ عطف ہو جیسے اَنتِ طَالقٌ وانتِ طالقٌ وَاَنتِ طَالقٌ یا بغیر عطف کے کہے اَنتِ طَالقٌ اَنتِ طَالقٌ انتِ طَالقٌ تو ان صورتوں میں پہلے لفظ سے غیر مدخولہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی، جس میں عدت نہیں ہوگی بقیہ طلاقیں محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہیں ہوں گی۔ نہ دوسری واقع ہوگی اور نہ تیسری، البتہ بیوی مدخولہ ہے تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور یہ تفریق مصنف کی اس تفریق میں بھی شامل ہے کہ شوہر نے کہا اَنتِ طَالقٌ ثلثاً مُتَفرِّقاتٍ او اثنینِ مَع طَلَاقی اِیَّاكَ، اس کے بعد عورت کو ایک طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اس ایک کے بعد پہلی طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، کیونکہ مع کا لفظ شرط کے معنی میں ہے اور شرط مقدم ہے مشروط پر، جب ایک طلاق واقع ہو گئی اور مشروط کے واسطے محل باقی نہیں رہا کیونکہ وہ بائنہ ہو چکی ہے اسی ایک سے۔ جیسے کوئی کہے اَنتِ طَالِقٌ نِصفاًوَواحدَةً، تو اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ صحیح قول یہی ہے، لیکن اگر کہا اَنتِ طَالقٌ وَاحدَةً وَنِصفاً تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی اس لئے کہ یہ جملہ استعمال کے مطابق ہے۔ اور اگر کہا واحدة وعشرین اور ثلثین تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ یہ ایک جملہ ہے۔

والطلاق يقع بعدد قرن به لابه نفسه عند ذكر العددوعند عدمه الوقوع بالصيغة فلو ماتت يعم الموطؤة وغيرها بعد الايقاع قبل تمام العدد لغا لما تقرر ولومات الزوج اواخذ احد فمه قبل ذكر العدد وقع واحدة عملاًبالصيغة لان الوقوع بلفظه لايقصده۔

عدد کا اعتبار

طلاق اس عدد سے واقع ہوتی ہے جو طلاق سے متصل اور ملا جوا ہو، خود لفظ طلاق سے واقع نہیں ہوتی، جب

کہ عدد کا ذکر ہو، اور جب عدد کا ذکر نہ ہو تو طلاق صیغۂ طلاق سے واقع ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد کا ذکر ہوگا، جیسے انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو طلاق کا تعلق عدد سے ہوگا، صیغۂ طلاق سے نہ ہوگا، البتہ اگر طلاق کے ساتھ عدد مذکور نہیں ہے جیسے انت طالق اس صورت میں طلاق کا تعلق صرف صیغہ سے ہوگا اور اس سے طلاق واقع ہوگی۔

عدد کے ذکر سے پہلے موت

ایقاع طلاق کے بعد اور عدد کے ذکر سے پہلے اگر بیوی مرگئی ہے خواہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور عدت پوری ہونے سے پہلے موت واقع ہوئی ہے تو طلاق لغو قرار پائے گی، یعنی واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ ابھی گذر چکا ہے کہ وقوع طلاق کا تعلق عدد سے ہوتا ہے صیغہ سے نہیں، اور جس وقت شوہر نے عدد کا ذکر کیا اس وقت بیوی بسبب موت محل طلاق نہیں تھی، یا عدد کے ذکر سے پہلے شوہر مرگیا، یا کسی نے اس کا منہ بند کرلیا، تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس وقت صرف انت طالق رہ گیا، اور جب عدد کا ذکر نہ ہو تو صیغۂ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے، صرف قصد سے عدد ثابت نہیں ہوتا ہے، جب تک تلفظ نہ پایا جائے۔

ولو قال لغير الموطؤة انت طالق واحدة وواحدة بعطف اوقبل واحدة اوبعدها واحدة يقع واحدة بائنة ولاتلحقها الثانية لعدم العدة وفى انت طالق واحدة بعد واحدة اوقبلها واحدة اومع واحدة اومعها واحدة ثنتان الاصل انه متى وقع باالاول لغا الثاني او بالثاني اقترنا لان الايقاع فى الماضى ايقاع فى الحال ويقع بانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت لتعلقهما بالشرط دفعة ويقع واحدة ان قدم الشرط لان المعلق كالمنجز ويقع فى المؤطوة ثنتان فى كلها لوجود العدة ومن مسائل قبل وبعد ما قيل شعر ما يقول الفقيه ايده الله، ولازال عنده الاحسان۔ فى فتى علق الطلاق بشهر وقبل ما بعد قبله رمضان۔ وينشد على ثمانية اوجه فيقع بمحض قبل فى ذى الحجة وتقبل اولا اووسطاً اوآخر فى شوال وببعد كذلك فى شعبان لالغاء الطرفين فيبقى قبله اوبعده رمضان۔

غیرموطوءہ پر طلاق

اگر کوئی شوہر اپنی غیر موطوءہ سے کہے اَنتِ طَالِقٌ واحدۃً یا کہے واحدۃ قبل واحدۃ، کہے واحدۃ یا کہے واحدۃ بعدھا واحدۃ تو ان تمام صورتوں میں ایک بائن طلاق واقع ہوگی، اور دوسری طلاق لاحق نہیں ہوگی، کیونکہ غیر موطوءۃ کی عدت نہیں ہے، اور اگر کہا انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ یا واحدۃ قبلھا واحدۃ یا واحدۃ مع واحدۃ یا واحدۃ معھا واحدۃ تو ان صورتوں میں دو طلاق واقع ہوگی۔ اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب پہلے لفظ طلاق سے طلاق واقع ہوگی تو دوسرا لفظ لغو قرار پائے گا، اور دوسری صورت میں جب دو طلاق ہوتی ہے تو

اول وثانی دونوں مل جائیں گے کیونکہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمانہ ماضی میں طلاق واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی، تو گویا دونوں دفعۃً ہوئیں۔

اگر کہاانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار، تواگر عورت گھر میں داخل ہوگی تو دو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ دونوں طلاقوں کا یکبارگی شرط کے ساتھ تعلق ہے اور معلق شرط پائے جانے کے وقت مثل منجز کے ہوتا ہے، اور اگر عورت مدخولہ ہے تو تمام صورتوں میں دو طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ عدت پائی جارہی ہے، لیکن اگر شرط مقدم ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی جیسے اس طرح کہا" ان دخلت الدار فانت طالق واحدة وواحدة اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور ثانی لغو ہوگی کیونکہ شرط پائے جانے کے وقت معلق منجز کی طرح ہے۔

ایک شوہر کا مفہوم

اور ان صورتوں کو بعضوں نے نظم کردیا ہے، ترجمہ یہ ہے۔
فقیہ نے کیا اچھا کہا اللہ تعالی اس کی مدد کرے، اور ہمیشہ اس پر کرم واحسان مبذول رہے، اس جوان کے معاملے میں کہ جس نے معلق طلاق دی اور مہینہ میں معلق کرکے جس کے مابعد کے قبل کے قبل رمضان ہے۔
جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ مہینہ شوال کا ہے اور آخری مصرع آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے تو صرف قبل کے تین لفظوں سے ذی الحجہ کے مہینہ میں طلاق واقع ہوگی اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخری شوال میں اور لفظ بعد سے طلاق شعبان میں واقع ہوگی، چونکہ دونوں قبل وبعد لغو ہوجائیں گے لہٰذا اس کے پہلے اور بعد رمضان باقی رہے گا۔

ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث تطلق واحدة منهن وله خيار التعيين اتفاقا واما تصيحيح الزيلعی فانما هو فی غير الصحيح كامرأتی حرام كما حرره المصنف وسيجئ فی الايلاء قال لنسائه الاربع بينكن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة وكذا لو قال بينكن تطليقتان اوثلث او اربع الا ان ينوی قسمة كل واحدة بينهن فتطلق كل واحدة ثلثا ولو قال بينكن خمس تطليقات يقع علی كل واحدة طلاقا هكذا الی ثمان تطليقات فان زاد عليها طلقت كل واحدة ثلثا ومثله قوله اشركتكن فی تطليق الخانية۔

دویا تین بیویوں والوں کی طلاق

کسی نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے اور حال یہ ہے کہ اس کو دو یا تین بیویاں ہیں تو شوہر کو باتفاق فقہاء اختیار ہے کہ ان میں سے طلاق کے لئے جس کو چاہے متعین کردے، باقی زیلعی کی تصحیح، تو وہ صرف طلاق غیر صحیح ہے، جیسے یہ کہا کہ میری عورت حرام ہے اور زیادہ پر جو اتفاق کی روایت ہے وہ طلاق صریح میں ہے مصنف نے اس کو تحریر کیا ہے اور جلد ہی یہ مسئلہ باب الایلاء میں آئے گا۔

ایک طلاق چار بیویوں پر

کسی نے اپنی چار بیویوں سے کہا، تم سب کے درمیان طلاق ہے، تو اس صورت میں ہر

عورت پر ایک ایک طلاق واقع ہو جائے گی اس وجہ سے کہ ہر کے حصہ میں ایک چوتھائی طلاق آئے گی اور یہ واضح ہے کہ طلاق تقسیم کو نہیں قبول کرتی ہے اس لئے ہر ایک کو ایک ایک طلاق پڑے گی، اسی طرح اگر یوں کہا کہ تمہارے درمیان دو طلاق ہے یا تین طلاق ہے یا چار طلاق ہے۔ تو اس صورت میں بھی چاروں عورتوں میں سے ہر ایک پر ایک ایک طلاق واقع ہو گی لیکن اگر اس نے ہر طلاق کی تقسیم میں ان سب کی نیت کی تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہو گی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائے گی، اور اگر کہا تمہارے درمیان پانچ طلاق ہے تو اس صورت میں ہر ایک پر دو دو طلاق واقع ہو گی آٹھ تک یہی صورت ہو گی کہ دو طلاق واقع ہو گی، البتہ اگر آٹھ سے زیادہ طلاق ہوں گی تو ہر ایک پر تین تین طلاق واقع ہوں گی، اسی کی مثل ہے یہ کہنا کہ میں نے تم سب کو ایک طلاق میں شریک کیا۔

وفيها قال لامرأتين لم يدخل بواحدة منهما امرأتي طالق امرأتي طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا يصدق ولو مدخولتين فله ايقاع الطلاق على احدبهما لصحة تفريق الطلاق على المدخولة ولا على غيرها قال امرأتي طالق لم يسم وله امرأة معروفة طلقت امرأته استحساناً فان قال لي امرأة اخرى وايا ها عنت لايقبل قوله الاببنية ولو كان له امرأتان كلتاهما معروفة له اصرفه الى ايهما شاء خانيه ولم يحك خلافا۔

دو بیویوں والے کی طلاق

خانیہ میں ہے کہ شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا جو مدخولہ نہیں میری عورت کو طلاق ہے "میری عورت کو طلاق ہے پھر شوہر نے کہا کہ میں نے مکرر کہہ کر ان دونوں میں سے صرف ایک کی طلاق کا ارادہ کیا، دونوں کا ارادہ نہیں کیا، تو اسکی تصدیق نہیں کی جائے گی، لیکن اگر اس کی دونوں بیویاں مدخولہ ہیں تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ ان میں سے صرف ایک پر طلاق واقع کرے، کیونکہ مدخولہ کے طلاق میں تفریق درست ہے غیر مدخولہ کے لئے یہ صورت درست نہیں ہے۔

کیونکہ مدخولہ کی عدت ہوتی ہے، اور اس پر دوسری طلاق واقع ہونے کی گنجائش ہوتی ہے، بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اس کی عدت نہیں ہے لہٰذا وہ دوسری طلاق کا محل باقی نہیں رہتی ہے، اس لئے قاضی اس کی بات تسلیم نہیں کرے گا۔

شوہر نے کہا، "میری عورت کو طلاق ہے" اور اس نے اس کا نام نہیں لیا اور اس شخص کی ایک عورت مشہور ہے، تو اس کی وہی بیوی مطلقہ ہو گی استحسان یہی چاہتا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے بدون نام یا خطاب طلاق واقع نہ ہو، جبکہ شوہر دوسری بیوی کا مدعی نہ ہو، اگر شوہر کہے کہ "میری دوسری بیوی بھی ہے اور میں نے اسی کو مراد لیا ہے تو اس کا یہ قول اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہو گا جب تک گواہوں سے یہ ثابت نہ ہو جائے۔

لیکن اگر شوہر کی دو بیویاں ہیں اور دونوں مشہور ہیں تو اس شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اپنی طلاق کو جس کی طرف چاہے پھیر دے، کذافی الخانیہ۔۔ اور صاحب خانیہ نے اس باب میں فقہاء کا اختلاف ذکر نہیں کیا ہے۔

فروع کرر لفظ الطلاق وقع الكل فان نوى التاكيد دين كان اسمها طالق اوحرة فناداها ان نوى الطلاق والعتاق وقعا والالا۔

چند مسائل طلاق

شارح کی طرف سے اضافہ شدہ مسائل، اگر کوئی شوہر طلاق کا لفظ بار بار کہے گا تو کل طلاقیں واقع ہو جائیں گی، لیکن اگر شوہر کہتا ہے کہ دوبارہ سہ بارہ کہہ کر میں نے تاکید کی ہے تو فیمابینہ وبین اللہ اس کی یہ بات مان لی جائے گی البتہ قاضی اس کی یہ بات نہیں مانے گا۔ اور قضاء سب طلاقوں کا واقع ہونا مانا جائے گا۔

اگر بیوی کا نام طالق ہو

کسی کی بیوی کا نام طالق تھا، یا کسی کی لونڈی کا نام حرۃ تھا، پھر اس نے بیوی کو طالق کہہ کر پکارا، یا لونڈی حرۃ کہہ کر بلایا تو اگر نہیں نیت کی ہے تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ عتاق۔

قال لامرأته هٰذه الكلبة طالق طلقت اولعبده هذه الحمار حر عتق قال انت طالق اوانت حر وعنى به الاخبار كذبا وقع قضاء الااذا اشهد على ذلك وكذالمظلوم اذااشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه يحلف كاذبا صدق قضاء وديانة شرح وهبانية۔

بیوی کو کتیا کہہ کر طلاق دینا

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا "یہ کتیا مطلقہ ہے" تو اس کو طلاق ہو جائے گی، یا اپنے غلام سے کہا "یہ گدھا آزاد ہے" تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ بیوی سے کہا تجھ کو طلاق ہے، یا غلام سے کہا تو آزاد ہے اور اس سے ارادہ جھوٹی خبر دینے کا کیا تو قضاءً طلاق ہو جائے گی اور اسی طرح آزادی بھی، لیکن اگر اس نے جھوٹی خبر دینے پر گواہ بنا رکھا ہے تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً بھی۔

جھوٹی قسم کا اثر

اسی طرح مظلوم جب ظالم سے تین طلاق کی قسم لینے کے وقت اس بات پر گواہ بنائے کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائے گا تو اس وقت مظلوم کی قضاءً اور دیانۃً دونوں طرح تصدیق ہوگی، اور اگر گواہ نہیں بنایا تھا کہ وہ جھوٹی قسم کھائے گا، تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اسکی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اس میں اختلاف ہے کہ کس کی قسم کا اعتبار ہوگا، قسم کھانے والے کا نیت کا یا قسم لینے والے کی نیت کا، فتویٰ اس پر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہے تو اسی کی نیت کا اعتبار ہوگا، ورنہ قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

وفى النهرقال فلانة طالق واسمها كذلك وقال عنيت غيرها دين ولو غيره صدق قضاء وعلى هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غيره وقد كثر فى زماننا قول الرجل انت طالق على اربعة مذاهب قال المصنف ينبغى الجزم بوقوعه قضاءً وديانةً ولو قال انت طالق فى قول الفقهاء او فلان القاضى اوالمفتى دين۔

ایک نام کی دو عورت اور اس نام کے ساتھ طلاق

نہر الفائق میں ہے کہ کسی نے کہا فلانی کو طلاق ہے اور اس کا نام بھی وہی تھا جو اسنے لیا، اور وہ کہے کہ میں نے اس سے اس کے علاوہ دوسری عورت کا ارادہ کیا ہے جس کا نام بھی یہی ہے، تو دیانۃً اس کی بات مانی نہیں جائے گی، قضاءً مانی نہیں جائے گی اور اگر اس کی بیوی کا نام وہ نہیں تھا، تو قضاءً بھی اس کی بات مانی جائے گی۔

غلط نام کے ساتھ طلاق

اسی طرح اگر کسی نے اپنے قرض خواہ سے اپنی بیوی فلاں جیسے زینب کے طلاق کی قسم کھائی، کہ فلاں دن قرض ادا نہ کرے گا تو اس کی بیوی زینب پر طلاق ہے، حالانکہ اس کی بیوی کا نام زینب نہیں تھا بلکہ راشدہ تھا مثلاً، تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

چاروں مذاہب پر طلاق

ہمارے زمانہ میں بکثرت یہ مستعمل ہے کہ مرد کہتا ہے کہ تجھ کو چاروں مذہب پر طلاق ہے، یعنی باتفاق مذہب اربعہ طلاق ہے مصنف کا کہنا ہے کہ یقیناً یہ طلاق واقع ہوگی، قضاءً بھی اور دیانۃً بھی (فتاویٰ رالمی میں ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے بائن نہیں ہے، کیونکہ مذاہب اربعہ اس پر متفق ہیں کہ انت طالق سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے نہ کہ بائن اگر اس طرح کہا کہ "تجھ کو طلاق ہے" فقہاء کے قول میں" یا فلاں قاضی یا فلاں مفتی کے قول میں" تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور طلاق بغیر نیت واقع نہ ہوگی۔

قال نساء الدنيا او نساء العالم طوالق لم تطلق امراته بخلاف نساء المحلة والدار والبيت وفى نساء القرية والبلدة خلاف الثانى وكذا العتق۔

دنیا بھر کی عورتوں پر طلاق

اگر شوہر نے اس طرح کہا کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں، تو اس کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ طلاق صریح نہیں ہے، لیکن نیت کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ بخلاف اس کے اگر اس نے اس طرح کہا کہ محلّہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں، اور ان میں اس کی بیوی بھی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کہا ہے کہ گاؤں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں، تو امام ابو یوسفؒ کی نزدیک اس کی عورت پر طلاق نہیں ہوگی، اور اسی کے مثل عتق (آزادی) بھی ہے جن صورتوں میں طلاق نہیں ہوتی آزادی بھی واقع نہیں ہوگی۔ اور جن صورتوں میں طلاق ہوتی ہے آزادی بھی حاصل ہوگی۔

قالت لزوجها طلقنى قال فعلت طلقت فان قالت زدنى فقال طلقت اخرىٰ قالت و لو طلقنىٰ طلقنى طلقنى فقال طلقت فواحدة ان لم ينو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث ولو قالت طلقت نفسى فاجاز طلقت .اعتباراً بالانشاء كذا ابنت نفسى اذانوى ولو ثلثا بخلاف الاول وفى اخترت لايقع لانه لم يوضع الاجوابا۔

بیوی کے مطالبہ پر جواب

بیوی نے اپنے شوہر سے کہا" تو نے مجھے طلاق دیدی" شوہر نے کہا میں نے کیا

(فعلت) تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، پس اگر عورت نے کہا میری طلاق زیادہ کر، شوہر نے کہا میں نے کیا، تو اس لئے سے اس پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔

بیوی نے شوہر سے کہا "مجھ کو طلاق دے" مجھ کو طلاق دے، یعنی تین مرتبہ طلاق کہا، شوہر نے اس کے جواب میں کہا میں نے طلاق دی (طلقتک) تو اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت نہیں کی ہے تب، لیکن اگر بیوی نے اس طرح کہا ہے کہ مجھ کو طلاق دیدے اور مجھ کو طلاق دے اور مجھ کو طلاق دے اور اس کے جواب میں شوہر نے کہا میں نے طلاق دی تو تین طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ واؤ جمع کے لئے بنایا گیا ہے۔

اگر عورت نے کہا میں نے اپنی ذات کو طلاق دی، پھر شوہر نے اس کو جائز رکھا، تو اس پر طلاق ہوگئی باعتبار انشاء طلاق کے، یعنی طلاق کی اجازت قائم مقام انشائے طلاق کے ہوگئی، گویا شوہر نے کہہ دیا طلقتک کہ میں نے طلاق دیدی، اسی طرح بیوی نے کہا ابنت نفسی میں نے اپنی ذات کو جدا کیا، اور شوہر نے اس کی اجازت دیدی، تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، بشرطیکہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ بانت طلاق کنایہ سے ہے اور کنایہ سے بدون نیت طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس کے خلاف ہے طلقتک کہ اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، اور اس میں تین طلاق کی نیت درست نہیں ہے۔ اگر بیوی نے کہا میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور شوہر نے کہا میں نے اجازت دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اخترت کا صرف جواب کے لئے موضوع ہے، ہاں اگر شوہر کہے اختاری نفسک اور بیوی اس کے جواب میں کہے اخترتُ، تب طلاق ہوگی۔

وفی البزازية قال من اصحابه من كانت امرأته عليه حراما فليفعل هذاالامر ففعله واحد منهم فهو اقرار منه بحرمتها وقيل لا انتهى وسئل ابوالليث عمن قال لجماعة كل من له امرأة مطلقة فليصفق بيده فصفقوا فقال طلقن وقيل ليس هو باقرار جماعة يتحدثون في مجلس فقال رجل منهم من تكلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تكلم الحالف طلقت امراته من للتعميم والحالف لا يخرج نفسه عن اليمين فيحنث.

شروط طلاق کا جملہ ساتھیوں سے کہنا

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ کسی شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس شخص پر اس کی عورت حرام ہے اس کو چاہئے یہ کام یا فلاں کام کرے جیسے پانی پئے یا یہاں سے اٹھے، پھر اس کے بعد ایک شخص نے وہی کام کیا تو یہ کام اس کی طرف سے اس کی بیوی کے حرام ہونے کا اقرار ہوگا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہیں ہے اس واسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ کہ فعلی۔

فقیہ ابواللیثؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک جماعت سے کہا کہ جس کی عورت مطلقہ ہو، وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجائے، پھر سب نے تالی بجائی، تو ابواللیث نے جواب دیا کہ سب کی عورتیں مطلقہ ہوگئیں، اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہیں ہے گویا کسی کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ایک مجلس میں چند آدمی گفتگو کر رہے تھے، ان میں ایک شخص نے کہا اس کے بعد جو بات کرے اس کی بیوی پر طلاق، پھر وہی شخص بولا۔ تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ من کا کلمہ عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے، اور حال یہ ہے کہ قسم والا اپنے کو قسم سے نہیں نکالتا ہے، تو وہ حانث ہوگا، اور اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور جماعت سے باہر کا آدمی بولے گا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس وجہ سے کہ تعلیق اور قسم غیروں پر جاری نہیں ہے۔

باب الکنایات

کنایة عند الفقهاء مالم یوضع له ای للطلاق واحتمله وغیره فالکنایات لا تطلق بها قضاء الا بنیة او دلالة الحال وهی خالة مذاکرة الطلاق او الغضب۔

ان الفاظ سے طلاق جو صرف طلاق کے معنی کے لئے مخصوص نہیں

طلاق صریح کی بحث ختم کر کے کنایات کے احکام کی تفصیل شروع کی جارہی ہے، صریح اصل ہے، اور کنایات مجاز کے درجہ میں ہے اس لئے پہلے صریح کو بیان کیا گیا، بعد میں کنایات بیان کر رہے ہیں۔

طلاق کنایہ فقہاء کے نزدیک کنایہ طلاق وہ لفظ ہے جو طلاق کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہو، البتہ اس میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہو، جیسے بتہ کا لفظ کہ یہ طلاق کے لئے نہیں بنایا گیا ہے، جس کے معنے کاٹنے کے ہیں، رشتہ نکاح کاٹنا بھی مراد ہو سکتی ہے اور الفت ومحبت کا منقطع کرنا بھی، اگر رشتہ نکاح قطع کرنا مراد لیا تو بمعنی طلاق ہوگا اور اگر دوسرا معنی مراد ہے تو طلاق کے معنی میں نہیں ہوگا۔

الفاظ کنایات سے قضاءً طلاق واقع نہیں ہوتی ہے مگر جب کہ اس سے نیت طلاق کی گئی ہو یا دلالت حال کی دلالت پائی جائے، اور دلالت حال یہ ہے کہ اس وقت طلاق کی گفتگو ہو، یا رنج وغصہ کی حالت ہو، گویا الفاظ کنایات میں مرجح نیت بن سکتی ہے یا دلالت حال، دلالت حال یہ ہے کہ بیوی نے شوہر سے کہا مجھے طلاق دیدو، شوہر نے کہا اعتدی (عدت میں بیٹھ جاؤ)۔

فالحالات ثلث رضاوغضبٌ ومذاكرة والكنايات ثلث ما يحتمل الرداويصلح للسب اولا ولا فنحواخرجی واذهبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی اعزبی من الغربة اومن العزوبة يحتمل رد اونحو خليته بريته حرام بائن ومرادفها كبتة بتلة تصلح سباً۔

حالات کی تقسیم حالات تین ہیں، ایک رضامندی کی حالت، دوسری خفگی اور رنجش کی حالت، تیسری مذاکرۂ طلاق کی حالت، اور کنایات کے الفاظ بھی تین ہیں، ایک جو رَدّ کا احتمال رکھتا ہو، یعنی عورت طلاق کا سوال کرے اس کا رد اس لفظ سے نکلتا ہو، اور ساتھ ہی طلاق کے جواب کا بھی اس میں احتمال ہو، دوسرا گالم گلوج کا احتمال رکھتا ہو، اور جواب طلاق کا بھی احتمال رکھتا ہو، تیسرا جو نہ سوال کے رد کا احتمال رکھتا ہو، اور نہ وہ گالم گلوج کا احتمال رکھتا ہو، لیکن جواب طلاق کا احتمال رکھتا ہو، جیسے اخرجی (نکل جا) اذهبی (تو چلی جا) قومی (تو اٹھ) اسی طرح تقنعی، تخمری، استتری، انتقلی ،انطلقی، اغربی، یہ سب الفاظ سوال کے رد کا بھی احتمال رکھتے ہیں، اور جواب طلاق کا بھی، مگر سب وشتم کا احتمال نہیں رکھتے ہیں، پس مثلاً اخرجی (تو نکل) یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو، تو یہ طلاق کے سوال کا رَد ہوا، یا یہ مطلب ہے کہ میرے گھر سے نکل کیونکہ تجھ کو طلاق ہے، یہ طلاق کے جواب کا جواب ہے، اسی طرح اذہبی تو اپنے کام کو جا، کام کر، یہ سوال کا رد ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا کہ تجھ کو طلاق ہے یہ طلاق کے سوال کا جواب ہے۔ اسی طرح بقیہ اور الفاظ ہیں، کہ ان کے لئے بھی دو احتمال ہیں، ایک سوال کے رد کا دوسرے طلاق کے جواب کا۔

خلیة، بریة وغیرہما اور جیسے الفاظ خليّة، بريةٌ، حرامٌ، بائنٌ اور ان کے ہم معنی الفاظ جیسے بتةٌ، بتلةٌ، کہ یہ سب وشتم کی صلاحیت رکھتے ہیں ان سب کی مراد وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بے حرمتی نکلتی ہے، ان میں سوال کے رد کا احتمال نہیں ہے، لیکن طلاق کے سوال کے جواب کا احتمال موجود ہے، خلیۃ یعنی تو حسن وخوبی سے خالی ہے، یہ گالی ہے یا یہ معنی ہے کہ تو نکاح سے خالی ہے یہ سوال کا جواب ہے، بریۃ تو خوبیوں اور اچھائیوں سے بری ہے، یا نکاح سے بری ہے، اسی طرح اور الفاظ کہ ان میں گالی کا احتمال ہے اور سوال کے جواب کا احتمال بھی۔

ونحو اعتدی واستبری رحمك انت واحدة انت حرة اختاری امرك بيدك سرحتك فارقتك لا يحتمل السب ففی حالة الرضاء ای غير الغضب والمذاكرة يتوقف الاقسام الثلثة تاثيرا على النية للاحتمال والقول له بيمينه فی عدم النية ويكفی تحليفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبی وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع وفی مذاكرة الطلاق يتوقف الاول فقط

استبری رحمک اور اعتدی وغیرھا

اور جیسے اعتدی، استبری رحمك انت واحدة، انت حرة اختاری، امرك بیدك، سرحتك، فارقتك کہ ان میں نہ گالی کا احتمال ہے اور نہ سوال کے رد کا احتمال ہے، اعتدی (اپنے حیضوں کو شمار کر) اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی، یہ سوال کے جواب کا احتمال ہے یا میرے نکاح کو ایک نعمت شمار کر، استبری، اپنے رحم کی صفائی حاصل کر کہ تجھ کو طلاق ہے، یہ سوال کا جواب ہوا، یا یہ مطلب ہے کہ تو اپنے رحم کو صاف کر تا کہ میں تجھ کو طلاق دوں، تو یہ وعدۂ طلاق ہوا، انت واحدۃ یعنی تو بیک طلاق مطلقہ ہے، یہ سوال کا جواب ہوا، یا یہ مطلب ہے کہ تو میری برادری وخوبی میں صرف ایک ہے، یا برائی میں ایک ہے یعنی بے مثل ہے اسی طرح انت حرۃ تو حقیقت مملوکیت سے آزاد ہے، اختاری (اپنی ذات کو اختیار کر) امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) یہ تفویض طلاق سے کنایہ ہے تو یہ مطلقہ نہ ہوگی، جب تک اپنی ذات کو طلاق نہ دے، یہ سارے الفاظ دو معنی کے محمول ہوتے ہیں، اور ان میں سے کوئی بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

کنایات میں نیت کا دخل

رضامندی کی حالت میں یعنی خفگی اور مذاکرہ طلاق کے سوا تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر احتمال کی وجہ سے تاثیر پر موقوف یعنی ممکن ہے کہ شوہر نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو، یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں، تو جب تک نیت نہ پائی جائے طلاق واقع ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، اور نیت کے نہ ہونے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا، مگر قسم کے ساتھ، اور عورت کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کے گھر میں قسم لے لے، اگر شوہر قسم کھانے سے انکار کرے تو بیوی اپنا مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے، اب اگر شوہر وہاں قسم نہ کھائے، تو قاضی دونوں میاں بیوی میں تفریق کردے گا، خفگی کی حالت میں دونوں پہلی قسمیں نیت پر موقوف رہیں گی، یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کا رکھتی ہے اور جو کہ لائق گالی ہونے اور جواب کے ہے اگر ان دونوں میں طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہیں ہیں، حالت غضب میں ان سے بلا توقف نیت طلاق ہو جائے گی، اس لئے کہ غضب خود قرینہ مرجحہ بن جائے گا۔

مذاکرۂ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت رَد اور جواب کا رکھتی ہو۔

ویقع باالاخیرین وان لم ینو لان مع الدلالة لایصدق قضاء فی نفی النیة لانها اقویٰ لکونها ظاهرة والنیة باطنة ولذا تقبل بینتها علی الدلالة لا علی النیة الا ان یقام علی اقراره بها عمادیة ثم فی کل موضع یشترط النیة فلو السوال هل یقع یقول نعم ان نویت ولو بکم یقع یقول واحدة ولا یتعرض لاتشترط النیة بزازیته فلیحفظ وتقع رجعیة بقوله اعتدی واستبری رحمك وانت واحدة ان نوی اکثر ولا عبرة باعراب واحدة فی الاصح۔

دواخیر قسموں کا اثر

دواخیر قسموں سے (جو گالی کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جو گالی اور رَد میں سے کسی کا احتمال نہ رکھتے

ہوں) طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ شوہر طلاق کی نیت نہ کرے، کیونکہ جب دلالت مذاکرۂ طلاق یا شوہر کے غضب کی صورت میں پائی جارہی ہو تو قضاءً مرد کی تصدیق نیت کے نہ ہونے میں نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ یہ قوی تر دلالت ہے، جو ظاہر ہے ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے اور نیت ایک امر باطن ہے جس کو شوہر کے سوا کوئی نہیں جان سکتا ہے اور قاضی کو ظاہر پر عمل کا حکم ہے اور یہی وجہ ہے کہ عورت کے گواہ دلالت کے اوپر قابل قبول ہوں گے شوہر کی نیت پر عورت کے گواہ قابل قبول نہیں ہوں گے، کہ وہ امر باطن ہے، اس کی بات کی گواہی سنی جائے گی کہ شوہر نے نیت کا اقرار کیا تھا، پھر بعد میں انکار پر اتر آیا ہے کذا فی العادیۃ۔

نیت کی شرط ہونے کی صورت میں سوال

پھر جس جگہ کنایات میں طلاق کے واقع ہونے کے لئے نیت شرط ہے (یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا میں اور پہلی دونوں قسموں میں یعنی حالت غضب میں اور قسم اول کے اندر مذاکرۂ طلاق کے وقت) مفتی مسائل کے سوال میں تامل کرے گا اگر اس طرح ہو کہ میں نے یوں کہا ہے اس سے طلاق ہوئی یا نہیں، مفتی کہے گا ہاں اس سے طلاق واقع ہوتی ہے، اگر تو نے طلاق کی نیت کی تھی، اور اگر سوال کرے گا کہ میں نے اس طرح کہا ہے، اس سے کتنی طلاق ہوئی تو جواب دیا جائے گا کہ ایک طلاق واقع ہوئی۔ اور یہاں نیت کی شرط نہ لگائے کہ اگر تو نے نیت کی تھی تب واقع ہوئی ورنہ نہیں، اس کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ جب وہ خود پوچھ رہا ہے کہ کتنی طلاق ہوئی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے طلاق کی نیت کی ہے، اب پھر نیت کے متعلق سوال کرنا گویا حیلہ بتاتا ہے کہ نیت کا انکار کردو۔ یہ جائز نہیں ہے۔

اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا ہے اعتدی یا استبری رحمک یا انت واحدۃ تو ان جملوں سے ایک طلاق واقع ہوگی، گو اس نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو، لفظ واحدۃ کے اعراب کا کوئی اعتبار نہیں ہے صحیح تر مذہب یہی ہے کیونکہ عوام اعراب کے فرق کی وجہ سے معنی میں جو تبدیلی ہوتی ہے اسے نہیں جانتے ہیں اور خواص ان باتوں کا التزام نہیں رکھتے۔ یہاں عرف پر مدار ہے نحو اور لغت پر مدار نہیں ہے۔

ویقع بباقیها ای باقی الفاظ الکنایات المذکورة فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا برئ من طلاقك وخلیت سبیل طلاقك وانت مطلقة بالتخفیف وانت اطلق من امرأة فلان وهی مطلقة وانت طال ق وغیر ذلك مما صرحوابه خلا اختاری فان نیة الثلث لا تصح فیه ایضا ولا یقع به ولا بامرك بیدك مالم تطلق المرأة نفسها کمایاتی البائن ان نواها او الثنتین لما تقرر ان الطلاق مصدر لا یحتمل محض العدد وثلث ان نواه للوحدة الجنسیة ولذاصح فی الامة نیة الثنتین۔

الفاظ کنایات سے طلاق بائن

بقیہ الفاظ کنایات مذکورہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی ایک کی نیت کرے یا دو

کی، دونوں حالتوں میں، کیونکہ یہ معلوم ہے کہ طلاق مصدر ہے، عدد کا احتمال نہیں رکھتا ہے، لہٰذا جن بعض الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔ جیسے انا بری من طلاقك (میں تیری طلاق سے منزہ اور پاک ہوں) خليتُ سبيل طلاقك (میں نے تیری طلاق کی راہ چھوڑ دی ہے) انتِ مُطَلَّقَة (یعنی تو مطلق العنان ہے) انت أُطلقُ من امرأة فلان (تو فلاں عورت سے زیادہ مطلاق العنان (آزاد) ہے اور اس کی بیوی پر طلاق ہو چکی تھی، انت طال ق (تجھ کو طلاق ہے) طالق کو بطور حروف تہجی کے کہا اور اس طرح کی اور مثالیں ہیں جن کی فقہاء نے صراحت کی ہے۔

تین طلاق کی نیت

اختیاری کے سوا بقیہ الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا درست ہے اختیاری میں تین طلاق کی نیت درست نہیں ہے، اور اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اسی طرح امرُک بیدک سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، جب تک عورت اپنے آپ کو طلاق نہ دے، جس کی تفصیل تفویض طلاق کے باب میں آرہی ہے۔

لیکن بقیہ کنایات میں اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، جو وحدت جنسی کا تقاضا ہے اور اسی وجہ سے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی نیت بھی درست ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مصدر میں یا وحدت حقیقی مراد لے سکتے ہیں یا وحدت جنسی، ایک وحدت حقیقی ہے اور تین وحدت جنسی۔

قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقاوبالباقی حیضا صدق قضاء لنية حقيقة كلامه وان لم ينو به ای بالباقی شيئا فثلث لدلالة الحال بنية الاول حتى لو نوى بالثانی فقط فثنتان او بالثلث فواحدة ولو لم ينو بالكل لم يقع واقسامها اربعة وعشرون ذكرها الكمال ناقلا عن البحر ويزاد لونوى بالكل واحدة فواحدة ديانة ووثلث قضاء۔

اعتدی تین مرتبہ کہنا

شوہر نے بیوی سے اعتدی کا لفظ تین مرتبہ کہا، اور پہلی دفعہ کہہ کر طلاق مراد لی اور بقیہ سے حیض، تو قضاءً اس کی بات مانی جائے گی، کیونکہ اس نے کلام کی حقیقت کی نیت کی ہے، اور ظاہر ہے کہ حیقیقی معنی حیض کے ہیں، طلاق مجازی معنی ہے۔ اور جب قضاء میں تصدیق ہوگی تو دیانت میں بھی ہوگی، اور اگر باقی سے نہ طلاق کی نیت کی اور نہ حیض کی نیت کی بلکہ کچھ نیت کی ہی نہیں، تو دلالت حال کے پیش نظر تین طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ اس نے پہلے اعتدی سے طلاق مراد لیا ہے، بقیہ سے بھی وہی نیت مراد لے لی جائے گی، اور پہلے اعتدی سے کچھ نیت نہیں کی اور دوسرے سے طلاق کی نیت کی تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی ایک دوسری دفعہ کہنے سے اور دوسری تیسرے اعتدی کہنے سے، اور اگر پہلے دو سے کچھ نیت کی اور تیسرے سے طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر تینوں دفعہ میں سے کسی میں طلاق کی نیت نہیں کی تو مطلقاً طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اور کوئی ظاہر اً قرینہ نہیں ہے۔

لفظ اعتدی جب تین بار شوہر کہے فتح القدیر میں اس کی جو بیں قسمیں بیان کی ہیں ان میں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے، گیارہ قسموں میں دو طلاق واقع ہوتی ہے، اور چھ قسموں میں تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں اور ایک قسم میں

مطلق طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ تفصیل وہاں دیکھی جائے۔

اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے، تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی، دیانت میں۔ اور قضاء میں تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

ولو قال انت طالق اعتدی اوعطف بالواو اوالفاء فان نوی واحدة فواحدة او ثنتين وقعتاً وان لم ينو ففی الواو مثنتان وفی الفاء قيل واحدة وقيل ثنتان طلقها واحدة بعد الدخول فجعلها ثلثا صح كما لوطلقها رجعيا فجعله قبل الرجعة بائنا اوثلثا وكذا لو قال فی العدة الزمت امرأتی ثلث تطليقات بتلك التطليقة اوالزمتها تطليقين بتلك التطليقة فهو كما قال ولو قال ان طلقتك فهی بائن اوثلث ثم طلقها يقع رجعيا لان الوصف لايسبق الموصوف كما مر فتذكر۔

انت طالق اعتدی کہنا

اگر شوہر نے کہا انت طالق اعتدی یا کہا انت طالق واعتدی یا فاعتدی، اور ایک طلاق کی نیت کی تو ایک واقع ہو گی اور دو کی نیت کی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی، اور اگر کچھ نیت نہیں کی، تو انت طالق واعتدی میں دو واقع ہوں گی، اور انت طالق فاعتدی میں بعضوں نے کہا ایک واقع ہو گی بعضوں نے کہا دو واقع ہوں گی۔

کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دی اور یہ دخول کے بعد کیا۔ پھر اس کو تین کر ڈالا تو امام صاحبؒ کے نزدیک ایک کو تین کر ڈالنا درست ہے۔ جس طرح یہ صحیح ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی اور اس نے رجعت سے پہلے اس رجعی کو بائن کر دیا ایک کو تین کر دیا۔

تین طلاقیں لازم کرنا

اگر کسی شوہر نے عدت کے اندر کہا میں نے اپنی عورت کے لئے تین طلاقیں لازم کر دیں، اس طلاق سے جس کے سبب وہ عدت میں تھی یا کہا میں نے طلاقیں اس کے لئے لازم کر دیں اس طلاق کی وجہ سے جس کی وجہ سے وہ عدت میں ہے، تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اس نے کہا یعنی وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی، جب تک دوسرا شوہر طلاق نہ دے دے، یعنی حلالہ نہ ہو جائے، کیونکہ یہ تین طلاق مجموعی طور پر ہو گئیں۔

کہا کچھ اور کیا کچھ

شوہر نے کہا اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو وہ طلاق بائن ہو گی یا تین طلاقیں ہوں گی، پھر اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو وہ طلاق رجعی ہو گی نہ کہ بائن اور نہ تین ہوں گی، اس وجہ سے کہ صفت موصوف سے پہلے نہیں ہوا کرتی ہے، مطلب یہ ہے کہ بائن اور تین ہونا طلاق کی صفت ہے، لہذا یہ طلاق پر مقدم نہیں ہو سکتی ہے۔

الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدد والبائن يلحق

الصریح الصریح مالا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ اورجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن لایلزم المال کما فی الخلاصۃ فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور۔

طلاق صریح طلاق صریح اور بائن سے لی ہے ایک طلاق صریح، دوسری طلاق صریح سے ملتی ہے، اسی طرح طلاق صریح، طلاق بائن سے بھی ملتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ عدت باقی ہو (مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عدت میں ہو تو دوسری طلاق اوّل کے ساتھ لاحق ہو سکتی ہے، اور عدت ختم ہو جانے کے بعد لاحق نہیں ہو گی، اور بعض میں بشرط عدد کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق میں عدد کی گنجائش پائی جائے گی، تو ہو گی ورنہ نہیں، مثلاً غیر مدخولہ ہے اس کے حق میں دوسری طلاق لاحق نہیں ہو گی، کیونکہ اس میں عدد کی گنجائش نہیں ہے)

صریح بائن سے مل کر بائن ہو جاتی ہے اور طلاق بائن طلاق صریح کو لاحق ہوتی ہے (مثلاً پہلے کہا أَنْتِ طَالِقٌ پھر کہا أَنْتِ بَائِنٌ تو پہلی بھی واقع ہو گی، اور یہ طلاق ثانی بھی واقع ہو گی، یا پہلے انت بائن کہا اور بعد میں انت طالق کہا تو بھی دونوں طلاقیں واقع ہوں گی اور دونوں بائن ہوں گی، اور پہلی صورت میں بھی دونوں طلاقیں واقع ہوں گی، اور بائن ہوں گی)۔

تعریف طلاق صریح طلاق صریح اس طلاق کو کہتے ہیں جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو۔ خواہ اس سے طلاق بائن واقع ہو یا طلاق رجعی واقع ہو۔ کذا فی فتح القدیر۔ پس طلاق صریح میں تین بار طلاق دینا داخل ہے تو یہ تین طلاقیں صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہوں گی (بعضوں نے کہا ہے کہ طلاق صریح وہ ہے جس سے طلاق رجعی واقع ہو، شارح نے اس قول کی تردید کی ہے اور صریح کی عمومیت کو ثابت کیا ہے)۔

اسی طرح جو طلاق مال کے عوض دی جائے چونکہ وہ طلاق صریح میں داخل ہے، تو وہ طلاق رجعی کو لاحق ہو گی اور عورت کو مال واجب ہو گا، اسی طرح وہ طلاق بائن کو لاحق ہو گی اور اس صورت میں مال عورت کے ذمہ لازم نہیں ہو گا، کذا فی الخلاصہ، (طلاق رجعی کے بعد مال دینا اس وجہ سے لازم ہے کہ رجعی میں شوہر کو رجعت کا حق حاصل رہتا ہے، کہ وہ رجوع کر لے اور عورت کو نہ چھوڑے، اس وجہ سے کہ عورت نے اپنی آزادی کی خاطر مال عوض میں دیا ہے۔ باقی بائن طلاق میں شوہر کا عورت کی مرضی کے بغیر اس پر کچھ قبضہ باقی نہیں رہتا ہے، اس لئے یہاں عوض دینے کی کچھ ضرورت نہیں رہتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ طلاق کے رجعی ہونے اور طلاق کے بائن ہونے میں اعتبار لفظ کا ہوا کرتا ہے، معنی کا اعتبار نہیں ہوتا ہے، مشہور قول یہی ہے، یعنی اگر لفظ نیت کا محتاج نہیں ہے تو وہ صریح ہے خواہ اس سے طلاق بائن پڑے یا طلاق رجعی پڑے لہٰذا صریح میں تین طلاقیں بھی داخل ہیں اور طلاق بعوض مال بھی داخل ہے۔

ولا یلحق البائن ، البائن اذا امکن جعله اخباراعن الاول کانت بائن بائن او ابنتك بتطليقة فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء بخلاف ابنتك بأخرى او انت طالق بائن او قال نويت البينونة الکبری لتعذر حمله علی الاخبار فیجعل انشاء و لذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقوله ان دخلت الدار فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانها ثم دخلت بانت باخرى لانه لا یصلح اخبار او مثله المضاف کانت بائن غدا ثم ابانها ثم جاء الغد یقع اخرى.

بائن بائن سے نہیں ملتی ہے

ایک طلاق بائن دوسری طلاق بائن سے اس وقت نہیں ملتی ہے جب اس دوسری کو پہلی کی خبر دینے والی بنانا ممکن ہو جیسے کسی نے کہا اَنْتِ بائنٌ، پھر اس کے بعد کہا اَنْتِ بائنٌ، یا کہا اَبْنَتُكِ بِتَطْلِيقَةٍ (میں نے تجھ کو ایک طلاق دے کر جدا کیا) تو یہ دوسری بائن واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ پہلی طلاق کی خبر ہے۔ لہٰذا اس کو از سرِ نو طلاق بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے جملہ سے طلاق واقع ہوئی۔ اور دوسرے جملہ سے اس کی خبر دی گئی۔

کب بائن سے بائن کا الحاق نہیں ہوتا

بائن بائن سے ملحق نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو طلاق بائن بلفظ کنایات ہو، وہ ملحق نہیں ہوتی ہے، اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں ہے تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر پہلے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اَفْحَشَ الطَّلَاقِ پھر دوسری مرتبہ کہا اَنْتِ طَالِقٌ اَفْحَشَ الطَّلَاقِ تو یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی، اور پہلی مثال میں اخبار سے مراد خبر نحوی نہیں ہے بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے۔

اس کے خلاف یہ ہے کہ پہلے طلاق بائن دی، پھر کہا میں نے تجھ کو دوسری طلاق دے کر بائن کیا، یا پہلے طلاق بائن دی، پھر کہا انت طالق بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبریٰ یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی، تو ان صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہوگی، کیونکہ اس دوسرے کو اخبار پر محمول کرنا دشوار ہے لہٰذا یہ دوسری طلاق بھی انشاء ہوگی اور واقع ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ جب بائن کسی شرط کے ساتھ معلق ہو، یا وہ مضاف ہو منجز بائن کے واقع کرنے سے پہلے یعنی پہلے تعلیق یا اضافت پائی جائے، اس کے بعد منجز بائن ہو تو طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی جیسے شوہر نے بیوی سے کہا اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَانْتِ بائِن کے (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو بائن ہے) اور یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا پھر اس کے کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی، اس کے بعد عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی کیونکہ دوسرے جملہ میں پہلے کی خبر بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

اسی معلق کے مثل مضاف ہے جیسے شوہر نے پہلے کہا تجھ کو اگلی طلاق بائن ہے، اس کہنے کے بعد پھر اس کو آج ہی طلاق بائن دیدی، چنانچہ جب دوسرا دن آئے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہو جائے گی، چونکہ پہلے وہ اس کی اضافت کر چکا ہے، کیونکہ اضافت کی وجہ سے مضاف بھی خبر نہیں ہو سکتا ہے۔

و فی البحر عن الوهبانية انت بائن کناية معلقا کان او منجزا فيفتقر للنية و لو قال ان

دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار و بانت ثم کلمت یقع اخری ذخیرة و فی البزازیة ان فعلت کذا فحلال الله علیّ حرام ثم قال کذالك لامر آخر ففعل احدهما بانت و کذا لو فعل الثانی علی الاشبه فلیحفظ قبل بالقبلیة لانه لو ابانها او لاثم اضاف البائن او علقه لم یصح کتنجیزه بدائع و یستثنی ما فی البزازیة قال کل امراة له طالق لم یقع علی المختلعة و لو قال ان فعلت کذا فامرأته کذا لم یقع علی معتدة البائن و یضبط الکل ما قیل کلا اجز لا بائنا مع مثله الا اذا علقته من قبله الا بکل امراة و قد خلع والحق الصحریح بعد لم یقع.

انت بائن میں نیت کی ضرورت

بحر الرائق میں وہبانیہ سے نقل کیا ہے کہ اَنتِ بائنٌ یہ طلاق سے کنایہ ہے، خواہ معلق ہو، خواہ منجز ہو، لہٰذا بائن کا لفظ نیت کا محتاج ہے۔ ما حصل یہ ہے لفظ بائن سے نیت کرنے سے طلاق واقع ہو گی بلا نیت واقع نہیں ہو گی۔

طلاق بائن معلق

اگر شوہر نے کہا ان دخلتِ الدار فانتِ بائن (اگر تو گھر میں گئی تو بائن ہے) پھر کہا ان کلمتِ زیداً فَانْتِ بائِن کہ (اگر تو نے زید سے گفتگو کی تو تو بائن ہے) پھر اس کے بعد عورت گھر میں داخل ہوئی، تو اس پر ایک طلاق بائن پڑی۔ اس کے بعد زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اس پر واقع ہوئی کذا فی الذخیرۃ۔ یہ دو معلق بائن کی مثال دی ہے۔

طلاق بائن کی ایک اور صورت

بزازیہ میں ہے کہ شوہر نے کہا ”اگر میں ایسا کروں تو اللہ کا حلال کیا ہوا مجھ پر حرام ہے“ پھر اسی طرح دوسرے امر کے متعلق کہا مثلاً ”اگر میں نماز چھوڑ دوں تو اللہ کا حلال مجھ پر حرام ہے۔“ اس کے بعد شوہر نے دونوں باتوں میں سے کوئی بات کی، تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑے گی اور جب دوسری مرتبہ بات کرے گا تو دوسری طلاق واقع ہو گی۔ اسے یاد رکھنا چاہئے۔

مصنف نے قبلیت کی قید لگائی کہ پہلے معلق کیا ہو یا مضاف کر کے کیا ہو، تو دوسری واقع ہو گی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر پہلے بلا تعلیق اور بلا اضافت بائن طلاق دی ہے پھر اس کے بعد بائن کی اضافت کی یا اس کو معلق کیا ہے تو یہ صورت صحیح نہیں ہو گی جیسے تنجیز بائن، یعنی پہلے بائن طلاق دی پھر بائن دی تو وہ واقع نہیں ہوئی اسی طرح اس میں بھی دوسری واقع نہیں ہو گی کذا فی البدائع۔

اور اس قاعدہ سے کہ طلاق صریح، بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ صورت مستثنیٰ ہے جو بزازیہ میں ہے کہ مرد نے کہا کہ جو بھی اسکی عورت ہے اس کو طلاق ہے تو یہ طلاق مختلعہ پر واقع نہیں ہو گی یعنی جس عورت کو بعوض مال طلاق واقع ہوئی ہے۔

اگر ایسا کروں تو اس کی عورت ایسی

مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اس کی عورت ایسی ہے یعنی اس پر طلاق ہے تو یہ طلاق معتدہ بائنہ پر واقع نہیں ہو گی۔ بعض علماء نے ان تمام کو اس نظم میں جمع کر دیا ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔ طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ، لیکن بائن کے بائن ساتھ ملنے کو جائز نہ جان، مگر اس وقت جب کہ تو نے بائن سے پہلے بائن کو معلق کیا ہو اس صورت میں بائن، بائن کے ساتھ

لاحق ہو گی، البتہ اس وقت لاحق نہیں ہوتی ہے جب اس نے اس طرح کہا ہو کہ کُلُّ اِمراۃٍ له طالق، اور پہلے اس نے خلع کیا ہو اور طلاق صریح کو بعد خلع لاحق کیا ہو تو یہ طلاق صریح بعد بائن واقع نہیں ہو گی۔

کل فرقة هی فسخ من کل وجه کاسلام وردة مع لحاق و خیار بلوغ و عتق لا یقع الطلاق فی عدتها مطلقا، و کل فرقة هی طلاق یقع الطلاق فی عدتها علی نحوما بینا فروع انما یلحق الطلاق لمعتدة الطلاق اما المعتدة للوطئ فلا یلحقها خلاصة.

فسخ میں طلاق نہیں ہوتی

ہر جدائی جو کہ من کل الوجوہ فسخ ہے، جیسے میاں بیوی میں سے کسی کا مسلمان ہونا، یا ان میں سے عورت کا مرتد ہونا، اور دار الحرب میں جا کر ملنا، مرد یا عورت کو خیار بلوغ کا حاصل ہونا، یا عورت کو خیار عتق کا حاصل ہونا، ان صورتوں میں عدت کے اندر طلاق مطلقاً واقع نہیں ہو گی، نہ طلاق صریح واقع ہو گی نہ طلاق بائن، نہ منجز نہ معلق، خواہ عدت حیض سے ہو، خواہ مہینوں سے ہو۔

اور ہر وہ جدائی جو کہ طلاق ہے اس کی عدت میں طلاق اس طرح واقع ہو گی جو تفصیل میں نے پہلے لکھی ہے۔ الصریح یلحق الصریح الخ.

طلاق کب نہیں لاحق ہوتی

اس عورت کو طلاق لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہے، جو عورت اشتباہ وطی کی وجہ سے عدت میں نہیں ہے اس کو طلاق لاحق نہیں ہوتی ہے کذا فی الخلاصہ۔ اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہو جائے تو اس کی عدت میں بھی طلاق لاحق نہیں ہوتی ہے۔

و فی القنیة زوج امرأته من غیره لم یکن طلاقا ثم و قم ان نوی طلقت اذهبی و تزوّجی تقع واحدة بلانیة اذهبی الی جهنم یقع ان نوی خلاصة و کذا اذهبی عنی و افلحی و فسخت النکاح و انت علیّ کالمیتة او کلحم الخنزیر او حرام کالماء لانه تشبیه بالسرعة و لا یقع باربعة طرق علیك مفتوحة و ان نوی مالم یقل خذی ایّ طریق شئت.

بیوی کا نکاح کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

قنیہ میں ہے کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کا دوسرے سے نکاح کر دیا۔ تو یہ شادی کرنا طلاق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کرنا نہ طلاق صریح میں داخل ہے، نہ کنایہ میں۔ پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ اگر شوہر اس شادی کرنے کو طلاق کی نیت سے کرے گا تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن ظاہر یہ ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

نکاح کا حکم دینے سے طلاق نہیں ہوتی

کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا "تو جا اور نکاح کر لے" تو اس سے بلا نیت بھی ایک طلاق واقع ہو جائے گی کذا فی البزازیہ اور قاضی خاں میں ہے کہ اگر اس نے طلاق کی نیت نہیں کی ہے، تو اس جملے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر نکاح کرنا تیرے لئے ممکن ہو تو نکاح کر لے۔

مندرجہ جملوں میں نیت شرط ہے

شوہر نے بیوی سے کہا کہ "تو جہنم میں جا" اس سے اگر اس کی نیت طلاق ہو گی تو طلاق واقع ہو جائے گی کذافی الخلاصہ اور اگر نیت نہ ہو گی تو نہیں واقع ہو گی، ایسا ہی اگر کہا میرے پاس سے جا تو نیت کرنے سے اس سے طلاق واقع ہو گی اسی طرح اگر افلحی کا جملہ کہا ہے جس کے معنی اذہبی کے ہی ہیں بشرط نیت اس سے بھی طلاق واقع ہو گی، بشرط نیت اس جملہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ **فسخت النکاح** یعنی میں نے نکاح فسخ کیا کسی نے بیوی سے کہا اَنتِ عَلی **المیتة او کلحم الخنزیر او حرام کالماء** (تو مجھ پر مردار کے مانند ہے، یا تو مجھ پر سور کے گوشت کی طرح ہے، یا تو مجھ پر پانی کی طرح حرام ہے) ان تمام صورتوں میں اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہو گی، ورنہ نہیں۔

یہ کہنا کہ تجھ پر چاروں راستے کھلے ہوئے ہیں، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے گو اس نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔ جب تک اس طرح نہ کہے کہ تو جس راستے کو چاہے اختیار کرلے۔

چند کنایات اور اس کا حکم

فائدہ۔ یہاں کنایات کو چند الفاظ نقل کئے جاتے ہیں۔ **انت سائبة** (تو سانڈ ہے) **حبلك علی غاربك** (تیری رسی تیری گردن پر ہے) **اِلحقی بِاَهلك** (اپنے لوگوں میں جاکر مل) **وهبتك لاهلك** (میں نے تیرے گھر والوں کو تجھے ہبہ کردیا) **وهبتك اباك ادامك** (میں نے تجھے تیرے باپ یا تیری ماں کو ہبہ کردیا) یہ سب کنایات کے الفاظ ہیں نیت یا دلالت حال کے وقت ان سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر یہ کہا ہے کہ میں نے تجھے تیرے بھائی کو دیا، یا تیری بہن کو دیا، یا چچا کو یا خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہو گی، اگرچہ شوہر اس سے طلاق کی نیت کرے۔

لیکن اگر کہا "اعتقتك" (میں نے تجھ کو آزاد کیا) **کونی حرةً** (تو آزاد ہو جا) **اظفری بمرادك** (تو اپنے مطلب کو حاصل کر) **خالعتك** (میں نے تجھ سے خلع کیا) **تنجی** (تو علیحدہ ہو جا) **لستِ لی بامرأة** (تو میری بیوی نہیں ہے) **لستُ لك بزوج** (میں تیرا شوہر نہیں ہوں) **لا نکاح بینی و بینك** (میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں) **صوت غیر امرأتی** (تو میری بیوی نہ رہی) عورت نے کہا **لست لی بزوج** (تو میرا شوہر نہیں ہے) شوہر نے کہا **صدقت** (تو نے سچ کہا) شوہر نے کہا **ابتغی الازواج** (شوہر تلاش کرلے) **اَبعدی عنّی** (مجھ سے دور ہو) ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گی بشرط نیت یعنی جب نیت کرے گا تب ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گی، یا دلالت حال پائی جائے۔ اگر شوہر نے کہا **لا ارید و لا احبك. لا اشتهیك** (میں تجھ کو نہیں چاہتا۔ میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا، مجھ کو تیری خواہش نہیں) تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اگرچہ شوہر نے نیت بھی کی ہو۔
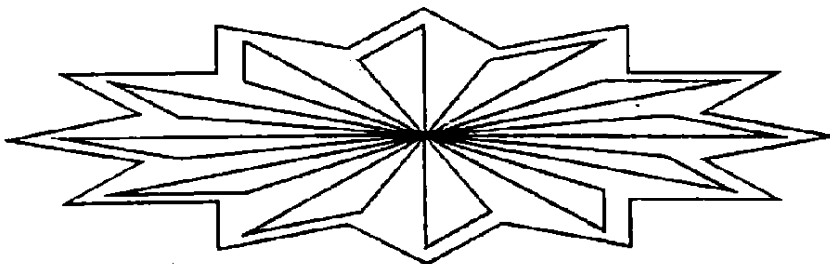
باب تفويض الطلاق

لما ذكر ما يوقعه بنفسه بنوعيه ذكر ما يوقعه غيره باذنه و انواعه ثلثة تفويض و توكيل ورسالة والفاظ التفويض ثلثة تخيير و امر بيد و مشيئة قال لها اختارى او امرك بيدك ينوى تفويض الطلاق لانهما كناية فلا يعملان بلا نية او طلقى نفسك فلها ان تطلق فى مجلس علمها به مشافهة او اخبارا.

طلاق دوسرے کے سپرد کرنیکا بیان

شارح کا بیان ہے کہ مصنف جب اُس طلاق کو ذکر کر چکا جس کو خود شوہر واقع کرتا ہے، صریح کو بھی اور کنایہ کو بھی، تو اب اس طلاق کا ذکر شروع کر دیا ہے، جس کو شوہر کے حکم سے دوسرا اوقع کرتا ہے۔

غیر کے ذریعہ طلاق کی صورتیں غیر شوہر کے طلاق واقع کرنے کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض ہے، یعنی کسی غیر کو طلاق کا مالک بنادینا، دوسری قسم توکیل ہے۔ یعنی دوسرے شخص کو طلاق دینے کا وکیل بنانا۔ تیسری قسم رسالت ہے یعنی غیر کے ذریعہ طلاق کہلا بھیجنا۔

تفویض و توکیل میں یہ فرق ہے کہ تفویض میں غیر شخص ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کو اختیار ہوتا ہے چاہے کام لے چاہے نہ لے اور توکیل مامور ہوتا ہے کہ وہ غیر کے واسطے عمل کرے اور رسالت صرف پیغامبر ہوتا ہے، کہ وہ دوسرے تک خبر پہنچا دیتا ہے۔

تفویض کے لئے الفاظ تفویض کے لئے تین الفاظ ہیں، **تخییر** ، **امر بالید**، اور **مشیت** ۔ شوہر نے بیوی سے کہا اختاری (تو اختیار کرلے) یا کہا امرک بیدک (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) اور ان دونوں لفظوں سے طلاق دوسرے کے سپرد کرنے کی نیت کی، کیونکہ یہ دونوں کنایہ کے الفاظ ہیں، لہٰذا بغیر نیت کے طلاق کے معنی میں کارگر نہیں ہوں گے، یا شوہر نے کہا **طلّقى نفسك** (تو اپنی ذات کو طلاق دے لے) ان تینوں صورتوں میں بیوی کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو اس مجلس میں طلاق دے لے، جس میں اس کو تفویض کا علم ہوا، گویا مجلس علم تک ہی اختیار حاصل ہے خواہ شوہر سے بالمشافہ معلوم ہوا ہو، خواہ وکیل یا قاصد سے خبر ملی ہو۔ یا شوہر کا خط آیا ہو۔

و ان طال يوما او اكثر ما لم يوقته و يمضى الوقت قبل علمها مالم تقم لتبدل مجلسها حقيقة او حكما بان تعمل مايقطعه مما يدل على الاعراض لانه تمليك فيتوقف على قبولها

فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعه حتی لو خیرها ثم حلف ان لا یطلقها فطلقت لم یحنث فی الاصح لا تتطلق بعدة ای المجلس الا اذا زاد علی قوله طلقی نفسک و اخواته متیٰ شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ماشئت فلا یتقید بالمجلس و لم یصح رجوعه لما مر.

تفویض میں اختیار کی حد عورت کو مجلس علم تک ہی اختیار ہوتا ہے خواہ وہ مجلس ایک دن تک لمبی ہو، یا زیادہ وقت تک، اس وقت تک اختیار حاصل ہے جب تک اس تفویض کو موقت نہ کیا ہو، اور وہ وقت معین گذر نہ چکا ہو اور بیوی کو اس کا علم نہیں ہوا، مثلاً شوہر نے کہا تھا کہ بیوی کو جمعہ تک اختیار ہے، اور بیوی کو جمعہ کے دن غروب آفتاب کے بعد معلوم ہوا تو تفویض باطل ہوگی۔

جب تک بیوی مجلس علم سے نہ اٹھے اس وقت تک اس کو اختیار ہے۔ اٹھنے کے ساتھ اس کی مجلس بدل جائے گی خواہ حقیقت میں تبدیلی ہوگی خواہ حکماً ہوگی۔ اس طرح پر کہ وہ ایسا کام کرنے لگے، جو اختیار کے لئے قاطع ہے اس قسم سے جو اس کے اعراض کو بتائے۔

تفویض کی حقیقت تفویض مالک بنانا ہے وہ عورت کے مجلس میں قبول کرنے پر موقوف رہے گا تفویض توکیل نہیں ہے لہٰذا شوہر کو تفویض کے بعد اس سے رجوع کا حق باقی نہیں رہے گا۔ یہاں تک کہ اگر بیوی کو طلاق کا اختیار دیا، پھر اس نے قسم کھائی کہ وہ اس کو طلاق نہیں دے گا اور بیوی نے خود طلاق دے لی تو شوہر حانث نہیں ہوگا۔ صحیح تر مذہب یہی ہے۔ اس لئے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ کہ شوہر، اگر تفویض تملیک نہیں ہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے شوہر حانث ہو جاتا۔ اس لئے کہ وکیل کا فعل بعینہٖ موکل کا فعل قرار دیا جاتا ہے، عورت مسئلہ تفویض میں مجلس علم کے بعد طلاق نہیں دے سکے گی، مگر جب شوہر طلقی نفسک کے ساتھ یہ جملہ زیادہ کرے متی شئت یعنی جب تو چاہے۔ یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت ان الفاظ کے زیادہ کرنے کے بعد عورت کا اختیار مجلس علم تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ اس کو ہر وقت اختیار حاصل ہوگا۔ کیونکہ شوہر نے کہا کہ تو اپنی ذات کو جب بھی چاہے طلاق دے لے، یا جس وقت تیری خواہش ہو طلاق دے لے اس قول سے شوہر کا رجوع کرنا درست نہیں ہے۔

و اما فی طلقی ضرتک او قوله لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعه عنه و لم یقید بالمجلس لانه توکیل محض و فی طلقی نفسک و ضرتک کان تملیکا فی حقها توکیلا فی حق ضرتها جوهرة الا اذا علقه بالمشیئة فیصیر تملیکا لا توکیلا والفرق بینهما فی خمسة احکام ففی التملیك لا یرجع و لا یعزل و لا یبطل بجنون الزوج و یتقید بمجلس لا یعقل فیصح تفویضه لمجنون و صبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فهنا تسومح ابتداء لا بقاء عکس القاعدة فلیحفظ.

توکیل میں رجوع کا حق

اگر شوہر نے کہا ہے طَلِّقِی ضَرَّتَكِ (اپنی سوکن کو طلاق دے لے) یا جنبی سے کہا طلق اِمْرأتِي (تو میری عورت کو طلاق دے) اس قول سے رجوع کرنا جائز ہے۔ اور یہ اس مجلس علم سے مقید نہیں ہوگا۔ کیونکہ شوہر کا یہ قول توکیل ہے، تملیک نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں غیر کے واسطے عمل کا حکم دیا گیا ہے، اپنے واسطے اختیار نہیں دیا ہے۔ اور یہ طے شدہ ہے کہ توکیل (وکیل بنانے) میں رجوع کرنا درست ہوتا ہے، کیونکہ اس میں مجلس علم کی قید نہیں ہوتی ہے۔

اگر شوہر نے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ و ضَرَتَكِ (اپنی ذات کو طلاق دے لے اور اپنی سوکن کو طلاق دے لے) اس صورت میں یہ اس کے اپنے حق میں تملیک ہوگی اور سوکن کے حق میں توکیل ہوگی کذا فی الجوہرۃ۔

توکیل میں مشیت کا اضافہ

توکیل کی صورت میں موکل کے لئے رجوع کرنا درست ہے لیکن اگر شوہر نے طلاق کو وکیل کی مشیت کے ساتھ معلق کیا ہے تو اس صورت میں توکیل تملیک ہو جائے گی، توکیل باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ یہ معنی ہوا کہ تراجی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے، اس کہنے کے بعد شوہر اپنے قول سے رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ جب وکیل کی رائے پر چھوڑ دیا تو گویا اس کو مالک بنادیا۔ یہ اب توکیل نہیں رہی تفویض کے درجہ میں ہوگیا۔ کیونکہ اپنی رائے سے تصرف کرنے والا مالک کے حکم میں ہو جاتا ہے۔

توکیل و تملیک میں فرق

توکیل اور تملیک کے درمیان پانچ احکام میں فرق ہے، تملیک میں نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ معزول کر سکتا ہے، حتی کہ شوہر کے دیوانے ہونے سے تملیک باطل نہیں ہوتی ہے، اور تملیک مجلس کے ساتھ مقید ہوتی ہے، اور جس کو اختیار تفویض کیا ہے اس کی تفویض عقل سے مقید نہیں ہوتی ہے، لہٰذا طلاق کی تفویض دیوانے کو اور نابالغ (جو عقل نہیں رکھتا) اس کو درست ہے، بشرطیکہ دونوں کلام کر سکتے ہوں، بخلاف توکیل کے، کہ اس میں رجوع کرنا، وکیل کو معزول کرنا درست ہے، اور موکل کے پاگل ہو جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے۔ اور وکالت مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہوتی ہے، اور وکیل عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق۔

مفوض الیہ کا مجنون ہونا

جس کو طلاق تفویض کی ہے، اگر وہ تفویض کے بعد مجنون ہوگیا۔ پھر اس نے حالتِ جنون میں طلاق دی تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ لہٰذا اس مسئلہ میں قاعدہ فقہیہ کے برعکس مسامحت اور تسائل ابتداء میں ہوا نہ کہ بقا میں، پس اس کو یاد رکھنا چاہیے۔

قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ مسامحت بقائے امر میں ہوتی ہے ابتدائے امر میں مسامحت نہیں ہوتی، اس مسئلہ میں اس قاعدہ کے برعکس ہوا کہ ابتداء میں تو مسامحت ہوئی بقا میں نہیں ہوئی۔ مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اس کا واقع کرنا بھی درست ہے۔ اور مفوض الیہ تفویض کے وقت عاقل ہو، پھر بعد میں مجنون ہو جائے تو اس کی طلاق درست نہیں ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ شوہر نے جب طلاق مجنون کے سپرد کردی اور اس کے ایقاع طلاق پر باوجود اس کی بے عقلی کے راضی ہوا، تو گویا طلاق کو معلق کیا بیوی کے پاگل ہونے پر، اس کے خلاف اگر شوہر نے عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہوگیا، تو یہاں تفویض تھی، اس کی عقل کے اعتماد پر۔ اور بعد میں وہ عقل باقی نہیں رہی۔ لہٰذا اعتماد کی کوئی وجہ نہیں۔

و جلوس القائمة واتكاء القاعدة و قعود المتكئة و دعاء الاب او غيره للمشورة بفتح فضم

المشاورة و دعاء الشهود للاشهاد على اختيارها الطلاق اذا لم يكن عندها من يدعوهم سواء تحولت عن مكانها او لا فى الاصح خلاصه و ايقاف دابة هى راكبتها لا يقطع المجلس و لو اقامها او جامعها مكرهة بطل نتمكنها من الاختيار والفلك لها كالبيت و سير دابتها كسيرها حتى لا بتبدل المجلس بجرى الفلك و يتبدل بسير الدابة لاضافته اليها الا ان تجيب مع سكوته او يكونا فى محمل يقودهما الجمال فانه كالسفينة و فى اختارى نفسك لا تصح فيه الثلث لعدم تنوع الاختيار بخلاف انت بائن او امرك بيدك.

مجلس کی تبدیلی کھڑی ہوئی عورت کا بیٹھ جانا، بیٹھی ہوئی کا تکیہ اور ٹیک لگانا اور جو ٹیک لگانے والی ہو اس کا بیٹھ جانا، صلاح و مشورہ کے لئے باپ کو بلانا، یا کسی اور کو کہنا، اور گواہوں کو گواہی کے لئے بلانا تا کہ وہ طلاق کو اختیار کرے، جب اس عورت کے پاس کوئی بلاوا دینے والا موجود نہ ہو، خواہ اس بلانے میں عورت اپنی جگہ سے ٹل گئی ہو، یا نہ ٹلی ہو اور عورت کا اس سواری کو ٹھہرانا جس پر وہ سوار ہے۔ ان سب سے مجلس اختیار منقطع نہیں ہوتی ہے، البتہ اگر اختیار دینے کے بعد شوہر نے مجلس سے اٹھادیا یا زبردستی اس کے ساتھ وطی کرلی، تو عورت کا اختیار باطل ہو جائے گا، کیونکہ عورت نے اپنے اختیار سے مرد کو قدرت دی، یعنی جس وقت شوہر اٹھا رہا تھا یا جماع کے لئے بڑھ رہا تھا، عورت اتنا کہہ سکتی تھی کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا، جب اس نے نہیں کہا تو اختیار باطل ہو گیا۔

کشتی عورت کے حق میں کوٹھری کی طرح ہے، اور اس کی سواری کا چلنا، عورت کے چلنے کے مانند ہے۔ یہاں تک کہ کشتی کے بہنے سے مجلس نہیں بدلتی ہے اور سواری کے چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے اس لئے کہ چلنے کی نسبت عورت کی طرف ہوتی ہے، کیونکہ سواری، سوار کے چلانے سے چلتی ہے۔ کشتی میں یہ بات نہیں ہے، پانی کے بہاؤ پر خود بہہ جاتی ہے۔ بہر حال سواری کے چلانے اور خود عورت کے چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے مگر اس وقت مجلس نہیں بدلتی ہے جب شوہر کے جواب میں اس کے خاموش ہوتے ہی عورت بول اٹھے، لیکن جب میاں بیوی دونوں ایک کجاوے میں ہوں اور ساربان اس کو ہانکتا ہو تو اس وقت وہ کشتی کی طرح ہے۔ اس کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی ہے۔

تین طلاق کی نیت شوہر نے کہا تھا اِخۡتَارِیۡ نَفۡسَكِ تو عورت کا اس اختیار میں تین طلاق کی نیت کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اختیار چند قسم کا نہیں ہوا کرتا ہے۔ اس کے خلاف ہے اَنۡتِ بائِنٌ اور اَمۡرُكِ بِیَدِكِ، کیونکہ بینونت چند قسم کی ہوتی ہے لہٰذا اَنۡتِ بَائِنٌ میں تین طلاق کی نیت درست ہو گی۔

بل تبين بواحدة ان قالت أغترت نفسي او انا أغتار نفسي استحساناً بخلاف قوله طلقي نفسك فقالت أنا طالق او انا اطلق نفسي لم يقع لانه و عد جوهره ما لم يتعارف او تنو الانشاء فتح و ذكر النفس او الاختيارة فى احد كلاميهما بشرط صحة الوقوع بالاجماع و يشترط ذكرها متصلا فان كان منفصلا فان فى المجلس صح لانها تملك فيه الانشاء و الا

لا اِلا أن يتصادقا على اختيار النفس فيصح و ان خلا كلامهما عن ذكر النفس درر والتاجية و اقره البهنسي و الباقاني لكن رده الكمال و نقله الاكمل بقيل فالحق ضعفه نهر فلو قال اختاری اختيارة او طلقة او امك وقع لو قالت اخترت فان ذكر الاختيار كذكر النفس اذا التاء فيه للوحدة و كذا ذكر التطليقة و تكرار لفظ اختاری وقولها اخترت ابی او امی او اهلی او الازواج يقوم مقام ذكر النفس والشرط ذكر ذلك فی كلام احدهما كما مثلنا فلم يختص اختياره بكلام الزوج كما ظن.

شوہر کے اختیار کو اختیار کرنا

شوہر کے اِخْتَارِی نَفْسَكِ کے جواب میں عورت نے کہا اِخْتَرْتُ نفسی یا اَنَا اَخْتَا نَفْسِی تو عورت کو ایک طلاق بائن ہو گی استحسان یہی چاہتا ہے۔ لیکن اگر شوہر نے کہا ہے طَلِّقِی نَفْسَكِ (تو اپنے آپ کو طلاق دے لے) عورت نے اس کے جواب میں کہا "اَنَا طَالِقٌ" میں مطلقہ ہوں یا کہا اَنَا اُطَلِّقُ نَفْسِیْ (میں اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں) تو طلاق واقع نہیں ہو گی، اس واسطے کہ یہ ایقاع طلاق کا وعدہ ہے۔ ایقاع طلاق نہیں ہے، ان جملوں سے اس وقت طلاق واقع نہیں ہو گی۔ جب کہ یہ جملے طلاق کے معنی متعارف میں نہ ہوں یا عورت نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، لیکن اُس دور میں جملہ رسمیہ یا مضارع کے صیغہ سے طلاق واقع کرنا مروج و مشہور ہو، یا عورت نے ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اَنَا اَخْتَار نَفْسِی (اپنے آپ کو اختیار کرتی ہوں) میں قیاس چاہتا ہے کہ طلاق واقع نہ ہو، اس لئے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہیں ہے کیونکہ انشاء ماضی کے صیغہ سے ہوتا ہے، نہ کہ مضارع کے صیغہ سے، لیکن بطور استحسان اس سے طلاق واقع ہوتی ہے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ جب آیت تخمیر نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے یہ حال بتایا تو یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا "اِنِی أرِیدُ اللّٰهَ و رَسُولَهٗ وَالدَّار الآخِرَةَ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا بَلْ اَخْتَار اللّٰه و رَسُوْلَه میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور آپ نے (بصیغہ مضارع کو) معتبر قرار دیا۔

نفس اور اختیار کا شرط ہونا

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے کلام میں وقوع طلاق کی صحت کے لئے نفس یا اختیار کے لفظ کا ہونا باجماع صحابہ شرط ہے۔ جو لفظ ان دونوں کے قائم مقام ہو وہ بھی انہی کے برابر ہے۔

نفس و اختیار کے لفظوں کا متصل ہونا

یہ بھی شرط ہے کہ نفس یا اختیار کے الفاظ متصلاً کہے جائیں۔ اگر منفصل ہوگا، تو اگر اسی مجلس میں کہا ہے تو صحیح ہوگا کیونکہ عورت اس مجلس میں انشاء طلاق کی مالک ہے۔ لہٰذا لفظ نفس اور اختیار کے کہنے کی بھی مالک قرار پائے گی۔ اور اگر عورت نے مجلس میں لفظ نفس کا نہیں کہا تو طلاق کا واقع ہونا صحیح نہیں ہوگا۔ تفویض باطل قرار پائے گی، لیکن اگر میاں بیوی نے اختیار نفس پر اتفاق کر لیا، یعنی شوہر نے تصدیق کی کہ بیوی نے اپنا نفس اختیار کر لیا ہے تو طلاق واقع ہو گی، اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو، کذا فی

الدرر والفوائد التاجیہ اور اس قول کو بھنسی اور باقانی نے ثابت رکھا ہے، لیکن کمال الدین محقق نے اس کو رد کیا ہے، اور اکمل الدین نے اس قول کو عنایہ میں قیل کے لفظ سے نقل کیا ہے۔ تو حق یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے یعنی جب تک لفظ نفس کا ذکر نہ ہو دونوں کا تصادق قابل اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق۔

اختیاری اختیارۃ لہٰذا اگر شوہر نے اِخْتِیَارِیْ اِخْتِیَارَۃً کہا یا اختارِی طَاقَۃً کہا یا اختارِیْ اُنثک کہا تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی جب بیوی جواب میں اِخْتَرْت کا لفظ کہے گی۔ اس وجہ سے کہ اِخْتِیَارَۃً کا لفظ نفس کے قائم مقام ہے کیونکہ اختیارۃ میں تاء وحدت کے لئے ہے اور تاء وحدت اتحاد کی نشانی ہے۔ اسی طرح تطلیقۃ کا لفظ ہے کہ اس کے ذکر سے طلاق واقع ہوگی، کیونکہ یہ مثل نفس کے ہے۔

اِخْتَارِی کے لفظ کا تکرار اور عورت کا کہنا اِخْتَرْتُ ابی اَوْ اُمِّیْ یا اِخْتَرْتُ اَھْلِیْ یا اِخْتَرْتُ الْاَزْوَاج لفظ نفس کے ذکر کے قائم مقام ہے اور اس سے طلاق ہو جائے گی، اور جس عورت کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ کہے اِخْتَرْتُ اَنِیْ تو اس صورت میں بھی طلاق ہو جائے گی۔

لفظ نفس یا اس کے قائم مقام کا ذکر کرنا میاں بیوی میں سے کسی ایک میں شرط ہے خواہ شوہر کے کلام میں ہو خواہ بیوی کے، جیسا کہ ہم نے مثالوں میں ذکر کیا۔ لہٰذا شوہر کے کلام میں ہی ہونا مختص نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کا خیال ہے۔

و لو قالت اخترت نفسی و زوجی او نفسی لا بل زوجی وقع و ما فی الاختیار من عدم الوقوع سهو نعم لو عكمت لم يقع اعتبارا للمقدم و بطل امرها كمالو عطفت باوا و ارشاها لتختاره فاختارته او قالت الحقت نفسی باهلی و لو كررها ای لفظة اختاری ثلثا بعطف او غيره فقالت اخترت او اخترت اختيارة او اخترت الاولی والوسطی او الاخيرة يقع بلانية من الزوج لدلالة التكرار ثلاثا و قالا يقع فی اخترت الاولی الخ واحدة بائنة و اختاره الطحاوی بحر و اقره الشيخ علی المقدسی و فی الحاوی القدسی و به نأخذ انتهی فقد افاد ان قولهما هو المفتیٰ به لان قولهم و به نأخذ من الالفاظ المعلم بها علی الافتاء كذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباه و لو قالت فی جواب التخيير المذكور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطليقة او اخترت الطلقة الاولی بانت بواحدة فی الاصح لتفويضة بالبائن فلا تملك غيره.

اخترت نفسی وزوجی اگر عورت نے اِخترت نفسی و زوجی (میں نے اپنے آپ کو اور اپنے شوہر کو اختیار کیا) یا یوں کہا اخترتُ نَفْسِی لاَ بل زَوجِیْ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا، نہیں بلکہ اپنے شوہر کو اختیار کیا) تو طلاق واقع ہوگی اس لئے کہ جب اولاً اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی، پھر اختیار کیا اپنے شوہر کو، تو یہ طلاق سے رجوع ہوا۔ حالانکہ طلاق کے واقع ہو جانے کے بعد اس میں رجوع جائز نہیں ہے اور کتاب الاختیار میں جو یہ ذکر کیا ہے کہ طلاق واقع

نہیں ہوئی وہ غلط اور سہو ہے۔

اخترتُ زوجی ونفسی

ہاں اگر عورت اس کلام کو برعکس کہے یعنی اس طرح کہے کہ میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا اور اپنے نفس کو۔ یا کہے میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا۔ نہیں۔ بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جو مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ موخر کا اعتبار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اسکا اختیار اس کہنے سے باطل ہو گیا، جس طرح عورت کا اس وقت اختیار باطل ہوگا جب وہ صرف اَوْ کے ساتھ عطف کر کے کہے اس طرح اَخترتُ نَفسِیْ اَوْ زَوجِیْ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا اپنے شوہر کو اختیار کیا۔ اس صورت میں تذبذب پایا گیا اس تردد کی وجہ سے اس کا اختیار باطل ہو گیا۔ طلاق واقع نہیں ہوئی یا شوہر نے بیوی کو رشوت دی تاکہ وہ شوہر کو اختیار کرے، پس اس نے شوہر کو ہی اختیار کیا تو عورت کا اختیار اس سے باطل ہو گیا اور طلاق واقع نہیں ہوئی، اور شوہر پر مال دینا واجب نہیں، اس لئے کہ رشوت حرام ہے۔ یا شوہر نے کہا اختاری اور عورت نے کہا اَلحقتُ نفسی باهلی (میں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں میں ملایا، تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ اختیار کا جواب ان الفاظ کے ساتھ معروف و مشہور نہیں ہے۔

تکرار اختاری

اگر شوہر اختاری کے لفظ کو تین مرتبہ کہے خواہ عطف کے ساتھ ہو یا بغیر عطف کے ہو جیسے اختاری واختاری واختاری، یا اختاری اختاری اختاری۔ اور عورت نے اس کے جواب میں صرف اخترتُ کہا یا اخترتُ اختیارۃً کہا یا اخترتُ الاولیٰ اَوِ الاوسطیٰ اَوِ الاَخِیرۃ کہا تو ان صورتوں میں شوہر کی نیت کے بغیر ہی تین طلاقیں واقع ہوں گی، کیونکہ تین تکرار طلاق پر دلالت کرتا ہے۔

صاحبین نے کہا کہ عورت کے اخترتُ الاولیٰ، اخترتُ الوسطیٰ اور اخترت الآخرۃ کہنے میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور اسی کو مقدسی نے برقرار رکھا ہے، اور حاوی قدسی میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ صاحبین کا قول ہی مفتی بہ ہے اسلئے فقہا کا کہنا ہم اسی کو لیتے ہیں اختیار کرتے ہیں۔ ان الفاظ میں سے ہے جن سے افتاء پر مطلع کیا جاتا ہے، ایسا ہی شرف عزی محشی اشباہ کے دستخط سے مرقوم ہے۔

تخییر کا جواب طلقت نفسی سے

تخییر مذکورہ کے جواب میں اگر عورت نے کہا طاقت نَفسِی یا اِختَرتُ نَفسِیْ بَتطلِیقَۃٍ یا اِختَرتُ الطلقَۃ الاُولیٰ تو مذہب اصح میں اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اس لئے کہ شوہر نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت اسی کی مالک ہوگی، غیر کی مالک نہیں ہوگی لہٰذا رجعی نہیں واقع ہوگی۔

امرك بيدك فى تطليقة او اختارى تطليقة فاختارت نفسها طلقت رجعية، لتفويضه اليها بالصريح والمفيد للبينونة اذا قرن بالصريح صار رجعيا كعكسه قيد بغى و مثلها الباء بخلاف لتطلقى نفسك او حتى تطلقى نهى بائنة كما لو جعل امرها بيدها لو لم تصل نفقتى اليك فطلقى نفسك متى شئت فلم تصل فطلقت كان بائنا لان لفظة الطلاق لم تكن فى نفس الامر فروع قال لرجل خير امرأتى فلم تختر ما لم يخيرها بخلاف اخبرها بالخيار

لاقراره به قال لها انت طالق ان شئت و اختاری فقالت شئت و اخترت وقع ثنتان قال اختاری اليوم و غدا اتحد.

امرک بیدک شوہر نے کہا امرك بيدك فی تطليقة (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق کے اندر) یا کہا اختاری تطليقة (تو ایک طلاق اختیار کر) چنانچہ عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، کیونکہ شوہر نے اس کو صریح طلاق تفویض کی تھی۔ اور صریح طلاق سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، نہ کہ بائن، اور جو لفظ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب وہ صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائے گی، چنانچہ اس کے برعکس جب صریح بائن سے متصل ہوگا تو صریح بائن ہو جائے گا۔ چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن واقع ہوگی۔

مصنف نے مثال مذکور کو فی کے ساتھ مقید کیا اور فی ہی کے مثل با بھی ہے۔ **تطلقی نفسك يا متی تطلقی نفسك** کے خلاف، یعنی **امرك بيدك فی تطلقية** میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، اس وجہ سے کہ صریح بائن کے ساتھ متصل ہے کیونکہ فی اور باء ظرفیت کے لئے ہے اور ظرف و مظروف کا اتصال صریح ہے، بخلاف **امرك بيدك تطلقی نفسك** کے۔ یعنی تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے، یا کہا **حتی تطلقی نفسك** (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یہاں تک کہ تو طلاق دے) کہ اس میں طلاق کا لفظ منفصل ہے۔ اس وجہ سے کہ علت اور شیٔ کی غایت، شیٔ سے جدا ہوتی ہے، تو یہاں صریح بائن سے متصل نہیں ہے، لہٰذا ان جملوں سے طلاق بائن واقع ہوگی۔

نفقہ نہ پہنچنے کی شرط اگر عورت کو طلاق کا اختیار سونپ دیا اس طرح سے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، اگر میری طرف سے تم کو نفقہ نہ پہنچے تو تم اپنے آپ کو طلاق دے لینا جب تیرا جی چاہے، لیکن اس کے بعد شوہر کی طرف سے نفقہ نہیں پہنچا۔ لہٰذا عورت نے اپنے آپ کو طلاق دے لی، تو یہ طلاق بائن ہوگی۔ کیونکہ طلاق کا لفظ نفس الامر کے لفظ کے متصل نہیں تھا، پس صریح کا اتصال بائن سے پایا نہیں گیا اس لئے طلاق بائن واقع ہوئی (نفس الامر سے مراد یہاں امرک بیدک ہے)

خبر سے پہلے اختیار ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق کا اختیار دے، تو جب تک وہ شخص اس کی عورت کو طلاق کا اختیار نہ دے اس کو اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس کے خلاف اگر کسی نے کسی سے کہا کہ عورت کو اختیار کی اطلاع کر دے، ابھی اس نے خبر نہیں پہنچائی تھی کہ عورت نے طلاق لے لی تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر اس کے اختیار کا اقرار کر چکا ہے۔

کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو طلاق ہے اور تو طلاق کو اختیار کر۔ اس کے جواب میں بیوی نے کہا میں نے چاہا، اور میں نے اختیار کیا، تو اس صورت میں اس پر دو طلاق واقع ہوں گی ایک شئتُ سے اور دوسری اخترتُ سے۔

و لوقال و اختاری غدا تعدد قال اختاری اليوم او امرك بيدك هذا الشهر خيرت فی بقيتهما و ان قال يوما او شهرا فمن ساعة تكلم الی مثلها من الغد و الی تمام ثلثين يوما و لو جعله لها راس الشهر خيرت فی الليلة الاولی و يومها و لا يبطل الموقت بالاعراض بل بمضی

الوقت علمت او لا.

اختیار کے تکرار کا اثر شوہر نے کہا اختاری الیوم وغداً (تو آج اور کل اختیار کر) تو یہ دونوں ایک اختیار ہوگا۔ لہٰذا اگر عورت آج کے اختیار کو رد کرے گی تو کل کا اختیار بھی رد ہو جائے گا۔ اور اگر اس طرح کہا اختاری الیوم واختاری غداً (تو آج اختیار کر اور تو کل اختیار کر) تو اس سے دو اختیار حاصل ہوں گے اس لئے کہ اس میں لفظ اختیار کو دو مرتبہ کہا ہے۔ اور درمیان میں حرف عطف لا کر کہا۔ شوہر نے کہا اختاری الیوم (آج اختیار کر) یا کہا اَمْرُکِ بِیَدِکِ هٰذَا الشَّهْر (تیرا معاملہ اس ماہ میں تیرے ہاتھ میں ہے) اس صورت میں عورت کو دن کے بقیہ حصہ اور بقیہ مہینہ میں اختیار حاصل رہے گا۔ اور دن کے دس بجے کہا ہے تو اس وقت سے شام تک اختیار رہے گا۔ اسی طرح اگر مہینے کی پانچ تاریخ کو کہا تھا تو بقیہ پچیس دنوں تک اختیار رہے گا۔ اور اگر شوہر نے کہا اِخْتَارِیْ یَوْماً یا اِخْتَارِی شهراً (تو اختیار کر کسی ایک دن کو یا کسی ایک مہینے کو) یوماً اور شہراً کو نکرہ استعمال کیا ہے تو عورت کو اس وقت سے لے کر دوسرے دن اسی وقت تک اختیار حاصل ہوگا اس تاریخ سے لے کر دوسرے ماہ کی اسی تاریخ تک اختیار رہے گا، پہلی صورت میں چوبیس گھنٹے اور دوسری صورت میں تیس دن۔ اس درمیان عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اور اگر شوہر نے عورت کا اختیار مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت کو اختیار ہوگا اس ماہ کی پہلی رات اور اس کے دن میں۔ اور معین وقت مجلس میں عورت کے اعراض کرنے سے باطل نہیں ہوتا ہے البتہ وقت متعین گذر جانے کے بعد اختیار باطل ہو جاتا ہے عورت کو خواہ اختیار کا علم ہوا ہو یا علم نہ ہوا ہو۔ ہاں اختیار غیر معین مجلس میں عورت کی روگردانی سے باطل ہو جاتا ہے۔

باب الامر باليد

هو كالاختيار الا في نية الثلث لا غير اذا قال لها و لو صغيرة لانه كالتعليق بزازية امرك بيدك او بشمالك و فمك او لسانك ينوى ثلثا اى تفويضها فقالت في مجلسها اخترت نفسي بواحدة او قبلت نفسي او اخترت امرى او انت عليّ حرام او مني بائن او انا منك بائن او طالق وقعن و كذا لو قال ابوها قبلتها خلاصة و ينبغي ان يقيد بالصغيرة.

عورت کے سپرد تصرف کا بیان

یہاں امر بالید میں امر کے معنی ہے حال اور ید کا معنی ہے تصرف، ماحصل یہ ہے کہ اس باب میں عورت کے لئے مسئلہ طلاق میں اس تصرف کا حال بیان کیا جائے گا جو شوہر نے عورت کو دیدیا ہو، پہلے اختیار دینے کی بحث مصنف لائے اس کے بعد

امر بالید بیان کر رہے ہیں مسئلہ سخییر میں اجماع صحابہ ہے اسلئے اس کو پہلے بیان کیا، باقی امر بالید میں بھی گو کوئی اختلاف نہیں ہے مگر اجماع صحابہ بھی نہیں، اسلئے اس کو بعد میں بیان کیا۔

مسئلہ امر بالید مسئلہ امر بالید مسئلہ اختیار کی طرح ہے۔ جس طرح اُس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے، اس میں بھی ہوتی ہے۔ جس طرح وہاں اختیار مجلس تک محدود ہوتا ہے اس میں بھی مجلس تک محدود ہوتا ہے، جس طرح وہاں نفس یا اس کے قائم مقام کا ذکر ضروری ہوتا ہے یہاں بھی نفس یا اس کے قائم مقام کا ذکر ہوگا، باقی تین طلاق کی نیت کے باب میں اختیار کے مانند نہیں ہے، کہ وہاں تین طلاق کی نیت درست نہیں ہے اور امر بالید میں درست ہوتی ہے بقیہ امور میں اختیار اور امر بالید دونوں برابر ہیں۔

جب شوہر بیوی سے کہے خواہ بیوی نابالغہ ہو "اَمْرك ، بِيَدِكِ يا بِشَمَالِكِ يا فَمِكِ يا لِسَانِكِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں ہے یا تیری زبان میں ہے) اور نیت کی تین طلاق کی یعنی تین طلاق دینا بیوی کے سپرد کیا، اور بیوی نے اپنی مجلس میں اس کے بعد کہا اِخْتَرْتُ نَفْسِي بِوَاحِدَةٍ (میں نے اختیار کیا اپنے آپ کو ایک کے ساتھ) یا کہا قَبِلْتُ نَفْسِيْ (میں نے اپنی ذات کو قبول کیا) یا کہا اِخْتَرْتُ اَمْرِيْ (میں نے معاملہ اختیار کیا) یا عورت نے کہا اَنْتَ عَلَيَّ حَرَامٌ (تو مجھ پر حرام ہے) یا مِنِّي بَائِنٌ (تو مجھ سے بائن ہے) یا اَنَا مِنْكَ بَائِنٌ اَوْ طَالِقٌ (میں تجھ سے بائن ہوں یا مطلقہ ہوں) تو ان تمام صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہوں گی (بالغہ کی طرح نابالغہ کی تخییر بھی درست ہے جس طرح تعلیق درست ہے) مثلاً شوہر نے کہا اِنْ اِخْتَرْتِ نَفْسَكِ فَاَنْتِ كَذَا (اگر تو نے اپنے کو اختیار کیا تو تو ایسی ہے) اور صغیرہ نے اسے اختیار کر لیا تو شرط پائی جائے گی اور طلاق واقع ہوگی اسی طرح نابالغہ کے واقع کرنے سے بھی طلاق واقع ہوگی۔

باپ کے قبول کرنے کا اثر نابالغہ عورت کے باپ کے قبول کرنے سے بھی جب کہ شوہر بیوی کو طلاق میں تصرف کا حق دیدے تین طلاقیں واقع ہوں گی کذا فی الخلاصہ، خلاصہ کی عبارت یہ ہے **لو جعل امرها بيدها فقال ابوها قبلتُ طلقتُ** اگر شوہر نے بیوی کا معاملہ اس کے باپ کے ہاتھ میں دیدیا اور اس کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو جائے گی۔ خواہ عورت بالغہ ہو خواہ نابالغہ ہو، کیونکہ یہ تعلیق کی مانند ہے۔

و اعرتك طلاقك و امرك بيد الله و يدك و امری بيدك علی المختار خلاصة كامرك بيدك او ذكر اسمه تعالى للتبرك و ان لم ينو ثلثا فواحدة و لو طلقت ثلثا فقال نويت واحدة و لا دلالة حلف و تقبل بينتها على الدلالة كما مر و اتحاد المجلس و علمها و ذكر النفس او ما يقوم مقامها شرط فلو جعل امرها بيدها و لم تعلم بذلك و طلقت نفسها لم تطلق لعدم شرطه خانية.

لفظ عاریت کے اختیار شوہر نے کہا اَعَرْتُكِ طَلَاقَكِ (میں نے تجھے تیری طلاق عاریت میں دی) وَ اَمْرُكِ بِيَدِاللّٰه (تیرا معاملہ اللہ کے قبضہ میں ہے) اَمْرِیْ بِيَدِكِ (میرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) یہ تمام اقوال اَمْرُكِ بِيَدِكِ کی طرح ہیں نیت تین طلاق کی کرے گا تو تین واقع ہوں گی اور اگر نیت تین کی نہیں کرے گا تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کا نام برکت کے لئے ہے۔

امر بالید میں اختلاف کی صورت

امر بالید وغیرہ میں اگر عورت نے اپنے کو تین طلاق دے لی، اس کے بعد شوہر نے کہا کہ میں نے تو صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی اور اس وقت کوئی دلالت حال موجود نہ ہو، تو اس صورت میں شوہر سے قسم لی جائے گی، اور اگر عورت گواہ پیش کرے گی اس دلالت حال پر کہ تین مراد تھی تو اس کے گواہوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔

امر بالید کے شرائط

مجلس کا متحد ہونا اور عورت کا شوہر کی تخییر کو جاننا اور نفس یا اس کے قائم مقام کا جاننا شرط ہے، لہٰذا اگر شوہر نے امر بالید کا عورت کا اختیار دیا اور اس کا علم اس کو نہیں ہوا۔ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہیں پڑے گی، اس لئے دقوع طلاق کی جو بنیاد تھی وہ پائی نہیں گئی۔

و كل لفظ يصلح للايقاع منه يصلح للجواب منها و ما لا يصلح للايقاع منه فلا يصلح للجواب منها فلو قالت انا طالق او طلقت نفسي وقع بخلاف نحو طلقتك لان المرأة توصف بالطلاق دون الرجل اختيار الا لفظ الاختيار خاصة فانه ليس من الفاظ الطلاق و يصلح جوابا منها بدائع لكن يرد عليه صحته بقبولها و قبول ابيها كما مر فتدبر و في قولها في جوابه طلقت نفسي واحدة او اخترت نفسي بتطليقة بانت بواحدة لما تقرر أن المعتبر تفويض الزوج لا ايقاعها.

جواب کے الفاظ

جو الفاظ مرد کی طرف سے ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ عورت کی طرف سے جواب کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں، اور جو الفاظ ایقاع طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، وہ عورت کی طرف سے جواب کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں تو اگر عورت نے کہا میں مطلقہ ہوں یا میں نے اپنی ذات کو طلاق دی، تو طلاق واقع ہو گی، اس لئے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں۔ بخلاف اس کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، تو گویا لفظ مرد کی طرف سے عورت پر طلاق کے ایقاع کے لائق ہیں، لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں، کیونکہ طلاق کے دقوع کے ساتھ عورت متصف ہوتی ہے مرد متصف نہیں ہوتا ہے، یعنی طلاق عورت پر واقع ہوتی ہے نہ کہ مرد پر، مگر لفظ اختیار کہ یہ طلاق کے الفاظ سے نہیں ہے لیکن عورت کی طرف سے جواب کی صلاحیت رکھتا ہے کذافی البدائع۔

مصنف نے کہا ہے کہ لفظ اختیار کے سوا بقیہ دوسرے الفاظ جو ایقاع طلاق کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان میں عورت کی طرف سے جواب بننے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے، لیکن بیوی اور اس کے باپ کا قبول کرنا جواب کی صلاحیت رکھتا ہے اور ایقاع طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

شوہر کا اعتبار

شوہر کے امر بالید کے جواب میں عورت کا کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی ایک طلاق دینا یا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کے ساتھ اختیار کیا، اس سے وہ ایک طلاق کے ساتھ بائن ہو جائے گی، کیونکہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ طلاق رجعی یا بائن ہونے میں مرد کی تفویض کا اعتبار ہے عورت کے ایقاع طلاق کا اعتبار نہیں ہے یعنی یہ درست ہے کہ عورت کے جواب میں طلاق کا لفظ ہے، جس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے نہ کہ بائن۔ لیکن چونکہ شوہر نے امر بالید کے

لفظ کے ساتھ بائن لاق تفویض کی تھی تو اسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا، عورت کے جواب کا اعتبار نہ ہوگا، اور جب مرد نے تین طلاق کا اختیار دیا ہے تو اس کو ایک طلاق کا بھی اختیار حاصل ہوگا۔

و لا يدخل الليل في قوله امرك بيدك اليوم و بعد غد لانهما تمليكان فان ردت الامر في يومها بطل الامر في ذلك اليوم فكان امرها بيدها بعد غد و لو طلقت ليلا لم يصح و لا تطلق الامرة و يدخل الليل في امرك بيدك اليوم وغدا و ان ردته في يومها لم يبق في الغد لانه تفويض واحد و لو قال امرك بيدك اليوم و امرك بيدك غدا فهما امر ان خانية و لم يذكر خلافا و لا يدخل الليل كما لا يخفى تنبيه ظاهر ما مرّ انه يرتد بردها لكن في العمادية انه يرتد قبل قبوله لا بعده كالابراء و انه في المتحد لا يبقى في الغد لكن في الولو الجية امرك بيدك الى رأس الشهر فقالت اخترت زوجي بطل خيارها في اليوم ولها ان تختار نفسها في الغد عند الامام و وجهه في الدراية انه متى ذكر الوقت اعتبر تعليقا و الا فتمليكا.

تفویض آج اور پرسوں کی

اگر شوہر نے کہا اَمْرُكِ بيدكِ اليَوْمَ و بَعْد غَدٍ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں آج ہے اور پرسوں) تو اس میں رات داخل نہیں ہوگی اس وجہ سے داخل نہیں ہوگی کہ اس قول میں دو جدا جدا تملیکیں ہیں، لہٰذا اگر اس مثال میں عورت نے آج کا اختیار رد کیا تو اسی طرح رات کا اختیار بھی باطل ہوگا لیکن اس کا اختیار پرسوں والا باقی رہے گا۔ لہٰذا عورت رات میں اپنے کو طلاق دے گی تو وہ طلاق صحیح نہیں ہوگی۔ اس وجہ سے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں ہے اور عورت ایک بار سے زیادہ طلاق نہیں دے سکے گی۔

آج اور کل کی تفویض

اگر شوہر نے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ و غدًا تو اس میں رات داخل ہوگی۔ اگر عورت اس صورت میں آج کے دن کی تفویض کو رَد کرے گی تو کل کی تفویض باقی نہیں رہے گی، اس لئے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی، اور اگر شوہر نے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَ اَمْرُكِ بِيَدِكِ غَدًا (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے آج اور تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے کل) تو یہ دو امر ہوئے کیونکہ دونوں الگ الگ جملے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے، اور اس میں رات داخل نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ایک اشکال کا حل

جو کچھ گذرا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے رد کرنے سے اس کا اختیار رد ہو جاتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہے۔ دونوں قول میں کھلا ہوا تناقض ہے، عمادیہ کا قول دونوں میں تطبیق کا یہ ہے کہ امر بالید میں عورت کے رد کرنے سے اس وقت رد ہوتا ہے جب قبول کرنے سے پہلے ہو لیکن قبول کرنے کے بعد اس کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہے، جیسے ابراء یعنی قرضدار کو اگر قرض خواہ بری کردے تو وہ بری ہو جاتا ہے خواہ قرض دار قبول کرے خواہ قبول نہ کرے، لیکن اگر قرضدار رد کردے تو رد ہو جاتا ہے، لہٰذا عورت اگر تفویض کے بعد اپنی ذات کو اختیار کرے گی تو طلاق ہو جائے گی۔ یہ طلاق رد نہیں ہو سکے گی۔

آج و کل کی تفویض ایک دن کا رد

تخییر متحد میں یعنی اَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ و غدًا میں اگر عورت پہلے دن انکار کرے گی تو دوسرے دن میں بھی اس کا اختیار باقی نہ رہے گا، اور ولو الجیہ میں ہے کہ اگر شوہر نے کہا امرك بيدك الى راس الشهر (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں اس ماہ کے سرے تک ہے) عورت نے اس کے جواب میں کہا اِخْتَرتُ زوجِیْ (میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا) تو عورت کا اختیار اس دن باطل ہو جائے گا جس دن اس نے شوہر کو اختیار کیا۔ لیکن اس عورت کو یہ اختیار باقی رہے گا کہ وہ کل اپنے آپ کو اختیار کرے، یہ امام اعظمؒ کا قول ہے۔ (ماحصل یہ ہوا کہ ایک دن کا اختیار باطل کرنے کے باوجود، دوسرے دن کا اختیار باقی رہا) امام صاحب کے قول کی وجہ درایہ میں مذکور ہے کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہو گا تو اس کو تعلیق معتبر کہیں گے اور اگر وقت مذکور نہیں ہو گا تو اس کو تملیک قرار دیں گے۔

بقي لو طلقها بائنا هل يبطل امرها ان كان التفويض منجزا نعم و ان معلقا كان دخلت الدار او موقتا لا عمادية لكن في البحر عن القنية ظاهر الرواية ان المعلق المنجز فروع نكحها على ان امرها بيدها صح.

تفویض کے بعد طلاق بائن

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر شوہر نے بیوی کو تفویض کے بعد طلاق بائن دی، تو عورت کا اختیار باطل ہو گا کہ نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی کسی شرط پر معلق نہیں تھی، تب تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا اور اگر تفویض معلق تھی اس طرح کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئی تو تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا تفویض موقت تھی اس طرح کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں کل تک ہے تو عورت کا اختیار باطل نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا ملحق ہونا جائز ہے، جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، لیکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ تفویض معلق تفویض منجز کی طرح ہے مطلب یہ ہوا کہ دونوں صورتوں میں سے کسی میں اختیار باقی نہ رہے گا۔

و لو ادعت جعله امرها بيدها لم تسمع الا اذا طلقت نفسها بحكم الامر ثم ادعته فتسمع قالت طلقت نفسي في المجلس بلا تبدل و انكر فالقول لها جعل امرها بيدها ان ضربها بغير جناية فضربها ثم اختلفا فالقول له لانه منكر و تقبل بينتها على الشرط المنفى كما سيجئ طلب اولياؤها طلاقها فقال الزوج لابيها ما تريد مني افعل ما تريد و خرج فطلقها ابوها لم تطلق ان لم يرد الزوج التفويض و القول له فيه خلاصة لايدخل نكاح الفضولي مالم يقل ان دخلت امرأة في نكاحي جعل امرها بين رجلين فطلقها احدهما لم يقع.

نکاح کے ساتھ شرط

کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ عورت کا مسئلہ طلاق اس کے ہاتھ میں ہو گا۔ تو یہ صحیح ہے، اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ مرد نے اس کو طلاق کا مختار بنایا ہے تو اس

دعویٰ کی سماعت نہیں ہوگی، البتہ اس وقت ہوگی جب عورت شوہر کے امر کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دے لے۔ پھر اس تفویض کا عویٰ کیا تو اس کی سماعت کی جائے گی اور گواہ طلب کئے جائیں گے۔

شوہر بیوی میں اختلاف کی صورت

عورت نے کہا کہ میں نے تبدل مجلس سے پہلے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہے۔ اور شوہر نے اس کا انکار کیا، تو اس صورت میں عورت کی بات مانی جائے گی۔ مرد نے عورت کو اس صورت میں طلاق کا اختیار دیا جب وہ اس کو بلا قصور مارے پیٹے، شوہر نے اس کو مارا پھر دونوں میں اختلاف ہوا، شوہر کہتا ہے کہ قصور پر مارا، بیوی کہتی ہے کہ اس نے بلا قصور مارا، تو اس بارے میں مرد کا قول معتبر ہوگا۔ اس واسطے وہ منکر ہے۔

عورت کے گواہ شرط منفی پر معتبر ہوتے ہیں، آئندہ اس کا ذکر آئے گا، یعنی اگر عورت گواہ لائے کہ شوہر نے اس کو بے قصور مارا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کی یہ گواہی قبول ہو کیونکہ شرط منفی پر گواہ معتبر ہوتے ہیں گو نفی پر معتبر نہیں ہوتے۔

عورت کے اولیاء نے اس کی طلاق کا مطالبہ کیا، شوہر نے عورت کے باپ سے کہا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے، تو جو چاہتا ہے کر، یہ کہہ کر شوہر باہر نکلا۔ پھر عورت کے باپ نے اس عورت کو طلاق دیدی تو اس صورت میں عورت کو طلاق نہ ہوگی، اگر شوہر نے تفویض کا ارادہ نہیں کیا تھا اور اس مسئلہ میں شوہر کا قول معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ۔

تفویض کے فضولی کا نکاح کرنا

فضولی کا نکاح اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک شوہر اس طرح نہ کہے کہ اگر عورت میرے نکاح میں داخل ہوئی (یعنی شوہر نے بیوی سے کہا تھا کہ اگر میں تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کی طلاق تیرے اختیار میں ہے۔ پھر ایک عورت اس کے نکاح میں آئی مگر فضولی کے نکاح کر دینے سے آئی، اور شوہر نے اس کے نکاح کو جائز رکھا، تو پہلی بیوی اس کی طلاق کی مالک نہیں ہوگی، اس وجہ سے کہ مرد نے بطور خود اس دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا ہے بلکہ دوسرے شخص نے اس کا نکاح کر دیا ہے، اور اس نے اسے جائز رکھا ہے)

دو کو تفویض کی صورت

کسی شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق دو شخصوں کو تفویض کی، ان دو میں سے ایک نے عورت کو طلاق دیدی تو یہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ صرف ایک کو اختیار نہیں دیا تھا۔

فصل فی المشیئة

قال لها طلقی نفسك و لم ینو او نوی واحدة او ثنتین فی الحرة فطلقت وقعت رجعیة و ان طلقت ثلثا و نواه وقعن قید بخطابها لانه لو قال طلقی ایّ نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابه و بقولها فی جوابه ابنت نفسی طلقت رجعیة ان اجازه لانه کنایة لا باخترت نفسی و ان اجازه لان الاختیار لیس بصریح و لا کنایة و لا یملك .

وہ مسائل جن میں عورت کی خواہش پر طلاق کو معلق رکھا گیا ہو

طلقی نفسك کہنا شوہر نے بیوی سے کہا طَلِّقِیْ نَفْسَكِ (تو اپنی ذات کو طلاق دے لے) اور کچھ نیت نہیں کی یا آزاد عورت میں ایک یا دو طلاق کی نیت کی پھر اس عورت نے اپنے آپ کو طلاق دے لی، خواہ ایک بار خواہ دو بار تو ان سب صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اور اگر تین طلاق دے لی اور مرد نے تین کی نیت کی تھی، تو وہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ مصنف نے طَلِّقِیْ نَفْسَكِ کو عورت کے خطاب سے مقید کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ اگر وہ اس طرح کہتا طَلِّقِیْ التی نِسَائی شِئْتِ (تو میری عورتوں میں سے جس کو چاہے طلاق دے لے) تو خود مخاطبہ اس عمومی خطاب میں داخل نہیں ہوتی، اور وہ اپنی ذات کو طلاق نہیں دے سکتی تھی۔

طَلِّقِی نَفْسَكِ کا جواب اَبَنْتُ نَفْسِیْ سے اور شوہر کے طَلِّقِیْ نَفْسَكِ کے جواب میں عورت کا کہنا اَبَنْتُ نَفْسِیْ میں نے اپنی ذات کو بائن کر لیا، اس سے ایک طلاق رجعی اس پر واقع ہوگی۔ اگر شوہر اس کو جائز رکھے، اس وجہ سے کہ اَبَنْتُ نَفْسِیْ کنایہ ہے اور کنایہ نیت کا محتاج ہوتا ہے لیکن اگر عورت جواب میں کہے اِخْتَرْتُ نَفْسِیْ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا، تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ شوہر اس کو جائز رکھے۔ اس لئے کہ اختیار کا لفظ نہ صریح میں داخل ہے اور نہ کنایہ میں داخل ہے اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا ہے، تو وہ لفظ جواب بھی نہیں ہو سکے گا۔

الزوج الرجوع نعه ای عن التفویض بانواعه الثلثة لما فیه من معنی التعلیق و تقید بالمجلس لانه تملیك الا اذا زاد متی شئت و نحوه مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا و لو قال لرجل ذلك او قال لها طلقی ضرتك لم یتقید بالمجلس لانه توکیل فله الرجوع الا اذا زاد و کلما عزلتك فانت وکیل الا اذا زاد ان شئت فیتقید به و لا یرجع لصیرورته تملیکا فی الخانیة طلقها ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشأ فاذا اشاء ت فی مجلس علمها طلقها فی مجلسه لاغیر والوکلاء عنه غافلون

رجوع کا حق نہیں شوہر جب تفویض کر دے گا، خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو، خواہ بلفظ امر بالید ہو، خواہ طَلِّقِیْ نَفْسَكِ کے ساتھ ہو، ان تینوں سے وہ رجوع نہیں کر سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تفویض میں تعلیق کا معنی پایا جاتا ہے اور تعلیق میں حق رجوع نہیں ہوا کرتا ہے، لہذا تفویض میں بھی رجوع کا حق نہ ہوگا۔

متی شئت کا اضافہ اور اس کا اثر اور طلاق دینے کا مسئلہ مجلس علم کے ساتھ مقید ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ تملیک ہے، لیکن اگر شوہر نے "مَتٰی شِئْتِ" (جب تو چاہے) کا اضافہ کیا ہے یا اسی طرح سے کسی اور لفظ کا اضافہ کیا ہے جو عموم وقت کا فائدہ دیتا ہے، تو عورت مطلقہ ہوگی یعنی وہ ہر وقت اپنے آپ کو

طلاق دے سکے گی۔ مجلس کی قید باقی نہیں رہے گی۔

وکیل کو حق طلاق

اگر کسی نے دوسرے مرد سے کہا کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے یا اپنی بیوی سے کہا کہ وہ اپنی سوکن کو طلاق دیدے تو یہ حکم مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہوگا۔ اس کو مجلس علم اور دوسری مجلس سب میں طلاق دینے کا حق ہوگا۔ اس لئے کہ یہ وکیل بنانا ہوا اور وکیل بنانے میں شوہر کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ اس لئے کہ توکیل جائز ہے لازم نہیں ہے اگر اس کے ساتھ یہ زیادہ کردے گا **کُلَّمَا عَزَلْتُكَ فَانت وَكِيْلٌ** (ہر وقت جب کہ میں تجھ کو معزول کروں تو میرا وکیل ہے) اس جملہ کے بڑھانے کے بعد شوہر وکیل کو معزول نہیں کر سکتا۔

وکیل کا تملیک ہو جانا

اگر شوہر نے کہا تو میری بیوی کو طلاق دیدے اگر تیرا جی چاہے۔ تو اس صورت میں یہ حکم مجلس کے ساتھ مقید ہوگا اور شوہر کو اس سے رجوع کا حق نہ ہوگا اس وجہ سے کہ اس صورت میں توکیل تملیک ہو جائے گی، کیونکہ جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوگئی تو وکالت باقی نہیں رہی۔

خانیہ میں ہے کہ شوہر نے ایک شخص سے کہا **طَلِّقهَا اِنْ شَاءَ تْ** (اگر بیوی چاہے تو، تو میری بیوی کو طلاق دیدے) اس صورت میں وہ اس وقت تک وکیل نہیں ہوگا جب تک عورت طلاق کی خواہش نہ کرے، لیکن وہ جب اپنے علم کی مجلس میں طلاق کی خواہش کرے گی تو وہ اپنی مجلس علم میں طلاق دے سکے گا۔ مجلس کے علاوہ طلاق نہ دے سکے گا۔ اور وکلاء اس سے غافل ہیں لہٰذا اچھی طرح سمجھ لیں۔

قال لها طلقي نفسك ثلثا او ثنتين وطلقت واحدة وقعت لانها بعض ما فوضه و كذا الوكيل مالم يقل بالف لا يقع شئ في عكسه و قالا واحدة طلقي نفسك ثلثا ان شئت فطلقت واحدة و كذا عكسه لا يقع فيهما لاشتراط الموافقة لفظا لما في تعليق الخانية امرها بعشر فطلقت ثلثا او بواحدة فطلقت نصفا لم يقع امرها بائن او رجعي فعكست في الجواب وقع ما امر الزوج به و يلغو وصفها والاصل ان المخالفة في الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل و هذا اذا لم يكن معلقا بمشيئتها فان علقه بمشيئتها فعكست لم يقع شئ لانها ما اتت بمشيئة ما فوض اليها خانية بحر.

تفویض پر بیوی کا عمل

شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو اپنی ذات کو تین یا دو طلاق دے لے، پھر عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو وہ واقع ہو جائے گی اس لئے کہ شوہر نے جو دیا تین طلاق تفویض کی تھی ایک اس کا بعض حصہ ہے، اور ایسا ہی وکیل کا حکم ہے یعنی جب وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا، اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی، تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر یہ کہا ہے کہ میری بیوی کو تین طلاق ہزار کے بدلے میں دے تو اس صورت میں وکیل ایک طلاق دے گا تو واقع نہیں ہوگی۔

موافقت لفظی ضروری ہے

لیکن اگر شوہر نے کہا کہ اپنے کو ایک طلاق دے، اور عورت نے اپنے کو تین طلاق دے لی تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور صاحبین کہتے ہیں کہ ایک طلاق واقع ہوگی،

مرد نے کہا طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلٰثًا اِنْ شِئْتِ (اگر تو چاہے اپنی ذات کو تین طلاق دے لے) عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی اور اسی طرح اس کے برعکس ہے کہ شوہر نے کہا اگر تو چاہے اپنے کو ایک طلاق دے لے اور عورت نے اپنے کو تین طلاق دے لی، تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ موافقت لفظی کی شرط ہے، خانیہ باب التعلیق میں ہے کہ شوہر نے بیوی کو دس طلاق کا حکم کیا، اس طرح کہ اگر تو چاہے اپنے آپ کو دس طلاق دے لے، اس کے بعد عورت نے اپنے آپ پر تین طلاق واقع کی، یا ایک طلاق کا حکم دیا تھا اور اس نے نصف طلاق واقع کی، تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ ان مسائل میں مخالفت لفظی پائی گئی۔

تفویض میں مرد کی مخالفت

مرد نے عورت کو طلاق رجعی یا بائن کا حکم کیا۔ جواب میں عورت نے اس کے برعکس کیا یعنی رجعی کی صورت میں بائن طلاق دے لی اور بائن کی صورت میں رجعی طلاق دے لی، تو وہی طلاق واقع ہوگی جس کا مرد نے حکم دیا تھا۔ اصل قائم رہے گا، اور وصف باطل ہو جائے گا۔ ان مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جواب میں اگر حکم کی مخالفت وصف میں ہے تو اس کی وجہ سے اصل باطل نہیں ہوگا۔ البتہ وصف باطل ہو جائے گا۔ بخلاف مخالفت اصل کے کہ اس میں جواب ہی باطل ہو جاتا ہے، چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور وصف کا لغو ہونا اور شوہر کی تفویض کے مطابق طلاق کا واقع ہونا اُس وقت ہے جب طلاق معلق نہ ہو، لہٰذا اگر عورت کی مشیت پر طلاق کو معلق کیا ہے اور عورت نے برعکس کیا تو کچھ واقع نہ ہوگا، اس لئے کہ عورت اس امر کو نہیں بجالائی جو اس کی مشیت پر مفوض تھا۔

قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ينوى الطلاق او قالت شئت ان كان كذا المعدوم اى لم يوجد بعد كان شاء ابى او ان جاء الليل و هى فى النهار بطل الامر لفقد الشرط و ان قالت شئت ان كان كذا لامرٍ قد مضى اراد بالماضى المحقق وجوده كان كان ابى فى الدار و هوفيها او ان كان هذا ليلا وهى فيه مثلا طلقت لانه تنجيز

قال لها انت طالق متى شئت او متى ما شئت او اذا شئت او اذا ماشئت فردت الامر لا يرتد ولا يتقيد بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطليق فى كل زمان لا تطليق بعد تطليق و لها تفريق الثلث فى كلما شئت و لا تجمع و لاتثنى لانها لعموم الافراد.

تفویض کی خلاف ورزی

شوہر نے بیوی سے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شِئْتِ (اگر تو چاہے تو تجھ کو طلاق ہے) عورت نے جواب میں کہا میں نے چاہا اگر تو نے چاہا مرد نے کہا میں نے چاہا اور اس سے طلاق کی نیت کی، یا عورت نے کہا میں نے چاہا، اگر ایسا معاملہ ہو، یعنی امر معدوم پر معلق کیا۔ امر معدوم سے وہ امر مراد ہے جو ممکن الوجود ہو، لیکن ابھی موجود نہ ہو، مثلاً عورت نے کہا میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا، یا کہا میں نے چاہا، اگر رات آئے، اور عورت یہ تکلم دن میں کر رہی تھی، تو ان دونوں صورتوں میں امر باطل ہو جائے گا عورت کی مشیت پر جو طلاق تھی وہ ختم ہو جائے گی،

کیونکہ شرط نہیں پائی گئی۔ اس لئے کہ اس کو اس نے بلا قید حق دیا تھا اور عورت نے اپنے حق کو معلق اور مقید کر دیا۔ تو حقیقت میں شرط نہیں پائی گئی۔

تفویض کا جواب تعلیق سے اگر تفویض مذکور کے جواب میں عوت نے کہا میں نے چاہا اگر ایسا ہوا ہو یعنی امر ماضی پر معلق کیا، ماضی سے مراد وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو جیسے کہا میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو۔ اور اس کا باپ گھر میں تھا۔ یا عورت نے کہا میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو، اور حال یہ ہے کہ عورت اس وقت رات میں ہی تھی۔ تو عورت مطلقہ ہو جائے گی اور اسی وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی اس لئے کہ جو کسی امر ثابت الوجود پر معلق ہو وہ حقیقت میں تعلیق نہیں تخییر ہے۔

تفویض متی شئتِ کے ساتھ شوہر نے بیوی سے کہا اَنْتِ طَالِقٌ متی شِئْتِ یا مَتٰی شِئْتِ یا اِذَا شِئْتِ یا اِذَا مَا شِئْتِ (تجھ کو طلاق ہے جب تو چاہے) پس عورت نے اسے رد کر دیا یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی ہوں۔ تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہیں ہوگا اور نہ مجلس علم کے ساتھ مقید ہوگا۔ لیکن عورت ایک سے زیادہ اپنے کو طلاق نہیں دے سکی گی، اس لئے کہ یہ الفاظ تمام زمانوں کو شامل ہیں، افعال کو شامل نہیں، لہٰذا عورت ہر زمانہ میں طلاق کی مالک رہے گی، لیکن ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق کی مالک باقی نہیں رہے گی۔

کلما میں دو اور تین جمع نہیں ہوتے اگر شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ کُلَّ شِئْتِ (تجھ کو طلاق ہے جب جب تو چاہے) عورت نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کے لئے طلاق چاہی۔ دوسری اور تیسری مجلس میں بھی اسی طرح کہا، لیکن وہ ایک مجلس میں تین طلاق جمع نہیں کر سکے گی، اور نہ دو طلاق کو جمع کر سکے گی، اس وجہ سے کہ کلما کا لفظ عموم افراد کے لئے بنایا گیا ہے، پس اس میں جمع اور ثلثیہ کا ارادہ صحیح نہیں ہے۔

و لو طلقت بعد زوج آخر لا يقع ان كانت طلقت نفسها ثلثا متفرقة و الا فلها تفريقها بعد زوج اخر و هي مسئلة الهدم الآتية انت طالق حيث شئت او اين شئت لا تطلق الا اذا شاءت في المجلس و ان قامت من مجلسها قبل مشيئتها لا مشيئة لها لانهما للمكان ولا تعلق للطلاق به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب و في كيف شئت يقع في الحال رجعية فان شاء ت بائنة او ثلثا وقع ماشاء ته مع نيته و الا فرجعية لو موطؤة و الا بانت و بطل الامر و قول الزيلعي والعيني قبل الدخول صوابه بعده فتنبه.

تعلیق کی تحدید اگر عورت دوسرے شوہر کے بعد طلاق واقع کرے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر وہ اپنے آپ کو تین متفرق طلاق دے چکی ہوگی، مثلاً زید نے حمیدہ سے کہا اَنْتِ طَالِقٌ کُلَّمَا شِئْتِ اس کے بعد حمیدہ نے تین متفرق طلاق اپنے نفس پر واقع کی، اور اس نے خالد سے نکاح کر لیا، پھر خالد نے اسے طلاق دیدی پھر حمیدہ نے زید کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیا اور اپنی ذات کو طلاق دی، یہ طلاق ثانی واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ کلما شئت کے ساتھ جو تعلیق تھی وہ اول ملک تک محدود تھی، نئی ملک میں وہ پائی نہیں جائے گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلقاً طلاق واقع نہیں کی تھی یا تین

طلاق ایک مجلس میں واقع کرچکی تھی یا ایک یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کرچکی تھی، تو حمیدہ کو دوسرے شوہر کے بعد تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے اور اس کا نام مسئلہ الہدم ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ میں آئے گا۔

حیث اور این کا اثر

شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ حَیْثُ شِئْتِ یا اَیْنَ شِئْتِ (تجھ کو طلاق ہے جہاں تو چاہے یا جس جگہ تو چاہے) تو عورت اپنے کو طلاق نہیں دے سکے گی، مگر جب وہ مجلس علم میں واقع کرنا چاہے گی، اور اگر وہ چاہنے کے قبل مجلس سے اٹھ کھڑی ہوگی، تو اس کی خواہش کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ حیث اور این مکان (جگہ) کے واسطے بنائے گئے ہیں، اور حال یہ ہے کہ طلاق کو مکان سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے، لہٰذا مکان پایا جانا اور نہ پایا جانا طلاق تک دونوں برابر ہے۔ مجازاً یہ ان شرطیہ کے معنی میں آتا ہے اور دراصل اِنْ تعلیق کے لئے آتا ہے۔

کیف کے ساتھ تعلیق

اگر شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ کَیْفَ شِئْتِ (تجھ کو طلاق ہے جس طرح تو چاہے) تو اس صورت میں فوری طور پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یعنی عورت کے چاہنے سے پہلے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ لیکن اگر کَیْفَ شِئْتِ والی صورت میں عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق کو تو عورت جو چاہے گی وہ واقع ہوگی۔ اگر عورت کا چاہنا شوہر کی نیت کے موافق ہوگا۔ لیکن اگر شوہر کی نیت کے مخالف ہے تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو۔ اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور چاہنے کا معاملہ باطل قرار پائے گا۔ اور زیلعی اور عینی کا یہ کہنا کہ دخول سے پہلے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، قلم کا سہو ہے صحیح یہ ہے کہ دخول کے بعد طلاق رجعی ہوگی۔

و فی کم شئت او ما شئت لها ان تطلق ما شاء ت فی مجلسها و لم یکن بدعیا للضرورة وان ردت او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانه تملیك فی الحال فجوابه كذلك قال لها طلقی نفسك من ثلث ما شئت تطلق مادون الثلث و مثله اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیة و قالا بیانیة فتطلق الثلث و الاول اظهر فروع قال انت طالق ان شئت و ان لم تشائی طلقت للحال و لو قال ان كنت تحبین الطلاق فانت طالق و ان كنت تبغضینه فانت طالق لم تطلق لانه یجوز ان لا تحبه و لا تبغضه و لا یجوز ان تشاء و لا تشاء و لو قال لهما اشد كما حب للطلاق او اشد كما بغضا له طالق فقالت كل انا اشد حبا له لم یقع لدعوی كل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط.

کم اور ما کے ساتھ تعلیق

اگر شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ کَمْ شِئْتِ یا مَا شِئْتِ (تجھ کو طلاق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جتنی بار تو چاہے) تو اس صورت میں تین طلاق تک عاید کرنے کا اختیار ہے جس طرح وہ چاہے، مگر یہ اختیار مجلس تک محدود ہوگا، اور عورت کا اپنے اوپر مذکورہ صورت میں تین طلاقیں واقع کرنا ضرورت کی وجہ سے طلاق بدعی میں شمار نہ ہوگا۔ اور اگر عورت نے اس کو رد کردیا اس طرح کہ اس نے کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی ہوں یا ایسا کام کیا جو اعراض کو بتاتا ہے، تو امر رد ہو جائے گا اور عورت کو اختیار باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ فی الحال تملیک ہے لہٰذا اس کا جواب بھی فی الحال چاہئے۔

من ثلث میں دو تک کا اختیار ہوگا

شوہر نے کہا طَلِّقِی نَفْسَكِ من ثلاثٍ ما شِئْتِ (تو اپنے کو طلاق دے تین طلاق میں سے جس قدر چاہے) تو عورت اپنے کو دو یا ایک طلاق دے سکتی ہے۔ اسی طرح اگر شوہر نے کہا اِخْتَارِیْ مِنَ الثَّلٰثِ مَا شِئْتِ (تو تین طلاق سے جس قدر چاہے اختیار کر) تو وہ دو یا ایک طلاق دینے کے لئے مختار ہے۔ اس لئے کہ اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور صاحبین نے کہا مِنْ بیانیہ ہے اگر بیانیہ مانا جائے تو عورت اپنے کو تین طلاق بھی دے سکتی ہے، لیکن پہلا قول یعنی مِنْ کا تبعیضیہ ہونا زیادہ ظاہر ہے۔

شوہر نے بیوی سے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شِئْتِ وَ اِنْ لَمْ تَشَا طَلِّقِتْ (تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر نہ چاہے تو فوراً مطلقہ ہو گی) ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت ضرور پائی جائے گی۔

طلاق کے مبغوض ومحبوب ہونے پر تعلیق

اگر اس طرح کہا اِنْ كُنْتِ تُحِبِّيْنَ الطَّلَاقَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَ اِنْ كُنْتِ تبغيضية فَاَنْتِ طَالِقٌ (اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر اس کو مبغوض رکھتی ہو تو تجھ کو طلاق ہے) تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہ ہو گی، اسلئے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ عورت نہ تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو اور نہ مبغوض رکھتی ہو۔ بخلاف پہلے مسئلے کے کہ وہاں مشیت اور عدم مشیت سے عورت کا خالی ہونا جائز نہیں ہے۔

اگر شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم دو میں جو طلاق سے زیادہ محبت رکھتی ہو یا تم سے جو طلاق کو زیادہ مبغوض رکھتی ہو۔ اس کو طلاق ہے دونوں نے کہا کہ میں طلاق کو زیادہ محبوب رکھتی ہوں تو کسی عورت پر طلاق واقع نہیں ہو گی، اس لئے کہ ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ اس کی سوکن کو طلاق سے کم محبت ہے، اس طرح شرط نہیں پائی گئی۔

ثم التعليق بالمشيئة او الارادة او الرضا او الهوى والمحبة يكون تمليكا فيه معنى التعليق فيتقيد بالمجلس كامرك بيدك بخلاف التعليق بغيرها.

تملیک کی صورت

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کو عورت کے چاہنے، یا ارادہ، یا رضا، یا خواہش یا محبت پر معلق کرنا تملیک ہے جس میں تعلیق کا معنی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ مجلس علم کے ساتھ مقید ہوگا جس طرح اَمْرُكِ بِيَدِكِ میں ہوتا ہے، بخلاف اس تعلیق کے جو ان الفاظ مذکورہ کے علاوہ کے ساتھ ہو، جیسے گھر میں داخل ہونا، کہ وہ تملیک نہیں ہے، بلکہ خالص تعلیق ہے لہٰذا یہ مقید بمجلس نہیں واللہ عالم بالثواب

باب التعليق

هو من علقه تعليقا جعله معلقا و اصطلاحا ربط حصول مضمون جملة بحصول مضمون جملة اخرى و يسمى يمينا مجازا و شرط صحته كون الشرط معدوما على خطر الوجود فالمتحقق كان كان السماء فوقنا تنجيز والمستحيل كان دخل الجمل فى اسم الخياط لغو

و کونه متصلا الا لعذر و ان لا یقصد به المجازاۃ فلو قالت یاسفلة فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلك اولا و ذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو به یفتی و وجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی.

طلاق معلق کا بیان

مصنف نے پہلے طلاق منجز کو بیان کیا جس میں کوئی شرط نہیں ہوتی اس کے بعد معلق طلاق کو بیان کرنا شروع کیا، جو طلاق اور شرط سے مرکب ہوتی ہے۔

صحت تعلیق کی شرطیں

لغت میں تعلیق علقہ تعلیقا سے ماخوذ ہے، عرب اس کلام کو اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکا دے، اور اصطلاح فقہ میں تعلیق نام ہے ایک کلام کے مضمون کے حاصل ہونے کو دوسرے کلام کے مضمون سے مربوط کرنا یعنی جزا کے مضمون کو شرط کے ساتھ لٹکانا، جیسے اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ دَخلتِ الدَّارَ تعلیق ہے کیونکہ طلاق گھر میں داخل ہونے کے ساتھ مربوط ہے، یعنی طلاق اس وقت ہوگی جب وہ گھر میں داخل ہوگی، جب تک دخول دار نہ ہوگا طلاق بھی نہیں ہوگی۔ اور تعلیق کو مجازا یمین بھی کہتے ہیں۔ تعلیق کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ شرط معدوم ہو لیکن جائز الوجود ہو یعنی بولنے کے وقت تو شرط پائی نہ جاتی ہو لیکن اس کا پایا جانا محال نہ ہو، تو امر ثابت الوجود جیسے اِنْ کَانَتِ السَّمَاء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو تجھ کو طلاق ہے تو اس سے فوراً اس کو طلاق ہو جائے گی، اور امر محال جیسے تجھ کو طلاق ہے اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے، تو یہ تعلیق لغو ہے، یعنی اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، اور تعلیق کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شرط متصل ہو، لہٰذا اگر کسی نے اَنْتِ طَالِقٌ کہا پھر چپ رہا اور دیر کے بعد اِنْ دَخلْتِ الدَّارَ کہا تو یہ تعلیق صحیح نہیں ہوگی، البتہ اگر عذر کی وجہ سے فصل ہو تو الگ بات ہے، کیونکہ اس وقت تعلیق صحیح ہوگی، مثلاً ایک شخص ہکلاتا ہو اور دوسرا جملہ قدرتاً وہ جلد کہنے پر قادر نہ ہو، صحت کی دوسری شرط یہ ہے کہ مرد تعلیق کے ذریعہ عورت کے کلام کا بدلہ دینا نہ چاہتا ہو، اگر عورت نے مرد سے کہا "او بے غیرت" اس کے بعد مرد نے کہا اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے کہا تو تجھ کو طلاق ہے، تو یہ تعلیق نہیں ہوگی بلکہ تنجیز ہوگی اور فوراً طلاق واقع ہو جائے گی مرد بے غیرت ہو یا نہ ہو۔ ایک شرط تعلیق کے صحیح ہونے کی یہ بھی ہے کہ مشروط ذکر کیا گیا ہو۔ پس کوئی کہے "اَنت طالق اِن" (تجھ کو طلاق ہے اگر) ان کے بعد فعل ذکر نہیں کیا، تو اس کا یہ کہنا لغو قرار پائے گا، اس صورت میں طلاق نہیں واقع ہوگی فتویٰ اسی روایت پر ہے، ایک شرط تعلیق کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ رابطہ کا وجود ہو جہاں جزا شرط سے موخر ہو۔ رابطہ سے مراد وہ حرف ہے جو شرط و جزا دونوں کو جوڑ دے۔

شرطه الملك حقیقة کقوله لقنه ان فعلت کذا فانت حرا و حکما کقوله لمنکوحته او

معتدتـه ان ذهبت فانت طالق او الاضافـة اليـه اى الملك الحقيقى عاما او خاصا كان ملكت عبـدا او ان ملكتك لمعيـن فكـذا او الحكمى كـذلك كان نكحت امـرأة او ان نكحتك فانت طالق و كـذا كل امـرأة و يكفى معنى الشرط الا فى المعينة باسم نسب او اشارة فلو قال المرأة التى تزوجها طالق تطلق بتزوجها و لو قال هذه المرأة الخ لا للتعريفها بالاشارة فلغا الوصف.

شرط ملک تعلیق کے لازم ہونے کی شرط ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو جیسے مولیٰ کا اپنے غلام سے کہنا، اگر تو ایسا کرے گا تو آزاد ہے، یا ملک حکمی ہو جیسے شوہر کا بیوی یا معتدہ سے کہنا اگر تو جائے گی تو تجھ کو طلاق، آقا غلام کی گردن کا مالک ہوتا ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے، اس لئے کہ شوہر بیوی کی گردن کا مالک نہیں ہوتا ہے معتدہ ملک حکمی حکماً کی مثال ہے گویا ملک حکمی کی دو قسم ہوئی اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو ملک حکمی حکماً ہے۔ کیونکہ اس حالت میں بھی نکاح کا اثر فی الجملہ باقی رہتا ہے۔ اور معتدہ طلاق کا محل ہوتی ہے۔

ملک کی اضافت اور ملک حقیقی کی اضافت کا ہونا بھی ضروری ہے خواہ یہ اضافت عام ہو یا خاص ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے یا کسی معین شخص کو کہے کہ اگر تیرا مالک ہوا تو تو آزاد ہے یا اضافت ملک حکمی کی طرف پائی جائے خواہ وہ عام ہو یا خاص ہو، جیسے اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ ہے، یا اجنبی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اسکو طلاق ہے۔

اضافت ملک کے صحیح ہونے کے واسطے شرط کے معنی کا پایا جانا کافی ہے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہ ہو، مگر جو عورت متعین ہو جائے نام کی وجہ سے یا نسب کی وجہ سے، یا اشارہ کی وجہ سے، تو وہاں شرط کا معنی کافی نہیں ہے بلکہ متعینہ کی تعلیق میں صریح طور پر شرط پایا جانا ضروری ہے۔

نکاح کرنے پر تعلیق لہٰذا اگر کہا جس عورت سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، تو نکاح کے ہوتے ہی اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ اس میں نام و نسب نہیں ہے لہٰذا حرف شرط کے معنی کا پایا جانا کافی ہے۔

اور اگر کہا یہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے، اگر اس اضافت کے بعد اس سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ اشارہ کی وجہ سے وہ معین ہو چکی ہے لہٰذا وصف التی تزوج لغو قرار پائے گا۔

فلغا قولـه لاجنبيـة ان زرت زيـدا فانت طالق فنكحها فزارت و كـذا كل امـرأة اجتمـع معهـا فى فـراش فهى طالـق فتـزوج لم تطلق و مثلـه كل جـاريـة اطؤها حرة فاشترى جاريـة فوطئها لم تعتق لعـدم الملك و الاضافـة اليه و افـاد فى البحـر ان زيـادة المـرأة فى عـرفنـا لا تكـون الا بطعـام معهـا يطبـخ عنـد المـزور فليحفظ كما لغا

ایقاعہ الطلاق مقارنا لثبوت ملك كانت طالق مع نكاحك و يصح مع تزوجي اياك لتمام الكلام بفاعله و مفعوله او زواله كمع موتي او موتك.

اجنبی کی تعلیق لغو ہوگی

اگر کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے کہے اِنْ زُرْتِ زَیْدًا فَاَنْتِ طَالِقٌ (اگر تو زید سے ملاقات کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے) اس کہنے کے بعد اس نے اس عورت سے نکاح کیا۔ پھر اس عورت نے زید سے ملاقات کی تو اب یہ قول لغو ہوگا۔ کیونکہ تعلیق کے وقت ملک نہیں تھی یعنی مرد عورت کا مالک نہیں تھا اور نہ ملک کی طرف اضافت پائی گئی۔

اسی طرح یہ قول بھی لغو ہوگا کہ جو عورت میرے ساتھ فرش پر جمع ہو تو اس کو طلاق ہے۔ پھر اس سے شادی کی تو اس صورت میں اس کو طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف نکاح ہی سے فراش میں اجتماع پایا جائے، اجتماع فی الفراش نہ ملک ہے نہ ملک کی طرف اضافت، اسی کے مثل یہ قول ہے جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے، پھر اس نے اس کو خریدا اس کے بعد اس سے وطی کی، وہ آزاد نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ نہ ملک پائی گئی اور نہ اضافت ملک۔

زیارت مصر کے عرف میں

بحر الرائق میں فائدہ کے عنوان سے بیان کیا ہے کہ مصر کے عرف میں عورت کی زیارت اس وقت ہوتی ہے جب کہ عورت کے ساتھ کھانا ہو، اور جس کے زیارت کو گئی ہے اس کے پاس کھانا پکائے، لہٰذا اگر خرید و فروخت کرنے گئی یا قرض مانگنے گئی تو عرف میں اس کو زیارت نہیں کہیں گے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر میں یہ عرف باقی نہیں رہا۔

جیسے ثبوت نکاح کے ہوتے ہی طلاق واقع کرنا لغو ہے، جیسے کہنا کہ تو نکاح کے ہوتے ہی مطلقہ ہے اس طرح صحیح ہوگا کہ میرا جب تیرے ساتھ نکاح ہو جائے تو اس وقت طلاق ہے اس میں فاعل مفعول سے مل کر بات پوری ہوگئی۔

یا زوال ملک زوج کے بالکل متصل طلاق کا واقع کرنا بھی لغو ہے جیسے کہے کہ میری موت کے ساتھ تجھ کو طلاق ہے، یا کہا کہ تمہاری موت کے ساتھ تم کو طلاق ہے، تو یہ کلام لغو ہوگا، کیونکہ موت طلاق کے منافی ہے۔

فائدة في المجتبى عن محمد في المضافة لا يقع و به افتى ائمة خوارزم انتهى و هو قول الشافعي و للحنفي تقليده بفسخ قاضي بل محكم بل افتاء عدل و بفتوتين في حادثين و هذا يعلم و لا يفتى به بزازية و يبطل تنجيز الثلث للحرة و الثنتين للامة تعليقه للثلث و ما دونها الا المضافة الى الملك كما مر لا تنجيز مادونها.

اضافت والی طلاق

مجتبیٰ نامی کتاب میں امام محمد سے روایت ہے کہ جس تعلیق میں اضافت ہو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اور محمد خوارزم نے اس پر فتویٰ دیا ہے، اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے اور حنفی کے لئے شافعی قاضی کی تقلید فسخ کر دینے میں جائز ہے۔ بلکہ اس میں حَکَم اور پنچ کی تقلید بھی جائز ہے، ایک عادل شافعی کا فتویٰ دینا حنفی کے لئے کافی ہے۔ اور مقدموں میں دو مفتیوں کے فتویٰ پر عمل کرنا جائز ہے۔ اور بزازیہ میں ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔

(اضافت تعلیق اس طرح ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ ہے، تو بقول امام محمدؒ نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی، مذہب شافعی کی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کسی حنفی نے تعلیق مضاف کے کی ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اپنا مقدمہ قاضی شافعی کے پاس لے جائے، تاکہ قاضی شافعی اس تعلیق کو فسخ کردے اور اس کے لئے اس عورت سے وطی بلاتردد جائز ہو جائے۔

تعلیق کے بعد فوری نکاح

آزاد عورت کیلئے تین طلاق اور لونڈی کیلئے دو طلاق کی تعلیق کی، اس کے بعد شوہر نے فوراً بلا تعلیق تین طلاق دے دی تو اس صورت میں یہ طلاق پہلی تعلیق کو باطل کردے گا اگر یہ شوہر دوسرے شوہر کے بعد اس سے نکاح کرے گا اور اس کے بعد تعلیق پائی جائے گی تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

تین معلق طلاق کو فوری تین طلاق باطل کرنے والی ہے، مگر اس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہو باطل نہیں کرے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، مثلاً کسی نے کہا كُلَّمَا تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ (جتنی بار میں تجھ سے شادی کروں تجھ کو طلاق ہے) اس کے بعد فوری طور پر تین طلاق دیدی تو یہ طلاق پہلی تعلیق کو باطل نہیں کرے گی۔ لیکن جب تعلیق مضاف کے بعد دو طلاق دے گا تو یہ دو طلاق اس کو باطل کردے گی۔

اعلم ان التعليق يبطل بزوال الحل لا بزوال الملك فلو علق الثلث او مادونها بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نكحها بعد التحليل بطل التعليق فلا يقع بدخولها شئ و لو كان نجز ما دونها لم يبطل فيقع المعلق كله و اوقع محمد بقية الاول و هى مسئلة الهدم الآتية و ثمرته فيمن علق واحدة ثم نجز ثنتين ثم نكحها بعد زوج آخر فدخلت له رجعتها خلافا لمحمد و كذا يبطل بلَحَاقه مرتدا بدار الحرب خلافا لهما بفوت محل البركان كلمت فلانا او دخلت هذه الدار فمات او جعلت بستانا كما بسطناه فيما علقناه على الملتقى و يسجئ مسئلة الكوز فروعها.

تعلیق حلت کے زائل ہونے سے ختم ہوتی ہے

اسے سمجھ لینا چاہئے کہ تعلیق زوالِ حلت سے باطل ہوتی ہے، ملک کے زوال سے باطل نہیں ہوتی ہے، اور زوال حلت تین طلاق سے ہوتی ہے، تین طلاق کے بعد جب مکمل جدائی دونوں میں ہو جائے، اور حلت قطعاً باقی نہیں رہے تو اب طلاق کے واقع ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ محل ہی باقی نہیں رہا۔ تو سابق تعلیق بھی باطل ہوگئی۔

شوہر نے تین یا کم طلاق کو گھر میں داخل ہونے پر معلق کیا۔ پھر فوری طور پر تین طلاق دیدی، اس کے بعد جب دوسرے شوہر سے حلالہ ہو چکا اور اس نے وطی کے بعد طلاق دے دی، تو اس پہلے شوہر نے اس سے نکاح کیا۔ تو اس صورت مذکور میں تعلیق باطل ہو جائے گی، اب دوبارہ نکاح کے بعد اگر عورت گھر میں داخل ہوگی، تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تعلیق کے بعد شوہر نے فوری تین کے بجائے ایک یا دو طلاق دیدی ہے تو اس صورت میں وہ تعلیق باطل نہیں ہوگی اور جب وہ عورت پہلے طلاق دینے والے کے پاس دوبارہ آئے گی اور شرط پائی جائے گی تو جس قدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی، سب واقع ہوگی خواہ

ایک طلاق ہو یا دو تین —— لیکن امام محمد کہتے ہیں کہ جتنی طلاق دے چکا تھا اس کے بعد جو باقی رہ گئی تھی صرف وہی واقع کر سکے گا۔ اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آئے گا۔

شیخین اور امام محمدؒ کا اختلاف

شیخین اور امام محمدؒ کے اختلاف کا ثمرہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا کہ ایک شخص نے گھر میں داخل ہونے پر ایک طلاق کی تعلیق کی، اس تعلیق کے بعد اس نے فوری طور پر دو طلاق دیدی، اس عورت نے عدت گذار کر دوسرے مرد سے شادی کرلی، اس نے بھی طلاق دیدی اس کے بعد پہلے نے اس سے نکاح کرلیا۔ اب عورت گھر میں داخل ہوئی، تو پہلے شوہر کو رجعت کرنا درست ہے۔ یہ شیخین کے نزدیک درست ہوگا، اس لئے کہ جب دو طلاق کے بعد بیوی نے دوسرا شوہر کرلیا تھا تو اس کے بعد دونوں طلاق ختم ہوگئی۔ گویا اس کا وجود ہی نہیں تھا، اب جب کہ اس نے دوبارہ شادی کی تو اس کو پھر تین طلاق کا حق حاصل ہوا۔ اب جب ایک طلاق رجعی واقع ہوئی تو وہ رجعت کا حق رکھتا ہے، امام محمد کے نزدیک رجعت کا حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلے جب دو طلاق دے چکا تھا تو یہ اس کی تیسری طلاق ہوئی۔

تعلیق کا بطلان شوہر کے مرتد ہونے سے

اسی طرح تعلیق اس وقت بھی باطل ہوتی ہے جب شوہر مرتد ہو کر دار الحرب سے جا ملے، بخلاف صاحبین کے وہ کہتے ہیں کہ اس سے تعلیق باطل نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب قسم پورا کرنے کا محل ختم ہو جاتا ہے تو بھی تعلیق باطل ہو جاتی ہے، جیسے شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے گی یا اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے۔ پھر وہ شخص مر گیا یا وہ گھر باغ بنا دیا گیا تو تعلیق باطل ہو جائے گی، یعنی اگر اب وہ عورت باغ میں جائے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ہم نے اسکو شرح الملتقی میں خوب کھول کر بیان کیا ہے۔ اور عنقریب مسئلہ کوزہ مع الفروع کتاب الایمان باب الاکل والشرب میں آئیگا۔

فروع قال لزوجته الامة ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت له رجعتها قنية والفاظ الشرط ای علامات وجود الجزاء ان المكسورة ولو فتحها وقع للحال ما لم ينو التعليق فيدين و كذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبية و اسمية و مجامد و بما وقدو بين و بالتنفيس كما لخصناه فی شرح الملتقی و اذا و اذا ما و كل و لم تسمع كلما الا منصوبة و لو مبتدأ لاضافتها لمبنی و متی و متی ما و نحو ذلك كلو كانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولها و من نحو من دخل منكن الدار فهی طالق فلو دخلت واحدة مرار اطلقت بكل مرة لان الدخول اضيف الی جماعة فازداد عموما كذا فی الغاية وو هی غريبة وجعله فی البحر احد القولين.

شوہر نے اپنی بیوی (جو لونڈی تھی) سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو تین طلاق ہے، پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی، اس کے بعد گھر میں داخل ہوئی تو شوہر کو اس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ

الفاظ شرط

الفاظِ شرط جن کو جزاء کے پائے جانے کی نشانیوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یہ ہیں: ایک ان میں سے اِنْ مکسورہ ہے، اور اگر شوہر نے اس کو فتحہ دیدیا تو فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی۔ جب تک وہ تعلیق کی نیت نہ کرے، اور

اگر ان مفتوحہ سے تعلیق کی نیت کرنے گا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہو گی قضاءً تسلیم نہیں ہو گا اسی طرح اگر جملہ طلبیہ اور جملہ اسمیہ او رجملہ فعلیہ جامدہ جیسے جملوں میں جزائی فاء کو حذف کر دیں گے تو بھی فوراً طلاق واقع ہو گی، اسی طرح اس جملہ سے فاء کو حذف کردیں جس کے ساتھ ما. قد. لن ہو یا جو سین اور سوف سے شروع ہو۔ جیسا کہ ہم نے شرح ملتقی میں اس کی تلخیص بیان کی ہے۔ جملہ طلبیہ کہتے ہیں جس میں اگر نہی تمنی، تخصیص اور دعا ہو، جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال جیسے اِنْ تَبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ. ما کی مثال فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ، قد کی مثال اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَهٗ لن کی مثال وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ، اور سین کی مثال اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً نسرف يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ جملہ اسمیہ کی مثال اِنْ تُعَذِّبْهُمْ بما فَهُوَ عِبَادُكَ ۔ان تمام میں فاء کا لانا ضروری ہے جب شوہر ف نہیں لایا تو گویا اس نے شرط کی شرط پوری نہیں کی، جب ایسا نہ ہو، تو تعلیق نہیں پائی گئی، جب تعلیق نہیں پائی گئی، تو فی الحال طلاق واقع ہو گی، اگر شوہر تعلیق کی نیت کرے گا تو دیانۃً مان لی جائے گی، قضاءً نہیں مانی جائے گی۔

ان الفاظ شرط میں سے اذا ہے، اذا ما ہے، کل ہے، او کلما کا لفظ نہیں سنا گیا مگر مفتوح، اگر چہ وہ مبتدا ہو، اس لئے کہ اس کی اضافت مبنی کی طرف ہوتی ہے۔ اسی طرح الفاظ متی ہے۔ متی ما ہے، اور اسی کے مانند دوسرے الفاظ۔ جیسے لو، مثال اَنْتِ طَالِقٌ لَوْ دَخَلْتِ الدَّارَ ۔ اور لفظ من جیسے شوہر اپنی بیوی سے کہے مَنْ دَخَلَ مِنْكُنَّ الدَّارَ فَهِيَ طَالِقٌ ۔ تو اگر اس کی ایک بیوی گھر میں کئی بار داخل ہو گی، تو ہر بار اس کو طلاق پڑے گی، اس لئے کہ دخول جماعت کی طرف مضاف ہے۔ اس لئے اس کا عموم زیادہ ہو گیا کذا فی الغایۃ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت یہ ہے کہ فعل کی تکرار فقط لفظ کلما میں مشہور ہے، نہ اسکے غیر میں۔ اور بحر الرائق میں غایت والی روایت کو احد القولین سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ کُلّما کے سوا کوئی اور تکرار فعل کا باعث نہیں ہے۔

و فيها كلها تنحل اى تبطل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الا فى كلما فانه ينحل بعد الثلث لاقتضائها عموم الافعال كاقتضاء كل عموم الاسماء فلا يقع ان نكحها بعد زوج آخر الا اذا دخلت كلما على التزوج نحو كلما تزوجتك فانت كذا لدخولها على سبب الملك و هو غير متناه و من لطيف مسائلها لو قال لموطؤته كلما طلقتك فانت طالق فطلقها واحدة تقع ثنتان و فى كلما وقع عليك طلاقى يقع ثلث لتكرار الوقوع لكنه لا يزيد على الثلث و زوال الملك من نكاح او يمين لا يبطل اليمين فلو ابانها او باعه ثم نكحها او اشتراه فوجد الشرط طلقت و عتق لبقاء التعليق ببقاء محله.

تعلیق کا بطلان

ان الفاظ شرط میں تعلیق کے باطل ہونے سے یمین (قسم) باطل ہو جاتی ہے، جب کہ ایک بار شرط پائی جائے۔ سوائے کلما کے لفظ کے، کہ اس میں ایک مرتبہ شرط کے پائے جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی ہے، کیونکہ کلما میں تین کے بعد یمین باطل ہوتی ہے، کیونکہ اس کا اقتضا عموم افعال کو چاہتا ہے جیسے کل کا لفظ عموم اسماء کو چاہتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کُلّما دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ اس کے بعد اگر عورت تین بار گھر میں داخل ہو گئی تو تینوں مرتبہ طلاق واقع ہو گی۔ اگر دوسرے شوہر کے بعد پہلے شوہر کے پاس آئے گی اگر گھر میں داخل ہو گی تو اب طلاق

واقع نہیں ہو گی۔ اس طرح اگر کہا کُلُّ امْرَاةٍ اَتَزَوَّجھا فَھِیَ طَالِقٌ (جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے) تو جس عورت سے بھی اس کے بعد نکاح کرے گا۔ اس کو طلاق واقع ہو گی۔ لیکن اگر اسی عورت سے دوسری بار نکاح کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہو گی اس لئے کہ کل کا لفظ عموم اسماء کو چاہتا ہے نہ کہ عموم افعال کو۔

کلما کا اثر لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تھا کُلَّمَا دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ اور عورت تین بار گھر میں داخل ہوئی تھی، اور تین طلاقیں پڑ چکی تھیں تو پھر اس نے دوسرے سے نکاح کر لیا تھا، اس نے جب طلاق دیدی تو اب اگر پہلا شوہر اس سے نکاح کریگا تو اب گھر میں داخل ہونے سے اسکو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ البتہ اگر کلما کا لفظ اس نے تزوج کے لفظ پر داخل کر کے کہا، کُلَّما تزوَجتكِ فانتِ طَالِقٌ (جب جب میں تجھ سے شادی کروں تجھ کو طلاق ہے) تو اس صورت میں طلاق واقع ہوتی رہے گی کیونکہ کلما کو ملک کے سبب پر داخل کیا ہے، اور ملک کا سبب متناہی نہیں ہوتا ہے۔ تو جب جب نکاح کرے گا طلاق واقع ہو گی، اگرچہ ستر بار نکاح کرے اور ستر زوج کے بعد کرے، کیونکہ جب شادی ہو گی شرط پائی جائے گی۔

عجیب مسائل کلما کلما کے مزودار مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی موطوءہ سے کہے کُلَّمَا طَلَّقْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ (جب جب میں تجھ کو طلاق دوں تو تجھ کو طلاق ہے) اس کہنے کے بعد اس نے ایک مرتبہ اس کو طلاق دی، تو اس صورت میں دو طلاق واقع ہو نگی، ایک طلاق فوری بطور تنجیز کے اور دوسری بسبب تعلیق کے۔

اگر شوہر نے کہا کُلَّمَا وَقَعَ عَلَيْكِ طَلَاقِی فَاَنْتِ طَالِقٌ (جب تجھ پر میری طلاق واقع ہو تو مطلقہ ہے) اس کے بعد اس کو اک طلاق دی تو اس پر تین طلاق واقع ہو نگی ایسا طلاق کے مکرر ہونے کی وجہ سے ہو گا۔ اس لئے کہ جب اس نے ایک طلاق دی، تو شرط پائی گئی۔ اس لئے دوسری واقع ہوئی اور ثانی کے بعد پھر شرط واقع ہوئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی، و علی ہذا القیاس لیکن چونکہ تین سے زیادہ طلاق نہیں ہوتی ہے اس لئے وہیں معاملہ آکر رک جائے گا، اور تین سے زیادہ طلاق واقع نہیں ہو نگی۔

تعلیق کے بعد ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا یہ تعلیق کو باطل نہیں کرے گا چنانچہ اگر عورت منکوحہ کو ایک یا دو طلاق بائن دیدی، اور اسکی عدت گذر گئی پھر مطلقہ بائنہ سے نکاح کیا، خواہ دوسرے شوہر کے بعد ہوا ہو اس کے بعد شرط پائی گئی تو وہ مطلقہ ہو جائے گی یا تعلیق آزادی کے بعد غلام کو بیچا پھر اس غلام کو خریدا، اس کے بعد شرط پائی گئی تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ چونکہ محل باقی ہے اس لئے تعلیق بھی باقی رہی۔ اور اگر تین طلاق دی ہو گی تو پھر تعلیق باقی نہ رہے گی اور طلاق واقع نہیں ہو گی۔

و تنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن ان وجد فی الملك طلقت و عتقت و الا لا فحيلة من علّق الثلث بدخول الدار ان يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوته ليعم العدمی فالقول له مع اليمين لانكاره الطلاق و مفاده انه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها اياما فادعی الوصول و انكرت ان القول له و به جزم فی القنية لكن صحح فی الخلاصة والبزازية ان القول لها و اقره فی البحر و النهر و هو يقتضی تخصيص المتون لكن قال المصنف و جزم شيخنا فی فتواه بما تفيده المتون والشروح لانها الموضوعة لنقل المذهب.

تعلیق کا خاتمہ

شرط کے پائے جانے کے بعد تعلیق باقی نہیں رہتی، خواہ شرط کا وجود ملک میں ہوا ہو، یا غیر ملک میں، لیکن اگر ملک میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر شرط ملک میں نہیں پائی گئی، تو عورت مطلقہ نہیں ہوگی، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ بغیر شرط جزا نہیں پائی جاتی ہے۔

لہٰذا اگر کسی نے تین طلاق کو گھر میں داخل ہونے پر معلق کیا تھا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ شوہر عورت کو ایک طلاق دے، پھر چپکا رہے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے۔ عدت گذر جانے کے بعد عورت گھر میں داخل ہوگی تو تعلیق ختم ہو جائے گی، قاعدہ یہ ہے کہ شرط کے پائے جانے کے بعد تعلیق باطل ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ عورت سے نکاح کر لے، اب اگر عورت گھر میں داخل ہوگی تو کچھ طلاق واقع نہیں ہوگی یہ اس وقت ہے جب کہ تعلیق کلما کے لفظ کے ساتھ نہ ہو۔ اور اگر کلما کے ساتھ تعلیق ہوگی، تو ایک مرتبہ گھر میں داخل ہونے سے تعلیق باطل نہیں ہوگی۔ اس صورت میں بعد عدت اور نکاح ثانی سے پہلے عورت کو تین مرتبہ گھر میں داخل ہونے سے تعلیق باطل نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کے بعد ہی تعلیق باطل ہوگی۔

میاں بیوی میں شرط کے اندر اختلاف

اگر میاں بیوی میں شرط کے پائے جانے کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے، یعنی شرط کے ثابت ہونے میں، تو اس صورت میں شوہر کا قول یمین کے ساتھ مانا جائے گا۔ کیونکہ شوہر طلاق کا منکر ہے اور ثبوت مدعی پر ہے اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔

تعلیق مذکور کا مفاد یہ ہوگا کہ اگر شوہر نے بیوی کے طلاق کو چند روز تک نفقہ کے نہ پہنچنے پر معلق کیا ہے مثلاً یہ کہا کہ اگر تیرا نفقہ فلاں مہینہ تک نہ پہنچے تو طلاق ہے۔ اس کے بعد شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ نفقہ پہنچا اور بیوی انکار کرتی ہے اور کہتی ہے نہیں پہنچا۔ تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ اور قنیہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔

لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں اس قول کی تصحیح کی ہے کہ پہلے مسئلہ میں عورت کی بات قابل تسلیم ہوگی اور اسی کا قول معتبر ہوگا۔ اور اسی کو بحر الرائق اور نہر الفائق میں بر قرار رکھا ہے، اور یہ متون کی تخصیص کا مقتضی ہے۔ کیونکہ متون میں شوہر کا قول مطلقاً معتبر کہا گیا ہے۔ مصنف نے فتح الغفار میں لکھا ہے کہ ہمارے استاذ مصنف بحر الرائق نے متون و شرح پر فتویٰ دینے پر یقین کیا ہے، کیونکہ یہی دونوں نقل مذہب میں قابل اعتماد ہیں اور اسی لئے یہ دونوں وضع کئے گئے ہیں اس لئے قاعدہ میں نقل مذہب کے اندر متون و شروح کی روایت ہی مقدم ہوگی۔

كما لا يخفى الا اذا برهنت فان البينة تقبل على الشرط و ان كان نفيا كان لم تجئ مهر فى الليلة فامرأتى كذا فشهدا انها لم تجئه قبلت وطلقت منح و فى التبيين ان لم اجامعك فى حيضتك فانت طالق للسنة ثم قال جامعتك ان حائضا فالقول له لانه يملك الانشاء و الا لا انتهى قلت فالمسئلة السابقة و الآتية ليستا على اطلاقهما و ما لا يعلم وجوده الا منها صدقت فى حق نفسها خاصة استحسانا بلا يمين نهر بحثا و مراهقة كبالغة و احتلام كحيض فى الاصح.

عورت کے قول کا اعتبار

مگر جب عورت اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے تو یہ گواہی شرط کی بنیاد پر قبول نہیں کی جائے گی، اگر چہ شرط نفی کی ہو جیسے اس طرح کہنا اگر آج رات میری خوشدامن یا سالی نہیں آئے گی تو میری عورت کو طلاق ہے اس کے گواہوں نے گواہی دی کہ وہ نہیں آئیں تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور

عورت کو طلاق ہو جائے گی (یہ نفی نفی نہیں حقیقت میں اثبات ہے)

میاں بیوی میں اختلاف کی صورت

اور تبیین میں اس طرح روایت ہے کہ شوہر نے کہا کہ اگر میں نے تیرے ساتھ زمانۂ حیض میں وطی نہیں کی تو تجھ کو سنت کے موافق طلاق ہے اس کے بعد شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ تیرے زمانہ حیض میں وطی کی ہے، اگر دعویٰ کے وقت عورت حیض میں تھی تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ اس وجہ سے کہ وہ انشاء اور جماع دونوں کا مالک ہے، یعنی حالت حیض میں اس کے جماع کرنا ممکن ہے۔ گو شرعاً جائز نہیں۔ اور اگر جماع کے دعویٰ کے وقت عورت حائضہ نہیں تھی، تو شوہر کے قول کی تصدیق نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ واقعہ اس کے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے، شارح کہتے ہیں کہ پہلا مسئلہ اور آئندہ آنے والا مسئلہ دونوں اپنے طلاق پر نہیں ہیں یعنی مقید ہیں اور ایسی شرط جس کا وجود عورت کے بغیر معلوم نہ ہو، جیسے حیض، یا اس کی محبت یا اس کا بغض وغیرہ تو یہاں عورت کے حق میں اس کی ہی بات خاص کر لی جائے گی، اور بغیر قسم کے مانی جائے گی۔ کیونکہ وہ اپنے حق میں امین ہے، اور عورت کی تصدیق باعتبار استحسان کے ہے۔

مراہقہ کا قول

جو عوت قریب البلوغ (مراہقہ) ہو وہ بالغہ کے برابر ہے، اور احتلام مثل حیض کے ہے صحیح تر قول یہی ہے۔ لہٰذا اگر طلاق کو حیض پر معلق کیا اور قریب البلوغ نے کہا کہ مجھ کو حیض آیا تو اس کی تصدیق ہوگی۔ جیسے بالغہ کی تصدیق کی جاتی ہے۔

كقوله ان حضت فانت طالق و فلانة او ان كنت تحبين عذاب الله فانت كذا و عبده حر فلوقالت حضت والحيض قائم فان انقطع لم يقبل قولها زيلعي وحدادي او احب طلقت هي فقط ان كذبها الزوج فان صدقها او علم وجود الحيض منها طلقتا جميعا حدادي و في ان حضت لا يقع برؤية الدم لاحتمال الاستحاضة فان استمر ثلثا وقع من حين رأت و كان بدعيا فلو غير مدخولة فتزوجت بأخر في ثلثة ايام صح فلو ماتت فيها فارثها للزوج الاول دون الثاني و تصدق في حقها دون ضرتها و في ان حضت حيضة او نصفها او ثلثها او سدسها لعدم تجزيها لايقع حتى تطهر منها لان الحيضة اسم للكامل ثم انما يقبل قولها ما لم ترحيضة اخرى جوهرة و في ان صمت يوما فانت طالق تطلق حين غربت الشمس من يوم صومها بخلاف ان صمت فانه يصدق بساعة.

حیض پر طلاق کی تعلیق

چنانچہ اگر شوہر اس طرح کہے کہ اگر تو حائضہ ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے، یا فلانی کو طلاق ہے، یا تو اللہ کے عذاب کو پسند کرتی ہے تو تجھ کو طلاق ہے۔ یا فلاق کا غلام آزاد ہے۔ اس کے بعد اگر عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی، اور اس وقت حیض قائم تھا۔ تو مطلقہ ہوگی اور حیض منقطع ہو چکا تھا تو عورت کا قول مقبول نہ ہوگا، چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اس کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، یا عورت نے کہا کہ میں عذاب خداوندی کو پسند کرتی ہوں، تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس نے خبر دی ہے، اس کی سوکن مطلقہ نہیں ہوگی، اگر شوہر اس کی تکذیب کر دے گا۔ اور اگر

شوہر نے اس کی تصدیق کی یا شوہر کو اس کا حائضہ ہونا معلوم ہو گیا، تو دونوں عورتیں مطلقہ ہوں گی یعنی خبر دینے والی بھی اور اسکی سوکن بھی اور جب اس نے کہا تھا اگر تو حائضہ ہوئی تو طلاق ہے تو خون دیکھنے کے ساتھ ہی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہو سکتا ہے وہ خون حیض کا نہ ہو، استحاضہ کا ہو۔ لیکن اگر خون تین دنوں تک برابر جاری رہا، تو طلاق واقع ہوگی اور اس وقت سے واقع ہوگی جب سے اس نے خون دیکھا ہے۔ اور یہ طلاق بدعی ہوگی کیونکہ حیض میں واقع ہوئی ہے۔

غیر مدخولہ کا نکاح ثانی

اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور وہ دوسرے مرد سے تین دن میں نکاح کرے، تو یہ نکاح صحیح ہوگا، پھر اگر غیر مدخولہ دوسرے نکاح کے بعد تین دن کے اندر مر گئی تو اس کی وراثت پہلے شوہر کو ملے گی نہ کہ دوسرے کو۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ حیض کا خون تھا یا کوئی دوسرا کیونکہ حیض کا خون تین دن سے کم نہیں ہوتا ہے۔ اور تین دن برابر خون جاری رہا تو دوسرا شوہر اس کا وارث ہوگا، اور اس بات میں عورت کے قول کی تصدیق ہوگی لیکن اسی کے حق میں۔ اس کی سوکن کے حق میں مقبول نہیں ہوگا۔

تعلیق کی چند صورتیں

اگر شوہر نے کہا کہ اگر تو حائضہ ہوئی ایک حیض یا نصف حیض یا تہائی یا چھٹا حصہ تو طلاق ہے، یعنی کل حیض کہے یا بعض حیض کہے دونوں برابر ہے کیونکہ حیض کا تجزیہ نہیں ہوتا، تو طلاق واقع نہیں ہوگی تا آنکہ عورت حیض سے پاک نہ ہو جائے، اس لئے کہ ایک حیض پورے حیض کو کہتے ہیں اور جب پاک ہوگی تو پورا حیض شمار ہوگا۔ اور اسکا یہ قول اسی حیض تک قبول ہوگا اگر اس کا اظہار دوسرا حیض آنے پر کیا تو پھر مقبول نہ ہوگا۔

اگر اس طرح کہا اگر تو ایک دن روزہ رکھے گی تجھ کو طلاق ہے، تو روزہ کے دن جب آفتاب غروب ہوگا اس وقت اس کو طلاق ہوگی اور اگر کہا ہے اگر تو روزہ رکھے گی، تو طلاق ہے تو روزہ رکھنے کے ایک گھنٹہ بعد طلاق ہو جائے گی غروب کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے صوم لغوی ایک ساعت پر بھی بولا جاتا ہے۔

قال لها ان ولدت غلاما فانت طالق واحدة و ان ولدت جارية فانت طالق ثنتين فولدتهما ولم يدر الاول تلزمه طلقة واحدة قضاء و ثنتان تنزها اى احتياطا لاحتمال تقدم الجارية و مضت العدة بالثانى فلذا لم يقع به شئ لان الطلاق المقارن لانقضاء العدة لا يقع فان علم الاول فلا كلام و ان اختلفا فالقول للزوج لانه منكر و ان تحقق و لادتهما معا وقع الثلث و تعتد بالاقراء و ان ولدت غلاما و جاريتين ولا يدرى الاول يقع ثنتان قضاء ثلث تنزها و ان ولدت غلامين و جارية فواحدة قضاء و ثلث تنزهًا و هذا بخلاف ما لو قال ان كان حملك غلاماً فانت طالق واحدة و ان كان جارية فثنتين فولدت غلاماً و جارية لم تطلق لان الحمل اسم للكل فمالم يكن الكل غلاما او جارية لم تطلق و كذا لو قال ان كان ما فى بطنك غلاما والمسئلة بحالها لعموم ما بخلاف ان كان فى بطنك والمسئلة بحالها فانه يقع الثلث لعدم اللفظ العام.

اولاد پر تعلیق کی ایک صورت بیوی سے کہا کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھ کو ایک طلاق ہے، اور اگر لڑکی جنی تو تم کو دو طلاق ہے۔ اس عورت کو لڑکا لڑکی دونوں پیدا ہوئے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے لڑکا ہوا، یا پہلے لڑکی ہوئی، تو قضاءً اس کو ایک طلاق ہوگی اور بطور احتیاط دو طلاق واقع ہوگی، اس لئے کہ ہو سکتا ہے پہلے لڑکی پیدا ہوئی ہو، عدت پوری ہوگی اس بچہ سے جو بعد میں پیدا ہوا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دوسرے بچہ کے پیدا ہونے سے کچھ واقع نہ ہوگا اس لئے کہ جو طلاق انقضائے عدت سے متصل ہو۔ اس سے کچھ واقع نہیں ہوتا۔ لیکن اگر معلوم ہوا کہ پہلا کون ہے تو اس میں کلام کی حاجت نہیں ہے، اگر پہلے اسکو لڑکا ہوا ہے تو ایک طلاق ہوگی اور اگر پہلے لڑکی ہوئی ہے تو اس کو دو طلاق ہوگی، پہلی صورت میں لڑکی پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگی اور دوسری صورت میں لڑکا ہونے پر، اور اگر میاں بیوی میں اختلاف ہوا۔ عورت نے کہا کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی اور شوہر نے کہا پہلے لڑکا پیدا ہوا۔ تو اس صورت میں شوہر کی بات مانی جائے گی اس لئے کہ وہ منکر ہے، مدعی عورت ہے۔ اور اگر ثابت ہوا کہ دونوں بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے تو تین طلاق واقع ہونگی اور اس وقت اس کی عدت حیضوں سے ہوگی۔

اور اگر عورت کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور دو لڑکیاں اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے کون ہوا۔ تو قضاءً دو طلاق واقع ہوں گی اور احتیاطاً تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر دو لڑکے پیدا ہوں اور ایک لڑکی اور یہ معلوم نہیں کہ پہلے کون ہوا تو قضاءً ایک طلاق واقع ہوگی اور احتیاطاً تین طلاقیں ہوں گی۔

حمل پر تعلیق اس مسئلہ ولادت کے مخالف مسئلہ حمل ہے اس طرح کہ اگر شوہر نے کہا اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تم کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہے۔ اسکو ایک لڑکا ہوا اور ایک لڑکی ہوئی، دونوں ساتھ ہی، تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی اس وجہ سے کہ حمل کل کا نام ہے، تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ شرط نہیں پائی جائیگی۔

اور اگر کہا جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے تو ایک طلاق ہے، پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ جنی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ کل حمل لڑکا نہ ہوا لہذا شرط نہیں پائیگئی۔ اگر کہا کہ تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہے، پھر عورت کو لڑکی لڑکا ساتھ تولد ہوئے، تو اس صورت میں تین طلاقیں ہوں گی اس لئے کہ اس میں کوئی عام لفظ نہیں ہے جس سے جمیع مافی البطن مراد ہو، یہاں فی البطن کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔

فروع علق طلاقها بحبلها لم تطلق حتى تلد لاكثر من سنتين من وقت اليمين قال ان ولدت ولدا فانت طالق او حرة فولدت ولدا ميتا طلقت و عتقت قال لام ولده ان ولدت فانت حرة تنقضي به العدة جوهرة علق العتاق او الطلاق و لو الثلث بشيئين حقيقة بتكرار الشرط اولا كان جاء زيد و بكر فانت كذا يقع المعلق ان وجد الشرط الثاني فى الملك و الا لا لاشتراط الملك حالة الحنث و المسئلة رباعية علق الثلث او العتق لامته بالوطى حنث بالتقاء الختانين و لم يجب عليه العقر فى المسئلتين باللبث بعد الايلاج لان اللبث ليس بوطئ و لذا لم يضر به مراجعا فى الطلاق الرجعي الا اذا اخرج ثم اولج ثانيا حقيقة او حكما بان حرك نفسه فيصير

مراجعا بالحركة الثانية و يجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس.

حاملہ ہونے پر تعلیق اگر کسی نے اپنی بیوی کے طلاق کو اس کے حاملہ ہونے پر معلق کیا۔ اس صورت میں اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک تعلیق سے لے کر دو سال سے زیادہ میں بچہ نہ جنے۔ اگر دو برس سے کم یا پورے دو برس میں جنے گی تو طلاق نہیں ہوگی۔ یہ کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو طلاق ہے۔ یا آزاد ہے، چنانچہ اس کو مردہ بچہ پیدا ہوا، تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور لونڈی آزاد ہو جائے گی، اس وجہ سے کہ مردہ کو بھی بچہ کہتے ہیں۔

آقا نے اپنے ام ولد سے کہا اگر تو بچہ جنے گی تو آزاد ہے پھر وہ مردہ بچہ جنی تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

کسی کے آنے پر تعلیق طلاق اور عتاق کو حقیقتاً دو چیزوں پر معلق کیا اور شرط مکرر لایا اس طرح کہا کہ اگر زید و بکر آیا تو تجھ کو طلاق ہے، اگر شرط ثانی ملک میں پائی جائے گی تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ تعلیق کے ختم کو ملک پر معلق کیا ہے۔ شرط اول کا ملک میں ہونا کافی نہ ہوگا۔ اور یہ مسئلہ رباعی ہے (یعنی چار صورتوں کا احتمال رکھتا ہے، ایک صورت یہ ہے کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جائیں، اس میں طلاق واقع ہوگی، دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جائیں اس میں طلاق نہ ہوگی، تیسری صورت یہ ہے کہ اول ملک میں پائی جائے دوسری نہ پائیجائے اس میں طلاق واقع نہ ہوگی چوتھی صورت یہ ہے کہ دوسری ملک میں پائی گئی اور پہلی ملک میں نہیں پائی گئی اس میں طلاق واقع ہوگی)۔

وطی پر تعلیق اگر کسی نے تین طلاق یا لونڈی کی آزادی کو وطی کرنے پر معلق کیا تو جونہی التقائے ختانین پایا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور لونڈی آزاد ہو جائے گی (التقائے ختانین کا مفہوم دونوں کی شرمگاہوں کا مل جانا ہے)

اور جب مرد شرمگاہ میں داخل کرنے کے بعد اسی حال میں ٹھہرا رہے گا تو اس پر عقر واجب نہیں ہوگا نہ طلاق کے مسئلہ میں اور نہ آزادی کے مسئلہ میں۔ اس لئے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ میں داخل کرنے کے بعد ٹھہرنا، یا رکنا جماع کے حکم میں نہیں ہے، جماع تو دونوں شرمگاہوں کے ملتے وقت ہو چکا اور وطی دراصل اسی کو کہتے ہیں۔ لہٰذا اس کے بدازسر نو ایسا نہیں ہوا کہ اس پر تاوان مہر وغیرہ آئے (عقر مہر مثل کو کہتے ہیں اگر وہ آزاد عورت ہے اور اگر لونڈی ہے تو بصورت باکرہ قیمت کا دسواں حصہ اور باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ) اور اس ٹھہرنے سے طلاق رجعی میں رجعت ثابت نہیں ہوگی، اس کی صورت یہ ہوگی کہ شرمگاہ کو شرمگاہ میں داخل کرنے کے بعد مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، اور اسی حال میں ٹھہرا رہا۔ نئی حرکت نہیں کی یعنی نکال کر دوبارہ داخل نہیں کیا، تو اس سے رجعت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کو اصطلاح میں جمع نہیں کہتے ہیں البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ٹھہرے رہنے سے بھی رجعت ثابت ہو جائے گی۔ اس لئے کہ طلاق کے بعد مساس پایا گیا، اور شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی رجعت ہو جاتی ہے، اور یہ قول قابل ترجیح ہے۔

ہاں اگر داخل کرنے کے بعد نکالا پھر داخل کیا خواہ حقیقتاً خواہ حکماً تو رجعت ہو جائے گی۔ حقیقتاً نکال کر داخل کرنا ظاہر ہے اور حکماً کا مطلب یہ ہے کہ نکالا تو نہیں لیکن اندر دوبارہ حرکت دی تو ان دونوں صورتوں میں رجعت ثابت ہو جائے گی، تین طلاق یا آزادی کے معلق کرنے میں جب یہ صورت پائی گئی ہے تو عقر تو واجب ہوگا، لیکن حد واجب نہیں ہوگی، کیونکہ مجلس ایک ہے۔

(یہ دراصل ایک اعتراض کا جواب ہے کہ جب لونڈی آزاد ہو گئی تو ملک سے خارج ہو گئی، اب اس کے ساتھ وطی حرام ہوئی اور

اس پر حد واجب ہوتی ہے، عقر مہر مثل کو کہتے ہیں۔ یہ آزاد عورت میں اور لونڈی ہے تو دیکھا جائے گا کہ باکرہ ہے یا نہیں اگر باکرہ ہے تو اس میں عقر اس کی قیمت کا دسواں حصہ ہے اور اگر باکرہ نہیں ہے تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ عقر ہوگا)

لا تطلق الجديدة في قوله للقديمة ان نكحتها اي فلانة عليك فهي طالق اذا نكح فلانة عليها في عدة البائن لان الشرط مشاركتها في القسم و لم يوجد و لو نكح في عدة الرجعي او لم يقل عليك طلقت الجديدة ذكره مسكين و قيده في النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها و الا فلا قسم لها كما مر.

شادی کرنے پر تعلیق

شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے رہتے ہوئے فلانی سے نکاح کروں تو اسکو طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائن دیدی اور اس کی عدت ابھی باقی تھی کہ فلانی سے نکاح کر لیا، تو اس صورت میں اس نئی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ طلاق بائن کے بعد وہ بیوی نکاح میں باقی نہیں رہی اور دونوں کو اجتماع نہیں پایا گیا، کہ طلاق واقع ہو سکے، باقی شب باشی میں مشارکت والی شرط کا نہ پایا جانا یہ علت مضبوط بات نہیں ہے، کیونکہ سفر میں باری لازم نہیں ہے لیکن پہلی بیوی کے رہتے ہوئے مذکورہ صورت میں اگر نکاح کرے گا تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

لیکن اگر نئی عورت سے اس نے نکاح پہلی بیوی کو طلاق رجعی دینے کے بعد اس کی عدت میں کیا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی اسی طرح اگر شوہر نے علیک کا لفظ نہیں کہا تھا کہ تجھ پر نکاح کروں اور اس نے نکاح کر لیا، تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، اس کو ملا مسکین نے ذکر کیا ہے اور نہر الفائق میں بحث کر کے طلاق کو رجعت کے ارادہ کے ساتھ مقید کیا ہے، یعنی اگر طلاق رجعی کے بعد رجعت کا وہ ارادہ رکھتا ہے تب تو طلاق واقع ہوگی اور اگر رجعت کا ارادہ نہیں کیا ہے تو واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں اس کی باری نہیں ہوگی۔ سفر میں باری کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

قال لها انت طالق ان شاء الله متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فم او فاصل مفيد لتاكيد او تكميل او حد او طلاق او نداء كانت طالق يا زانية او ياطالق ان شاء الله صح لاستثناء بزازية و خانية. بخلاف الفاصل اللغو كانت طالق رجعيا ان شاء الله وقع و بائنا لا يقع و لو قال رجعيا او بائنا يقع بنية البائن لا الرجعي قنية وقواه في النهر مسموعا بحيث لو قرب شخص اذنه الى فمه يسمع فصح استثناء الاصم خانية لا يقع للشك.

انشاء اللہ کے ساتھ طلاق واقع نہیں ہوتی

اگر شوہر نے اس طرح کہا تجھ کو طلاق ہے ان شاء اللہ کو ملا کر کہا ہے، یا سانس لینے کی وجہ سے یا کھانسی کی وجہ سے یا ڈکار کی وجہ سے، یا چھینک کی وجہ سے یا ہکلا پن کی وجہ سے یا کسی کے منہ بند کر دینے کی وجہ سے یا ایسے لفظ کی وجہ سے جو طلاق کی تاکید کے لئے مفید ہے اتصال نہ رہا۔ تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان کی وجہ سے اتصال میں فرق نہ سمجھا جائے گا، بلکہ انشاء اللہ کو متصل ہی قرار دیا جائے گا۔ اور طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف اگر فاصل لغو ہو جیسے کوئی کہ اَنتِ طَالِقٌ رجعیًا انشاء اللہ، تو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی، کو لفظ رجعیًا فاصل لغو ہے، وہ اتصال کو مانع ہوگا۔ البتہ اگر اس طرح کہے گا "اَنتِ طَالِقٌ بَائِنًا اِنْشَاءَ اللّٰہ" تو اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ بائن کا لفظ فاصل لغو نہیں ہے اور اگر شوہر نے کہا اَنتِ طَالِقٌ رَجْعِیًا اَوْ بَائِنًا اِنْشَاءَ اللّٰہ اگر بائن کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہوگی اور رجعی کی نیت کرے گا، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کذا فی القنیۃ اور بحر الرائق نے اس کو مضبوط کردیا ہے۔

استثناء متصل

استثناء متصل اس طرح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنا کان اس کے منہ کے پاس لے جائے تو سننے میں آئے، لہٰذا بہرے کا... استثناء کرنا درست ہوگا، کیونکہ بہرا گو نہیں سنتا لیکن اگر دوسرا اس کی جگہ سنتا تو سن لیتا، لہٰذا فقہاء نے جو سنے ہوئے کی تعریف لکھی ہے کہ خود سن سکے، اس سے بہرا مستثنٰی ہوگا، انشاء اللہ متصل کہنے سے طلاق اس لئے واقع نہیں ہوتی ہے، کہ اس کی وجہ سے شک پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ شوہر نے طلاق کو اللہ کی مشیت پر معلق کردیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کا پتہ نہیں لہٰذا احتمال پیدا ہو گیا کہ مشیت ہے یا نہیں ہے۔ اور نکاح یقینًا ہوا ہے تو یہ یقین شک سے زائل نہیں ہوگا۔ اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّكِّ

و ان ماتت قبل قوله ان شاء الله و ان مات يقع و لا تشترط فيه القصد و لا التلفظ بهما فلو تلفظ بالطلاق و كتب الاستثناء موصولا او عكس او ازال الاستثناء بعد الكتابة لم يقع عمادية و لا العلم بمعناه حتى لو اتى بالمشيئة من غير قصد جاهلا لم يقع خلافا للشافعى و انتهى الشيخ الرملى الشافعى فيمن حلف على شئ بالطلاق فانشأ له الغير ظانا صحته بعدم الوقوع انتهى قلت و لم اره لاحد من علمائنا و الله اعلم.

اَنتِ طَالِقٌ اِنْشَاءَ اللّٰہ کہنے سے اس صورت میں بھی طلاق واقع نہ ہوگی جب کہ بیوی انشاء اللہ کہنے سے پہلے مر چکی ہو، یعنی ابھی شوہر نے اَنتِ طَالِقٌ ہی کہا تھا کہ بیوی کی روح پرواز کر گئی انشاء اللہ کا کلمہ موت کے بعد پورا ہوا مگر تھا اَنتِ طَالِقٌ سے متصل۔ اس مسئلہ کا ثمرہ یہ ظاہر ہوگا کہ اس صورت میں شوہر بیوی کا وارث قرار پائے گا۔ اور اگر طلاق واقع ہو جاتی تو وارث نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اَنتِ طَالِقٌ کہا ہی تھا کہ شوہر کا انتقال ہو گیا انشاء اللہ نہیں کہہ پایا تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، کہ استثناء نہیں پایا گیا۔

تلفظ اور ارادہ کا پایا جانا شرط نہیں

استثناء کے صحیح ہونے کے لئے ارادہ کا پایا جانا شرط نہیں ہے لہٰذا اگر شوہر نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان سے نکلا، اَنتِ طَالِقٌ انشاء: اللہ تو یہ استثناء صحیح ہوگا طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نہ طلاق اور استثناء کا بولنا شرط ہے، لہٰذا اگر کسی نے طلاق کا لفظ زبان سے کہا اور انشاء اللہ اس کے متصل لکھ دیا یا اس کے برعکس کیا کہ طلاق کا لفظ لکھا اور انشاء اللہ زبان سے کہا، یا لکھنے کے بعد انشاء اللہ کو مٹا ڈالا، تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ تلفظ شرط نہیں ہے، اور انشاء اللہ کے معنی کا جاننا بھی شرط نہیں ہے، چنانچہ شوہر نے بلا قصد اور اپنی جہالت کی وجہ سے اَنتِ طَالِقٌ کہنے کے ساتھ انشاء اللہ کہہ دیا ہے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ امام شافعی کے

نزدیک انشاءاللہ کے درست ہونے کے لئے قصد اور اس کے معنیٰ کا جاننا دونوں کا شرط ہے۔

دوسرے کا متصلاً انشاءاللہ کہنا
شیخ رملی شافعیؒ نے اس شخص کے بارے میں طلاق کے نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس نے کسی پر طلاق کی قسم کھائی اور دوسرے نے اس قسم کھانے والے کے واسطے انشاءاللہ کہا اور قسم کھانے والا اس غیر کے انشاءاللہ کہنے کے صحیح ہونے کا گمان رکھتا ہے شارح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے علماء احناف میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہو۔ طحطاوی کا کہنا ہے اتحاد متکلم کا درست ہوتا ہے لہٰذا غیر کا استثناء کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

و لو شهدا بها و هو لا يذكرها ان كان بحال لا يدرى ما يجرى على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لابحر و يقبل قوله ان ادعاه و انكرته فى ظاهر المروى عن صاحب المذهب و قيل لا يقبل الا ببينة و عليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية و قيل ان عرف بالصلاح فالقول له و حكم من لم يوقف على مشيئة فيما ذكرنا كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك و كذا ان شرك كان شاء الله و شاء زيد لم يقع اصلا.

انشاءاللہ کہنے پر گواہوں کی گواہی
دو گواہوں نے گواہی دی کہ اَنْتِ طَالِقٌ کے متصل شوہر نے انشاءاللہ بھی کہا تھا اور شوہر کو اس کا کہنا یاد نہیں، اگر کہنے کے وقت شوہر کا حال یہ تھا کہ غصہ کی وجہ سے اس کو کچھ خبر نہیں تھی، کہ وہ کیا بول رہا ہے، اور زبان سے کیا نکال رہا ہے، تو اس صورت میں شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ گواہوں کی گواہی پر اعتماد کرے، اور اگر ایسی بے خبری کی حالت نہیں تھی تو پھر اس کو ان کے قول اور گواہی پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

بیوی شوہر کا اختلاف
شوہر کہتا ہے کہ میں نے انشاءاللہ کے ساتھ طلاق دی تھی، اور عورت اس کا انکار کرتی ہے، تو ظاہر الروایت یہ ہے کہ اس صورت میں شوہر کا قول قبول کیا جائے گا۔ اور غیر ظاہر الروایۃ میں ہے کہ بغیر گواہوں کے اس کا قول مقبول نہیں ہوگا۔ اور فتویٰ اسی دوسرے قول پر ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے، اور یہ اس وجہ سے کہ فساد کا غلبہ ہے لہٰذا احتیاط اسی میں ہے (کیونکہ عوام حرام و حلال میں جیسی تمیز چاہیے نہیں کرتے ہیں، اس لئے گواہوں کی گواہی کے بعد قبول کرنا مناسب ہوگا) اور صاحب فتح القدیر نے کہا ہے کہ اگر شوہر صلاح و تقویٰ میں شہرت رکھتا ہے تو اس کی بات مانی جائے گی۔

طلاق کی اُن کی مشیت پر تعلیق جن کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے
اگر طلاق کو ان چیزوں کی مشیت پر موقوف کیا ہے جن کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے جیسے عام انسان، جن، فرشتے، دیوار اور گدھا وغیرہ تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ سب آدمیوں کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے، اسی طرح جن فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی ہے باقی دیوار اور گدھے میں تو مطلقاً مشیت ہی نہیں ہے، دیوار سے مراد جمادات ہیں اور گدھا سے حیوانات مراد ہیں۔

جس کی مشیت معلوم ہو سکتی ہے اگر اس کے ساتھ اس نے خدا کی مشیت کو بھی ملا دیا، مثلاً اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق ہے اگر خدا نے چاہا اور زید نے چاہا۔ تو اس صورت میں طلاق قطعاً واقع نہیں ہوگی گو زید چاہتا ہی کیوں نہ ہو۔

و مثل ان الا و ان لم و اذا و ما و مالم يشأ و من الاستثناء انت طالق لو لا ابوك او لو لاحسنك او لو لا انى احبك لم يقع خانية و منه سبحان الله ذكره ابن الهمام فى فتواه قال انت طالق ثلثا و ثلثا ان شاء الله او انت حر و حر ان شاء الله طلقت ثلثا و عتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانى لغو ولا وجه لكونه توكيد اللفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر و عتيق لانه توكيد و عطف تفسير فيصح الاستثناء.

حروف شرطیہ اِن شرطیہ کی طرح یہ الفاظ بھی ہیں اِلاّ ، اِنْ ، لَمْ، اِذَا، مَا، مَالَمْ، مثلاً شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِلاَّ اَنْ يَّشَاء الله یا کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ لَمْ يَشَاء الله یا کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِذَاشَاء الله. یا کہا اَنْت طَالِقٌ مَاشَاءَ الله تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی، جس طرح متصلاً انشاءاللہ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

استثناء کی مزید صورتیں اور استثناء میں سے یہ بھی ہے اَنْتِ طَالِقٌ لَوْلاَ اَبُوْكَ (تجھ کو طلاق ہے اگر تیرا باپ نہ ہو) اَنْتِ طَالِقٌ لَوْلاَ حُسْنُكَ (اگر تیرا حسن نہ ہو تو تجھ کو طلاق ہے) اَنْتِ طَالِقٌ لَوْلاَ اِنِّى اُحِبُّكَ (تجھ کو طلاق ہے اگر میں تجھ کو محبوب نہ رکھتا ہوں) ان سب سے بھی طلاق واقع نہیں ہوگی کذا فی الخانیہ۔ یہ استثناء میں اس وجہ سے داخل ہوا کہ کلمہ "لولا" امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے۔

سبحان اللہ کے ساتھ طلاق استثناء میں سبحان اللہ بھی ہے، اسے کمال الدین نے اپنے فتویٰ میں بیان کیا ہے، یعنی اگر کوئی شوہر کہے اَنْتِ طَالِقٌ سُبْحَانَ الله تو طلاق واقع نہیں ہوگی جیسے انشاءاللہ کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

تاکید کا فصل ہو تو شوہر نے کہا انت طَالِقٌ ثلثاً و ثلثا انشاء الله یا آقا نے غلام سے کہا اَنْتِ حُرًّا و حُرٌّ انشاء الله تو اس صورت میں بیوی پر تین طلاق ہو جائے گی اور غلام آزاد ہو جائے گا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک، کیونکہ پہلے دوسرا ثلثا اور حُرَ میں دوسرا الحر لغو ہے، کیونکہ لفظ تاکید نہیں ہے، کیونکہ درمیان میں واو آنے سے دونوں میں فصل واقع ہوگیا، اور تاکید میں فصل نہیں ہوتا ہے، للہذا استثناء درست نہیں ہوا۔ اس کے خلاف ہے اَنْتَ حُرّ حُرٌّ انشاء الله یا اَنْتَ حُرٌّ وَ عِتْقٌ انشاء الله اس پہلے میں تاکید ہے۔ اور دوسرے میں عطف تفسیری ہے، للہذا یہاں استثناء صحیح ہوگا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

و كذا يقع الطلاق بقوله ان شاء الله انت طالق فانه تطليق عندهما تعليق عند ابى يوسف لاتصال المبطل بالايجاب فلا يقع كما لو اخر و قيل الخلاف بالعكس و على كل فالمفتىٰ به عدم الوقوع اذا قدم المشيئة و لم يأت بالفاء فان أتىٰ بها لم يقع اتفاقا كما فى البحر والشرنبلالية والقهستانى وغيرها فليحفظ و ثمرته فيمن حلف لا يحلف بالطلاق و قاله

حنث علی التعلیق لا الابطال و بانت طالق بمشیئة اللّٰه او بارادته او بمحبته او برضاه لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط

انشاء اللہ طلاق سے متصل پہلے لانا

اسی طرح اگر کوئی شوہر کہے "انشاء الله اَنْتِ طَالِقٌ" تو اس سے طلاق واقع ہو گی کیونکہ یہ طرفین کے نزدیک تطلیق ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعلیق ہے، کیونکہ انت طالق سے انشاء اللہ متصل ہے گو پہلے ہے لہٰذا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہو گی جیسے کوئی اَنْتِ طَالِقٌ اِنْشَاءَ الله کہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس کی بزازی نے تصحیح کی ہے۔ اور فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے، اور بعضوں نے کہا کہ اختلاف اس کے برعکس ہے یعنی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تطلیق ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک تعلیق، لیکن یہ طے ہے کہ فتویٰ یہی ہے کہ طلاق واقع نہیں ہو گی، جب انشاء اللہ کو مقدم کر دیں گے تو بھی بشرطیکہ جزاء پر فاء نہ لائے۔ لیکن اگر شوہر اس طرح کہے انشاء اللہ فانت طالق یعنی جزا پر فاء داخل کرے تو سبھوں کا اتفاق ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ بحر الرائق، شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہ میں صراحت موجود ہے۔

مشیت ارادہ وغیرہما کے ساتھ طلاق نہیں ہوتی

اس اختلاف کا ثمرہ اس شخص کے حق میں ظاہر ہو گا، جس نے قسم کھائی ہے کہ میں طلاق کی قسم نہیں کھاؤں گا۔ اور اس کی زبان سے نکلا اِنْشَاءَ الله اَنْتِ طَالِقٌ، تو تعلیق کی صورت میں وہ حانث قرار پائے گا، باطل کرنے کی صورت میں وہ حانث نہیں ہو گا۔ اگر شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ بِمَشِیَّةِ الله یا کہا اَنْتِ طَالِقٌ بارادۃِ الله یا بِمحَبَّتِهٖ یا بِرِضَاهُ کہا تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ مشیت، ارادہ، محبت اور رضا میں باء بمعنی اتفاق و اتصال ہے۔ تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے ہوا شرط کے ساتھ تو جس طرح انت طالق انشاء الله سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے ویسا ہی اس قول سے بھی طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ مشیت الٰہی، اس کی محبت اور رضا امور غلبیہ میں ہیں، آدمی کو اس کی اطلاع ممکن نہیں ہے، تو شک کی بنیاد پر طلاق کیسے واقع ہو سکتی ہے۔

و ان اضافه ای المذکور من المشیئة وغیرها الی العبد کان ذلك تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر و ان قال بامره او بحکمه او بقضائه او باذنه او بعلمه او بقدرته یقع فی الحال اضیف الیه تعالی او الی العبد اذ یراد بمثله التنجیز عرفا کقوله انت طالق بحکم القاضی و ان قال ذلك باللام یقع فی الوجوه کلها لانه للتعلیل و ان کان ذلك بحرف فی ان اضافه الی اللّٰه تعالی لا یقع فی الوجوه کلها لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانه یقع فی الحال و کذا القدرة ان نوی بها ضد العجز لوجود قدرة اللّٰه تعالی قطعا کالعلم.

مشیت وغیرہ کی نسبت بندہ کی طرف

اگر مشیت، محبت اور رضا وغیرہ کی نسبت بندہ کی طرف کی، تو یہ طلاق کی تملیک ہو گی، اور مجلس علم پر منحصر ہو گی مثلاً کسی نے بیوی سے کہا تم کو بمشیت زید طلاق ہے یا اس کی رضا پر طلاق ہے تو زید کو مجلس تک طلاق دینے کا اختیار ہو گا۔ جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

طلاق امر خدا وغیرہ کے سات

اور اگر شوہر نے اس طرح کہا ہے کہ تجھ کو بامر خدا طلاق ہے، یا بحکم خدا طلاق ہے، یا باذن خدا طلاق ہے، یا بعلم خدا طلاق ہے تو اس سے فوراً طلاق واقع ہو گی۔ خواہ امور مذکورہ خدا کی طرف منسوب ہوں، خواہ بندہ کی طرف، اس وجہ سے ایسے قول سے عرف عام میں فوری طلاق مراد ہوتی ہے، تعلیق مراد نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تجھ کو طلاق اس وجہ سے ہے کہ خدا نے طلاق کا حکم فرمایا اور بندے کی طرف منسوب کی مثال جیسے شوہر نے کہا تجھ کو بامر قاضی طلاق ہے، یا بحکم قاضی طلاق ہے۔

مشیت کا لام کے ساتھ لانا

اور اگر مشیت، رضا وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا جیسے اَنْتِ طَالِقٌ لِمَشِیَّۃِ اللہ اَوْ لِاَمْرِہٖ تو تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو گی، اس لئے کہ لام تعلیل کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور طلاق کے لئے نفس الامر میں علت کا ہونا ضروری نہیں۔

فی کے ساتھ

اور اگر ان الفاظ مشیت، رضا وغیرہ کو فی کے ساتھ کہا اور اس کی نسبت خدا کی طرف کی، تو طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ فی بمعنی شرط ہے۔ لہٰذا جب کہا اَنْتِ طَالِقٌ فِی مَشِیَّۃِ اللہ تو یہ درجہ میں ہوا "اَنْتِ طَالِقٌ اِنْشَاءَ اللہ" کے، البتہ اگر کہا ہے "اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ عِلْمِ اللہ، تو فوری طور پر طلاق واقع ہو جائے گی، اسی طرح اگر کہا اَنْتِ طَالِقٌ فِی قُدْرَۃِ اللہ اور اس عجز کا ضد مراد لیا تو طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پائی جاتی ہے۔ جیسے علم پایا جاتا ہے۔

و ان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول و ما بمعناها کالهوی والروية تعليقا في غيرها و هي ستة ثم العشرة اما ان تضاف لله او للعبد والعشرون اما ان تكون بباء او لام او في فهي ستون و في البزازية كتب الطلاق و استثنى بالكتابة صح و على ما مر عن العمادية فهي مائة و ثمانون.

الفاظ مشیت وغیرہ کی نسبت بندہ کی طرف

اور اگر اس کی اضافت بندہ کی طرف کی ہے، تو پہلے چار الفاظ میں تملیک ہو گی۔ وہ چار یہ ہیں: مشیت، ارادہ، محبت اور رضا، اور جو لفظ کہ ان کے ہم معنی ہوں۔ جیسے ہوی بمعنی خواہش و محبت اور رویت بمعنی رؤیت قلبی، ان چار الفاظ کے علاوہ میں یہ اضافت تعلیق ہو گی۔ اور وہ چھ ہیں۔ امر، حکم، قضا، اذن، علم اور قدرت۔ مثلاً شوہر نے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ مَشِیَّۃِ زید" تو یہ زید کے لئے مجلد تک تملیک ہے مجلس تک وہ طلاق دے سکتا ہے۔

ان الفاظ کی نسبت خدا کی طرف

پھر یہ دس الفاظ یا خدا کی طرف منسوب ہوں گے یا عبد کی طرف منسوب ہوں گے، تو یہ بیس ہوئے، اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں، یا باء کے ساتھ مستعمل ہوں گے یا لام کے ساتھ ان کا استعمال ہو گا یا فی کے ساتھ، تو اس طرح بیس کو تین میں ضرب دینے سے سات صورتیں ہو جائیں گی انت طالق بعلم اللہ جیسے اَنْتِ طَالِقٌ لِعِلْمِ اللّٰہ، اَنْتِ طَالِقٌ فِی عِلْمِ اللّٰہ، اسی طرح انت طالق بعلم زید، انت طالق لعلم زید، انت طالق فی علم زید اور وہ دس الفاظ یہ ہیں: مشیت، ارادہ، محبت، رضا، امر، حکم، قضا، اذن، علم، قدرت)

ان الفاظ کی صورتیں فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ شوہر طلاق لکھے اور لکھنے کے ساتھ استثناء کرے، یعنی طلاق انشاءاللہ کے ساتھ لکھے، دوسری صورت یہ ہے انشاءاللہ کے ساتھ طلاق کا تلفظ کرے، تو اگر ساٹھ کو اس دو میں ضرب دیا جائے تو ایک سو بیس صورتیں ہوں گی۔ شارح نے عمادیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک سو اسی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ عمادیہ میں تین احتمال ظاہر کئے گئے ہیں۔(۱) طلاق زبان سے کہے اور انشاءاللہ کو فوراً لکھے (۲) دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھے اور انشاءاللہ فوراً زبان سے کہے، تیسرے یہ کہ انشاءاللہ لکھنے کے بعد مٹاڈالے، تو اس طرح ساٹھ کو تین میں ضرب دیں گے تو ایک سو اسی ہو جائیں گے بعض لوگوں نے اس سے زیادہ صورتیں ثابت کی ہیں، کس نے تین سو بیس اور کسی نے انقر ہزار ایک سو بیس جو صاحب اس کی تفصیل جاننا چاہیں وہ حاشیہ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ فرمائیں۔

و فی کیف شاء الله تطلق رجعية انت طالق ثلثا الا واحدة يقع ثنتان و فی الاثنتين يقع واحدة و فی الا ثلثا يقع ثلث لان استثناء الكل باطل ان كان بلفظ الصدر او مساويه و ان بغيرهما كنسائی طوالق الا هؤلاء او الا زينب و عمرة و هند و عبيدی احرار الا هؤلاء او الا سالما و غانما و راشدا و هو الكل صح كما سيجئ فی الاقرار.

کیف شاءاللہ کے ساتھ طلاق اگر شوہر نے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ كَيْفَ شَاءَ اللّٰه" تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور اگر شوہر نے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا اِلاَّ وَاحِدَةً" (تجھ کو تین بار طلاق ہے مگر ایک بار نہیں) تو اس سے دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ اس لئے کہ اکثر سے اقل کا استثناء کرنا متفقہ طور پر جائز ہے۔

استثناء کی صورتیں اگر شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثاً اِلاَّ ثِنْتَيْنِ (تجھ کو تین طلاق ہے، مگر دو نہیں) تو ایک طلاق واقع ہو گی، اور اگر کہا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلٰثًا اِلاَّ ثَلاَثًا (تجھ کو تین طلاق ہے مگر تین) تو اس صورت میں تین ہی طلاق واقع ہوں گی اس لئے کہ کل کا استثناء کرنا باطل ہے، اگر صدر کلام (مستثنیٰ منہ) سے ہو، یا معنی میں اس کے برابر ہو۔ جیسے "انت طالق ثلثا الا واحدة و واحدة" اور اگر کل کا استثناء لفظ صدر یا اس کے مساوی کے علاوہ سے ہو جیسے کہنا نِسَائِی طَوَالِقُ اِلاَّ هولاء (میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر یہ سب) یا کہا نِسَائِی طَوَالِقُ اِلاَّ زَيْنَبُ وَ عُمْرَةُ وَ هِنْدَه (میری عورتوں کو طلاق ہے مگر زینب، عمرہ اور ہندہ) جیسے کوئی کہے عبيدی اَحْرَارٌ اِلاَّ هٰؤلاَء (میرے تمام غلام آزاد ہیں مگر وہ سب) یا کہا عَبِيْدِی اَحْرَارٌ اِلاَّ سَالما و غانما و راشداً (میرے غلام آزاد ہیں مگر سالم۔ غانم اور راشد) حالانکہ ان کی عورتیں اور غلام اتنے ہی ہیں جتنے کا استثناء کیا، تو یہ استثناء صحیح ہے اگرچہ کل کا استثناء ہو، اس لئے کہ لفظ نساء عام ہے۔ اگرچہ اس کی کل عورتیں اتنی ہی ہوں، اسی طرح لفظ عبید عام ہے اگرچہ اس کے غلام حقیقت میں اتنے ہی ہوں۔ تفصیل کتاب الاقرار میں آئے گی۔

و يعتبر فی المستثنی كونه كلا او بعضا من جملة الكلام لا من جملة الكلام الذی يحكم بصحته و هو الثلث ففی انت طالق عشرا الا تسعا تقع واحدة والا ثمانية تقع ثنتان والا سبعا تقع ثلث و متى تعدد الاستثناء بلا واو كان كل اسقاطا مما يليه فيقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانية الا سبعة و يلزمه خمسة على عشرة الا ۹، الا۸، الا۷، الا ۶،

الا ٥، الا ٤، الا ٣، الا ٢، الا واحدة.

مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ

مطلق کلام سے مستثنیٰ میں مستثنیٰ منہ کل یا بعض معتبر ہوتا ہے اُس کلام سے جس کی صحت پر حکم ہوتا ہے اس کا کل اور بعض مراد نہیں ہوتا اور وہ تین ہیں یعنی اگر مستثنیٰ منہ تین سے زیادہ ہوں تو اسی اکثر سے استثناء ہو گا نہ کہ فقط تین سے استثناء ہو گا۔ مثلاً شوہر نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ عَشْرًا اِلاَّ تِسعًا (تجھ کو دس مرتبہ طلاق ہے مگر نو مرتبہ) تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی اس وجہ سے کہ جب نو کو دس سے علیحدہ کرلیا تو ایک بچا اور اگر اس نے کہا اَنْتِ طَالِقٌ عَشْرًا اِلاَّ ثمانِیَةً (تجھ کو دس مرتبہ طلاق ہے مگر آٹھ مرتبہ) اس میں دو طلاق واقع ہوں گی، اور اگر سات کا استثناء کیا ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

استثناء کا چند ہونا

اگر استثناء چند ہوں اور درمیان میں وارد نہ ہو تو ہر مستثنیٰ کا اسقاط اپنے متصل سے ہو گا اور واؤ کے ساتھ ہو تو صدر کلام سے ہو گا جیسے کسی نے کہا "اَنْتِ طَالِقٌ عَشْرًا اِلاَّ خمسًا وَ اِلاَّ ثلثًا وَ اِلاَّ وَاحِدَةً" تو اس صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی اس لئے کہ دس سے پانچ، تین اور ایک کل نو کا استثناء ہوا۔ لہٰذا صرف ایک بچا۔ اور کہا اَنْتِ طَالِقٌ عَشْرًا الا تِسعًا اِلاَّ ثَمانِیَةً اِلاَّ سَبْعَةً اس صورت میں تو دو طلاق واقع ہوں گی، اس لئے کہ دس سے نو کا استثناء کیا۔ ایک رہا۔ ایک کا استثناء نو سے کیا۔ آٹھ رہا پھر آٹھ کا استثناء دس سے کیا دو باقی رہا۔ دوسری صورت یہ لکھی ہے مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ سے ساقط کیا جو بچا اس کو مستثنیٰ ثانی پر بڑھایا اور ثالث کو ثانی سے ساقط کیا و علیٰ ہذا القیاس، آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنیٰ مراد ہے چنانچہ اس مثال میں پہلا مستثنیٰ تسعا ہے (تو) اسکو عشر (دس) سے ساقط کیا ایک باقی رہا اس کو دوسرے مستثنیٰ ثمانیۃ (آٹھ) میں ملایا، تو وہ نو ہو گیا، تیسرا مستثنیٰ سبعۃ (سات) ہے اس سات کو نو سے کم کیا، تو دو رہ گیا، اسی کو شارح نے کہا ہے کہ صورت مذکورہ میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔

استثناء نو سے ایک تک

اگر کسی نے کہا "له عليّ عشرة الاّ تسعا الا ثمانيا الا سبعاً الا ستًّا الا خمساً الا اربعاً الا ثلثا الا اثنين الاّ واحدًا" (مثلاً خالد کا مجھ پر دس درہم ہے مگر نو مگر آٹھ مگر سات، مگر چھ، مگر پانچ، مگر چار، مگر تین، مگر دو، مگر ایک) تو اس صورت میں اقرار کرنے والے پر پانچ درہم لازم ہوں گے، اس طرح کہ ایک کو دو سے ساقط کیا ایک بچا، اس کو تین سے گرایا دو باقی رہا، اس کو چار سے ساقط کیا پھر دو باقی رہا، اس کو پانچ سے گرایا تین باقی رہا، اس کو چھ سے ساقط کیا، تین باقی رہا، اس کو سات سے ساقط کیا، چار باقی رہا، اس کو آٹھ سے گرایا، چار باقی رہا، اس کو نو سے گرایا، تو پانچ باقی رہا۔ یہی لازم ہوا۔ دوسرے قاعدہ کے اعتبار سے پہلے مستثنیٰ نو کو مستثنیٰ منہ دس سے ساقط کیا۔ ایک بچا، اس کو آٹھ میں ملایا نو ہو گیا۔ اس نو سے سات گھٹایا دو بچا، اس کو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے، اس آٹھ سے پانچ کو گرایا تین بچا، اس تین کو چار میں ملایا سات ہوا، اس سات سے تین کو گرایا چار رہا، اس چار کو دو میں ملایا چھ ہوا اب چھ سے ایک کو گرایا باقی بچ گیا پانچ، یہ پانچ لازم ہوں گے۔

و تقريبه ان تاخذ العدد الاول بيمينك والثاني بيسارك والثالث بيمينك والرابع بيسارك و هكذا ثم تسقط ما بيسارك مما، بيمينك فما بقي فهو الواقع: إخراج بعض التطليق لغو

بخلاف ایقاعــه الا نصف تطلیقة وقع الثلث فی المختار و عن الثانی ثنتان فتح و فی السراجیة انت طالق الا واحدة یقع ثنتان انتهی فکانه استثنی من ثلث مقدر.

متعدد استثناء معلوم کرنے کا طریقہ

اس کے دریافت کرنے کی تقریب یہ ہے کہ عدد اول کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے، اور عدد ثانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں اور عدد ثالث کو اپنے دائیں میں، اور رابع (چوتھے) کو اپنے بائیں میں، اور اسی طرح لیتا چلا جائے ایک داہنے میں دوسرے کو بائیں میں، آخر تک، پھر بائیں ہاتھ کے عدد کو دائیں ہاتھ کے عدد سے ساقط کرے، پھر ساقط کرنے کے بعد جو بچے وہی لازم ہوگا۔ اوپر کی مثال میں نو کو دائیں ہاتھ میں لیا اور آٹھ بائیں ہاتھ میں، پھر سات کو دائیں ہاتھ میں لیا، اور چھ کو بائیں ہاتھ میں، پھر پانچ کو دائیں ہاتھ میں لیا اور چار کو بائیں میں۔ پھر تین کو دائیں ہاتھ میں لیا اور دو بائیں میں، باقی رہ گیا ایک اس کو دائیں ہاتھ میں لیا تو اس طرح دائیں ہاتھ میں آیا: نو، سات، پانچ، تین اور ایک ان سب کا مجموعہ ۲۵ پچیس ہوا۔ اور بائیں ہاتھ میں ہوا: آٹھ، چھ، چار، دو۔ اس کی میزان بیس ہوئی، بیس جو بائیں ہاتھ میں ہے، اس کو پچیس سے جو دائیں ہاتھ میں ہے ساقط کر دیا۔ بچ گئے پانچ۔ چنانچہ شارح نے یہی تو کہا ہے کہ اس اقرار سے اس پر پانچ درہم لازم ہو گئے۔

بعض طلاق استثناء لغو ہے

ایک طلاق کے بعض کو بطور استثناء کے نکالنا لغو ہے البتہ اس کا واقع کرنا ہو سکتا ہے وہ لغو نہیں ہے مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہیں ہے، بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ پہلے باب میں اس کا ذکر گذر چکا ہے لیکن نصف یا تہائی کا استثناء درست نہیں ہے لغو ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے کہا انت طالق ثلثا الاّ نصف تطلیقة (تجھ کو تین طلاق ہے مگر آدھی طلاق) تو قول مختار کے مطابق اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اس لئے کہ بعض استثناء درست نہیں ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اس صورت میں دو ہی طلاقیں ہوں گی کذا فی فتح القدیر۔ اسلئے کہ ان کے نزدیک بعض کا استثناء جائز ہے، جس طرح ایقاع درست ہے۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ کسی نے کہا انت طالق الاّ واحدة، تو دو طلاق واقع ہوں گی، تو گویا اس نے تین سے ایک کا استثناء کیا۔ جو تین مقدر ہے۔

سألت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث تکفینی فقال ثلث لك والبواقی لصواحبك و له ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة ثلثا لا غیرها اصلا هو المختار لصیرورة الباقی لغوا فلم یقع بصرفه لصواحبها شئ فروع فی ایمان الفتح ما لفظه و قد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فان طالق وقع الثلث و اقره المصنف ثمه ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق و خرج فورا فخلع امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ.

لغو طلاق کا دوسری بیویوں پر استعمال

ایک عورت نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی اس کے جواب میں شوہر نے کہا "انت طالق خمسین طلقة" تجھ کو پچاس طلاق یہ سن کر عورت نے کہا ثَلٰث تکفینی مجھے تین طلاقیں کافی ہیں، اس پر شوہر نے کہا ثلث لك والبواقی لصواحبك، تین تیرے

لئے ہیں اور باقی تیری سوکنوں کے لئے۔ اور اسکے علاوہ اس کو تین عورتیں اور ہوں تو اس صورت میں صرف جو مخاطب ہے، اس کو طلاق ہوگی، دوسری بیویوں کو قطعاً طلاق نہیں پڑے گی، مذہب مختار یہی ہے۔ کیونکہ باقی طلاقیں لغو ہوگئیں یعنی تین کے بعد ساری طلاقیں لغو قرار پائیں گی، اور لغو طلاق کو اس کی سوکنوں کی طرف پھیرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فتح القدیر کے باب الایمان میں ہے اگر شوہر نے کہا ان دخلت الدار فانت طالق، ان دخلت الدار فانت طالق، ان دخلت الدار فانت طالق تیسری مرتبہ کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق ہے تو اس صورت میں اگر وہ عورت گھر میں داخل ہوگی تو اس پر تین طلاقیں واقع ہوں گی خواہ ایک ہی مرتبہ داخل ہو، اور مصنف نے اس مسئلہ کو برقرار رکھا ہے۔

تعلیق کی ایک صورت

کسی نے اس طرح کہا کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو اس کی یعنی میری بیوی کو طلاق ہے، یہ کہہ کر فوراً شہر سے نکل گیا، پھر اپنی بیوی سے خلع کیا اور عدت گذرنے سے پہلے اسی شہر میں آکر رہا، تو اس رہنے سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ جس وقت شرط پائی گئی وہ عورت بیوی نہیں تھی، بخلاف اس مسئلہ کے کہ اس نے بیوی سے کہا اگر میں اس شہر میں رہوں تو تجھ کو طلاق ہے یہ کہہ کر فوراً نکلگیا۔ پھر اس سے خلع کیا پھر اس کے بعد شہر میں آگیا، تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی۔ اس وجہ سے اس صورت میں طلاق کو رہنے پر معلق کیا ہے۔ بیوی ہونے کی شرط نہیں ہے۔

ان تزوجتك و ان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى يتزوجها مرتين بخلاف ما لو قدم الجزاء فليحفظ ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها و لو اختلعت لا لانه تنجيز و الاول تعليق.

تکرار والی تعلیق

مرد نے کہا ان تزوجتك و ان تزوجتك فانت كذا (اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی طلاق ہے) تو جب تک اس مخاطبہ سے دوبارہ نکاح نہ کرلے گا طلاق واقع نہیں ہوگی اس کے خلاف یہ ہے کہ اگر جزاء موخر نہ لائے، یعنی اگر جزاء کو شرط پر مقدم کرے گا یا دونوں شرطوں کے درمیان لاوے گا تو ایک ہی مرتبہ نکاح کرنے سے مخاطبہ کو طلاق ہوجائے گی جیسے کہا اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ تَزَوَّجْتُكِ وَ اِنْ تَزَوَّجْتُكِ، یا کہا "اِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَ اِنْ تَزَوَّجْتُكِ" اس کی جزاء درمیان میں آئی۔

ملک کا زوال تعلیق کو باطل نہیں کرتا

شوہر نے بیوی سے کہا اِنْ غِبْتُ عنك اربعه شهر امرك بيدك (اگر میں تجھ سے چار مہینے غائب رہوں تو تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) پھر اس کے بعد اس کو طلاق دی، یعنی تین طلاق سے کم۔ اس نے عدت گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلیا پھر اس کو طلاق ہوئی پھر عدت کے بعد پہلے شوہر کے نکاح میں آگئی، اس کے بعد اس کا شوہر چار ماہ غائب رہا۔ تو اس صورت میں عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ملک کا زوال تعلیق کو باطل نہیں کرتا ہے۔ لیکن اگر شوہر نے بغیر تعلیق طلاق مفوض دی ہے، پھر عورت نے منع کیا، تو اب عورت کو طلاق کا اختیار باقی نہ رہے گا، اس واسطے کہ یہ تنجیز کی صورت ہے، تعلیق کی صورت نہیں۔

و دعاها للوقاع فابت فقال متى يكون فقالت غدا فقال ان لم تفعلي هذا المراد غدا فانت

كذا ثم نسياه حتى مضى الغد لا يقع حلف لا ياتيها فاستلقى فجاءت فجامعت ان مستيقظا حنث ان لم اشبعك من الجماع فعلى انزالها أن لم اجامعك الف مرة فكذا فعلى المبالاة لا العدد و ان وطئتك فعلى جماع الفرج و ان نوى الدوس بالقدم حنث به ايضا و له امرأة جنب و حائض و نفساء فقال اخبثكن طالق طلقت النفساء و فى افحشكن طالق فعلى الحائض قال لى اليك حاجة فقال امرأته طالق ان لم اقضها فقال هى ان تطلق امرأتك فله ان لا يصدقه.

جب نسیان کی وجہ سے تعلیق کا وقت نکل جائے

شوہر نے بیوی کو جماع کے لئے بلایا۔ اس نے انکار کیا، شوہر نے پوچھا یہ معاملہ کب ہوگا، اس نے کہا کل آئندہ، شوہر نے کہا اگر تو نے کل اس مراد کو پورا نہیں کیا تو تم کو طلاق ہے، پھر دونوں یہ معاملہ بھول گئے۔ یہاں تک کہ کل آئندہ گذر گیا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ نسیان کی وجہ سے وقت نکل گیا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی۔
مرد نے قسم کھائی کہ بیوی سے صحبت نہیں کرے گا پھر وہ چت لیٹ گیا۔ اسکے بعد عورت آئی اور اس نے مرد کے ساتھ جماع کیا اگر مرد حالت جماع میں بیدار تھا تو وہ حانث ہوگا۔

آسودگی انزال پر موقوف ہے

شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں تجھ کو جماع سے آسودہ نہ کردوں تو تجھ کو طلاق ہے، پس یہ اس کی آسودگی اس کے انزال پر موقوف ہے اس لئے کہ آسودگی سے مراد شہوت کی تکمیل ہے اور یہ بغیر انزال کے نہیں ہوا کرتی ہے۔

ہزار سے مراد کثرت ہے

مرد نے کہا بیوی سے ہزار دفعہ جماع نہ کروں تو وہ مطلقہ ہے تو یہ قول مبالغہ اور کثرت پر محمول ہوگا عدد خاص مراد نہیں ہوگی، فتاویٰ خانیہ میں ہے ستر بار کثیر میں داخل ہے۔

وطی کی مراد

شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں تیرے ساتھ وطی کروں تو تم کو طلاق ہے، تو ایسی وطی سے شرمگاہ کی وطی مراد ہوگی کیونکہ عام طور پر وطی سے یہی وطی مراد ہے، اور اگر شوہر وطی بمعنی پاؤں سے روندنا اور کچلنا مراد لے گا تو اس معنی کے اعتبار سے بھی حانث ہوگا جس طرح جماع سے ہوگا۔

اخبث وافحش کا اطلاق

ایک مرد کی ایک عورت جنبی تھی دوسری حائضہ اور تیسری نفاس والی، اس شخص نے کہا اَخْبَثُکُنَّ طَالِقٌ (تم میں سے سب سے خبیث کو طلاق ہے) تو اس صورت میں نفاس والی کو طلاق ہوگی، اور اگر کہا افحشکُنَّ طَالِقٌ (تم سے افحش کو طلاق ہے) تو حائضہ کو طلاق ہوگی کیونکہ تذکرہ میں حیض افحش ہے۔

تعلیق تکمیل ضرورت پر

ایک شخص نے دوسرے سے کہا مجھے تم سے ایک ضرورت ہے، اس نے کہا اس کی بیوی پر طلاق ہے اگر میں اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کروں پہلے نے کہا تیری ضرورت تو یہی ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، اس صورت میں دوسرے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کے قول کی تصدیق نہ کرے کیونکہ امکان ہے کہ اس شخص نے جھوٹ کہا ہو، اس کی ضرورت کچھ اور ہو، قسم کھانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس نے نقصان پہنچانے کا

ارادہ کرلیا ہو۔

قال لاصحابه ان لم اذهب بكم الليلة الى منزلى فامرأته كذا فذهب بهم بعض الطريق فاخذهم الحسس فحبسهم لا يحنث ان خرجت من الدار الا باذنى فخرجت لحريقها لا يحنث حلف لا يرجع الدار ثم رجع الشئ نسيه لا يحنث حلف ليخرجن ساكن داره اليوم والساكن ظالم فان لم يمكنه اخراجه فاليمين على التلفظ باللسان.

لے جانے کی تعلیق میں جب گرفتاری پیش آئے

ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہا اگر میں تم سب کو رات میں اپنے گھر نہ لے جاؤں، تو اس کی بیوی پر طلاق ہے، چنانچہ ان ساتھیوں کو اپنے گھر میں لے چلا، مگر راستہ میں ان سب کو پولیس نے پکڑ لیا اور قید کر دیا، رات میں وہ سب رُکے رہے گھر نہ پہنچ سکے تو اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اس لئے تعلیق گھر لے جانے پر تھی سو وہ لے چلا تھا۔ گھر میں داخل کرنے پر نہیں تھی۔

بغیر اجازت پر تعلیق

شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر گھر سے نکلی تو تجھ پر طلاق ہے، گھر میں آگ لگ گئی، اس مجبوری سے شوہر تھا نہیں، نہ اس کا موقع تھا کہ اجازت لے لہٰذا وہ نکل پڑی، تو اس صورت میں عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ یہی حکم ہوگا اُس وقت بھی جب عورت ڈوبنے یا گھر گرنے کے خوف سے نکل کھڑی ہو، عرف میں ان حادثات پر بغیر اجازت نکلنے پر بولا جاتا ہے۔

تعلیق کی مختلف صورتیں

گھر سے نکلتے ہوئے اس نے قسم کھائی کہ وہ واپس نہیں لوٹے گا۔ پھر وہ کوئی چیز بھول گیا تھا اس کے لئے لوٹا تو اس کی وجہ سے وہ حانث نہیں قرار پائے گا۔

و ان لم تجئ بفلان او ان لم تردى ثوبى الساعة فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسه و اخذ الثوب قبل دفعها لا يحنث كذا ان لم ادفع اليك الدنيار الذى على الى راس الشهر فكذا فابرأته قبل الشهر بطل اليمين

شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو فلاں کو نہیں لائی تو تم کو طلاق، یا یہ کہا کہ اگر تو اسی وقت میرا کپڑا واپس نہیں کرے گی تو تجھ کو طلاق پھر دوسری طرف سے وہ شخص خود بخود آگیا، یا عورت کے دینے سے پہلے مرد نے خود اپنا کپڑا لے لیا، تو اس صورت میں وہ حانث نہیں ہوگا اور نہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی۔

شوہر نے بیوی سے کہا اگر میں تجھ کو فلاں مہینہ کے شروع تک وہ اشرفی نہ دیدوں جو مجھ پر قرض ہے تو تجھ کو طلاق ہے، پھر بیوی نے وہ اشرفی شوہر کو معاف کر دی اور اس ماہ کے آنے سے پہلے معاف کی، تو قسم باطل ہو جائے گی اور وہ شوہر حانث نہیں ہوگا اور نہ اس کی بیوی پر طلاق ہوگی۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج وہ اپنے گھر کے رہنے والوں کو یقیناً نکالے گا اور اس کے گھر میں رہنے والا ظالم تھا سو اگر گھر والے کو اس کا نکالنا ممکن نہ ہوا، تو اس صورت میں ادائے قسم فقط زبان سے بولنے پر ہے یعنی زبان سے کہے کہ میں نے تجھ کو اپنے

گھر سے نکالا تو پھر حانث نہ ہوگا۔

بقي ما يكتب في التعاليق متى نقلها او تزوج عليها و ابرأته من كذا او من باقي صداقها فلو دفع لها الكل هل تبطل الظاهر لا لتصريحهم بصحة براء ة الاسقاط والرجوع بما دفعه.

حکم تعالیق براءت باقی رہا امر جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ جب وہ اس کو منتقل کرے گا یا اس کے رہتے ہوئے دوسری شادی کرے گا یا وہ اس کو دوسرے کے قرض سے بری کرے گا، یا مہر سے تو اس پر طلاق ہے اب شوہر نے بیوی کو کل قرض یا کل مہر دیدیئے تو کیا تعلیق براءت باطل ہوگی؟ ظاہر یہ ہے کہ شوہر کے دینے سے تعلیق باطل نہیں ہوگی، اس لئے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ قرض وصول ہونے کے بعد بھی براءت اسقاط درست ہے اور جو دے چکا ہے اس کا واپس لے لینا درست ہے۔

(تعالیق سے مراد وہ وثیقہ ہے جو بوقت نکاح شرائط لکھے جاتے ہیں، اور براءت اسقاط یہ ہے کہ قرض خواہ قرض دار سے اپنا قرض معاف کردے۔ اور اپنا حق اس کی گردن سے ساقط کردے، براءت اسقاط قرض وصول ہونے سے پہلے بھی ہوتی ہے۔ اور وصول ہونے کے بعد بھی لیکن قرض دار براءت اسقاط کے بعد جو دے چکا تھا۔ قرض خواہ واپس لے سکتا ہے، کیونکہ جب اس نے معاف کردیا تو وہ اسکی وجہ سے بری الذمہ ہو چکا، لہٰذا جب وصول ہونے کے بعد بھی براءت درست ہے تو براءت کی تعلیق باطل نہیں ہوگی اور براءت کے بعد طلاق واقع ہوگی)

حلف بالله انه لم يدخل هذه الدار اليوم ثم قال عبده حر ان لم يكن دخل لا كفارة و لا يعتق عبده اما لصدقه اولانها غموس و لا مدخل للقضاء في اليمين بالله حتى لو كانت يمينه الاولى بعتق او طلاق حنث في اليمينين لدخولها في القضاء اخذت من ماله درهما فاشترت به لحما و خلطه اللحام بدراهمه و قال زوجها ان لم ترديه اليوم فانت كذا فحيلته ان تاخذ كيس اللحام و تسلمه للزوج قبل مضي اليوم والا حنث و لو ضاع من اللحام فما لم يعلم انه اذيب او سقط في البحر لا يحنث حلف ان لم اكن اليوم في العالم او في هذه الدنيا فكذا يحبس و لو في بيت حتى يمضي اليوم.

یمین پر کفارہ ایک شخص نے اللہ کی قسم کھائی کہ وہ اس گھر میں آج داخل نہیں ہوگا، پھر اس نے کہا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر آج وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوا ہے۔ تو اس پر قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا اور نہ اس کا غلام آزاد ہوگا۔ کفارہ تو اس وجہ سے لازم نہیں ہوگا کہ وہ گھر میں داخل نہیں ہوا، یا اس وجہ سے کہ وہ یمین غموس ہے اور یمین غموس پر گناہ تو ہے کفارہ نہیں۔ اور اللہ کی قسم میں قضاء کا کوئی دخل نہیں ہے۔

یہاں تک کہ اگر اس کی پہلی قسم آزاد کرنے یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں قسم قاضی کے حکم میں داخل ہے، اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

بیوی کے طلاق کی تعلیق

بیوی نے شوہر کے مال سے ایک درہم لے لیا اور اس کا گوشت خریدا اور گوشت بیچنے والے نے اس درہم کو اپنے درہموں میں ملالیا اور اس کے شوہر نے کہا اگر تو اس درہم کو واپس آج نہیں لائے گی تو تجھ کو طلاق ہے، تو اب طلاق سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ وہ قصاب کا وہ تھیلہ لے لے جس میں دراہم رکھتا ہے اور جس میں درہم رکھا تھا اور شوہر کے سپرد کردے اگر وہ درہم قصاب سے کھو گیا ہے تو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ پگھلادیا گیا ہے یا سمندر میں ڈال دیا ہے اس وقت تک شوہر حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا ملنا ممکن ہے البتہ اگر پگھلاڈالا یا سمندر میں پھینک دیا تو اب حانث ہوگا، کیونکہ اس کے ملنے کی امید جاتی رہی۔

تعلیق کی صورت میں قید کا حکم

ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر آج دنیا میں رہا یا اس دنیا میں رہا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے، پھر وہ قید کردیا جائے اگرچہ کسی کمرہ اور گھر میں ہی کیوں نہ قید کیا گیا ہو، اور وہ قید میں ہی تھا کہ دن گذر گیا، تو وہ حانث نہیں ہوگا، اور اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ قرآن نے قید پر يُنْفَوا مِنَ الأَرْض کا اطلاق کیا ہے کہ قیدی گویا دنیا میں نہیں رہتا، اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں ہے۔ شارح نے کہا کہ ان لم یکن کے بجائے مصنف کو اِنْ اَكُنْ کہنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے۔

و لو حلف ان لم يخرب بيت فلان غدا فقيد و منع حتى مضى الغد حنث كذا ان لم اخرج من هذا المنزل فكذا فقيدا و ان لم اذهب بك الى منزلى فاخذها فهربت منه او ان لم تحضرى الليلة منزلى كذا فمنعها ابوها حنث فى المختار بخلاف لااسكن فاغلق الباب او قيد لا يحنث فى المختار قلت قال ابن الشحنة و اصل انه متى عجز عن شرط الحنث حنث فى العدمى لا الوجودى قال فى النهر و مفاده الحنث فيمن حلف ليودين اليوم دينه فعجز لفقره و فقد من يقرضه خلافا لما بحثه فى البحر فتدبر

تعلیق کی صورت جب گرفتار ہو جائے

اگر قسم کھائی (اگر میں کل) فلاں کے گھر کو ویران نہ کروں تو ایسا پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں اور فلاں کے گھر کے ویران کرنے سے روک دیا گیا تو وہ حانث ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول مختار ہے، اسی طرح اس وقت بھی حانث ہوگا جب کوئی شخص قسم کھائے اگر میں اس گھر سے نہ نکلوں تو ایسا۔ پھر اس کو بیڑیاں ڈالدی گئیں، یا اس طرح کہا کہ اپنی بیوی سے کہ اگر میں تجھ کو اپنے گھر نہ لے جاؤں تو ایسا ہو۔ پھر اس عورت کو پکڑ لیا، عورت اس سے چھوٹ کر بھاگ گئی، یا اس طرح کہا کہ اگر تو آج رات میں میرے گھر نہیں آئے گی تو ایسا ہو۔ پھر اس کے باپ نے اسکو نہیں جانے دیا۔ ان تمام صورتوں میں مرد حانث ہوگا قول مختار یہی ہے اس لئے کہ قید کرنا اور منع کرنا اکراہ (زبردستی) ہے اور زبردستی کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ کہ عدم فعل میں۔ اور ان مذکورہ صورتوں میں جو مسائل بیان کئے گئے ہیں تعلیق عدم فعل پر ہے تو اس میں اکراہ کی تاثیر نہیں ہوگی۔

بخلاف اس مسئلہ کے کہ کسی نے کہا کہ میں اس گھر میں سکونت نہیں کروں گا، پھر اس گھر کا دروازہ بند کرلیا گیا یا اس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں، تو وہ حانث نہیں ہوگا مذہب مختار یہی ہے اور حنث کی شرط فعل ہے یعنی اس میں رہنا اور

اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے۔

حنث عدم حنث کا قاعدہ

شارح کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا ہے کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا حنث کی شرط پوری کرنے سے عاجز ہوگا، تو امر عدمی میں حانث ہوگا وجودی میں حانث نہیں ہوگا، یعنی جب قسم کا ٹوٹنا عدم شئ پر مرتب ہو نہ کہ وجود پر، جیسا کہ حاضر نہ ہونا، نہ جانا، سابقہ مسائل میں تو عاجز ہونے سے حانث ہوگا، اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہے جیسے اِنْ دَخَلْتِ میں تو عاجز ہونے کی وجہ سے حانث ہوگا۔

نہر الفائق میں کہا ہے کہ اس اصل قانون سے اس شخص کا حانث ہونا مستفاد ہوتا ہے کہ جس شخص نے قسم کھائی کہ وہ آج کے دن اپنے قرض ادا کر دے گا پھر وہ اس دن اپنی محتاجی کی وجہ سے عاجز رہا، اور اس شخص کے مفقود ہونے کی وجہ سے جو اس کو قرض دے سکے، بخلاف اس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے۔ لہٰذا یہاں غور و تامل کی ضرورت ہے۔

باب طلاق المريض

عنون به لاصالته و يقال له الفار لفراره من ارثها فيرد عليه قصده الى تمام عدتها و قد يكون الفرار منها كما سيجئ من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره بان اضناه مرض عجز به عن اقامة مصالحه خارج البيت هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان الى المسجد و عجز السوقى عن الاتيان الى دكانه و فى حقها ان تعجز عن مصالحها داخله كما فى البزازية و مفاده انها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة قال فى النهر و هو الظاهر قلت و فى اخر وصايا المجتبى المرض المعتبر المضمنى المبيح لصلوته قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول و لم يقعده فى الفراش كالصحيح ثم رمز شح حد التطاول سنة انتهى و فى القنية المفلوج والمسلول والمقعد ما دام يزداد كالمريض او بارز رجلا اقوى منه او قدم ليقتل من قصاص او رجم او بقى على لوح من السفينة او افترسه سبع و بقى فى فيه فار بالطلاق خبر من.

بیمار کے طلاق دینے سے متعلق احکام و مسائل

اس باب کو مصنف نے بیمار کی طلاق کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، دوسرے احکام ضمناً آگئے ہیں۔ طلاق دینے والے

مریض کو فار (بھاگنے والا) بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مرض الموت میں بیوی کو اس وجہ سے طلاق دیتا ہے کہ وہ اس کے مال کی وارث نہ ہو سکے، لہٰذا جب تک عدت پوری نہ ہو اس کا ارادہ اس پر رد کیا جائے گا، یعنی عورت عدت تک اس کی وارث قرار پائے گی، اس کے بھاگنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اور کبھی بھاگنا خود عورت کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس باب میں اس کا تذکرہ بھی آئے گا۔

مریض کی تعریف

جس شخص کا غالب حال ہلاکت ہو، خواہ اس کی وجہ بیماری ہو یا اس کے علاوہ اس طرح کہ بیماری نے اس کو ایسا لاغر کر ڈالا ہو کہ وہ گھر سے باہر مصالح اور کاروبار کے سنبھالنے سے مجبور و عاجز ہو چکا ہو۔ مریض کی یہی تعریف زیادہ صحیح ہے جیسے فقیہ مدرس مسجد کی حاضری سے عاجز و مجبور ہو اور بازاری دوکاندار اپنی دوکان پر قدرت نہ رکھتا ہو اور عورت کے حق میں مرض کی حد یہ ہے کہ گھر کے کاروبار سے مجبور ہو جائے، کھانا وغیرہ پکانے اور جھاڑو دینے کی سکت باقی نہ رہی ہو کذا فی البزازیہ۔

تعریف مذکورہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مثلاً عورت پکانے پر قادر ہے مگر چھت پر نہیں چڑھ سکتی ہے تو وہ مریض نہیں کہی جائے گی یہی نہر الفائق میں ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے، شارع کہتے ہیں کہ مجتبیٰ کی کتاب الوصایا کے اخیر میں ہے جس کو بیماری کہتے ہیں اور جس کا شریعت میں اعتبار ہے وہ ہے جس کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہو جائے، جو اپاہج ہو جائے، یا جس کو فالج پڑ جائے اور جس کو سل کی بیماری ہو، جب یہ تینوں بیماریاں لمبی ہو جائیں اور بستر پر اس نے نہ ڈال دیا ہو یا اس کی وجہ سے بستر پر نہ پڑ گئے ہوں تو وہ تندرست کے حکم میں ہوں گے اور اس کی تحدید ایک سال سے کی گئی ہے اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج، مسلول اور اپاہج کی جب تک ان بیماریوں میں زیادتی ہوتی رہے، بیمار کے حکم میں ہے، اور عالمگیری میں ہے جب تک ان بیماریوں میں اضافہ ہو مریض کے مانند ہے، اور جب اس کی ترقی رُک جائے تو تندرست کے حکم میں ہے۔

طلاق سے بھاگنے والا

جو شخص اپنے سے زیادہ مضبوط آدمی سے مقابلہ کرے، یا قصاص یا رجم میں قتل کے لئے پیش کیا گیا ہو، یا دریا میں صرف کشتی کا ایک تختہ رہ گیا اور وہ اس پر پڑا ہو، یا اس کو درندے نے پچھاڑ دیا ہو اور وہ اس کے منہ میں بھی زندہ ہو، یہ سب وہ ہیں جنھیں ہلاک ہونے کا ظن غالب ہے لہٰذا یہ فار بالطلاق میں داخل ہے اس کو طلاق دینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عورت کا حق اس کے مال سے متعلق ہو چکا ہے۔

و لا يصح تبرعه الا من الثلث فلو ابانها و هي من اهل الميراث علم باهليتها ام لا كان اسلمت او عتقت و لم يعلم طائعا بلا رضاها فلو اكره او رضيت لم ترث و لو اكرهت على رضاها او جامعها ابنه مكرهة ورثت و هو كذالك بذلك الحال و مات فيه فلو صح ثم مات في عدتها لم ترث بذلك السبب موته او بغيره كان يقتل المريض او يموت بجهة اخرى في العدة للمدخولة ورثت هي منه لا هو منها لرضاه باسقاطه حقه و عند احمد ترث بعد العدة مالم تزوج بآخر و كذا ترث بمطالبة رجعية او طلاق فقط طلقت بائنا او ثلث لان الرجعي لا يزيل النكاح حتى حل وطؤها و يتوارثان في العدة مطلقا و تكفي اهليتها للارث وقت الموت بخلاف البائن و كذا ترث مبانة قبلت او طاوعت ابن زوجها لمجئ الحرمة

بینونتہ۔

مسئلہ وراثت وہ فار بالطلاق جس کے لئے طلاق دینا جائز نہیں ہے وہ تہائی مال سے زیادہ بطور تبرع نہیں دے سکتا ہے، مثلاً وقف نہیں کر سکتا ہے اس سے زیادہ بیوی کا مہر مقرر نہیں کر سکتا ہے، للہٰذا اگر ایسے شخص نے عورت کو طلاق بائن دیدی اور عورت میراث کی اہل تھی، یعنی آزاد مسلمان تھی، تو شوہر اس کی اہلیت کو جنتا ہو یا نہ جانتا ہو مثلاً اس کی کتابیہ بیوی مسلمان ہو گئی یا لونڈی تھی آزاد ہو گئی اور شوہر کو اس کا اسلام قبول کرنا اور آزاد ہونا معلوم نہ ہو اور یہ طلاق بائن شوہر نے اپنی خوشی سے دی ہو، بیوی اس طلاق سے راضی نہ ہو، لیکن اگر شوہر پر زبردستی کی گئی ہو، یا عورت خود اپنی طلاق پر راضی ہو گئی ہو تو پھر وہ میراث نہیں پائے گی، کیونکہ راضی ہو کر اس نے اپنا حق ضائع کر دیا لیکن اگر زبردستی عورت کو راضی کیا گیا ہو، یا شوہر کے لڑکے نے زبردستی اس کے ساتھ جماع کر لیا ہو تو اس میں وارث ہو گی، کیونکہ اس صورت میں اس کی طرف سے رضامندی نہیں ہے۔ اور شوہر اپنی بیماری کے اسی حال میں رہا اور اسی میں مر گیا تو اگر شوہر تندرست ہو گیا تھا پھر بعد صحت مرا ہے اور عورت کی عدت میں مرا ہے تو عورت وارث نہیں ہو گی۔

مرض الموت میں عورت کب وارث ہوتی ہے شوہر کی موت اسی بیماری کی وجہ سے ہوئی ہو یا کسی اور سبب سے ہوئی ہو جیسے بیمار تھا وہ قتل کر دیا گیا، یا کسی اور وجہ سے مدخولہ بیوی کی عدت میں وفات پا گیا تو اس صورت میں مطلقہ شوہر کی وارث ہو گی۔ البتہ شوہر بیوی کا وارث نہیں ہو گا یعنی اگر پہلے بیوی مر گئی تو شوہر اس کا اس صورت میں وارث نہ ہو گا کیونکہ شوہر اپنے حق کے ساقط کرنے پر رضامند ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ اگر شوہر جو بیمار تھا خطرناک بیماری میں اس نے جب بیوی کو اپنی مرضی سے طلاق بائن دیدی اور اپنی اس بیماری میں وہ عورت کی عدت کے اندر اندر مر گیا تو اس کی مطلقہ اس کی وارث ہو گی اور میراث پائے گی، شوہر خواہ اسی پہلی بیماری سے مرا ہو یا کسی اور وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ہو، مگر شرط یہ ہے کہ اس عورت سے وہ جماع کر چکا ہو۔ اور امام احمد فرماتے ہیں جو طلاق دے کر بیوی کو محروم کرنا چاہتا ہے اس کی بیوی عدت کے بعد بھی وارث ہو گی جب تک وہ دوسری شادی نہیں کرتی ہے۔ اور امام مالک کہتے ہیں کہ شادی کرنے کے باوجود وارث ہو گی۔

طلاق رجعی لینے والی کا وارث ہونا اسی طرح وہ عورت بھی شوہر کی وارث ہو گی جس نے شوہر سے طلاق رجعی طلب کی ہے یا صرف طلاق طلب کی ہے اور اس کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی خواہ ایک بائن طلاق دی، یا تین طلاق دی، اس لئے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی ہے، یہاں تک کہ مطلقہ رجعیہ سے وطی کرنا جائز ہوتا ہے، کیونکہ یہی وطی رجعت ہو جاتی ہے اور میاں بیوی عدت کے اندر ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، خواہ شوہر نے صحت میں طلاق رجعی دی ہو، خواہ بیماری میں۔ ہاں اگر عدت ختم ہو چکی ہے تو نکاح زائل ہو گیا، گنجائش باقی نہیں رہی۔

اہلیت وراثت میراث کے لئے عورت کی اہلیت موت کے وقت بھی کافی ہوتی ہے، بخلاف بائن کے کہ اس میں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی شرط ہے۔ اسی طرح وہ مطلقہ بائنہ بھی وارث ہو گی جس نے اپنے شوہر کے بیٹے کا بوسہ لے لیا، یا بخوشی اس سے صحبت کر لی، کیونکہ حرمت طلاق بائن کی وجہ سے آئی ہے، یعنی پہلے

شوہر نے طلاق بائن دے کر جدا کر دیا ہے بعد میں عورت کا بوسہ لینا یا بخوشی جماع کروانا وراثت کو باطل کرنے والی نہیں ہے۔

و من لاعنها في مرضه او آلي منها مريضا كذلك اى ترثه لما مر و ان آلي في صحته و بانت به بالايلاء في مرضه او ابانها في مرضه فصح فمات او ابانها فارتدت فاسلمت فمات لا ترثه لابد ان يكون المرض الذى طلقها فيه مرض الموت فاذا صح تبين انه لم يكن مرض الموت ولابد في البائن ان تستمر اهليتها للارث من وقت الطلاق الى وقت الموت حتى لو كانت كتابية او مملوكة وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث كما لا ترث لو طلقها رجعيا او لم يطلقها فطاوعت او قبلت ابنه لمجئ الفرقة منها او ابانها بامرها قيد به لانها لو ابانت نفسها فاجاز ورثت عملا باجازته قنية.

حالت بیماری میں لعان اور ایلاء

جس شوہر نے اپنی بیماری میں اپنی بیوی سے لعان کیا، یا ایلاء کیا، اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے، یعنی عورت اس صورت میں شوہر کی وارث ہوگی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ فرقت شوہر کی طرف سے ہے نہ کہ عورت کی طرف سے، اور اگر شوہر نے اپنی صحت کے زمانہ میں ایلاء کیا اور اس ایلاء کی وجہ سے اس کی بیوی اس کی بیماری میں بائنہ ہوگئی، یا بیوی کو اپنی بیماری میں طلاق بائن دیدی پھر شوہر درست ہو گیا اس کے بعد موت واقع ہوگئی یا طلاق بائن دی اور عورت مرتدہ ہوگئی۔ پھر اسلام قبول کر لیا، اس کے بعد شوہر مرا، تو بیوی شوہر کی وارث نہیں ہوگی، اس لئے کہ جس بیماری میں اس نے بیوی کو طلاق دی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرض الموت ہو، لیکن جب وہ تندرست ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مرض جس میں طلاق ہوئی ہے مرض الموت نہ تھا۔

ارتداد کی صورت

ارتداد کی صورت میں عورت اس وجہ سے وارث نہیں ہوگی کہ طلاق بائن میں یہ ضروری ہے کہ طلاق بائن کے وقت سے لے کر موت کے وقت تک عورت میں وارث ہونے کی اہلیت باقی رہے، یہاں تک کہ اگر عورت بوقت طلاق کتابیہ یا لونڈی ہو، پھر کتابیہ اسلام لے آئے یا لونڈی آزاد ہو جائے، تو وہ وارث نہیں ہوگی اس وجہ سے کہ اسلام اور آزادی طلاق کے وقت سے لے کر برابر ثابت نہ رہی تو ان دونوں میں وارث کی اہلیت از طلاق تا موت برابر نہ رہی، کیونکہ پہلے ایک کافرہ ہی اور دوسری لونڈی رہی اور یہ دونوں یعنی کفر اور مملوک ہونا مانع وراثت ہے۔

جب مرض الموت میں جدائی عورت کی طرف سے آئے

جس طرح وہ عورت جس کو شوہر نے طلاق رجعی دی۔ یا طلاق تو نہیں دی، مگر اس نے شوہر کے بیٹے کو بخوشی اپنے اوپر جماع کی قدرت دیدی یا اس کے بیٹے نے اس کا بوسہ لے لیا، اس صورت میں وہ عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہوگی، کیونکہ جدائی بیوی کی طرف سے آئی، یا شوہر نے عورت کے کہنے سے اس کو طلاق بائن دی، تو اس صورت میں بھی وہ وارث نہیں ہوگی، عورت کے کہنے کی قید اس وجہ سے لگائی کہ اگر عورت خود اپنے آپ کو طلاق بائن دے اور شوہر اس کو جائز رکھے، اپنے مرض میں تو عورت وارث ہوگی، کیونکہ مرد کی اجازت پر عمل ہوا ہے، یعنی نکاح کا زوال اس کی اجازت سے ہوا ہے عورت کے اپنے کو طلاق دینے سے نہیں ہوا ہے۔

او اختلعت منه او اختارت نفسها و لو ببلوغ و عتق وجب و عنة لم ترث لرضاها و لو كان الزوج محصورا بحبس او في صف القتال و مثله حال فشوّ الطاعون اشباه او قائما بمصالحه خارج البيت مشتكيا من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث لغلبة السلامة والحامل لا تكون فارة الا بتلبسها بالمخاض و هو الطلق لانها حينئذ كالمريضة و عند مالك اذا ثم لها ستة اشهر اذا علق المريض طلاقها البائن بفعل اجنبي اى غير الزوجين و لو ولدها منه او بمجيء الوقت والحال ان التعليق والشرط في مرضه او علق طلاقها بفعل نفسه و هما في المرض اوالشرط فقط فيه او علق بفعلها و لا بدلها منه طبعاً او شرعاً كاكل او كلام ابوين و هما في المرض او الشرط فيه فقط ورثت لفراره.

عورت کی طرف سے خلع اور ضیاد بلوغ عورت نے خلع کر لیا، یا جن صورتوں میں اس کو اختیار حاصل ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو اختیار کیا جیسے ضیاد بلوغ، یا ضیاد عتق یا شوہر کا مقطوع الذکر ہونا، یا عنین ہونا ان صورتوں میں عورت وارث نہیں ہوگی کیونکہ یہ سب عورت نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔

قید وغیرہ کی صورت میں شوہر کی موت اگر شوہر قید کی وجہ سے محصور ہو، یا وہ صف قتال میں ہو، یا کثرت، طاعون وغیرہ کی صورت ہو، جس کی وجہ سے شوہر گھر سے باہر ہو یا گھر کی ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر ہو، اور تکلیف میں، یا بخار میں ہو، یا قصاص یا رجم کی وجہ سے قید میں ہو، تو ان صورتوں میں بھی عورت وارث نہ ہوگی، اگر اس کو ان حالات میں طلاق ہوئی ہو، اور شوہر عدت کے اندر ہی فوت ہو گیا ہو، کیونکہ ان حالات میں سلامتی کا غلبہ تھا۔

حاملہ عورت کا فرار حاملہ عورت فارہ نہیں ہوتی ہے، مگر اس وقت جب کہ وہ دردِزہ میں مبتلا ہو، کیونکہ ایسے وقت میں وہ بیمار کی طرح ہے گھر کے کام نہیں کر سکتی ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس وقت جب کہ اس کے حمل پر چھ ماہ گذر چکے ہوں، تب فارہ ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

مرض الموت میں بیوی کی طلاق کو معلق کرنا بیمار شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق بائن کو کسی اجنبی کے فعل پر معلق کیا، یعنی میاں بیوی کے علاوہ پر، گو وہ اجنبی اس عورت کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اور اس شوہر سے ہی کیوں نہ ہو یا طلاق کو وقت مخصوص کے آنے پر معلق کیا، مثلاً ابتدائے محرم پر، اور حال یہ ہو کہ تعلیق اور شرط حالت مرض میں ہوئی ہو یا بیوی کی طلاق کو اپنے کسی فعل پر معلق کیا، اور یہ تعلیق اور فعل بیماری کے زمانہ میں ہو، یا فقط شرط حالت مرض میں پائی گئی ہو یا طلاق کو عورت کے کسی فعل معلق کیا، اور وہ فعل ایسا ہو کہ عورت کو اس سے چھٹکارہ نہ ہو خواہ باعتبار بشریت ایسا ہو یا باعتبار شریعت کے، جیسے کھانا یا والدین سے گفتگو کرنا اور تعلیق اور شرط بیماری میں پائی گئی ہو، یا صرف شرط حالت بیماری میں پائی گئی ہو، تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی کیونکہ شوہر فرار اختیار کرنا چاہتا تھا۔

و منه ما في البدايع ان لم اطلقك و ان لم اتزوج عليك فانت طالق ثلثا فلم يفعل حتى مات ورثته ولو ماتت هي لم يرثها و في غيرها لا ترث و هو ما اذا كانا في الصحة اوالتعليق فقط او بفعلها و لها منه بد و حاصلها ستة عشر لان التعليق اما بمجئ وقت او بفعل اجنبي او بفعله او بفعلها و كل وجه على اربعة لان التعليق و الشرط اما في الصحة اوالمرض او احدهما و قد علم حكمها.

فرار کی صورت

فرار کی قسم سے وہ صورت بھی ہے جو بدائع میں مذکور ہے کہ شوہر نے کہا اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں، یا تیرے رہتے ہوئے دوسرا نکاح نہ کروں تو تجھ کو تین طلاق ہے، پھر شوہر نے اس کو نہیں کیا نہ طلاق دی اور نہ شادی کی تا آنکہ اس کی موت واقع ہو گئی، تو اس صورت میں عورت اس کی وارث ہو گی، البتہ اس صورت میں اگر عورت کی موت واقع ہو جائے، تو شوہر اسکا وارث نہیں ہو گا، کیونکہ وہ طلاق اور شادی کو چھوڑنے کی وجہ سے اپنے حق کا ساقط کرنے والا اپنی رضامندی سے ہوا۔

اور اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں عورت وارث نہیں ہو گی، اور وہ یہ ہے کہ تعلیق اور شرط دونوں حالت صحت میں پائی گئی، خواہ تعلیق اجنبی پر کی ہو، یا وقت آنے پر کی ہو، یا شوہر کے فعل پر ہو یا بیوی کے فعل پر تعلیق کی ہو، یا صرف تعلیق حالتِ صحت میں پائی گئی ہو، یا تعلیق عورت کے ایسے فعل پر ہو جو اس کے لئے لازم اور ضروری نہ ہو۔

سولہ صورتوں کی تفصیل

خلاصہ یہ ہے سولہ صورتیں ہیں، کیونکہ یا تعلیق ہوئی وقت کے آنے پر، یا کسی اجنبی کے فعل پر، یا شوہر کے فعل پر، یا بیوی کے فعل پر، یہ چار صورتیں ہوئیں، اور ان چاروں میں سے ہر وجہ چار طریقے پر ہے، اس لئے کہ تعلیق اور شرط یا دونوں صحت میں پائی گئی ہوں گیں، یا دونوں حالت مرض میں پائی گئی ہوں گیں یا ان دو میں سے ایک مرض میں دوسری صحت میں، مثلاً تعلیق صحت میں ہو، اور شرط مرض میں، یا تعلیق مرض میں ہو، اور شرط صحت میں، تو چار کو چار میں ضرب دینے سے سولہ صورتیں ہو جائیں گی ان میں جیسا کہ معلوم ہوا چھ صورتوں میں عورت وارث ہو گی اور دس صورتوں میں وارث نہیں ہو گی۔

(اس کی تفصیل یہ ہے (۱) تعلیق کی اجنبی کے فعل پر، اور یہ تعلیق اور اجنبی کا فعل دونوں حالت مرض میں پایا گیا عورت وارث ہو گی۔ (۲) تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہیں ہو گی۔ (۳) تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق صحت میں ہو، اور شرط بیماری میں، تو وارث نہیں ہو گی۔ (۴) تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق مرض میں ہوئی اور شرط صحت میں پائی گئی تو بھی وارث نہیں ہو گی۔ (۵) تعلیق کے وقت کے آنے پر اور تعلیق و شرط دونوں مرض میں ہوئی، تو وارث ہو گی (۶) تعلیق کے وقت کے آنے پر، اور شرط و تعلیق دونوں حالت صحت میں ہوئی تو وارث نہیں ہو گی (۷) تعلیق کے وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہو گی۔ (۸) تعلیق کی وقت کے آنے پر، لیکن تعلیق مرض میں ہوئی اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہیں ہو گی۔ (۹) تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق و شرط دونوں مرض میں ہوئی تو وارث ہو گی۔ (۱۰) تعلیق اپنے فعل پر کی، لیکن تعلیق و شرط دونوں صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہو گی۔ (۱۱) تعلیق اپنے فعل پر کی، مگر تعلیق صحت

ں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث ہوگی۔ (۱۲) تعلیق اپنے فعل پر کی مگر تعلیق مرض میں ہوئی اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی۔ (۱۳) تعلیق عورت کے فعل پر کی، اور تعلیق و شرط دونوں مرض کی حالت میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی۔ (۱۴) تعلیق عورت کے فعل پر کی، مگر تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہیں ہوگی۔ (۱۵) تعلیق عورت کے فعل پر کی، مگر مرض میں ہوئی اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہ ہوگی۔ (۱۶) تعلیق کی عورت کے فعل پر، مگر تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو عورت وارث ہوگی۔)

قال لها في صحته ان شئت انا و فلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبي الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبي ثم مات الزوج لا ترث و ان شاء الاجنبي اولا ثم الزوج ورثت كذا في الخانية و الفرق لا يخفى اذ بمشيئة الاجنبي او لا صار الطلاق معلقا على فعله فقط تصادقا اي المريض مرض الموت والزوجة على ثلثٍ في الصحة و على مضي العدة ثم اقرلها بدين او عين او اوصى لها بشئ فلها الاقل منه اي مما اقر او اوصى و من الميراث للتهمة و تعتد من وقت اقراره به يفتي و لو مات بعد مضيها فلها جميع ما اقر او اوصى عمادية و لو لم يكن بمرض موته صح اقراره و وصيته و لو كذبته لم يصح اقراره شرح المجمع و في الفصول ادعت عليه مريضا انه ابانها فجحد و حلّفه القاضي فحلف ثم صدقته و مات ترثه لو صدقته قبل موته لا لو بعده كمن طلقت ثلثا بامرها في مرضه ثم اوصى لها او اقر فان لها الاقل.

تعلیق کی صورت میں وراثت

شوہر نے بیوی سے صحت میں کہا کہ اگر میں اور فلاں چاہیں تو تم کو تین طلاق ہے، اس کہنے کے بعد شوہر بیمار ہوگیا اور اس نے اور فلاں دونوں نے ساتھ ساتھ طلاق کو چاہا، یا پہلے شوہر نے چاہا، پھر فلاں نے چاہا، اس کے بعد شوہر مر گیا، تو اس صورت میں عورت وارث نہ ہوگی، اور اگر پہلے اجنبی نے طلاق کو چاہا، پھر شوہر نے، تو اس صورت میں بیوی شوہر کی وارث ہوگی، کذا فی الخانیہ اور دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہے، کیونکہ اجنبی فلاں کے پہلے چاہنے سے طلاق شوہر کے فعل پر معلق ہوگئی، گویا طلاق کی علت صرف شوہر کا فعل ہوا بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں شوہر کا چاہنا علت کا ایک جزء ہے۔

وصیت و اقرار کی صورت

مرض الموت والے مریض اور بیوی دونوں نے صحت کی حالت میں تین طلاق اور اس کی عدت گذر جانے پر اتفاق کیا، پھر شوہر نے اقرار کیا کہ بیوی کا قرض ہے۔ یا کسی جنس کا یا شوہر نے بیوی کے لئے کسی چیز کی وصیت کی، تو وصیت و اقرار اور میراث میں سے جو کم ہوگا، وہ عورت کو ملے گا یعنی اقرار و وصیت کا مال اگر کم ہے تو اس میں سے ملے گا، اور اگر میراث کا مال کم ہے تو اس سے ملے گا، اور یہ اس وجہ سے کہ شاید عورت طلاق کا اس وجہ سے اظہار کر رہی ہو تاکہ اقرار یا وصیت درست ہو جائے کیونکہ اقرار وصیت وارث کے لئے درست

نہیں ہے، اور عورت کی عدت اس وقت سے شروع ہوگی، جس وقت سے شوہر نے اقرار کیا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اگر شوہر عدت ختم ہونے کے بعد مرا ہے، تو بیوی کو وہ تمام مال ملے گا جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے، یا جس کی وصیت کی ہے، کیونکہ عدت کے بعد بیوی وارث نہیں رہی، اجنبی ہوگئی لہٰذا وصیت اور اقرار اس کے حق میں جائز و درست ہوگی۔

میاں بیوی میں اختلاف کی صورت

اگر میاں بیوی کا اتفاق شوہر کے مرض الموت میں نہ ہو تو شوہر کا اقرار اور اس کی وصیت درست ہوگی اور اگر شوہر نے صحت کی حالت میں دعویٰ کیا تھا کہ طلاق اور عدت ختم ہو چکی ہے اور عورت نے اس کی تکذیب کی تھی، تو پھر شوہر کا اقرار صحیح نہیں ہوگا، کذا فی شرح المجمع اور فصول میں ہے کہ بیوی نے شوہر پر دعویٰ کیا، جب کہ شوہر بیمار تھا کہ شوہر نے اس کو طلاق بائن دیدی ہے، لیکن شوہر نے انکار کر دیا کہ ایسا نہیں ہے اور قاضی نے شوہر سے حلف لی تو وہ اس پر قسم کھا گیا، پھر بیوی نے تصدیق کی کہ ہاں شوہر نے طلاق بائن نہیں دی ہے، اس کے بعد شوہر مر گیا تو اس صورت میں عورت شوہر کی وارث ہوگی بشرطیکہ شوہر کے مرنے سے پہلے اس طلاق نہ دینے کی تصدیق کی ہو اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد اس کی تصدیق کی ہے تو وارث نہیں ہوگی۔

یہ مسئلہ تصادق اس عورت کی طرح ہے کہ جس کو اس کے شوہر نے اس کے حکم سے اپنے مرض الموت میں طلاق دی، پھر اس کے لئے وصیت کی یا اقرار کیا۔ تو اس صورت میں میراث کے مال اور اقرار وصیت میں جو کم ہوگا وہ ملے گا۔

قال صحيح لامرأتيه احدا كما طالق ثم بين الطلاق فى مرضه الذى مات فيه فى احداهما صار فارا بالبيان فترث منه كافى و مفاده انه لو حلف صحيحا و حنث مريضا فبينه فى احداهما صار فارًا و لم اره نهر: و لا يشترط علمه اى الزوج بأهليتها اى المرأة للميراث فلو طلقها فائناً فى مرضه و قد كان سيرها اعتقها قبله او كانت كتابية فاسلمت و لم يعلم به كان فارا فترثه ظهيرية بخلاف ما لو قال لامته انت حرة غدا و قال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بكلام المولى كان فارا و الا يعلم لا ترث خانية.

دو بیویوں میں ایک طلاق کی صورت

ایک تندرست شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر اس نے اپنے اسی مرض میں ان میں سے ایک کی تعین کر دی جس میں وہ مرا تو اس صورت میں شوہر اپنے اس بیان کی وجہ سے بھاگنے والا ہوگا، عورت اس کی وارث ہوگی، کذا فی الکافی اور اس سے مستفاد یہ ہوا کہ اگر شوہر نے تندرستی کی حالت میں قسم کھائی کہ حانث ہوا اپنی بیماری کی حالت میں، پھر مبہم تعلیق کی صراحت کی، فلاں عورت مری مراد ہے، تو شوہر بھاگنے والا ہوگا، شارح کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النہر الفائق۔

بیوی کی وراثت

اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ شوہر بیوی کے میراث کے لائق ہونے کو جانتا ہو، لہٰذا اگر شوہر نے اپنی بیماری میں بیوی کو طلاق بائن دیدی اور اس عورت کو اس کے آقا نے اس سے پہلے آزاد کر دیا ہو، یا پہلے وہ کتابیہ تھی اور بعد میں مسلمان ہوگئی اور شوہر کو اس کے آزاد ہونے یا مسلمان ہونے کا علم نہ ہوا تو بھی شوہر بھاگنے والا شمار

ہوگا اور عورت اس کی وارث ہوگی کذانی الظہیر یہ۔اس کے خلاف یہ صورت ہے کہ آقا نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو کل آئندہ میں آزاد ہے، اور شوہر نے کہا کہ کل آئندہ کے بعد (پرسوں) تجھ کو تین طلاق ہے۔ اگر شوہر اُس کے آقا کی بات جانتا تھا، تو وہ بھاگنے والا شمار ہوگا اور بیوی وارث ہوگی اور اگر شوہر اس کے آقا کی بابت نہیں جانتا تھا تو اس صورت میں عورت شوہر کی وارث نہیں ہوگی۔

و لو علقه يعتقها او بمرضه او وكله به و هو صحيح فاوقعه حال مرضه قادرا على عزله كان فارا و لو باشرت المرأة سبب الفرقة و هى اى والحال انها مريضة و ماتت قبل انقضاء عدتها ورثها الزوج كما اذا وقعت الفرقة بينهما باختيارها نفسها فى خيار البلوغ والعتق او بتقبيلها او مطاوعتها ابن زوجها و هى مريضة لانها من قبلها و لذا لم يكن طلاقا بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب والعنة واللعان فانه لا يرثها على ما فى الخانية والفتح عن الجامع و جزم به فى الكافى قال فى البحر فكان هو المذهب لانها طلاق فكانت مضافة اليه و قيل قائله الزيلعى هو كالاول فيرثها.

شوہر کے فار ہونے کی صورت

اگر شوہر نے اپنی بیوی کی طلاق کو اس کی آزادی پر معلق کیا، یا اپنی بیماری پر معلق کیا، یا شوہر نے کسی اور کو اپنی بیوی کے طلاق کا وکیل بنایا اس حالت میں کہ وہ تندرست تھا، اور وکیل نے اس وقت طلاق واقع کی، جب کہ شوہر بیمار تھا لیکن وہ وکیل کے معزول کرنے پر قادر تھا تو شوہر کا فار سمجھا جائے گا۔

مرض الوفات کی طلاق میں مرد کا وارث ہونا

اگر عورت ہی خود فرقت کا سبب بنی ہے اور وہی مرتکب ہوئی ہے، درانحالیکہ وہ بیمار تھی، اور اپنی عدت پوری کرنے سے پہلے مرگئی، تو اس کا شوہر اس کا وارث ہوگا، جیسا کہ میاں بیوی میں فرقت اس وجہ سے ہو کہ بیوی نے اپنا خیار بلوغ اختیار کیا یا خیار عتق اختیار کیا یا اس نے شوہر کے لڑکے کا بوسہ لے لیا، یا بخوشی اسی کی فرمانبردار ہوکر اس کے تحت ہوگئی اور اس کے ساتھ وطی کرلی، اور اس وقت وہ بیمار تھی تو شوہر بیوی کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہوگا، اسلئے کہ سبب فرقت عورت کی طرف سے واقع ہوئی، اور وہ طلاق نہیں ہے، کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہ جدائی فسخ ہے۔

اس کے خلاف یہ ہے کہ جب کہ میاں بیوی میں جدائی بسبب شوہر کے مقطوع الذکر ہونے کے ہو، یا اس کے عنین ہونے کی وجہ سے ہو، یا لعان کی وجہ سے ہو، تو شوہر بیوی کا وارث نہیں، جیسا کہ خانیہ اور فتح القدیر میں ہے، اور وارث نہ ہونے پر کافی میں یقین کیا ہے، بحر میں کہا ہے کہ یہی مذہب ہے اس لئے کہ یہ جدائی طلاق کے حکم میں ہے لہٰذا یہ جدائی شوہر کی طرف منسوب ہوگی، اور زیلعی نے کہا ہے کہ یہ مثل پہلی فرقت کے ہے لہٰذا اس فرقت میں بھی شوہر وارث ہوگا مگر یہ نہایت ضعیف قول ہے۔

و لو ارتدت ثم ماتت اولحقت بدار الحرب فان كانت الردة فى المرض ورثها زوجها

استحسانا و الا بان ارتدت فی الصحة لا یرثها بخلاف ردته فانها فی معنی مرض موته لنزوله مطلقا و لو ارتدا معا فان اسلمت هی ورثته و الا لا خانیة قال آخر امرأة اتزوجها طالق ثلثا فنکح امرأة ثم اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج و لا یصیر فارا خلافا لهما لان الموت معرف و اتصافه بالآخریة من وقت الشرط فیثبت مستندا درر.

حالتِ ارتداد میں میراث کا حکم

اگر عورت مرتد ہوگئی اور پھر مرگئی، یا مرتد ہونے کے بعد دارالحرب سے جاملی، پس اگر ردّت زمانہ مرض میں واقع ہوئی ہے تو شوہر استحساناً اس کا وارث ہوگا، اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وارث نہ ہو، کیونکہ کافر و مومن کے درمیان وراثت نہیں ہوتی ہے، اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں ہوئی ہے اس طرح کہ وہ اپنی صحت کے زمانہ میں مرتد ہوئی تھی تو شوہر وارث نہیں ہوگا، بخلاف شوہر کے مرتد ہونے کے، کہ اگر وہ مرتد ہوا ہے تو وہ وارث ہوگا اس لئے کہ اس کا ارتداد بدرجہ مرض الموت کے ہے، اور اگر میاں بیوی دونوں ساتھ ساتھ مرتد ہوئے ہیں، پس اگر عورت مسلمان ہوگئی، تو وہ شوہر کی وارث ہوگی اور اگر شوہر مسلمان ہوا تو وہ وارث نہیں ہوگا۔ کذا فی الخانیہ۔

پچھلی عورت کو طلاق کی صورت

ایک مرد نے کہا کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو تین طلاق ہے، اس کے بعد پہلے ایک عورت سے اس نے نکاح کیا، پھر دوسری سے کیا پھر شوہر مرگیا، تو نکاح کے ساتھ ہی دوسری بیوی مطلقہ ہوجائے گی، اور شوہر کو فار نہیں کہا جائے گا لہٰذا عورت وارث نہیں ہوگی، صاحبین اس کے خلاف ہیں، کیونکہ شوہر کے مرنے کے بعد یہ متعین ہوگیا کہ پچھلی عورت یہی دوسری ہے، اور تعلیق اس پر عاید ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک طلاق ہوئی، دوسری شادی کے وقت اور اس وقت شوہر بیمار نہ تھا، لہٰذا دوسری عورت وارث نہیں ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق موت کے نزدیک واقع ہوگی لہٰذا وارث ہوگی۔

فروع ابانها فی مرضه ثم قال لها اذا تزوجتك فانت طالق ثلثا فتزوجها فی العدة و مات فی مرضه لم ترث لانها فی عدة مستقبلة و قد حصل التزوّج بفعلها فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیة کذبها الورثة بعد موته فی الطلاق فی مرضه فالقول لها کقولها طلقنی و هو نائم و قالوا فی الیقظة و لو الحجة.

شادی پر تعلیق

شوہر نے اپنی مرض الموت میں بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اس نے بیوی سے کہا کہ جب میں تجھ سے شادی کروں تو تجھ پر تین طلاق ہے، پھر عدت میں اس نے اس سے شادی کی اور اپنے مرض الموت میں مرگیا تو عورت شوہر کی وارث نہیں ہوگی، کیونکہ یہ دوسری شادی عورت کے فعل کی وجہ سے ہوئی تو یہ شوہر کا فرار نہیں ہوا، امام محمدؒ اس کے خلاف ہیں کذا فی الخانیہ۔

شوہر کے مرض الموت میں مرنے کے بعد، شوہر کے وارثوں نے اس بات کی تکذیب کی کہ شوہر نے عورت کو طلاق دی تھی عورت کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ اس کے شوہر نے مرض الوفات میں طلاق دی تھی، تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر

ہوگا، جیسے عورت کا کہنا کہ شوہر نے مجھ کو طلاق دی، حالانکہ وہ سویا ہوا تھا اور لوگوں نے کہا کہ اس نے بیداری میں طلاق بائن دی ہے، اس میں عورت کا قول معتبر قرار دیا جائے گا اور وارثوں کی یہ بات مانی نہیں جائے گی کہ اس نے بیماری میں طلاق دی۔

طلقها في المرض و مات بعد العدة فالمشكل من متاع البيت لو ارث الزوج لصيرورتها اجنبية بخلافه في العدة جامع الفصولين.

مرض الوفات میں طلاق سے متعلق مسائل

ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق دی، اور مطلقہ کی عدت گذرنے کے بعد وہ مرگیا، تو اس صورت میں ایسے اسباب جو مرد و عورت دونوں کے مناسب حال ہوں، شوہر کے وارث کا ہوگا۔ اس لئے کہ بیوی اجنبیہ کے حکم میں ہوگی۔ اس کے خلاف اگر شوہر بیوی کی عدت میں مرگیا، تو عورت وارث ہوگی، اور اس طرح کے سامان اس کے قبضہ میں ہوں، تو اس وقت عورت کا قول معتبر ہوگا۔ (کذا فی جامع الفصولین)

(مشکل اسباب سے مراد ایسے سامان ہیں جو عورت اور مرد دونوں کے مناسب حال ہوں، جیسے نقد توشک اور لحاف) بہر حال جب عورت کی عدت کے بعد شوہر مرے گا، تو عورت وارث نہیں ہوگی، لہٰذا جو اسباب مرد کے مناسب حال ہے، جیسے کتابیں اور ہتھیار وغیرہ شوہر کے وارثوں کے ہوں گے، اور اس باب میں ان کا ہی قول معتبر ہوگا، اور جو سامان عورت کے لئے مناسب ہوں گے اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا، اور جو سامان دونوں کے مناسب حال ہوں گے وہ شوہر کے وارثوں کا ہوگا۔

باب الرجعة

بالفتح و تكسر يتعدى و لا يتعدى هي استدامة الملك القائم بلا عوض ما دامت في العدة اي عدة الدخول حقيقة اذ لا رجعة في عدة الخلوة ابن الكمال و في البزازية ادعى الوطأ بعد الدخول و انكرت فله الرجعة لا في عكسه و تصح مع اكراه و هزل و لعب و خطا بنحو متعلق باستدامة راجعتك و رددتك و مسكتك بلانية لانه صريح.

رجعت کا بیان

رجعت کی را کو فتح ہے اور کبھی کسرہ بھی دیا جاتا ہے، یہ کبھی متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کبھی بواسطہ عن اور الی متعدی ہوتا ہے رجعت جائز ہے اور اس سے واقع شدہ طلاق ختم ہو جاتی ہے، فقہاء کی اصطلاح میں رجعت کہتے ہیں اس ملکیت کے باقی رکھنے کو جو نکاح کے ذریعہ مرد کو حق استمتاع (عورت سے لذت اندوز ہونے کا حق) حاصل ہوا ہے یہ ملکیت جب تک عورت عدت میں

ہے برابر باقی رہے اور کوئی عوض دینا نہ پڑے، اور عدت سے مراد حقیقتاً وطی کی عدت ہے، اس لئے کہ صرف خلوت کی عدت میں رجعت نہیں ہے کذانی ذکرابن الکمال۔

شوہر کو حق رجعت اگر کوئی شخص اپنی مدخولہ بیوی کو ایک یا دو طلاق صریحی دیدے، تو اس کو عدت کے اندر اندر شرعاً رجعت کا حق دیا گیا ہے کہ زبان یا عمل سے لوٹا لے، اس کے عوض نہ مال دینا پڑتا ہے اور نہ کوئی اور چیز جو ملکیت بذریعہ نکاح چلی آرہی تھی، رجعت اس کو بحال کر دیتی ہے، عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ بیوی بائنہ ہو جاتی ہے، البتہ اس کی مرضی سے شوہر کے لئے دوبارہ نکاح جائز ہے۔

خلوت کے بعد رجعت فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ خلوت کے بعد شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس نے بیوی سے وطی کی ہے اور عورت انکار کرے تو اس صورت میں بھی مرد کو رجعت کا اختیار ہوگا، البتہ اس کے برعکس ہو کر عورت وطی کا دعویٰ کرے اور مرد انکار کرے، تو شوہر کو رجعت کا اختیار باقی نہیں رہتا ہے، اس لئے کہ انکار وطی کے بعد یہ حق رجعت ختم ہو جاتا ہے۔

رجعت کس طرح ہوتی ہے زبردستی بھی جائز ہے اور ہنسی مذاق میں بھی، اور خطا کے ساتھ بھی یعنی ان صورتوں میں سے جس طرح بھی رجعت پائی جائے رجعت ہو جائے گی خطا کی صورت یہ ہوگی کہ شوہر کہنا کچھ چاہتا تھا اور اس کی زبان سے نکلا کہ میں نے رجعت کرلی تو بھی رجعت ہو جائے گی۔

رجعت اس طرح کے جملوں سے ہوتی ہے جن میں واپسی یا لوٹانے کا معنی پایا جائے، جیسے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی، میں نے تجھ کو واپس کیا، میں نے تجھ کو روک لیا، اس طرح صریح جملوں میں نیت شرط نہیں ہے بلا نیت صرف کہہ دینے سے بھی رجعت ہو جائے گی کیونکہ یہ جملے صراحت کے ساتھ ہیں، اور صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے، ایسے الفاظ جن میں صراحت نہ پائی جاتی ہو، ان میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہا تو میرے پاس ہے، جس طرح تھی، یا کہا تو میری عورت ہے وغیرہ۔ ان جملوں میں بغیر نیت رجعت نہیں ہوگی۔

و بالفعل مع الكراهة بكل ما يوجب حرمة المصاهرة كمس و لو منها احتلاسا او نائما او مكرها او مجنونا او معتوها ان صدقها هو او ورثته بعد موته جوهرة و رجعة المجنون بالفعل بزازية و تصح بتزوجها في العدة به يفتي جواهرة و وطئها في الدبر على المعتمد لانه لا يخلو عن مس بشهوة ان يطلق بائنا فان ابانها فلا و ان ابت او قال ابطلت رجعتي اولا رجعة لي فله الرجعة بلا عوض.

فعل سے رجعت جس طرح قول سے رجعت ہوتی ہے عمل اور فعل سے بھی رجعت ہو جاتی ہے، گو زبردستی اور ناگواری کے ساتھ ہو، لیکن فعل ایسا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہو، جیسے چھونا، اگرچہ چھونا عورت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو، یہ چھونا خواہ جھپٹا مارنے کے طور پر ہو، یا شوہر سویا ہوا ہو یا اس پر زبردستی ہوئی ہو، یا دیوانہ ہو یا بے ہوش ہو مگر شرط یہ ہے کہ خواب اور اکراہ کے بعد شوہر بیوی کی اس معاملہ میں تصدیق کرے، یعنی وہ تسلیم کرے اور کہے کہ

عورت نے مجھے شہوت کے ساتھ چھوا ہے، یا شوہر مرگیا ہو تو اس کے وارث اسکی تصدیق کریں، رجعت میں بیوی کی رضامندی شرط نہیں ہے۔

مجنون کی رجعت فعلی کا معتبر ہونا دیوانہ کی رجعت فعلی درست ہے مثلاً کسی شوہر نے حالت صحت میں طلاق رجعی دی تھی، پھر وہ دیوانہ ہو گیا اور اس کے بعد عدت میں بیوی کے ساتھ رجعت فعلی کرلی تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دیوانہ کا قول لائق اعتبار نہیں ہوتا ہے، لفظ تزوج (شادی) کے ساتھ ہی رجعت کرنا درست ہے، اسی پر فتوی ہے کذافی الجوہرہ۔ یہ امام محمدؒ کا مذہب ہے۔ اس میں شیخینؒ کا اختلاف ہے، ان کی رائے ہے کہ شوہر بیوی سے وطی کرلے، تو اس سے بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے، اگرچہ یہ وطی پیچھے کے حصہ میں پائی جائے۔ معتمد قول یہی ہے کیونکہ ایسا کرنا بھی شہوت سے خالی نہیں ہوا کرتا ہے۔

طلاق بائن کی صورت میں رجعت اس وقت تک ہی درست ہے جب تک شوہر نے بیوی کو طلاق بائن نہیں دی ہے، اگر طلاق بائن دیدی ہے تو پھر رجعت کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ البتہ اگر ایک یا دو طلاق بائن دی ہے تو بیوی کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح جدید ہو سکتا ہے۔ طلاق رجعی میں اگرچہ عورت انکار کرے پھر بھی شوہر کو رجعت کا حق ہوتا ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اور طلاق رجعی کے بعد اگر شوہر نے اس طرح کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا، یا کہہ دیا تھا کہ میرے واسطے رجعت نہیں ہے، تو بھی اس کو بلا عوض رجعت کا حق ہوتا ہے اور اس کے لئے رجعت درست ہے، کیونکہ حق رجعت جو ایک شرعی حق ہے، اس کو باطل کرنا یا اس کی نفی کرنا شرع کے خلاف ہے لہٰذا اسکا ایسا کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

و لو سمی هل يجعل زيادة في المهر قولان و يتعجل المؤجل بالرجعي و لا يتاجل برجعتها خلاصة و في الصير فيه لا يكون حالا حتى تنقضي العدة.

رجعت میں مال اگر شوہر نے رجعت کے لئے کچھ مال متعین کر دیا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت دو ہزار کے بدلے کی، تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ مہر میں زیادہ قرار دیا جائے گا یا نہیں، جواب یہ ہے کہ اس باب میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ ایسا کرنا درست ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ایسا جائز نہیں۔

طلاق کے بعد مہر کا مسئلہ طلاق رجعی دینے کے ساتھ مہر مؤجل معجل بن جاتا ہے لیکن طلاق کے بعد عورت کے رجعت کر لینے سے یہ معجل پھر مؤجل نہیں ہوتا ہے کذافی الخلاصہ۔ ماحصل یہ ہے کہ جو نکاح مہر مؤجل کے ساتھ ہوا ہے وہ طلاق دینے کے وقت معجل بن جاتا ہے، کیونکہ مؤجل کی مدت طلاق پر ختم ہو جاتی ہے، اس کا وقت ادائیگی یہی ہوتا ہے لیکن طلاق رجعی کے بعد اگر کوئی پھر رجعت کر لیتا ہے تو طلاق کی وجہ سے مہر مؤجل معجل بن گیا تھا وہ دوبارہ مؤجل نہیں ہو سکتا ہے، اس کو بہر حال فوراً ادا کرنا ہوگا۔ اور صیر فیہ میں ہے کہ جس کا مہر مؤجل ہے طلاق رجعی کے بعد اس وقت تک معجل نہیں ہوتا ہے جب تک اس کی عدت ختم نہ ہو جائے۔

و ندب اعلامها بها لئلا تنكح غيره بعد العدة فان نكحت فرق بينهما و ان دخل شمني و

ندب الاشهاد بعد لين و لو بعد الرجعة بالفعل و ندب عدم دخوله بلا اذنها عليها لتتاهب و ان قصد رجعتها لكراهتها بالفعل كما مر ادعاها بعد العدة فيها بان قال كنت راجعتك في عدتك فصدقته صح بالمصادقة و الا لا يصح و كذا لو اقام بينة بعد العدة انه قال في عدتها قد راجعتها او انه قال قد جامعتها و تقدم قبولها على نفس اللمس و التقبيل فليحفظ كان رجعة لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة و هذا من اعجب المسائل حيث لا يثبت اقراره باقراره بل بالبينة كما لو قال فيها كنت راجعتك امس فانها تصح و ان كذبته لملكه الانشاء في الحال بخلاف قوله لها راجعتك يريد الانشاء فقالت على الفور مجيبة له قد مضت عدتي فانها لا تصح عند الامام لمقارنتها لانقضاء العدة حتى لو سكتت ثم اجابت صحت اتفاقا كما لو نكلت عن اليمين عن مضي العدة.

رجعت کی اطلاع بیوی کو عورت جس کو طلاق دی گئی ہے، جب شوہر اس سے رجعت کرے، تو اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ بیوی کو اسکی اطلاع کر دے کہ رجعت کر لی گئی ہے تاکہ وہ عدت گذرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے، اگر رجعت کے بعد عورت خبر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے مرد سے نکاح کر لے گی تو ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی جائے گی، اگرچہ دوسرے شوہر نے وطی بھی کر لی ہو، اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ رجعت کے بعد وہ سابق بدستور پہلے شوہر کی بیوی باقی ہے، اس کے نکاح سے نہیں نکلی، لہٰذا دوسرا نکاح فاسد ہوا۔ اب اگر دوسرے شوہر نے وطی کر لی ہے، تو اس کو مہر مثل دینا لازم ہوگا اور عورت کو عدت گذارنا ہوگی بعد عدت پہلے شوہر کے پاس آئیگی۔

رجعت پر گواہ بنانا رجعت کے بعد یہ بھی مستحب ہے کہ دو عادل شخصوں کو شوہر گواہ بنا دے کہ اس نے بیوی کو لوٹا لیا ہے اگرچہ ایسا رجعت فعلی کے بعد کرتا ہو، اور یہ بھی مستحب ہے کہ طلاق رجعی کے بعد شوہر بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے پاس نہ جائے، تاکہ عورت پردہ کا سامان کر لے اگرچہ وہ رجعت کا ارادہ رکھتا ہو، کیونکہ رجعت فعلی مکروہ ہے بعض فقہاء نے طلب اجازت کو مستحب نہیں کہا ہے۔

شوہر کا دعویٰ شوہر نے عدت کے بعد دعویٰ کیا کہ اس نے عدت کے اندر رجعت کر لی تھی اور عورت اسکی تصدیق بھی کر دے تو اس باہم تصدیق کے بعد رجعت کا دعویٰ صحیح ہوگا۔ اور اگر عورت مرد کے دعوی کی تصدیق نہ کرے تو رجعت کا دعویٰ درست نہیں ہوگا۔

رجعت کا ثبوت اسی طرح اس وقت بھی رجعت ثابت ہوگی جب شوہر عدت کے بعد گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت کر دے کہ اس نے عدت کے اندر یہ کہا تھا کہ میں نے اس سے رجعت کر لی ہے یا شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا تھا، اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ لمس (چھونے) اور تقبیل (بوسہ لینے) پر گواہوں کی گواہی قبول ہے یعنی اگر عدت کے اندر بیوی کا چھونا یا اس کا بوسہ لینا ثابت ہو جائے، تو رجعت ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر گواہی سے رجعت قولی یا فعلی

ثابت ہو جائے تو رجعت ثابت قرار پائے گی، اس لئے کہ جو گواہی کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے وہ اس کے برابر ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے، اور یہ عجیب مسئلہ ہے کہ مرد کا اقرار اس کے اقرار سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔

مرد کا قول اگر شوہر نے عدت میں کہا کہ میں نے کل گذشتہ تجھ سے رجعت کرلی تھی تو یہ رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے کیونکہ شوہر فی الحال انشاء کا مالک ہوتا ہے، یعنی جب وہ فوراً رجوع کا حق رکھتا ہے تو رجعت کی خبر کا بھی تو وہ مالک اور حقدار ہوگا۔

بخلاف اس قول کے کہ شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی ہے اور اس نے اس سے مراد لیا کہ میں اب رجعت کر رہا ہوں، خبرًا کا ارادہ نہیں کیا عورت نے شوہر کی یہ بات سن کر فوراً بلا تامل جواب دیا کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے تو اس صورت میں رجعت صحیح نہیں ہوگی امام اعظمؒ کا مسلک یہی ہے کیونکہ رجعت عدت کے ختم ہونے کے متصل پائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر عورت نے شوہر کی بات سن کر سکوت کی اور عدت ختم ہونے کی بات بعد سکوت کے کہی تو رجعت درست ہوگی، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

عورت کا حلف سے انکار اور اگر عورت نے کہا کہ عدت ختم ہو چکی ہے اس سے کہا گیا کہ قسم کھائے کہ عدّت ختم ہو گئی، اس پر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس صورت میں رجعت ثابت ہو گی۔

قال زوج الامة بعدها ای العدة راجعتها فیها فصدقه السید و کذبته الامة و لا بینة او قالت مضت عدتی و انکر الزوج والمولی فالقول لها عند الامام لانها امینة فلو کذبه المولی و صدقته الامة فالقول له ای للمولی علی الصحیح لظهور ملکه فی البضع فلا یمکنها ابطاله قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان له الرجعة لاخبارها بکذبها فی حق علیها شمنی ثم انما تعتبر المدة لو بالحیض لا بالقسط و له تحلیفها انه مستبین الخلق و لو بالولادة لم یقبل الا ببینة و لو حرة فتح و تنقطع الرجعة اذا طهرت من الحیض الاخیر یعم الامة لعشرة ایام مطلقا و ان لم تغتسل و لاقل لا تنقطع حتی تغتسل ولو بسور حمار لاحتمال طهارته مع وجود المطلق لکن لا تصلی لاحتمال النجاسة و لا تتزوج احتیاطا.

لونڈی اور اس کے شوہر کا بیان لونڈی کے شوہر نے بیوی کی عدت گذرنے کے بعد کہا کہ میں نے عدت میں رجعت کرلی تھی، لونڈی کے آقا نے اسکی تصدیق کی لیکن خود لونڈی نے اس کی تکذیب کر دی، اور شوہر کے پاس گواہ نہیں، یا لونڈی نے کہا کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے، مگر شوہر اس سے انکار کرے اور اس کا آقا بھی کہے ایسا نہیں ہے تو اس صورت میں لونڈی کا قول قابل قبول ہوگا، امام اعظمؒ یہی فرماتے ہیں کیونکہ عدت کے معاملہ میں لونڈی امین کی حیثیت رکھتی ہے وہی اس کو جانتی ہے، معاملہ اسی کا ہے۔ شوہر اور آقا کو اس کی کیا خبر۔ اور اگر عدت میں شوہر کے رجعت کرنے کی لونڈی کے آقا نے تکذیب کر دی ہے اور خود لونڈی تصدیق کرتی ہے تو اس صورت میں آقا کا قول قابل قبول ہوگا، صحیح قول یہی ہے، کیونکہ اس سے ملک بضع کی ملکیت آقا کی ظاہر ہوتی ہے۔ اسلئے کہ لونڈی کو اس کا باطل

کرنا ممکن نہیں ہے یعنی جب لونڈی کے شوہر نے طلاق دی اور عدت گذر چکی تو مولیٰ (آقا) کے لئے اس لونڈی سے وطی کرنا جائز ہوگا۔ اب لونڈی شوہر کے رجعت کی تصدیق کر کے آقا کے اس حق کو باطل نہیں کر سکتی ہے۔

اقرار کے بعد انکار عورت نے کہا کہ میری عدت ختم ہو چکی، اس کے بعد پھر کہا کہ میری عدت ختم نہیں ہوئی، تو اس صورت میں شوہر کو رجعت کرنا درست ہوگا کیونکہ عورت خود اپنے کذب کو بیان کر رہی ہے، اس حق میں جو اس پر عائد ہوتا تھا۔

عورت کا دعویٰ اختتم عدت اگر عورت نے طلاق کے بعد عدت کے ختم ہونے کا دعویٰ حیض سے کیا، تو مدت کا اعتبار اس صورت میں ہوگا کہ حیض کے ختم ہونے سے ایسا ممکن ہو مثلاً طلاق کے بعد دو ماہ گذرا ہو، اور کم میں دعویٰ کرے گی تو قابل تسلیم نہ ہوگا، اسلئے کہ تین حیض اس سے کم میں ممکن نہیں، البتہ اسقاط حمل میں مدت معتبر نہیں۔ اس لئے کہ اس کے لئے کوئی مدت ضروری نہیں ہے ایسا ہو سکتا ہے کہ طلاق کے بعد فوراً اسقاط حمل ہو گیا ہو اور اس طرح عدت ختم ہو گئی ہو، مگر شوہر کو اس صورت میں عورت سے یہ حلف لینے کا حق ہے کہ جو بچہ ساقط ہوا اس کے اعضاء جسم ظاہر تھے، اس لئے کہ صرف گوشت کا لوتھڑا گرنے سے عدت ختم نہیں ہوا کرتی ہے جب تک اس پر آدمی کی کچھ صورت نہ بنی ہو۔ اور اگر عورت عدت ختم ہونے کا دعویٰ ولادت کے ذریعہ کرے تو اس کی بات اس وقت تک مانی نہیں جائے گی جب تک گواہی نہ ہو۔ اگرچہ عورت آزاد ہی کیوں نہ ہو۔ کذا فی فتح القدیر۔

رجعت کا انقطاع رجعت اس وقت منقطع ہو جاتی ہے جب عورت اپنے تیسرے حیض سے پاک ہو اسطرح کہ اسکے دس دن پورے ہو چکے ہوں جس طرح بھی ہو خواہ خون بند ہو گیا ہو یا جاری ہو، اور چاہے عورت نے طہارت کا غسل نہ کیا ہو، اور اخیر حیض کا حکم لونڈی کو بھی شامل ہے، یا اخیر حیض کے بعد ایک نماز کا وقت گذر گیا ہو۔ لیکن اگر عورت اخیر حیض سے دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہے تو اس وقت تک عدت ختم شمار نہ ہوگی جب تک وہ غسل نہ کرے، اگرچہ گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو گو مطلق پانی پایا جا رہا ہو لیکن مشکوک پانی سے غسل کرنے کے بعد نہ عورت نماز پڑھے گی اور نہ نکاح کر سکے گی احتیاط کا تقاضا یہی ہے۔

او بمضی جميع وقت صلوة فتصير دينا فی ذمتها و لو عاودها و لم يجاوز العشرة فله الرجعة او بحتى تتيمم عند عدم الماء و تصلى و لو نفلا صلوٰة تامة فی الاصح و فی الكتابية بمجرد الانقطاع ملتقى لعدم خطابها قلت و مفاده ان المجنونة والمعتوهة كذلك و لو اغتسلت و نسيت اقل من عضو تنقطع لتساوع الجفاف فلو تيقنت عدم الوصول او تركته عمد الا تنقطع و لو نسيت عضو الا تنقطع و كل واحد من المضمضة والاستنشاق كالاقل لانهما عضو واحد على الصحيح بهنسى.

یا نماز کا وقت گذر جائے اور نماز اس کے ذمہ دَین ہو جائے، مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت پاک ہوئی اور اس نے غسل نہیں کیا تو عصر کے وقت اس کی عدت ختم شمار ہوگی اس لئے کہ ظہر کا کل وقت گذر گیا۔ اور وہ نماز بطور قضا اس

کے ذمہ واجب ہو گئی لیکن اگر اقل مدت میں ظہر کے بعد حیض پھر لوٹ آیا اور دس دن سے نہیں بڑھا تو اس کے اندر مرد کو رجعت کا حق ہوگا۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ عدت باقی ہے ختم نہیں ہوئی۔

جب عورت اقل حیض میں پاک ہو

عورت اقل حیض میں پاک ہوئی اور پانی غسل کے لئے موجود نہیں تھا اس نے تیمم کر کے نماز ادا کر لی اگر چہ وہ نماز نفل ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ قول اصح یہی ہے۔ اور مطلقہ کتابیہ کا حیض جونہی منقطع ہوا اسکی عدت ختم ہو جاتی ہے کذا فی الملتقی۔ چونکہ وہ احکام شرعی کی مخاطب نہیں ہے، شارح کہتے ہیں کہ اس علت کے بیان کرنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پاگل اور بے ہوش عورت بھی اس حکم میں ہے یعنی حیض کے بند ہوتے ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ سب بھی احکام شرعی کی مکلف نہیں ہیں، اس وجہ سے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی ہے۔

عورت نے اقل حیض کے بعد غسل کیا اور کسی عضو کے معمولی حصہ کو پانی پہونچانا بھول گئی، تو عدت منقطع ہو جائے گی اس لئے کہ اس کے جلو خشک ہو جانے کا بھی احتمال ہے البتہ اگر عورت کو اس حصہ تک پانی نہ پہنچنے کا یقین ہو، یا جان بوجھ کر اس نے اس کو تکر کریا ہو تو اس صورت میں البتہ عدت منقطع نہیں ہوگی، اور اگر کسی پورے عضو کو پانی پہنچانا بھول گئی ہو تو عدت ختم شمار نہیں ہوگی، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا ان میں سے ہر ایک اقل کی طرح ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک عضو کے حکم میں ہوتے ہیں، صحیح تر قول یہی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر صرف کلی کرنا بھول گئی ہے تو یہ اقل میں ہے اور اقل بھول جائے تو عدت ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس صورت میں عدت ختم شمار کی جائے گی۔

طلق حاملا منكرا و طأها فراجعها قبل الوضع فجاء ت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق و لستة اشهر فصاعدا من وقت النكاح صحت رجعته السابقة و توقف ظهور صحتها على الوضع لاينافى صحتها قبله فلا مسامحة فى كلام الوقاية كما صحت لو طلق من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعده فلا رجعة لمضى المدة منكرا وطأها لان الشرع كذبه بجعل الولد للفراش فبطل زعمه حيث لم يتعلق باقراره حق الغير.

حاملہ بیوی سے بعد طلاق رجعت

ایک شخص نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی جس کی وطی کا وہ منکر تھا، پھر اس سے وضع حمل سے پہلے رجعت کر لی، پھر اس کو طلاق سے چھ ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہوا یا نکاح کے بعد چھ ماہ یا زیادہ میں بچہ ہوا، تو شوہر کی سابق رجعت درست ہوگی، طلاق کے بعد جب عورت کو چھ ماہ کے اندر بچہ ہوا تو یہ دلیل اس کی ہوئی کہ شوہر کا وطی سے انکار شرعاً صحیح نہیں تھا، اور یہ لڑکا شوہر کا ہی قرار پائے گا، لہٰذا پہلی رجعت کا صحیح ہونا ظاہر ہے، البتہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچہ ہوا ہے تو مرد کی بات وطی کے انکار میں درست ہوگی، وضع حمل پر رجعت کے صحیح ہونے کا موقوف ہونا یہ اس کے مخالف نہیں ہے کہ وضع حمل سے پہلے رجعت صحیح ہوئی ہے، اس طرح وقایۃ الروایۃ کے کلام میں مسامحت نہیں ہے۔

طلاق سے پہلے بچہ والی سے رجعت

جس طرح اُس وقت رجعت صحیح ہوتی ہے جب کہ کوئی اس عورت کو

طلاق دے جس کو طلاق سے پہلے بچہ ہوا ہے، اور اس نے اس کے ساتھ وطی کا انکار کیا ہے لیکن اگر اس کو طلاق کے بعد بچہ ہوا ہے تو پھر رجعت درست نہیں ہے کیونکہ بچہ پیدا ہونے سے اس کی عدت ختم ہو چکی، اور طلاق سے پہلے بچہ ہونے میں منکر وطی کی رجعت اس لئے درست ہے کہ شریعت نے اس کے انکار کو تسلیم نہیں کیا، کیونکہ شریعت کا فیصلہ ہے الولد للفراش و للعاهر الحجر، اس لئے شوہر کا یہ قول کہ اس نے وطی نہیں کیا ہے باطل قرار پائے گا اس لئے کہ اس کے اقرار سے غیر کا حق متعلق نہیں ہوگا۔

و لو خلابها ثم الكره اى الوطا ثم طلقها لا يملك الرجعة لان الشرع لم يكذبه و لو اقربه و الكرته فله الرجعة و لو لم يخل بها فلا رجعة له لان الظاهر شاهد لها و لو الجية فان طلقها فراجعها والمسئلة بحالها فجاء ت بولد لاقل من حولين من حين الطلاق صحت رجعته السابقة لصيرورته مكذبا كما مر و لو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت به ثم ولدت آخر ببطنين يعنى بعد ستة اشهر و لو لا كثر من عشر سنين مالم تقر بانقضاء العدة لان امتداد الطهر لاغاية له لا الا ياس فهو اى الولد الثانى رجعة اذ يجعل العلوق بوطئ حادث فى العدة بخلاف مالو كانا ببطن واحد و فى كلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون تقع الثلث والولد الثانى رجعة فى الطلاق الاول كما مر و تطلق به ثانيا كالولد الثالث فانه رجعة فى الثانى و تطلق به ثلثا عملا بكلما و تعتد للطلاق الثالث بالحيض لانها من ذوات الاقراء مالم تدخل فى سن الاياس فبالاشهر و لو كانوا ببطن يقع ثنتان بالاولين لا بالثالث لانقضاء العدة به فتح.

خلوت میں وطی سے انکار اور طلاق بعد رجعت

شوہر نے بیوی سے خلوت کی پھر اس نے وطی کا انکار کیا، پھر طلاق دی، تو اس صورت میں وہ رجعت کا مالک نہیں ہوگا اس لئے کہ شریعت اس کی تکذیب نہیں کرتی ہے، اور اگر خلوت کے بعد شوہر نے وطی کا اقرار کیا اور بیوی نے انکار کیا تو شوہر کے لئے رجعت کرنا درست ہے اس لئے کہ ظاہر حال شوہر کے ہم نوا ہے اور اگر شوہر نے خلوت نہیں کی ہے تو اس کو رجعت کا حق نہیں ہے، اسلئے کہ اس صورت میں ظاہر حال عورت کے مطابق ہے اور اس کا شاہد ہے کذا فی الوالجیہ، پس عورت کو طلاق دی اسکے بعد اس سے رجعت کر لی یعنی بعد خلوت کا انکار کر کے طلاق دی ہے اور اس کے بعد رجعت کی ہے، اس کے بعد عورت کو طلاق کے بعد دو سال سے کم میں لڑکا ہوا تو پہلی رجعت صحیح ہوگی، کیونکہ شرعاً شوہر دروغ گو قرار پائے گا جیسا کہ ابھی اوپر گذرا، کہ جب بچہ پیدا ہوا تو پھر مرد کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اس نے وطی نہیں کی ہے، اور سابقہ رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی۔

بچہ پیدا ہونے پر تعلیق

شوہر نے کہا اگر تجھ کو بچہ ہوا تو طلاق ہے، اس کے بعد بچہ ہوا، پس اس پر طلاق واقع ہوگئی، پھر وہ عدت میں بیٹھی اس کے بعد اس کو دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ یعنی پہلے لڑکے کے پیدا ہونے

کے چھ ماہ بعد دوسرا لڑکا ہوا گویہ دوسرا بچہ دس برس بعد پیدا ہوا جب تک وہ اپنی عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہ کرے، کیونکہ طہر کی زیادتی کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، سوائے اس کے کہ عورت بوڑھی ہو جائے۔ تو یہ دوسرا بچہ رجعت ہوگا۔ اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس دوسرے بچہ کا نطفہ عدت میں دوسری وطی سے قرار پایا ہے، بخلاف اس کے کہ دوسرا بچہ ایک ہی بطنسے ہو یعنی دونوں کی ولادت میں چھ ماہ سے کم کا فصل ہو، یعنی اگر پہلے بچہ کے بعد دوسرا بچہ چھ ماہ سے کم میں ہوا ہے تو پھر اس سے رجعت ثابت نہیں ہوگی۔

کلما کے ساتھ تعلیق کی صورت

اگر شوہر نے اس طرح کہا ہے کہ جب جب تو بچہ جنے گی تجھ کو طلاق ہے پھر اس کو تین بچے تین بطن سے پیدا ہوئے، تو اس کو تین بار طلاق واقع ہوگی اور دوسرا بچہ جب پیدا ہوا تو عورت کو دوسری بار طلاق ہوئی لیکن تیسرا بچہ دوسری طلاق کے لئے رجعت ہوگا اور اس سے اس کو تیسری طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ کلما کا تقاضا ہے، اور تیسری طلاق کی عدت حیض سے ہوگی، اس لئے کہ عورت حیض والیوں میں داخل ہے، جب تک وہ سن ایاس می ں نہ پہنچے حیض والی کہلاتی ہے، جب سن ایاس کو پہنچ جائے گی اور حیض آنا بند ہو جائے گا تو پھر اس کی عدت مہینوں سے ہوگی، کیونکہ حیض والی کی عدت تین مکمل حیض ہے اور سن ایاس والی کی عدت تین ماہ کامل ہے اور اگر اس کو تین لڑکے دو بطن سے ہوئے، تو پہلے دو لڑکوں سے طلاق واقع ہوگی اور تیسرے بچے سے طلاق واقع ہوگی کیونکہ عدت ختم ہو چکی کذا فی فتح القدیر۔

والمطلقة الرجعية تتزين و يحرم ذلك في البائن والوفاة لزوجها الحاضر لا الغائب لفقد العلة اذا كانت الرجعة مرجوة والا فلا تفعل ذكره مسكين و لا يخرجها من بيتها و لو لما دون السفر للنهي المطلق مالم يشهد على رجعتها فتبطل العدة و هذا اذا صرح بعدم رجعتها فلو لم يصرح كان السفر رجعة دلالة فتح بحثا و اقره المصنف والطلاق الرجعي لا يحرم الوطأ خلافا للشافعي فلووطئ لاعقر عليه لانه مباح لكن تكره الخلوة بها تنزيها ان لم يكن من قصده المراجعة والا لا تكره.

عدت میں بننا سنورنا

وہ عورت جس کو طلاق رجعی دی گئی ہے وہ بناؤ سنگار کرے گی، البتہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہے، اس کے لئے عدّت میں زینت حرام ہے اسی طرح اس عورت کے لئے بھی زینت عدت کے اندر حرام ہے جس کا شوہر مر گیا ہو، جس کو طلاق رجعی ملی ہے وہ بھی بناؤ سنگار اس وقت کرے گی جب شوہر اس کے پاس موجود ہو، اگر سامنے موجود نہیں ہے یا سفر میں ہے تو زینت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں وہ علت نہیں پائی جاتی کہ شوہر دیکھ کر راغب ہو تو اس میں رجعت کا جذبہ ابھرے، پھر زینت اُس وقت مستحب ہے جب بیوی کو امید ہے کہ شوہر رجعت کرلے گا، اور اگر اس کی امید نہ ہو تو پھر زینت نہ کرے، ملا مسکین نے اس کو ذکر کیا ہے۔

مطلقہ رجعیہ کو سفر میں ساتھ لیجانا

مطلقہ رجعیہ کو شوہر اُس وقت تک گھر سے نکال کر باہر نہ لے جائے گا جب تک وہ اس کی رجعت پر گواہ نہ بنائے گویہ نکالنا مدت سفر سے کم کیلئے ہو،

کیونکہ قرآن میں مطلقہ کو نکالنے سے مطلقاً روکا گیا ہے، کوئی قید ذکر نہیں کی گئی ہے کہ ۴۸ میل سے کم ہو یا زیادہ۔ جب اس کی رجعت پر گواہ بنائے گا تو پھر اس کی عدت باطل ہو جائے گی اور اس کو باہر لیجانا اس کے لئے جائز ہوگا۔
یہ گھر سے باہر نہ لیجانے کا حکم اُس وقت ہے جب کہ شوہر نے صراحتاً کہہ دیا ہو کہ وہ رجعت نہیں کرے گا لیکن اگر اس کی صراحت نہیں کی ہے تو سفر میں مطلقہ رجعیہ کا لیجانا ہی رجعت کے حکم میں ہوگا، کیونکہ دلالت حال کا یہی تقاضا ہے کذا فی فتح القدیر اور مصنف نے بھی اس دلیل کو برقرار رکھا ہے۔

مطلقہ رجعیہ سے وطی

طلاق رجعی دینے سے شوہر پر اسکے ساتھ وطی کرنا حرام نہیں ہوتا ہے، چنانچہ اگر وہ مطلقہ رجعیہ کے ساتھ وطی کرے گا تو اس پر اس کی وجہ سے مہر مثل دینا لازم نہیں ہے، کیونکہ شرعاً اس کے لئے اس سے وطی کرنا مباح ہے، یعنی حرام و ناجائز نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ رجعت فعلی کو مکروہ کہا گیا ہے۔
ہاں اگر شوہر کا ارادہ رجعت کا نہ ہو تو مطلقہ رجعیہ کے ساتھ خلوت مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر خلوت مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔

و يثبت القسم لها ان كان من قصده المراجعة والا لاقسم لها بحر عن البدائع قال و صرحوا بان له ضرب امرأته على ترك الزينة و هو شامل للمطلقة رجعيا.

مطلقہ رجعیہ کی باری

مطلقہ رجعیہ کے لئے اس کی باری اس وقت تک ثابت ہے جب تک شوہر کا ارادہ رجعت کا ہے، اور اگر رجعت کا قصد نہیں ہے تو پھر اس کے لئے باری نہیں ہے کذا فی البحر عن البدائع،
صاحب بحر الرائق نے کہا ہے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ترک زینت پر سزا دے سکتا ہے اور یہ حکم مطلقہ رجعیہ کو بھی شامل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک اس کی عدت ختم نہ ہو فی الجملہ زوجیت باقی رہتی ہے، ختم نہیں ہوتی۔

و ينكح مسانته بما دون الثلث فى العدة او بعدها بالاجماع و منع غيره فيها لاشتباه النسب لا ينكح مطلقة من نكاح صحيح نافذ كما سنحققه بها اى بالثلث لو حرة و ثنتين لو امة و لو قبل الدخول و ما فى المشكلات باطل او مؤول كما مر حتى يطأها غيره و لو الغير مراهقا يجامع مثله و قدره شمس الاسلام بعشر سنين او خصيا او مجبوبا او ذميا لذمية.

تین بائن طلاق سے کم پر دوبارہ نکاح کا جواز

جس بیوی کو شوہر نے تین طلاق سے کم طلاق بائن دی ہو عدت کے اندر اور اس کے بعد اس مطلقہ بائنہ سے اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہے، اس پر اجماع دلیل ہے عدت میں نکاح کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ شوہر کے علاوہ دوسرے کے لئے عدت کے اندر نکاح ممنوع ہے، کیونکہ نسب کے مشتبہ ہو جانے کا اندیشہ ہے، یعنی اگر شوہر کے علاوہ دوسرے کو عدت میں نکاح کی اجازت دیدی جاتی اور اس کے بعد لڑکا پیدا ہوتا، تو یہ یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ پہلے شوہر کے نطفہ سے ہے، یا دوسرے کے نطفہ سے، ہاں جو عورت بچہ دینے کے قابل نہیں ہے اس کے لئے یہ اس وجہ سے ممنوع ہے کہ قرآن پاک میں صراحتاً اس سے روکا گیا ہے، اور عدت جو ایک حق شرعی ہے وہ مجروح ہوتا ہے۔

تین طلاق کے بعد شوہر نے جس عورت کو تین طلاقیں دی ہیں، اور یہ صحیح نکاح نافذ کے بعد واقع کی ہیں، تو شوہر اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے، آزاد عورت کے لئے تین طلاق ہے، اور لونڈی کے لئے دو کہ اس کے بعد نکاح کی شوہر کو بلا حلالہ اجازت نہیں ہے خواہ شوہر نے دخول سے پہلے ہی طلاق دی ہو، اور جو قول مطلقہ ثلثہ سے نکاح کے جواز کا قبل دخول مشکلات میں نقل کیا گیا ہے وہ باطل ہے، یا مؤول (لائق تاویل) ہے، باطل اس وجہ سے ہے کہ یہ قول نص صریح اور اجماع امت کے خلاف ہے اور تاویل اس طرح کی جاسکتی ہے کہ تین طلاق متفرق مراد ہو، کیونکہ غیر مدخولہ پہلی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ لغو قرار پاتی ہے کیونکہ محل ختم ہو جاتا ہے۔

مطلقہ ثلثہ سے دوبارہ نکاح کی شرط شوہر اول مطلقہ ثلثہ سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا ہے جب تک وہ عورت عدت گذار کر دوسرے مرد سے جائز طور پر نکاح نہ کرلے اور جب تک دوسرا شوہر اس کے ساتھ وطی نہ کرلے، خواہ وہ دوسرا شوہر قریب البلوغ ہی کیوں نہ ہو مگر جماع پر قادر ہونا شرط ہے اور شمس الاسلام نے اس کا اندازہ دس سال کی عمر سے لگایا ہے، اور خواہ وہ دوسرا شوہر خصی ہی کیوں نہ ہو یا مجنون ہی کیوں نہ ہو۔ خصی کا محلل ہونا اس وجہ سے صحیح قرار دیا گیا ہے کہ اس کو فوطے نہیں ہوتے ہیں، مگر عضو تناسل ہوتا ہے۔ اور مجنون کی صورت یہ ہوگی کہ اس کا ولی اس کی شادی کردے، مگر اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی اور ذمیہ عورت کے لئے ذمی مرد محلل ہو سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک کتابیہ عورت سے مسلمان کی شادی تھی، اس نے تین طلاق دیدی اب اگر عدت کے بعد ذمی کتابی اس سے نکاح کرلے اور وطی کے بعد طلاق دیدے گا، تو یہ عورت پہلے شوہر کے لئے جائز ہو جائے گی اور شوہر اول کا اس سے نکاح جدید کرنا جائز ہوگا۔

بنكاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نكحها عبد بلا اذن سيده و وطئها قبل الاجازة لايحلها حتى يطأها بعدها و من لطيف الحيل ان تزوج لمملوك مراهق بشاهدين فاذا اولج يملكه لها فيبطل النكاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا يظهر امرها لكن على رواية الحسن المفتى بها انه لايحلها لعدم الكفاءة ان لها ولي الا فيحلها اتفاقا كما مر و تمضي عدته اي الثاني.

نکاح نافذ کی شرط مطلقہ ثلثہ سے دوسرے شوہر کا نکاح نافذ ہونا شرط ہے، تب شوہر اول کے لئے بعد وطی و طلاق جائز ہوگی، نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد، اور نکاح موقوف نکل گیا، پس اگر مطلقہ ثلثہ سے غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، اور وطی بھی کی، تو اس کی وجہ سے یہ عورت پہلے شوہر کے لئے اس وقت حلال نہیں ہوگی، جب کہ غلام شوہر اس کو طلاق دے گا، البتہ آقا کی اجازت نکاح کے بعد جب وہ دوبارہ وطی کرے گا تو البتہ یہ محلل ہو جائے گی اور وہ پہلے شوہر کے لئے جائز ہوگی اس وجہ سے کہ غلام کا نکاح اس کے آقا کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر نکاح نافذ نہیں ہوتا ہے۔

مطلقہ ثلثہ کے جائز کرنے کی صورت مطلقہ ثلثہ کے لئے پہلے شوہر سے نکاح کے دوبارہ جائز ہونے کی ایک لطیف تدبیر یہ ہے کہ وہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح دو گواہوں کے

سامنے ایسے غلام سے کردے جو قریب البلوغ ہو، جب یہ غلام اس عورت سے وطی کر چکے، تو آقا اس غلام کا مطلقہ ثلثہ کو مالک بنادے، چنانچہ خود بخود اس کے بعد اس کا نکاح باطل ہو جائے گا، پھر عورت اس غلام کو دوسرے شہر میں بھیج کر فروخت کردے، تاکہ کسی کو یہ قصہ یا راز معلوم نہ ہوسکے، لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر مفتی بہ قول یہ ہے کہ غلام کا نکاح اور اس کے ساتھ اس کی وطی عورت کے پہلے شوہر پر حلال ہونے کی وجہ نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ دونوں ہم کفو نہیں ہیں، اگر عورت کے لئے کوئی ولی موجود ہے اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں ہے تو پھر یہ نکاح پہلے شوہر کے لئے جائز کردے گا۔

نکاح کے جائز ہونے کی شرط

جیسا کہ پہلے بھی صراحت گذری کہ دوسرا شوہر اس وقت محلل بنے گا جب اس نے جائز نکاح کیا ہو، اور وطی کے بعد طلاق دی ہو اور اس طلاق کے بعد اس کی عورت کی عدت گذر چکی ہو۔

لا یملك یمین لاشتراط الزوج بالنص فلایحلها وطؤ المولی ولا ملك امة بعد طلقتین او حرة بعد ثلث وردة و سبی نظیره من فرق بینهما بظهار او لعان ثم ارتدت و سبیت ثم ملكها لم تحل له ابدا والشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو كانت صغیرة لا یوطأ مثلها لم تحل للاول والاحلت و ان افضاها بزازیة فلو وطئ مفضاة.

آقا کی وطی سے مطلقہ مغلظہ جائز نہیں ہوتی

ملک یمین کے ذریعہ جو وطی ہوگی وہ مطلقہ ثلثہ کو پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کو جائز نہیں کرتی، اس لئے کہ نص میں صراحتاً شرط ہے کہ شوہر ثانی نے وطی کی ہو، لہٰذا اگر اس کا مولیٰ اس لونڈی سے وطی کرلے گا تو وہ محلل نہیں بنے گا، اس کی صورت یہ ہے کہ لونڈی کے شوہر نے دوبار طلاق دیدی تو وہ اس پر حرام ہوگئی، اب اس کے مالک نے اس سے وطی کی، اس لئے کہ اس کو ملک یمین حاصل ہے، تو عدت کے بعد یہ لونڈی اپنے شوہر کے لئے جائز نہیں ہوگی کہ وہ دوبارہ اس سے نکاح کرلے، کیونکہ قرآن میں شوہر ثانی کی وطی پر نکاح کے جائز ہونے کو موقوف رکھا گیا ہے، مالک کی وطی پر موقوف نہیں ہے۔

شوہر نے اپنی لونڈی بیوی کو جب دوبار طلاق دیدی، پھر اس کو اس نے خرید لیا تو اس کے لئے اس کے ساتھ وطی کرنا بملک یمین جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس کے لئے دوبار طلاق دینے کی وجہ سے اس وقت تک حرام رہے گی جب تک اس کی دوسرے سے شادی نہ ہو اور دوسرا وطی کرکے اس کو طلاق نہ دے۔ ارشاد ربانی ہے حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ۔

یا کسی آزاد عورت کے شوہر نے تین طلاق دی، پھر وہ عورت مرتد ہوگئی اور وہ دارالاسلام میں گرفتار ہوکر آئی، اس کے بعد وہ جس کے حصہ میں آئی اس نے آقا ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی کی، تو اس وطی کی وجہ سے ایسی عورت کا پہلے شوہر سے دوبارہ شادی کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ حلت کی بنیاد دوسرے شوہر کا بعد نکاح وطی کرنا ہے جو نہیں پایا گیا۔

ظہار ولعان کی صورت

اسی مسئلہ کی طرح یہ صورت بھی ہے کہ میاں بیوی میں ظہار یا لعان کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق واقع ہوگئی، اس وجہ سے دونوں میں وطی ممنوع قرار پاگئی، اس کے بعد عورت مرتد ہوگئی اور دارالحرب سے گرفتار ہوکر دارالاسلام میں لائی گئی، پھر اس کا شوہر اس کا مالک ہوگیا، تو یہ عورت اس شوہر

پر کبھی حلال نہیں ہوگی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب بیوی سے کوئی ظہار کرے، تو جب تک وہ اس کا کفارہ قاعدہ کے مطابق ادا نہ کرے، وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی ہے، اسی طرح لعان میں تفریق کے بعد جب تک اس کو باطل نہ کرے بیوی حلال نہیں ہوتی ہے۔

مقام شہوت میں وطی کی شرط

حلالہ میں یہ شرط ہے کہ مقام مخصوص میں وطی ہونے کا یقین ہو، اس طرح کہ جس طرح وطی کا یقین ہو اسی طرح یہ بھی یقین ہو کہ وطی اس کے مقام شہوت میں ہوئی ہے، للہٰذا اگر عورت کم سن ہے اور اس قدر کہ اس عمر کی لڑکی سے وطی نہیں کی جاتی ہو، تو اگر اس سے شوہر ثانی وطی کرے گا، تو یہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی، اس لئے کہ کم سن لڑکی جو لائق وطی نہیں ہے وہ محل شہوت نہیں ہوتی ہے او راس کی وطی شرعاً لائق اعتبار نہیں ہے، البتہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو دوسرے شوہر کے وطی کرنے سے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی اگر دوسرا شوہر اس کو وطی کر کے مِفضَاۃ کر ڈالے مِفضَاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے دُبر اور شرمگاہ کے درمیان کا پردہ پھٹ جائے اور اس طرح دونوں ایک ہو جائے۔

لا تحل له الا اذا حبلت ليعلم ان الوطأ كان في قُبلها كما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتى تحبل لوجود الدخول حكما حتى يثبت النسب فتح فالاقتصار على الوطئ قصور الا ان يعمم بالحقيقي والحكمي و الا يلاج في محل البكارة يحلها و الموت عنها لا كما في القنية و استشكله المصنف و في النهر و كانه ضعيف لما في التبيين يشترط ان يكون الايلاج موجبا للغسل و هو التقاء الختانين بلاحائل يمنع الحرارة.

مفضاۃ کی وطی کا تیقن

لیکن مفضاۃ عورت جس کو تین طلاق دی گئی ہے، شوہر ثانی نے اس کے ساتھ تیقن کے ساتھ وطی کی یعنی وطی محل شہوت میں پائی گئی، لیکن یہ پہلے شوہر کے لئے دوبارہ اُس وقت تک جائز نہیں ہوگی، جب تک وہ حاملہ نہ ہو جائے تاکہ یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ اس کی شرمگاہ میں پائی گئی ہے۔

مطلقہ ثلثہ کا مجبوب سے نکاح اور اس کا حکم

جس طرح حلالہ میں کوئی عورت کسی مجبوب (مقطوع الذکر) کے ساتھ شادی کرے تو یہ عورت اس وقت تک پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی، جب تک اس کو حمل ظاہر نہ ہو جائے، کیونکہ حمل کے بعد یقین ہوگا حکماً دخول پایا گیا ہے، یہاں حقیقی دخول ممکن نہیں ہے کہ اس کے پاس ذکر ہی نہیں ہے، حکمی دخول کا حکم لگایا جا سکتا ہے یعنی شرع میں یہ حمل شوہر کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ نکاح پایا جاتا ہے اس حکمی دخول کی وجہ سے نسب شوہر سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر۔

شارح کہتے ہیں کہ جب حکمی دخول بھی تحلیل کا ذریعہ ہے تو صرف وطی پر موقوف کرنا عبارت میں صحیح نہیں ہے، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ وطی شرط ضروری ہے مگر وہ عام ہے کہ وطی حقیقی پائی جائے یا وطی حکمی۔ پھر عبارت میں کمی نہ سمجھی جائے گی اور مقطوع الذکر اسی وطی حکمی میں داخل ہوگا۔

محل بکارت میں دخول

محل بکارت میں وطی کرنا عورت کو شوہر اوّل کے لئے حلال کر دیتا ہے، اور شوہر ثانی کا

عورت کو چھوڑ کر مر جانا بلا وطی حلال نہیں کرتا ہے۔ کذا فی القنیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو مشکل جانا ہے، اشکال یہ ہے کہ صرف محل بکارت میں ادخال پایا گیا لیکن پردۂ بکارت باقی رہا، تو ایسی صورت میں دخول حشفہ کس طرح پایا جا سکتا ہے، اور حلالہ میں وہ دخول معتبر ہے جو موجب غسل ہو اور موجب غسل وہی دخول ہے جب کہ حشفہ اندر غائب ہو جائے۔

نہر الفائق میں لکھا ہے کہ قنیہ کا قول غالباً ضعیف ہے کیونکہ تبیین میں ہے کہ شرط یہ ہے کہ عضو تناسل اس طرح ہو تو وہ موجب غسل ہے اور یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ دونوں شرمگاہیں بلا کسی ایسے حائل کے مل جائیں، جو گرمی کے لئے مانع بن سکے البتہ اگر بکارت کے ازالہ کے ساتھ دخول مراد ہو تو پھر کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ سارے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا یہی مراد لیا جانا مناسب ہے۔

و کونه عن قوة نفسه فلا يحلها من لايقدر عليه الا بمساعدة اليد الا اذا تتعش و عمل و لو في حيض و نفاس و احرام و ان كان حراما و ان لم ينزل لان الشرط الذوق لا الشبع قلت و في المجتبیٰ الصواب حلها بدخول الحشفة مطلقا لكن في شرح المشارق لابن ملك لو وطئها و هي نائمة لا يحلها للاول لعدم ذوق العسيلة و ينبغي ان يكون الوطؤ في حالة الاغماء كذلك.

خود سے داخل کرنے کی شرط

حلالہ میں عضو تناسل کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا شرط ہے اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ مرد اپنے عضو خاص کو اس کی قوت سے بغیر کسی دوسرے عضو کی مدد کے داخل کرے لہٰذا اگر کوئی اپنے ہاتھ کی مدد سے داخل کرے گا تو اس سے حلالہ نہیں ہوگا، البتہ اس وقت حلت ثابت ہوگی جب کہ ہاتھ کی مدد سے عضو میں استادگی آگئی تھی اور وہ خود داخل ہونے کے لائق ہو گیا، اگرچہ یہ دخول حیض و نفاس اور حالت احرام میں ہو، گو وطی ان صورتوں میں حرام ہے لیکن حلالہ ہو جائے گا اگرچہ اس وطی سے انزال نہ ہو، اس لئے کہ تحلیل میں لذت پانے کی شرط تو ہے جماع سے آسودہ ہونے کی شرط نہیں ہے جو انزال سے حاصل ہوتا ہے۔

مزہ چکھنے کی شرط

شارح کا بیان ہے کہ مجتبیٰ نامی کتاب میں ہے کہ حلت مطلقاً حشفہ کے داخل ہونے سے ثابت ہوتی ہے، خواہ دخول ہاتھ کی مدد سے ہوا ہو، خواہ اس کی مدد کے بغیر، لیکن ابن الملک کی شرح المشارق میں ہے کہ اگر سوئی ہوئی عورت سے وطی کی ہے تو اس سے وہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوگی، کیونکہ عورت نے وطی کا مزہ نہیں چکھا اور حدیث میں آیا ہے کہ یہاں تک کہ ایک دوسرے کا مزہ چکھ لیں اور یہ طے ہے کہ سوئی ہوئی عورت لذت سے آشنا نہیں ہو سکتی ہے، اور مناسب یہ ہے کہ یہی حکم اس وطی کا بھی ہونا چاہئے جو بے ہوشی کی حالت میں ہو، یعنی یہ وطی بھی باعث حلت نہیں ہوگی۔

وكره التزوج للثاني تحريما لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك و ان حلت للاول لصحة النكاح و بطلان الشرط فلايجبر على الطلاق كماحققته الكمال خلافا لما زعمه البزازي و من لطيف الحيل قوله ان تزوجتك و

جامعتك او امسكتك فوق ثلث مثلا فانت بائن.

حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح

حلالہ کی شرط پر شوہر ثانی کا مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تحلیل کرنے والے اور جس کے لئے تحلیل ہوئی ہے، ان دونوں پر لعنت کرے، مشروط تحلیل کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً دوسرا ہونے والا شوہر عورت سے کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ تجھ کو طلاق دیدوں گا، گو اس نکاح سے بھی عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی، کیونکہ اس شرط کے ساتھ بھی نکاح درست ہو جاتا ہے، اور شرط باطل قرار پاتی ہے، للہذا کوئی اس کو طلاق پر مجبور نہیں کر سکتا ہے چنانچہ اس کی محقق کمال نے تحقیق کی ہے۔ البتہ بزازی کے گمان کے یہ خلاف ہے، یعنی بزازیہ نے کہا ہے کہ ایسا مشروط نکاح بھی درست ہے اور شرط بھی جائز ہے، یہاں تک کہ اگر دوسرا شوہر طلاق دینے سے انکار کرے گا تو قاضی جبراً اس سے طلاق دلوائے گا، اور فتح القدیر کے مصنف نے بزازیہ کے اس قول کی تردید کی ہے کہ یہ قول ظاہر الروایۃ سے ثابت نہیں ہے ساتھ ہی مذہب کے قواعد کے خلاف ہے۔

حلالہ کی تدبیر

حلالہ کے واسطے لطیف حیلہ یہ ہے کہ شوہر اس طرح کہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر کے جماع کروں یا تین راتوں سے زیادہ روکوں، تو تجھ کو طلاق بائن ہے، اس صورت میں اگر دوسرا شوہر عورت کو جماع کے بعد تین رات سے زیادہ روکے گا تو عورت کو خود بخود طلاق ہو جائے گی اور وہ عدت کے بعد پہلے شوہر کے لئے جائز ہو جائے گی۔

و لو خافت ان لا يطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امرى بيدى زيلعي و تمامه في العمادية اما اذا اضمرا ذلك لا يكره و كان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح و تاويل اللعن اذا شرط الاجر ذكره البزازى ثم هذا كله فرع صحة النكاح الاول حتى لو كان بلا ولى بل بعبارة المرأة او بلفظ هبة او بحضرة فاسقين ثم طلقها ثلثا و اراد حلها بلا زوج يرفع الامر لشافعي فيقضي به و ببطلان النكاح اى في القائم والآتي لا في المنقضي بزازيه.

تفویض کا طریقہ

اگر عورت کو یہ اندیشہ ہو کہ دوسرا شوہر اس کو طلاق نہیں دے گا، تو اس کے لئے یہ حیلہ ہے کہ عورت بوقت ایجاب یہ کہے کہ میں نے اپنا نکاح تم سے اس شرط پر کیا کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں رہے یعنی طلاق کا مجھ کو اختیار رہے کذا فی الزیلعی اور اس کی پوری تقریر فصول عمادیہ میں ہے، فصول عمادیہ میں اس طرح ہے کہ جب عورت کو شوہر ثانی سے خطرہ ہو کہ طلاق نہیں دے گا تو وہ اس طرح کہے میں نے اپنا نکاح تم سے کیا اس شرط پر کہ میرا معاملہ میرے ہاتھ میں رہے گا، اور شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا، اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہے گا اور اگر ابتدا شوہر نے کی، اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں رہے گا، مرد کے اس ایجاب کو عورت نے قبول کر لیا، تو نکاح جائز ہوگا مگر اس کو طلاق کا اختیار نہ ہوگا، دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب شوہر نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اس وقت عورت اس کے نکاح میں نہیں تھی، اور **تفویض بغیر ملک یا بلا اضافت الی سبب الملک** کے صحیح نہیں ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس وقت دونوں امر موجود نہیں ہوتے ہیں، بخلاف پہلی صورت کے کہ جب شوہر نے

قبول کیا، تو عورت کے منکوحہ ہونے کیوجہ سے تفویض پائی گئی، لہٰذا صحیح ہوگی۔

تحلیل کی نیت سے نکاح

لیکن اگر دوسرا شوہر تحلیل کے ارادہ کو چھپائے رکھے زبان پر نہیں لائے تو پھر مکروہ نہیں ہوگا بلکہ اس مرد کو ثواب ملے گا کیونکہ اس کی نیت اصلاح کی ہے، کہ حرمت زائل کر کے دونوں کو ملادے گا، اور حدیث میں جو لعنت کی بات آئی ہے اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس وقت ہے جب وہ تحلیل پر اس کی اجرت وصول کرے، کذا ذکرہ البزازی۔

پہلے نکاح کا درست ہونا

مگر یہ جو کچھ لکھا گیا اس کی بنیاد اس پر ہے کہ پہلا نکاح صحیح ہوا ہو یعنی اگر پہلے شوہر کا نکاح درست تھا تو تین طلاق دینے کی صورت میں اس تحلیل کی ضرورت ہوگی، چنانچہ اگر پہلا نکاح بغیر ولی کے تھا۔ عورت کی عبادت سے ہوا تھا، یا ہبہ کے لفظ سے تھا، یا دو فاسق گواہوں کے سامنے ہوا تھا۔

اس کے بعد اس نے تین طلاق دی تھی اور عورت کو دوسرے شوہر کے بغیر حلال کرنا چاہا تو اس معاملہ کو شافعی المذہب قاضی کے پاس لے جائے، تا کہ وہ قاضی اس نکاح کے باطل ہونے کا حکم کرے، جواب قائم اور موجود ہے، نہ کہ گذشتہ نکاح میں (طحطاوی نے کہا کہ ایسے مسائل لائق اظہار نہیں ہیں بلکہ سوچا جائے تو یہ تعبیر ٹھیک بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مذہب احناف میں بلا ولی نکاح درست نہیں ہوتا ہے یا ہبہ کے ساتھ نکاح درست نہیں ہوتا، یا دو فاسق گواہوں کی موجودگی میں نکاح نہیں ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اگر یہ کہا جاتا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق واقع نہیں ہوگی تو ٹھیک رہتا)

و فیها قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بها و کذبته فالقول لها و لو قال الزوج الاول ذلك فالقول له ای فی حق نفسه والزوج الثانی یهدم بالدخول فلو لم یدخل لم یهدم اتفاقا قنیة مادون الثلث ایضا کما یهدم الثلث اجماعا لانه اذا هدم الثلث فما دونها اولی خلافا لمحمد فمن طلقت دونها و عادت الیه بعد آخر عادت بثلث لو حرة و بثنتین لو امة و عند محمد و باقی الائمة بما بقی و هو الحق فتح و اقره المصنف کغیره و لو اخبرت مطلقة الثلث بمضی عدته و عدة الزوج الثانی بعد دخوله والمدة تحتمله جاز له ای للاول ان تصدقها ان غلب علی ظنه صدقها.

اقوال میاں بیوی میں اختلاف کی صورت

بزازیہ میں ہے کہ شوہر ثانی نے کہا کہ دوسرا نکاح فاسد تھا یا کہا کہ صحیح تھا لیکن میں اس عورت کے پاس نہیں گیا یعنی اس سے جماع نہیں کیا اور شوہر نے طلاق کے بعد اس کا اظہار کیا، کیونکہ منشا یہ تھا کہ یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہو، لیکن عورت دوسرے شوہر کی بات کی تکذیب کرے، تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا، اور اگر پہلے شوہر نے یہ کہا یعنی یہ کہ دوسرا نکاح فاسد ہوا تھا یا دوسرے شوہر نے وطی نہیں کی ہے تو اس صورت میں پہلے شوہر کا قول معتبر ہوگا۔

دوسرے نکاح اور جماع کا اثر

دوسرے شوہر کا نکاح کے بعد عورت سے جماع کرنا پہلی طلاقوں کو جو تین سے کم ہو ڈھادیتا ہے، جس طرح وہ تین طلاق کو ڈھادیتا ہے، کیونکہ جب تین طلاق

باقی نہیں رہتی ختم ہو جاتی ہے تو اس سے کم تو بدرجہ اولیٰ ختم ہو گی، امام محمدؒ اس کے خلاف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ دوسرا شوہر ایک اور دو طلاق کو نہیں گراتا ہے لیکن اگر دوسرے شوہر نے جماع نہیں کیا تو بالاتفاق نہیں گرائے گا۔

لہٰذا جس عورت کو تین سے کم طلاق دی گئی، اور دوسرے نکاح کے دوبارہ اس شوہر کے نکاح میں وہ آئی، تو اس کو تین طلاق دینے کا حق ہوگا اور اگر عورت لونڈی ہے، تو دو طلاق کا حق ہوگا۔ اسلئے کہ دوسرے شوہر نے پہلی ایک یا دو طلاق کو ڈھا دیا ہے، اور امام محمدؒ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک لوٹنے کی صورت میں پہلے شوہر کو صرف بقیہ طلاق کے دینے کا اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا حق ہوگا اور اگر دو طلاق دے چکا تھا، تو اب صرف ایک طلاق کا حق ہوگا، اور امام محمدؒ کے اسی قول کو حق کہا گیا ہے کذافی فتح القدیر اور اسی کو مصنف نے برقرار رکھا ہے۔

مطلقہ ثلثہ کے قول پر اعتماد مطلقہ ثلثہ نے بتایا کہ پہلے اور دوسرے شوہر کی عدت ختم ہو چکی ہے، اور یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ دوسرے شوہر نے جماع کے بعد طلاق دی تھی، اور مدت اتنی گذر چکی ہو کہ پہلے شوہر کے لئے اسکی تصدیق میں کوئی اشکال پیدا نہ ہو، اور ساتھ ہی اس کو غالب گمان ہو کہ عورت سچ کہہ رہی ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ عورت کی تصدیق کرے اور نکاح کر لے۔

و اقل مدة عدة عنده بحيض شهران و لامة اربعون يوما مالم تدع السقط كما مر و لو تزوجت بعد مدة تحتمله ثم قالت لم تنقض عدتي او ماتزوجت بآخر لم تصدق لان اقدامها على التزوج دليل الحل و عن السرخسي لايحل تزوجها حتي يستفسرها و في البزازية قالت طلقني ثلثا ثم ارادت تزويج نفسها منه ليس لها ذلك اصرت عليه ام اكذبت نفسها سمعت من زوجها انه طلقها و لا تقدر علي منعه من نفسها الا بقتله لها قتله بدواء خوف القصاص و لا تقتل نفسها و قال الاوزجندي ترفع الامر للقاضي فان حلف و لا بينة لها فالاثم عليه و ان قتلته فلا شئ عليها و البائن كالثلث بزازية.

عدت کی مدّت عدت کی کم سے کم مدت امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد عورت کے واسطے دو مہینے ہے اور لونڈی کے لئے چالیس دن ہے جب تک عورت بچے کے ساتھ ہونے کا دعویٰ نہ کرے اس لئے کہ اسقاط سے عدت فوراً ختم ہو جاتی ہے۔

عورت کا دعویٰ اگر مطلقہ ثلثہ نے اس عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کیا، جو مدت عدت کے ختم ہونے کا احتمال رکھتی ہے پھر عورت نے کہا کہ اس کی عدت ختم نہیں ہوئی ہے یا یہ کہا کہ اس نے دوسرے مرد سے نکاح نہیں کیا تھا، تو اس صورت میں عورت کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیونکہ اسکا نکاح کے لئے اقدام کرنا، اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے اور امام سرخسی سے روایت ہے کہ پہلے شوہر کے لئے دوبارہ اس سے اس وقت تک نکاح کرنا درست نہیں ہے جب تک وہ عورت سے پوچھ نہ لے یعنی پہلے اطمینان کرے پھر نکاح کرے، اس سے پہلے درست نہیں ہے۔

بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا شوہر نے مجھے تین مرتبہ طلاق دی ہے، پھر عورت نے اسی شوہر سے نکاح کرنے کا ارادہ

کیا تو عورت کے لئے یہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے خواہ عورت اپنے سابق قول پر اصرار کرے یا اپنی خود تکذیب کرے، یہ اس صورت میں ہے کہ عورت طلاق کی مدعی ہے اور شوہر انکار کرے اور اگر شوہر نے بھی طلاق کا اقرار کر لیا تھا تو شوہر کو اس سے نکاح کرنا درست نہیں ہوگا۔

مطلقہ ثلثہ جو شوہر کے روکنے پر قادر نہیں عورت نے اپنے شوہر سے سنا کہ اس نے اس کو تین طلاق دیدی ہے لیکن عورت شوہر کو اپنے پاس جماع کے لئے آنے سے روکنے پر قادر نہیں ہے، سوائے اس کے کہ وہ اس کو قتل کر ڈالے، تو عورت کے لئے بذریعہ دوا اس کا قتل کر ڈالنا درست ہے دوا کے ذریعہ اس وجہ سے کہ اس پر قصاص نہ آئے۔ لیکن عورت خود کشی اس خوف سے نہیں کرے گی کہ شوہر تین طلاق کے بعد بھی اسے ہم بستری کرے گا۔

اور جندی کا کہنا ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے اگر شوہر قاضی کے پاس قسم کھا جائے کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے اور بیوی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اب جماع کرنے کا گناہ شوہر پر ہوگا، لیکن اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس کی وجہ سے وہ شوہر کو مار ڈالے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اور نکاح میں طلاق بائن کا انقطاع طلاق ثلثہ کی طرح ہے۔

و فيها شهدا انه طلقها ثلثا لها التزوج بآخر للتحليل و لو غائبا انتهى قلت يعني ديانة والصحيح عدم الجواز قنية و فيها لو لم يقدر هو ان يتخلص عنها و لو غاب سحرته وردته اليها لا يحل له قتلها و يبعد عنها جهده و قيل لا تقتله قائله الا سبيجابى و به يفتى كما فى التاتار خانية و شرح الوهبانية عن الملتقط اى والاثم عليه كما مر قال بعده اى بعد طلاقه ثلثا كان قبلها طلقة واحدة و انقضت عدتها و صدقته المرأة فى ذلك لايصدقان على المذهب المفتى به كما لو لم تصدقه هى و قيل يصدقان و لو طلقها ثنتين قبل الدخول ثم قال كنت طلقتها قبلهما واحدة اخذ بالثلث قنية.

طلاق ثلثہ پر گواہوں کی گواہی بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے، اس صورت میں اس عورت کو حلالہ کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز ہے اگر شوہر غائب ہو۔ شارح کہتے ہیں کہ شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں دو گواہوں کی گواہی پر دیانتاً حلالہ کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست ہے مگر صحیح یہ ہے کہ دیانتاً بھی جائز نہیں کذا فی القنیہ۔

بیوی سے جب جدا ہونے پر قادر نہ ہو قنیہ میں ہے کہ اگر کوئی شوہر تین طلاق دینے کے بعد بیوی سے جدا ہونے پر قادر نہ ہو، اور یہ جانتا ہو کہ اگر وہ غائب ہو جائے گا تو اسکی بیوی جادو کر کے اس کو لوٹا لے گی اس صورت میں مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایسی بیوی کو قتل کر ڈالے، البتہ اس کا فرض ہے کہ اپنی مقدار بھر اس عورت سے علیحدہ رہنے کی جدو جہد کرے۔

جب عورت مرد کو روک نہ سکے اور عورت اگر ایسی مجبور ہو کہ جس مرد نے تین طلاق دی ہے اس کو وہ اپنے پاس

آنے سے روک نہیں سکتی ہے تو اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ عورت مرد کو قتل نہ کرے اس قول کا قائل ابی جابی ہے۔ اور اسی قول عدم قتل پر فتویٰ ہے، جیسا کہ تاتار خانیہ اور شرح وہبانیہ میں ہے۔ یعنی اس صورت میں وطی کا گناہ مرد کو ہوگا عورت مجبور ہے۔

مرد کا حیلہ قابل قبول نہیں شوہر نے بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد کہا کہ اس تین طلاق سے پہلے بھی میں نے بیوی کو ایک طلاق دی تھی، اور اس کی عدت ختم ہو گئی تھی اور منشا اس کہنے سے یہ ہو کہ اس طرح اس عورت سے نکاح کرنا اس کے لئے جائز ہو جائے چونکہ جب ایک طلاق سے بائن ہو چکی ہے تو بعد والی تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں اور عورت نے اس قول میں مرد کی تصدیق کی تو مفتی بہ مذہب کی بنیاد پر یہ تصدیق قابل قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ اس صورت میں جب کہ عورت مرد کی تصدیق نہ کرے۔

اور اگر شوہر نے بیوی کو دخول سے پہلے دو طلاق دی، پھر کہا کہ میں نے اس کو اس سے پہلے ایک طلاق دی تھی، مقصد یہ ہو کہ یہ دو طلاق باطل قرار پا جائے، کیونکہ غیر مدخولہ ایک طلاق میں ہی بائن ہو جاتی ہے تو اس کلام سے شوہر تین طلاق کے لئے ماخوذ ہوگا، کیونکہ اس کلام سے یہ تو ثابت ہو ہی گیا کہ اس کا نکاح اس سے تھا۔

باب الایلاء

مناسبته البینونة مالا هو لغة الیمین و شرعا الحلف علی ترك قربانها مدته و لو ذمیا والمولی هو الذی لا یمکنه قربان امرأته الا بشیء مشق یلزمه الا لمانع کفر و رکنها الحلف و شرطه محلیة المرأة بکونها منکوحة وقت تنجیز الایلاء و منه ان تزوجتك فوالله لا اقربك و لو زاد و انت طالق ثم تزوجها لزمه کفارة بالقربان و وقع بائن بترکه واهلیة الزوج للطلاق و عندهما للکفارة فصح ایلاء الذمی بغیر ما هو قربة و فائدته وقوع الطلاق و من شرائطه عدم النقص عن المدة و حکمه وقوع طلقة بائنة ان بر و لم یطأ و لزم الکفارة والجزاء المعلق ان حنث بالقربان و المدة أقلها للحرة اربعة اشهر وللامة شهران و لاحد لا کثرها فلا إیلاء بحلفه علی اقل من الاقلین و سببه کالسبب فی الرجعی.

بیوی سے چار ماہ تک علیحدہ رہنے کی قسم کھانے کا بیان

اس باب ایلاء کو پہلے باب طلاق رجعی سے یہ مناسبت ہے، کہ جس طرح طلاق رجعی میں عدت ختم ہونے کے بعد عورت جدا ہو جاتی ہے اسی طرح ایلاء میں چار ماہ گذر جانے کے بعد عورت مرد سے جدا ہو جاتی ہے۔ ایلاء کے معنی لغت میں قسم

کے آتے ہیں، اور شریعت میں اس قسم کو کہتے ہیں جو شوہر بیوی سے ترک قربت پر چار ماہ تک کی کھاتا ہے، اگر چہ ذمی ہو، چنانچہ اس کا ذکر آئے گا۔

ایلاء کرنے والا وہ ہے جس کو اپنی بیوی سے قربت (جماع) کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کرے جو ایلاء کی وجہ سے اس پر لازم ہوا ہے، البتہ اگر کوئی ایسا مانع پیش آجائے جس کی وجہ سے کفارہ لازم نہ ہو، جیسے شوہر کافر ہو اور وہ اپنی بیوی سے ایلاء کرے تو اس پر کفارہ نہیں ہے اور ایلاء کا رکن قسم ہے خواہ اللہ پاک کے نام سے ہو۔

شرائط ایلاء عورت کا محل ہونا ایلاء کی شرط یہ ہے کہ عورت منکوحہ ہونے کی وجہ سے ایلاء کے واقع ہونے کے وقت محل ایلاء ہو۔ ایلاء کی ایک مثال یہ ہے کہ مرد نے عورت سے کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں گا تو خدا کی قسم تم سے وطی نہیں کروں گا، کہ اس میں بوقت ایلاء منکوحہ نہیں ہے لیکن نکاح کے بعد ایلاء ثابت ہوگا اس لئے کہ ایلاء کو نکاح پر معلق کیا ہے، اس طرح گویا اس نے نکاح کے بعد ایلاء کیا۔ اور اگر اس مثال میں اس نے "و انت طالق" (اور تم کو طلاق ہے) کا اضافہ کردیا ہے، یعنی اس طرح کہا اگر میں تم سے شادی کروں گا تو وطی نہیں کروں گا اور تو مطلقہ ہوگی، اس کے بعد شادی کرے گا تو وطی کرنے سے اس پر کفارہ لازم ہوگا، اور وطی چھوڑ دے گا تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی۔

شوہر طلاق دینے کا اہل ہو اور چار ماہ کے لئے قسم ہو ایلاء کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ شوہر طلاق دینے کا اہل ہو، یعنی طلاق کی لیاقت رکھتا ہو، اور صاحبین کے نزدیک کفارہ دینے کے لائق ہو، لہٰذا امام صاحبؒ کے نزدیک ذمی کا ایلاء کرنا عبادات کے علاوہ میں صحیح ہے؛ یعنی اگر ذمی ایلاء کرنے کے بعد چار مہینے تک بیوی سے وطی نہیں کرے گا، تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ ایلاء کی شرائط میں یہ بھی شرط ہے کہ مدت معینہ چار ماہ سے کم نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی ایک ماہ کی قسم کھائے گا کہ وہ بیوی سے وطی نہیں کرے گا تو اس سے ایلاء نہیں ہوگا۔

ایلاء کا حکم ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی قسم پوری کرے گا اور چار مہینے تک بیوی سے وطی نہیں کرے گا تو عورت پر ایک طلاق بائن ہوگی اور اسی کے ساتھ وطی کر کے قسم توڑنے سے کفارہ لازم ہوگا یا جو شرط کر رکھی ہے اس کی جزاء لازم ہوگی۔

مدت ایلاء آزاد عورت میں ایلاء کی مدت کم سے کم چار ماہ ہے، اور لونڈی میں دو مہینے، اور کثرت مدت کی کوئی حد نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی دونوں کمتر مدتوں سے کم کی قسم کھائے گا تو اس کے لئے ایلاء نہیں ہے مثلاً اگر آزاد عورت ہے تو دو تین ماہ کی قسم سے ایلاء نہیں ہوگا اور لونڈی میں ایک ماہ کی قسم کھانے سے ایلاء نہیں ہوگا۔

ایلاء کا سبب ایلاء کا سبب مثل طلاق رجعی کے سبب کے ہے یعنی جس طرح مزاجوں کی ناموافقت کی وجہ سے طلاق رجعی ہوتی ہے اسی طرح باہمی ناموافقت کی وجہ سے ایلاء بھی ہوتا ہے۔

والفاظه صريح و كناية فمن الصريح لو قال والله و كل ما ينعقد به اليمين لا اقربك لغير حائض ذكره سعدى لعدم اضافة المنع حينئذ الى اليمين او والله لا اقربك لا اجامعك لا اطؤك لا اغتسل منك من جنابة اربعة اشهر و لو لحائض لتعيين المدة و ان قربتك فعلى حج

او نحوه مما يشق بخلاف فعلي صلوٰة ركعتين فليس بمؤلٍ لعدم مشقتهما بخلاف فعلي مائة ركعة و قياسه ان يكون موليا بمائة ختمة او اتباع مائة جنازة و لم أره او فانت طالق او عبده حر و من الكناية لا امسكك لا آتيك لا اغشاك لاقرب فراشك لا ادخل عليك و من المؤبد نحو حتى تخرج الدابة او الدجال او تطلع الشمس من مغربها فان قربها في المدة و لو مجنونا حنث و حينئذ ففي الحلف بالله وجبت الكفارة و في غيره وجب الجزاء و سقط الايلاء لانتهاء اليمين و الا يقربها بانت بواحدة بمضيها و لو ادعاه بعد مضيها لم يقبل قوله الا ببينة.

الفاظ ایلاء کی قسمیں

ایلاء کے الفاظ کی دو قسم ہے ایک صریح دوسرے کنایہ، جو الفاظ فقط وطی میں استعمال ہوتے ہیں وہ تو صریح ہیں اور جو جماع اور غیر جماع دونوں میں استعمال ہوتے ہوں وہ کنایہ ہیں، صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے اور کنایہ میں نیت ضروری ہوتی ہے کیونکہ بغیر اس کے ایلاء متعین نہیں ہوتا ہے، صریح کی مثال یہ ہے کہ شوہر اپنی غیر حائضہ بیوی سے اس طرح کہے کہ اللہ کی قسم میں تم سے وطی نہیں کروں گا اور جس لفظ سے قسم منعقد ہوتی ہے وہ سب بھی واللہ (بخدا) کے مثل ہیں، جیسے بعظمة الله و بجلاله و كبريائه ان الفاظ کے ساتھ قسم کھا کر کہے تو بھی ایلاء منعقد ہوگا، علامہ سعدی نے ایلاء میں غیر حائضہ کی قید اس وجہ سے لگائی ہے کہ حالت حیض میں شرعاً چونکہ وطی ممنوع و حرام ہے اس لئے وطی سے آدمی رُکتا ہے، قسم کو اس میں کوئی خاص دخل نہیں۔

صریح کی مثالیں

یا اس طرح کہے کہ خدا کی قسم میں چار ماہ تک تم سے قربت نہیں کروں گا، میں تم سے جماع نہیں کروں گا۔ میں تم سے وطی نہیں کروں گا، میں تمہاری وجہ سے غسل جنابت نہیں کروں گا اگرچہ حائضہ بیوی سے کہے تو بھی ایلاء ہوگا، کیونکہ چار ماہ کی قید سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیض وجہ نہیں ہے کیونکہ چار ماہ تک برابر کسی عورت کو حیض نہیں رہا کرتا ہے۔ یا کہے اگر میں تم سے قربت کروں تو مجھ پر حج واجب ہے یا اس طرح کہ کوئی اور چیز جس کا کرنا انسان پر شاق اور سخت ہو۔

لیکن اگر یہ کہے کہ میں تم سے قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت نماز واجب ہے تو اس سے ایلاء نہیں ہوگا، کیونکہ دو رکعت نماز کا شاق ہونے میں شمار نہیں ہے۔ ہاں اگر کہا کہ اگر میں تم سے وطی کروں تو مجھ پر سو رکعات نماز لازم ہے تو اس سے ایلاء ہوگا کیونکہ سو رکعت میں مشقت ہے یا اسی طرح کہے کہ تم سے جماع کروں تو سو ختم قرآن لازم ہو یا سو جنازہ کی شرکت لازم ہو تو اس سے بھی ایلاء ہوگا کیونکہ یہ بھی مشقت سے خالی نہیں، قیاس کا تقاضہ یہی ہے۔ یا اس طرح کہا کہ اگر میں تجھ سے وطی کروں تو تم کو طلاق، یا غلام آزاد ہے تو اس سے بھی ایلاء ثابت ہوگا یہ ساری مثالیں صریح کی ہیں۔

الفاظ کنایہ

کنایہ کی قسم سے یہ مثالیں ہیں واللہ میں تم کو نہیں چھوڑوں گا، میں تیرے پاس نہیں آؤں گا، میں تیرے اوپر داخل نہیں ہوں گا، میں تیرے بستر کے قریب نہیں جاؤں گا۔ میں تیرے پاس داخل نہیں ہوں گا۔

دائمی ایلاء

اور دائمی ایلاء کی قسم سے اس طرح کہنا ہے کہ واللہ میں تم سے اس وقت تک قربت نہ کروں گا۔ جب تک دابہ (چوپایہ) نہ نکلے یا جب تک آفتاب پچھم سے نہ نکلے، لہٰذا ان تمام صورتوں میں اگر شوہر بیوی سے وطی چار ماہ

کی مدت کے اندر کرے گا اگر چہ وہ دیوانہ ہو تو حانث ہوگا، اور جب حانث ہوگا تو قسم کا کفارہ اس پر واجب ہوگا اور اگر تعلیق کی صورت ہے تو اس کی جزاء واجب ہوگی حج کو کہا ہے تو حج کرنا پڑے گا، سو رکعت نماز لازم کیا تھا تو سو رکعت نماز پڑھنا ہوگی، اور اس طرح ایلاء ختم ہو جائے گا کیونکہ یمین انتہا کو پہنچ چکی۔ یعنی جب ایلاء کے بعد کفارہ یا اس کی جزاء لازم ہو گئی تو اب جماع علماء ایلاء کا حکم باقی نہ رہا، اور چار ماہ گذرنے کے بعد طلاق واقع نہ ہوگی۔

مدت ایلاء کی تکمیل کے بعد

اگر مدت کے اندر بیوی سے وطی نہیں کی، تو عورت پر ایک طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ مدت پوری ہو چکی، اگر شوہر مدت گذر جانے کے بعد دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے وطی کی تھی تو اس کی یہ بات مانی نہیں جائے گی، البتہ اگر ثبوت اور گواہ پیش کرے گا تو تسلیم کر لی جائے گی۔

و سقط الحلف لو كان موقتا و لو بمدتين اذ بمضى الثانية تبين بثانية و سقط الايلاء لا لو كان موبدا و كانت طاهرة كما مر و فرع عليه فلو نكحها ثانيا و ثالثا و مضت المدتان بلا في اى قربان بانت باخريين والمدة من وقت التزوج فان نكحها بعد زوج آخر لم تطلق لانتهاء هذا الملك بخلاف ما لو بانت بالايلاء بما دون ثلث او ابانها بتنجيز الطلاق ثم عادت بثلث يقع بالايلاء خلافا لمحمد كما مر في مسئلة الهدم و ان وطئها بعد زوج آخر كفر لبقاء اليمين للحنث.

اگر ایلاء موقت ہو

اگر ایلاء موقت ہو، یا دو مدت کے برابر معین ہو، تو جدائی کے بعد قسم ساقط ہو جائے گی اور دوری مدت گذرنے کے بعد عورت پر دوسری طلاق واقع ہوگی اور ایلاء ختم ہو جائے گا مثلاً شوہر نے کہا تھا واللہ میں تم سے آٹھ ماہ تک وطی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد پہلے چار مہینے میں صحبت نہیں کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی، اس کے بعد مرد نے نکاح کیا اور اس کے بعد چار ماہ تک وطی نہیں کی، تو دوسری طلاق وقاع ہوئی، اب اگر تیسری مرتبہ نکاح کیا اور چار ماہ تک وطی نہیں کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ قسم باقی نہیں رہی جتنے دن کی قسم تھی وہ پوری ہو چکی۔

دائمی ایلاء کی صورت

البتہ اگر قسم دائمی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی تو قسم ساقط نہیں ہوگی۔ باقی رہے گی لہٰذا دوبارہ نکاح کرے گا اور چار ماہ تک وطی نہیں کرے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی، اور پھر تیسری مرتبہ نکاح کرے گا اور اسی طرح چار ماہ تک وطی نہیں کرے گا تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور مدت کا اعتبار نکاح کے وقت سے ہوگا، لہٰذا اگر دائمی قسم کھائی ہے اور چار ماہ بعد عورت بائنہ ہو گئی اور مرد نے اس کے بعد اس سے نکاح نہیں کیا تو اب چار ماہ تک دوسری طلاق بائن واقع نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر درمیان میں عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تھا اس کے بعد پہلے شوہر دائمی ایلاء والے نے نکاح کر لیا، تو اب اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ تین طلاق واقع ہو چکی، پھر درمیانمیں دوسرے مرد سے نکاح ہوا، تو دائمی شرط ختم ہو گئی، لیکن اگر وہ تین طلاق سے کم کے ساتھ ایلاء میں مطلقہ ہوئی ہے، یا شوہر نے چار ماہ گذرنے سے پہلے طلاق بائن دیدی، اس کے بعد دوسرے شوہر کے بعد پہلے شوہر نے شادی کی ہے تو شوہر کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوگی، اور قسم

دائمی کی وجہ سے تین بار طلاق واقع ہو گی، امام محمدؒ اس کے خلاف ہیں ان کے یہاں بقدر باقی کے طلاق واقع ہو گی۔
دائمی قسم کھانے والے نے اگر دوسرے شوہر کے بعد نکاح کے بعد وطی کرلی تو وہ یمین توڑنے کا کفارہ دے گا کیونکہ اس کی قسم باقی تھی اور وہ وطی سے ٹوٹ گئی۔

واللہ لا اقربک شھرین و شھرین بعد ھذین الشھرین ایلاء بالتحقق المدۃ و لو مکث یوما اراد بہ مطلق الزمان اذا الساعۃ کذلک بحر ثم قال واللہ لا اقربک شھرین لم یکن مولیا قال بعد الشھرین الاولین اولا لنقص المدۃ لکن أن قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت او قال واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربھا و بقی من السنۃ اربعۃ اشھر فاکثر صار مولیا و الا لا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربھا فیصیر مولیا و لو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربھا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا او قال و ھو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ و ھی بھا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجھا منھا فیطأھا.

ایلا کی ایک دوسری صورت

اس طرح کہنا کہ قسم خدا کی میں تم سے دو مہینے وطی نہیں کروں گا اور دو مہینے ان مہینوں کے بعد بھی، تو یہ بھی ایلاء ہے کیونکہ دونوں مل کر چار مہینے ہو گئے اور اگر کہا کہ میں تم سے دوبارہ وطی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ایک دن ٹھہرا رہا، شارح کہتے ہیں اس سے مراد مطلقاً ٹھہرنا ہے اس کے بعد پھر کہا خدا کی قسم میں تم سے دو مہینے وطی نہیں کروں گا، تو وہ ایلاء کرنے والا نہیں ہو گا، خواہ اس نے اس کے بعد الشھر من الاولین کہا ہو یا نہ کہا ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے چار ماہ کی مدت میں کمی ہو گئی، کیونکہ ایک دن توقف کرنے سے ایک دن کی کمی ہو گئی۔
لیکن اگر اس نے **بعد الشھرین الاولین** کا اپنے قول میں اضافہ کیا ہے، تو وطی کرنے سے ایک ہی کفارہ ہو گا، اور اگر اس نے **بعد الشھرین الاولین** نہیں کہا ہے، تو دو کفارہ لازم آئیں گے یعنی پہلے دو ماہ کے اندر وطی کرے گا تو ایک کفارہ لازم ہو گا، اور دوسرے دو ماہ میں وطی کرے گا تو بھی ایک کفارہ لازم ہو گا۔

ایک سال کی قسم کھانا ایک دن کم کر کے

شوہر نے کہا بخدا میں تم سے ایک سال قربت نہیں کروں گا، مگر ایک دن، تو فوراً اسی وقت ایلاء نہیں ہو گا بلکہ اگر سال سے چار ماہ زیادہ باقی تھا، کہ اس نے وطی کی، تو مولی ہو گا، اور اگر وطی اس وقت کی جب سال میں سے چار ماہ سے کم رہ گیا تھا تو مولی نہیں ہو گا اور اگر سال کی قید حذف کر ڈالی تھی، تو اُس وقت ایلا کرنے والا نہ ہو گا جب تک وہ وطی نہ کرے لیکن جب عورت سے وطی کرے گا تو ایلاء کرنے والا ہو گا اور اگر اس نے مذکورہ جملہ "لا یوماً اقربک" (نہ اس دن جس دن میں وطی کروں) کا اضافہ کر لیا ہے تو پھر وہ کبھی ایلاء کرنے والا نہ ہو گا، اس لئے کہ اس وطی کے دن کو مستثنیٰ کر لیا ہے، خواہ وہ وطی کرے یا نہ کرے، کیونکہ اس نے ہر اُس دن کو مستثنیٰ کر لیا ہے جس دن وہ وطی کرے گا، لہٰذا اس کا ممنوع ہونا سال میں کبھی متصور نہیں ہو سکتا ہے۔

جب غیر جگہ بیوی ہو اور وہاں کی قسم کھائے

یا مثلاً شوہر بصرہ میں ہو اور اس نے کہا قسم خدا کی مکہ نہیں جاؤں گا اور اس کی بیوی مکہ میں ہو، تو اس صورت میں بھی مولیٰ نہیں ہوگا کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بیوی کو مکہ سے نکال لائے اور اس کے ساتھ وطی کرے۔

آلی من المطلقة رجعيا صح لبقاء الزوجية و يبطل بمضي العدة و لو آلی من مبانته او اجنبية نكحها بعده ای بعد الايلاء و لم يضفه للملك كما مر لا يصح لفوات محله و لوطئها كفر لبقاء اليمين و لو آلی فابانها ان مضت مدته و هي في العدة بانت باخرى و الا لاخانية عجز عجز احقيقيا لا حكميا كاحرام لكونه باختياره عن وطئها لمرض باحدهما او صغرها او رتقها او جبه او عنته او بمسافة لا يقدر على قطعها في مدة الايلاء اولحبسه اذا لم يقدر على وطئها في السجن كما في البحر عن الغاية و قوله لا بحق لم اره لغيره فليراجع و كذا حبسها و نشوزها ففيؤه نحو قوله بلسانه فئت اليها او راجعتك او ابطلت الايلاء و رجعت عما قلت و نحوه لانه آذاها بالمنع فيرضيها بالوعد فان قدر على الجماع في المدة ففيؤه الوطؤ في الفرج لانه الاصل فان وطئ في غيره كدبر لا يكون فيئا و مفاده اشتراط دوام العجز من وقت الايلاء الى مضى مدته و به صرح في الملتقى و في الحاوي آلی و هو صحيح ثم مرض لم يكن فيؤه الا الجماع و بقي شرط ثالث ذكره في البدائع و هو قيام النكاح وقت الفئ باللسان فلو ابانها ثم فاء بلسانه بقي الايلاء.

مطلقہ رجعیہ سے ایلاء

مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کرنا درست ہے کیونکہ اس پر حق زوجیت باقی رہتا ہے، لیکن جب ایلاء کی مدت گذر جائے گی اور وہ بائن ہو جائے گی تو ایلاء باطل قرار پائے گا گو عدت امتداد طہر کی وجہ سے باقی ہی ہو، اور اگر مدت ایلاء سے پہلے عدت گذر جائے گی تو بھی ایلاء باقی نہیں رہے گا بلکہ باطل ہو جائے گا۔

اگر کسی نے مطلقہ بائنہ یا اجنبیہ سے ایلاء کیا اور پھر ایلاء کے بعد نکاح کیا اور ملک کی طرف اضافت نہیں کی ہے، تو ایلاء صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ایلاء کا محل فوت ہو چکا ہے اگر ایلاء کے بعد بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کرے گا تو کفارہ لازم آئے گا کیونکہ قسم باقی ہے یعنی گو ایلاء نہیں ہوا ہے مگر قسم چونکہ اس نے کھائی ہے وہ باقی ہے۔

ایلاء کے بعد طلاق بائن

شوہر نے ایلاء کرنے کے بعد بیوی کو طلاق بائن دیدی۔ اگر مدت ایلاء گذر گئی اور مدت عدت باقی تھی تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اور اگر عدت پہلے ختم ہو چکی ہے تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی کذا فی الخانیہ۔

ایلاء کرنے والے کا مجبور ہونا

ایلاء کرنے والا وطی کرنے سے فی الواقع عاجز ہو گیا یعنی وہ وطی پر قادر باقی نہیں رہا، یہاں حکمی عجز مراد نہیں ہے، جیسے احرام حج وغیرہ بلکہ عجز حقیقی مراد ہے

جیسے یہ کہ بیماری کی وجہ سے عاجز ہے اب خواہ بیماری شوہر کو لاحق ہوئی ہو خواہ بیوی کو لاحق ہو، یا وطی سے مجبوری خواہ بیوی کے نابالغہ ہونے کی وجہ سے ہو، خواہ بیوی کی شرمگاہ میں بیماری کی وجہ سے وطی کی گنجائش باقی نہ رہی ہو جیسے رتق یا شوہر مقطوع الذکر ہو یا وہ نامرد ہو، یا دونوں میں مسافت کی دوری حائل ہو کہ وہ اس کو مدت ایلاء میں طے نہیں کر سکتے ہوں یا شوہر ناحق قید ہو گیا ہو، اور قید خانے میں بیوی سے وطی پر قدرت نہ رہی ہو، شارح کہتے ہیں کہ مصنف کے سوا اور کسی کے یہاں ناحق کی قید میں نے نہیں دیکھی، لیکن حلبی کا کہنا ہے کہ عالمگیری میں یہ قید مذکور ہے۔ یا شوہر وطی سے مجبور ہو گیا ہو بیوی کے قید ہو جانے کی وجہ سے، یا اس کی نافرمانی کی وجہ سے، ان تمام صورتوں میں شوہر کا زبانی رجوع کرنا کافی ہوتا ہے، جیسے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے بیوی سے رجوع کیا، یا یہ کہے کہ میں اس کی طرف پھرا، یا کہے کہ میں نے ایلاء کو باطل کر دیا، یا کہے کہ جو میں نے کہا تھا اس سے رجوع کیا، یا اسی طرح کے اور جملے۔ یعنی مذکورہ عذروں کی وجہ سے ایلاء میں وطی نہیں کر سکا۔ تو زبان سے کہہ کر ایلاء کو ختم کر سکتا ہے، اس وجہ سے کہ شوہر نے اپنے عمل سے بیوی کو اذیت دی ہے، کہ اس نے اس سے وطی نہیں کی، تو اب اس کو چاہئے کہ وعدہ کر کے اس کو راضی کرے۔

زبان سے رجوع کے بعد ابھی ایلاء کی مدت باقی ہی تھی اور شوہر جماع پر قادر ہو گیا تو اب اس کا ایلاء سے رجوع اس طرح معتبر ہو گا کہ وہ بیوی کے ساتھ اس کی شرمگاہ میں جماع کرے کیونکہ اصل رجوع یہی ہے، لیکن اگر اس نے شرمگاہ کے علاوہ دوسری جگہ وطی کی جیسے پیچھے کے حصہ میں تو اس فعل سے ایلاء سے رجوع ثابت نہیں ہو گا۔

اور مصنف کے قدرت علی الجماع کی قید سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شوہر کا ایلاء کے وقت سے لے کر مدت کے ختم ہونے تک برابر عاجز رہنا شرط ہے اور اسی شرط کی ملتقی الابحر میں صراحت کی ہے، اور حاوی میں یہ ہے کہ شوہر نے تندرستی کی حالت میں ایلاء کیا، پھر وہ بیمار ہو گیا، تو اس کا ایلاء سے رجوع کرنا اس وقت تک ثابت نہ ہو گا جب تک وہ وطی نہ کرے۔

رجوع کی ایک اور شرط مولی کے رجوع کی تیسری شرط باقی رہ گئی جس کا ذکر بدائع میں ہے کہ بوقت رجوع نکاح قائم ہیں لہٰذا اگر شوہر نے ایلاء کے بعد بیوی کو طلاق بائن دیدی، پھر اپنی زبان سے رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہ ہو گا اور ایلاء باقی رہے گا۔

قال لامرأته انت علي حرام و نحو ذلك كانت معي في الحرام ايلاء ان نوى التحريم او لم ينو شيئا و ظهار ان نواه و هدرٌ ان نوى الكذب و ذا ديانة و اما قضاء فايلاء قهستاني و تطليقة بائنة ان نوى الطلاق و ثلث ان نواها و يفتي بانه طلاق بائن و ان لم ينوه لغلبة العرف و لذا لا يحلف به الا الرجال و لو لم تكن له امرأة او حلفت به المرأة كان يمينا كما لو ماتت او بانت لا الى عدة ثم وجد الشرط لم تطلق امرأته المتزوجة به يفتي لصيرورتها يمينا فلا تنقلب طلاقا و مثله انت معي في الحرام والحرام يلزمني و حرمتك علي و انت حرمة او حرام علي او لم يقل علي و انا عليك حرام او محرم او حرمت نفسي عليك او انت علي كالحمار او كالخنزير بزازية.

حرام کا لفظ کہنا

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے، یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ کہا جیسے یہ کہا تو میرے ساتھ حرام میں ہے، تو یہ ایلاء ہوگا شوہر نے اس قول سے خواہ تحریم کا ارادہ کیا ہو خواہ کچھ ارادہ نہ کیا ہو، اور اگر اس سے ظہار کا ارادہ کیا ہے تو ظہار ہوگا، اور اگر جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو یہ کلام مہمل اور باطل قرار پائے گا، اور اس کا باطل ہونا باعتبار دیانت ہوگا، لیکن قضاءً اس صورت میں بھی ایلاء ہی ہوگا کذا فی القہستانی، اور اگر طلاق کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی ہے تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور فتویٰ اس پر ہے کہ گو اس نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو تو بھی طلاق بائن واقع ہوگی، کیونکہ عرف عام یہی ہے، اور بکثرت اسی معنی میں استعمال ہوا کرتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایسی قسم صرف مرد کھاتے ہیں۔

حرام کا لفظ عورت کہے

اور اگر مرد کو بیوی نہ ہو اور اس نے کہا ہے "مجھ پر حرام لازم ہے" یا عورت نے حرام کے لفظ کے ساتھ قسم کھائی یعنی شوہر کو مخاطب کر کے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ قول قسم ہوگا، طلاق نہ ہوگا، جیسے عورت مر جائے یا مطلقہ بائنہ ہو جائے اس طرح کہ اس کی عدت نہ ہو، مثلاً دخول کے پہلے طلاق دیدی ہو، اس کے بعد شرط پائی گئی، تو وہ عورت مطلقہ نہیں ہوگی جس سے اس نے پہلی بیوی کے مرنے کے بعد شادی کی ہے فتویٰ اسی پر ہے، کیونکہ یہ تعلیق یمین سے بدل جائے گی اور یمین طلاق سے نہیں بدل سکتی ہے۔

چند اقوال کا حکم

اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ کی طرح یہ قول بھی ہے اَنْتِ مَعِی فِی الْحَرَامِ (تو میرے ساتھ حرام میں ہے) وَالْحَرَامُ یَلْزَمُنِی (حرام مجھ کو لازم ہے) حَرَّمْتُكِ عَلَیَّ (میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا) انت محرمه (تو حرام ہے) اس میں علی (مجھ پر) نہیں لگایا، یا کہا انا علیك حرام او مُحرَّمٌ (میں تم پر حرام ہوں) حرمت نفسی علیك (میں نے اپنے نفس کو تم پر حرام کیا) اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ کَالْحِمَارِ او الخنزیر (تو مجھ پر گدھے یا خنزیر کی طرح حرام ہے یعنی ان تمام جملوں کے کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر ان اقوال کے کہنے والے کو بیوی نہ ہو تو یہ یمین بن جائیں گے جب حانث ہوگا کفارہ لازم ہوگا۔

و لو کان له اربع نسوة و المسئلة مجالها وقع علی کل واحد منهن طلقة بائنة و قیل تطلق واحدة منهن و الیه البیان کما مر فی الصریح و هو الاظهر و الاشبه ذکره الزیلعی و البزازی وغیرهما و قال الکمال الاشبه عندی الاول و به جزم صاحب البحر فی فتاواه و صححه فی جواهر الفتاوی واقره المصنف فی شرحه لکن فی النهر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی و المسئلة بحالها یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا للواحدة کما فی المتن بل یجب فیه ان لا یقع الا علی المخاطبة انتهی قلت یعنی بخلاف حلال الله او حلال المسلمین فانه یعم و به یحصل التوفیق فلیحفظ.

چار بیوی والے کا کہنا میری عورت مجھ پر حرام

اگر شوہر کی چار بیویاں ہیں اور یہ مسئلہ سابق کی طرح ہو یعنی چار بیوی والے نے کہا کہ میری عورت مجھ پر حرام

ہے تو ان میں سے ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان چار میں سے صرف ایک پر طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اختیار ہے کہ ان چار میں سے جس کو چاہے متعین کردے، جیسا کہ طلاق صریح میں گذر چکا اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے اور حق کے زیادہ مشابہ ہے اس کو زیلعی بزازی وغیرہما نے ذکر کیا ہے اور کمال کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ حق کے اشبہ پہلا قول ہے اور صاحب البحر نے اپنے فتاویٰ میں اسی پر یقین کیا ہے اور جواہر الفتاویٰ میں اسی قول اول کی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسی کو برقرار رکھا ہے۔

لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ضروری ہے کہ زیلعی کے قول کا معنی یہ ہو کہ یہ مسئلہ فقط تحریم میں مثل سابقہ مسئلہ کے ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ جب ایک کو مخاطب کر کے شوہر کہے اَنْتَ عَلَيَّ حَرَامٌ تو وہ بھی سابق مسئلہ کے حکم میں ہے جیسا کہ متن میں ہے بل یجب فیه الخ بلکہ واجب یہ ہے کہ طلاق صرف اس بیوی پر واقع ہو جو مخاطب ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین کے، کہ یہ چاروں بیویوں کو عام ہوگا اور سب کو شامل ہوگا۔ اور اس طرح نہر الفائق اور شارح کی وضاحت سے فقہاء کرام کے اقوال میں تطبیق ہو جائیگی، لہٰذا اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہئے۔

فروع انت علی حرام الف مرة تقع واحدة طلقها واحدة ثم قال لها انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدة کررہ مرتین و نوی بالاول طلاقا و بالثانی یمینا صح قال ثلٰث مرات حلال اللہ علیّ حرام ان فعلت کذا و وجد الشرط وقع الثلٰث قال لهما انتما علیّ حرام و نوی فی احداهما ثلثا و فی الاخریٰ واحده فکما نوی به یفتی و تمامه فی البزازیة قال انتما علی حرام حنث بوطئ کل و لو قال واللّٰهِ لا اقربکما لم یحنث الا بوطئهما والفرق لا یخفیٰ وفی الجوهرة کرر واللہ لا اقربك ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد و الا فالایلاء واحد والیمین ثلٰث و ان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین.

یہ کہنا کہ ہزار مرتبہ حرام

شوہر جب کہے گا اَنتِ عَلَيّ حرام اَلْفَ مَرّةٍ (تو مجھ پر ہزار مرتبہ حرام ہے) تو اس سے عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی، کیونکہ حرمت ایک شی ہے اس میں تعدد کی گنجائش نہیں ہے البتہ طلاق میں تعدد کی گنجائش ہے اور یہاں حرام کا لفظ کہا ہے طلاق کا لفظ نہیں کہا ہے ''تو مجھ پر حرام ہے'' اس جملہ کو شوہر نے دو مرتبہ کہا اور پہلی مرتبہ کہنے سے طلاق مراد لی اور دوسری بار سے یمین (قسم) مراد لی تو اس کا ایسا مراد لینا درست ہوگا۔

شوہر نے تین مرتبہ کہا کہ حلال اللہ له حرام ان فعل کذا (اللہ کا حلال اس پر حرام ہے اگر ایسا کرے) اور اس کے بعد شرط پائی گئی، تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی۔

ایک قول کی دو مرادیں

شوہر نے اپنی دو عورتوں سے کہا تم دونوں مجھ پر حرام ہو، اور اس نے اپنے اس قول سے ایک کو تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور دوسری کے لئے ایک طلاق کا ارادہ کیا، تو اس کے ارادہ کے مطابق طلاق واقع ہوگی ایک کو تین اور دوسری کو صرف ایک اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کی پوری تفصیل بزازیہ میں موجود ہے۔

یمین کے بعد وطی کا حکم شوہر نے اپنی دو بیویوں سے کہا تم دونوں مجھ پر حرام ہو، تو ان میں سے جس عورت سے بھی شوہر وطی کرے گا حانث ہوگا اور اگر کہا تھا واللہ میں تم دونوں سے قربت نہیں کروں گا تو اس وقت حانث قرار پائے گا جب دونوں سے وطی پائی جائے گی صرف ایک کی وطی سے حانث نہیں ہوگا اور دونوں صورتوں میں جو فرق ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے پہلی صورت میں دونوں عورتوں کو حرمت کے ساتھ متصف کیا ہے لہٰذا ہر ایک پر حرمت ثابت ہوگی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے خود اپنی ذات کو روکا ہے، تو ایک کی وطی سے حانث نہ ہوگا۔

کہنا خدا کی قسم تم سے وطی نہیں کروں گا جوہرہ میں ہے کہ شوہر نے کہا خدا کی قسم میں تم سے وطی نہیں کروں گا، اس جملہ کو ایک مجلس میں تین بار کہا اگر یہ تکرار تاکید کی نیت سے کی ہے، تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین (قسم) ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نہیں کی ہے تو ایک ایلاء ہوگا اور تین یمین ہوگی، اگر وطی کرے گا تو تین کفارے دینے لازم ہوں گے اور اگر مجلس ایک نہیں متعدد ہوں یعنی تین مجلس میں ایک ایک بار کہا تو تین مرتبہ ہوا تو ایلاء بھی متعدد ہوں گے اور یمین بھی متعدد ہوں گی۔ یعنی تین ایلاء ہوں گے اور تین ہی یمین، اگر چار ماہ تک قربت نہیں کرے گا تو تین بار طلاق ہوگی اور اگر قربت کرے گا تو تین کفارے لازم ہوں گے۔

باب الخلع

هو لغة الازالة و استعمل فى ازالة الزوجية بالضم و فى غيره بالفتح و شرعا كما فى البحر ازالة ملك النكاح خرج به الخلع فى النكاح الفاسد و بعد البينونة والردة لغو كما فى الفصول المتوقفة على قبولها خرج ما لو قال خلعتك ناويا الطلاق فانه يقع بائنا غيرمسقط للحقوق لعدم توقفه عليه بخلاف خالعتك لفظ المفاعلة او اختلعى بالامر و لم يسم شيئا فقبلت فانه خلع مسقط حتى لو كانت قبضت البدل ردته خانية بلفظ الخلع خرج الطلاق على مال فانه غير مسقط فتح و زاد قوله او ما فى معناه ليدخل لفظا لمبارأة فانه مسقط كما سيجئ ولفظ البيع والشراء فانه كذلك كما صححه فى الصغرى خلافا للخانية و افاد التعريف صحة خلع المطلقة رجعيا و لا باس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق بما يصلح للمهر بغير عكس كلى لصحة الخلع بدون العشرة و بما فى يدها و بطن غنمها وجور العينى انعكاسها و شرطه كالطلاق و صفته ماذكره بقوله هو يمين فى جانبه لانه تعليق الطلاق بقبول المال فلا يصح رجوعه عنه قبل قبولها و لا يصح شرط الخيار له و لا يقتصر على المجلس باى مجلسه و يقتصر قبولها على مجلس علمها و فى جانبها معاوضة

خلع کب جائز ہے

جب میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو ایسے وقت میں خلع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور مرد کو چھوڑنے کے بدلہ عورت سے مال لینا جائز ہے بشرطیکہ نااتفاقی مرد کی طرف سے نہ ہو، حدیث نبویؐ ہے کہ ایک عورت نے اپنے مہر میں ایک باغ شوہر سے پایا تھا لیکن وہ اپنے شوہر سے راضی نہیں تھی، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ شوہر کو واپس کر کے اس سے خلع کرے، البتہ بلاضرورت عورت کے خلع کی خواہش حرام ہے، جامع ترمذی میں حدیث نبوی ہے کہ جو عورت بلاضرورت شوہر سے طلاق کی خواہش کرے گی اس پر بہشت کی بو حرام ہے، لیکن جب نااتفاقی اس حد تک بڑھ جائے کہ باہم نباہ کی صورت باقی نہ رہے تو بموجب نص قرآنی بعوض مال خلع جائز ہے، لیکن خلع میں اسی مال کا عوض میں لینا جائز ہے جو شوہر نے مہر میں دیا ہے یعنی وہ یا اس سے کم میں خلع کرے زیادہ میں نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی دس درہم سے کم میں بھی خلع کرے گا تو درست ہوگا، اور اس مال کے بدلے جو عورت کے قبضہ میں ہو، خواہ اس کی مقدار معلوم نہ ہو۔

وقوع خلع کی شرطیں

خلع کی شرط طلاق کی شرط کے مانند ہے یعنی یہ کہ زوجہ منکوحہ ہو اور شوہر اہل یعنی عاقل وبالغ ہو، لہٰذا جو شوہر نابالغ ہو یا مجنون ہو اس کا خلع درست نہیں ہے مرد کی جانب میں خلع یمین ہے، کیونکہ وہ مال کے قبول کرنے پر معلق ہے، لہٰذا شوہر کا عورت کے قبول کرنے سے پہلے خلع سے پلٹنا درست نہیں ہے اور نہ اس میں شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے اختیار کی شرط لگائے، اور نہ وہ شوہر کی مجلس پر منحصر ہوگا یعنی اگر شوہر مجلس بدل لے گا تو اس سے خلع باطل نہ ہوگا، اور جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ اس مجلس علم میں قبول نہ کرے اٹھ کھڑی ہو تو خلع باطل ہو جائے گا۔

اور خلع عورت کی جانب میں مال کا معاوضہ ہے لہٰذا مرد کے قبول کرنے سے پہلے عورت کا رجوع کرنا جائز ہے۔ اور عورت کو خیار کی شرط کرنا درست ہے، اگرچہ تین دن سے زیادہ کا خیار حاصل کرے، اور خلع کا صحیح ہونا عورت کی مجلس پر موقوف ہے، جس طرح بیع میں ہے۔

فائدة يشترط فى قبولها علمها بمعناه لانه معاوضة بخلاف طلاق و عتاق و تدبير لانه اسقاط و الاسقاط يصح مع الجهل و طرف العبد فى الاعتاق على مال كطرفها فى الطلاق و الخلع يكون بلفظ البيع و الشراء و الطلاق و المبارأة كبعت نفسك او طلاقك او طلقتك على كذا او بارأتك اى فارقتك و قبلت المرأة و حكمه ان الواقع به و لو بلا مال و بالطلاق الصريح على مال طلاق بائن و ثمرته فيما لو بطل البدل كما سيجئ و الخلع هو من الكنايات فيعتبر فيه ما يعتبر فيها من قرائن الطلاق لكن لو قضى بكونه فسخا نفذ لانه مجتهد فيه و قيل لا خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذكر بدلا لم يصدق قضاء فى الصور الاربع و الا صدق فى ما اذا وقع بلفظ الخلع و المبارأة لانهما كنايتان و لا قرينة بخلاف لفظ بيع و طلاق لان خلاف الظاهر و فيه اشارة الى اشتراط النية و هو ظاهر الرواية الا ان

المشائخ قالوا لا يشترط النية ههنا لانه بحكم غلبة الاستعمال صار كالصريح كما في القهستاني عن متفرقات طلاق المحيط و كره له تحريما اخذ شئ و يلحق به الابراء عما لها عليه ان نشز و ان نشزت لا و لو منه نشوز ايضا و لو باكثر عما اعطاها على الاوجه فتح و صحح الشمنى كراهة الزيادة و تعبير الملتقى لا باس به يفيد انها تنزيهية و به يحصل التوفيق اكرهها المزوج عليه تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال و سقوطه و لو هلك بدله في يدها قبل الدفع او استحق فعليها قيمته لو البدل قيميا و مثله لو مثليا لان الخلع لا يقبل الفسخ خلعها او طلقها بخمر او خنزير او ميتة او نحوها مما ليس بمال وقع طلاق بائن في الخلع رجعي في غيره وقوعا مجانا فيهما لبطلان البدل و هو الثمرة كما مر و لو سمت حلالا كهذا الخل فاذا هو خمر رجع بالمهر ان لم يعلم و الا لاشئ له كخالعني على ما في يدي اى الحسية و لا شئ في يدها لعدم التسمية و كذا عكسه لكن لو كان في يده جوهرة لها فقبلت فهي له علمت و لاضرارها نفسها بقبولها.

خلع کا مفہوم سمجھنا عورت کے قبول کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ عورت خلع کا مطلب جانتی اور سمجھتی ہو کیونکہ خلع معاوضہ کا نام ہے، لہٰذا اگر شوہر خلع بعوض مال عربی زبان میں کرے اور عورت معنی نہ جانتی ہو اور قبول کرلے تو خلع صحیح نہ ہوگا۔ اس کے خلاف طلاق، عتاق اور مدبر بتاتا ہے کہ اس میں علم ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ان میں اپنے حق کا ساقط کرنا ہے، اور اگر کوئی اپنا حق نادانی سے بھی ساقط کرے تو درست ہوجاتا ہے، یعنی قضاءً درست ہے دیانۃً نہیں۔

اگر غلام نے اپنے آقا سے کہا کہ وہ اس کو اتنے مال کے عوض آزاد کردے اور ابھی آقا نے اس کو قبول نہیں کیا ہے تو غلام اپنے اس قول سے رجوع کرسکتا ہے لیکن اگر آقا کہہ دے کہ اتنے مال کے عوض میں نے تم کو آزاد کردیا تو اس کہنے کے بعد وہ اپنے قول سے نہیں پلٹ سکتا ہے۔

خلع لفظ بیع، شراء طلاق اور مباراۃ سے ہوتا ہے جیسے شوہر کہے بِعْتُ نَفْسَكِ اَوْ طَلَاقَكِ على كذا (میں نے تیری ذات یا تیری طلاق کو اتنے مال کے عوض بیچ دیا۔ یا کہے میں نے تم سے مبارات کی، یا تم کو اتنے مال کے عوض میں جدا کردیا اور عورت نے اس کو قبول کرلیا تو خلع ثابت ہوجائے گا۔

خلع کا حکم خلع کا حکم یہ ہے کہ اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگرچہ خلع بغیر مال کے ہوا ہو یا طلاق صریح کے لفظ کے ساتھ بعوض مال ہوا ہو، اور اس کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب خلع کا بدل مال باطل ہو جیسے شراب، خنزیر قریب میں اس کی تفصیل آئے گی یعنی اگر خلع بلفظ خلع ہو اور بدلہ میں مال باطل ہے تو بھی طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہے تو طلاق رجعی ہوگی۔

خلع میں قرائن کا اعتبار

خلع کنایات میں داخل ہے لہٰذا جو صورتیں کنایات میں قرائن طلاق کی معتبر ہیں وہی صورتیں خلع میں معتبر قرار پائیں گیں، چونکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق واقع ہوتی ہے فسخ واقع نہیں ہوتا، لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی ہو اور وہ اپنے مذہب و مسلک کے مطابق فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا، کیونکہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اور مجتہد فیہ میں قاضی کا حکم نافذ ہوتا ہے اور ضعیف قول یہ ہے کہ اس میں قاضی کا حکم نافذ نہیں ہے۔

شوہر نے بیوی سے خلع کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے اس سے خلع کی نیت نہیں کی ہے، اب اگر شوہر نے بدلِ خلع میں کچھ مال کا ذکر کیا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، چاروں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ ان صورتوں کے الفاظ بیع و شراء خلع اور مبارات ہیں، دیانتاً البتہ تصدیق کی جائے گی لیکن اس صورت میں بھی عورت کے لئے مرد کے پاس رہنا جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ المرأۃ کالقاضی مشہور قاعدہ ہے۔

اور اگر مال کا ذکر نہیں ہے تو شوہر کی تصدیق کی جائے گی مگر اُس خلع میں جو بلفظ خلع یا مبارات واقع ہوا ہے، کیونکہ یہ دونوں طلاق سے کنایہ ہے اور طلاق کا یہاں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے، بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ ان لفظوں سے خلع ہوا ہے تو شوہر کی تصدیق ذکر مال کے بغیر نہیں ہوگی کیونکہ یہ دونوں لفظ طلاق صریح ہیں قرینہ اور نیت کی کچھ حاجت نہیں، لفظ بیع اس واسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ لفظ بیع ملک عین کے زوال کا نام ہے اور جب ملک عین کا زوال ہوگا تو ملک منافع کا زوال لازماً ہوگا۔

لفظ خلع سے طلاق

خلع اور مبارات کے کنایہ ہونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نیت شرط کے درجہ میں ہے یعنی خلع کے لفظ سے طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور ظاہر الروایۃ یہی ہے مگر مشائخ نے کہا کہ نیت شرط نہیں ہے کیونکہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ صریح کے درجہ میں ہو چکا ہے۔ جیسا کہ قہستانی میں محیط کے متفرقات طلاق سے مذکور ہے، (مگر اس دور میں خلع طلاق صریح میں مستعمل نہیں ہے)

خلع کے بدلہ میں مال لینا

لیکن اگر ناموافقت یا زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو اس کے لئے خلع کے عوض بیوی سے کچھ لینا مکروہ تحریمی ہے، اور اسی کے قریب بلکہ اسی درجہ میں ہے اگر عورت کا مرد کے ذمہ دین مہر باقی ہو، یا دوسرا قرض ہو اور مرد عورت سے اس کی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے (طحطاوی کہتے ہیں کہ اس حال میں مال لینا قطعاً حرام ہے، لیکن اگر لے لیگا تو ملک خبیث کی حیثیت سے وہ اس کا مالک ہو جائے گا) البتہ اگر نافرمانی عورت کی طرف سے ہو تو اس صورت میں خلع کے عوض مرد کا مال لینا مکروہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ عورت کی نافرمانی اور ناموافقت کے بعد شوہر کی طرف سے بھی نافرمانی یا زیادتی پائی گئی ہو، اگرچہ خلع میں اُس سے زیادہ مال شوہر لے جتنا اس نے دیا تھا۔ مثلاً مہر میں عورت کو پانچ سو روپے دیئے تھے اور خلع میں عورت سے ایک ہزار وصول کرے۔ اوجہ قول یہی ہے کذا فی فتح القدیر لیکن شمنی نے مہر سے زیادہ خلع میں لینے کو مکروہ ہونے کو صحیح کہا ہے اور ملتقی الابحر میں لاباس کا جملہ لایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ لینا اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی مان لینے میں دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے جنھوں نے زیادہ لینا مکروہ لکھا ہے ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے اور جنھوں نے مکروہ نہیں کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

جبر کا نتیجہ

شوہر نے اگر عورت پر خلع کے قبول کرنے کے لئے جبر ڈالا ہے تو اس صورت میں بلا مال کے طلاق واقع ہوگی،

اس وجہ سے کہ مال کے لازم ہونے میں یا اس کے ساقط ہونے میں عورت کی رضامندی ضروری ہے، یعنی اگر عورت نے اپنے اوپر جبر کی وجہ سے مال دینا لازم کرلیا ہے یا مہر کے ساقط کرنے کو قبول کرلیا ہے تو نہ مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا۔

بدل خلع ہلاک ہو جانا واپس کرنے سے پہلے خلع کا بدل اگر عورت کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا ہے یا اس کا کوئی دوسرا مالک نکل آیا۔ تو اگر بدل قیمت والی چیز تھی جیسے کپڑا وغیرہ تو عورت کے ذمہ اس کی قیمت دینا لازم ہے اور اگر بدل خلع مثلی چیز تھی تو عورت کو اس کے مثل دینا ہوگا کیونکہ خلع فسخ کو قبول نہیں کرتا ہے، بخلاف مبیع کے اگر وہ بائع کے پاس ہلاک ہو جائے کیونکہ بیع فسخ ہو سکتی ہے۔

جب بدل خلع مال نہ ہو کسی شوہر نے خمر یا خنزیر یا مردار وغیرہ کے بدلے عورت سے خلع کیا، یا اس کو طلاق دی جو مسلمان کے لئے مال کے حکم میں نہیں ہے تو اس صورت میں خلع کے لفظ سے طلاق بائن واقع ہوگی اور خلع کے سوا دوسرے الفاظ میں طلاق رجعی واقع ہوگی، دونوں صورتوں میں طلاق مفت واقع ہوگی، کوئی مال لازم نہیں ہوگا کیونکہ بدل باطل ہو جائے گا۔

مال حلال کا نام لینا البتہ اگر عورت نے خلع کے عوض میں مال حلال کا نام لیا ہے جیسے کہا کہ مجھے اس سرکہ کے عوض خلع کردے حالانکہ وہ شراب تھی، سرکہ نہیں تھا تو شوہر مہر واپس لے لیگا اگر وہ ادا کرچکا ہے اور اگر اب تک نہیں ادا کیا ہے تو وہ ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر کو شراب ہونے کا علم نہ ہو اور اگر شوہر جانتا تھا کہ سرکہ نہیں شراب ہے تو مفت طلاق ہوگی، عورت کا مہر شوہر پر قائم رہے گا۔

جس طرح کہ کوئی عورت شوہر سے کہے کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس کے بدلے خلع کرلے حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو مفت طلاق ہوگی کیونکہ عورت نے مال کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن اگر شوہر کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کرلے گی تو وہ جواہر مرد کی ملکیت میں چلا جائے گا خواہ عورت کو یہ معلوم ہو یا نہ معلوم ہو کہ اس کے شوہر کے ہاتھ میں اس کے جواہر تھے، کیونکہ اس کو قبول کرکے عورت اپنے کو ضرر پہونچا رہی ہے۔

و ان زادت من مال او دراهم ردت عليه في الاولى مهرها انقبضته و الا لاشئ عليها جوهرة او ثلثة دراهم في الثانية و لو في يدها اقل كملتها و لو سمت دراهم فبان دنانير لم اره والبيت والصندوق و بطن الجارية اذا لم تلد لاقل المدة و بطن الغلم و ثمر الشجر كاليد فذكر اليد مثال كما في البحر قال و قيده في الخلاصة و غيرها بعدم الغلم فقال لو علم انه لامتاع في البيت او انه لا مهرلها عليه في خلعها بمهرها لا يلزمها شئ لانها لم تطمعه فلم يصر مغرورا و لو ظن ان عليه المهر ثم تذكر عدمه ردت المهر خالعت علىٰ عبد آبق لها علىٰ براء تها من ضمانه لم تبرأ و عليها تسليمه ان قدرت والا فقيمته لانه لا يبطل بالشرط الفاسد كالنكاح .

ہاتھ میں مال یا دراہم کہنا اور اگر عورت نے اس طرح کہا کہ میرے ہاتھ والے مال یا میرے ہاتھ والے دراہم کے بدلہ خلع کرلے اور حال یہ ہو کہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو تو پہلی صورت (مال والے لفظ) میں عورت اپنا مہر جو اس نے شوہر سے لیا ہے واپس کرے گی، اور اگر ابھی مہر نہیں لیا ہے تو عورت کے لئے شوہر کو کچھ دینا لازم نہیں ہے، اور دوسری صورت کہ (میرے ہاتھ کے دراہم کے بدلہ) میں عورت مرد کو تین دراہم دے گی کذافی الجوہر (کیونکہ اس صورت میں ہاتھ سے ظاہری ہاتھ مراد نہ ہوگا بلکہ قبضہ مراد ہوگا) اگر اوپر کی مثال میں عورت کے ہاتھ میں تین دراہم سے کم ہو تو عورت تین درہم پورا کرے گی۔ تاکہ اقل جمع پر عمل ہو جائے۔ اور اگر عورت نے بدل خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ میں دراہم کے بدلے دنانیر (اشرفیاں) ہیں تو شارح کہتے ہیں اس کا حکم نظر سے نہیں گذرا۔ صاحب نہر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم ہی واجب ہوں گے نہ کہ دنانیر، لیکن یہ کہیں صراحت کے ساتھ نہیں دیکھا گیا۔

عورت کا بدل خلع میں نام لینا اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری یا صندوق والی چیز پر خلع کرلے یا میری لونڈی یا بکری کے پیٹ کے بچہ پر خلع کرلے، یا درخت کے پھلوں پر خلع کرلے اور حال یہ ہو کہ اس کوٹھری، صندوق میں یا اس کی لونڈی یا بکری کے پیٹ میں کچھ نہ ہو، تو طلاق مفت ہوگی عورت کو کچھ دینا لازم نہ ہوگا، لیکن اگر لونڈی چھ ماہ سے کم میں جنے گی تو مرد اس کے بچہ کا مالک ہوگا اور چھ ماہ، یا اس سے زیادہ میں جنے گی تو مرد اس کا مالک نہیں ہوگا۔

صاحب بحر الرائق نے کہا مسائل مذکورہ میں مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہ میں علم نہ ہونے سے مقید کیا ہے، لہٰذا اگر شوہر کو علم تھا کہ گھر میں یا صندوق میں کچھ نہیں ہے یا خلع بعوض مہر میں شوہر کو معلوم تھا کہ عورت کا اس پر کچھ مہر نہیں ہے تو عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اس وجہ سے کہ اس صورت میں عورت نے مرد کو کچھ لالچ میں مبتلا نہیں کیا، پس اس کو فریب دینا نہیں کہا جائے گا البتہ اگر شوہر کو خیال تھا کہ اس پر مہر واجب ہے پھر یاد آیا کہ مجھ پر کچھ مہر باقی نہیں رہا تو عورت کو مہر کا واپس کر دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کو دھوکہ ہوا۔

خلع شرط فاسد کے ساتھ عورت نے اپنے بھاگنے والے غلام پر اس شرط کے ساتھ خلع کیا کہ وہ بری الذمہ ہے تو عورت اس کی ضمانت سے بری الذمہ نہیں ہوگی اور عورت پر واجب ہوگا غلام کو شوہر کے حوالے کرے اگر وہ اس پر قادر ہے اور غلام نہ مل سکے تو وہ اس کی قیمت ادا کرے کیونکہ شرط فاسد سے خلع باطل نہیں ہوتا۔ جیسے نکاح اگر شرط فاسد کے ساتھ کیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے اور شرط فاسد ختم ہو جاتی ہے۔

قالت طلقنی ثلاثا بالف او علی الف فطلقها واحدة وقع فی الاول بائنة بثلثة ای بثلث الالف ان طلقها فی مجلسه و الا فمجانا فتح و فی الخانیة لو کان طلقهاثنتین فله کل الالف و فی الثانیة رجعیة مجانا لان علی للشرط و قالا کالباء قال لها طلقی نفسك ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسها واحدة لم یقع شیٔ لانه لم یرض بالبینونة الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاها بها بالف فببعضها اولیٰ و قوله لهاانت طالق بالف او علی الف فقبلت فی

مجلسها لزم ان لم تكن مكرهة كما مر و لا سفيهة و لا مريضة كما يجئ الالف لانه تفويض او تعليق و فى البحر عن التاتار خانية قال لامرأتيه احدٰكما طالق بالف درهم و الاخرىٰ بمائة دينار فقبلتا طلقتا بغير شئ انت طالق و عليك الف او انت حر و عليك الف طلقت وعتق مجانا و ان لم يقبلا لان قوله و عليك الف جملة تامة و قالا ان قبلا صح و لزم المال عملا بان الواو للحال و فى الحاوى و بقولهما يفتى قال طلقتك امس على الف فلم تقبلى و قالت قبلت فالقول له بيمينه بخلاف قوله بعتك طلاقك امس على الف فلم تقبلى و قالت قبلت فالقول لها و كذا لو قال لعبده كذلك كقوله لغيره بعت منك هذا العبد بالف امس فلم تقبل و قال المشترى قبلت فان القول للمشترى والفرق ان الطلاق بمال يمين من جانبه و هى تدعى حنثه و هو ينكر اما البيع فاقراره به اقرار بالقبول فانكاره رجوع فلا يسمع و لو برهنا اخذ بنيتها تاتار خانية.

مال کے بدلے میں طلاق

عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم مجھے ایک ہزار کے بدلے یا بشرط ہزار تین طلاق دیدو، اس نے اس کو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی ہزار کے بدلے کہنے کی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک بائن طلاق واقع ہو گی بشرطیکہ عورت مجلس بدلی نہ ہو، اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہو گی کذا فی فتح القدیر، اور خانیہ میں ہے کہ اگر شوہر پہلے اس عورت کو دو طلاق دے چکا تھا تو پھر اس کو پورے ہزار ملیں گے یعنی جب عورت پہلے اس شوہر سے دو طلاق پا چکی تھی اس کے بعد عورت نے کہا تھا کہ ہزار کے بدلے مجھ کو تین طلاق دیدے اور شوہر نے ایک طلاق دی، پہلی دونوں مل کر تین طلاقیں ہو گئیں۔ لہٰذا عورت پر لازم ہو گا شوہر کو ہزار معاوضہ دے۔

اور دوسری صورت میں جب عورت نے کہا کہ ہزار کی شرط پر طلاق دو تو ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اور مفت ہو گی کوئی معاوضہ عورت کے ذمہ لازم نہیں ہو گا کیونکہ مشروط منقسم نہیں ہوتا ہے۔ اور طلاق رجعی اس لئے ہوئی کہ طلاق مال سے خالی ہے۔ البتہ صاحبین کہتے ہیں کہ علی باء کے مانند ہے لہٰذا پہلی صورت کی طرح اس دوسری صورت میں بھی تہائی ہزار کے عوض طلاق واقع ہو گی اور ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔

طلاق عورت کے سپرد کیا کہ اتنے بدلے

مرد نے عورت سے کہا تم اپنے کو ہزار کے بدلے تین طلاق دے لو، یا ہزار پر طلاق دے لو۔ اس پر عورت نے اپنے کو ایک طلاق دی، تو کچھ واقع نہ ہو گا اس لئے کہ مرد ہزار سے کم پر جدا کرنے پر راضی نہیں ہے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی ہے، جو مرد کے منشا کے خلاف ہے لہٰذا ایک طلاق بھی واقع نہیں ہو گی، بخلاف پہلی صورت کے کیونکہ وہاں عورت ہزار کے عوض جدائی پر راضی ہے تو ہزار سے کم پر بدرجہ اولیٰ راضی ہو گی۔

مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ انت طالق بالف او علی الف (تجھ کو طلاق ہے ہزار کے بدلے یا ہزار کی شرط پر) اور عورت نے اسی مجلس میں اس کو قبول کر لیا تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اس پر زبردستی نہ کی گئی ہو۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔ اور یہ کہ عورت احمق یا بیمار نہ ہو ہزار اس لئے واجب ہوگا کیونکہ یہ تفویض ہے یا تعلیق ہے بالف تفویض ہے اور علی الف تعلیق ہے۔

تاتارخانیہ سے بحر الرائق میں نقل ہے کہ کسی شخص نے اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو ہزار درہم کے بدلہ طلاق ہے اور دوسری کو سو دینار کے بدلے۔ دونوں نے اس کو قبول کر لیا۔ تو دونوں کو طلاق واقع ہو جائے گی اور بلا کسی عوض کے۔ کیونکہ مال مجہول ہے متعین کوئی رقم کسی کے ساتھ نہیں کی گئی ہے۔

کہا ہزار لازم ہے

شوہر نے کہا تم کو طلاق ہے اور تم پر ہزار لازم ہے یا مالک نے غلام سے کہا تو آزاد ہے، اور تم پر ہزار لازم ہے تو اس صورت میں عورت پر مفت طلاق واقع ہو جائے گی اور غلام بلا ہزار کے آزاد ہو جائے گا، اگرچہ دونوں نے دینا قبول نہ کیا ہو، کیونکہ یہ کہنا کہ تم پر ہزار لازم ہے (وعلیک الف) یہ مستقل پورا جملہ ہے اسکا ما قبل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور صاحبین نے کہا ہے کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار دینار قبول کر لیا ہے تو طلاق اور عتاق صحیح ہوگا، اور مال کا دینا لازم ہوگا، کیونکہ اس وقت کہا جائے گا وعلیک من واو حالیہ ہے تو اس طرح یہ الگ پورا جملہ قرار نہیں پائیگا۔ بلکہ پہلے سے اس کا تعلق باقی رہے گا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ تم کو اس حال میں طلاق ہے کہ تم پر ہزار ضروری ہے اور حاوی القدسی میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

اختلاف کی صورت میں

شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں نے تم کو ہزار درہم پر طلاق دی سو تو نے قبول نہیں کیا، اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا، تو اس صورت میں شوہر کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی اس کے خلاف اگر شوہر نے کہا میں نے کل تیری طلاق بیچی تھی ہزار درہم پر، سو تو نے ہزار درہم قبول نہیں کیا تھا عورت نے کہا کہ میں نے قبول کر لیا تھا تو اس صورت میں عورت کی بات تسلیم کیا جائے گی اور وہی قول معتبر ہوگا، اسی طرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ میں نے تم کو ہزار دراہم کے بدلہ بیچا تھا تو نے قبول نہیں کیا اور خریدار کہے کہ میں نے قبول کر لیا تھا تو اس صورت میں خریدار کا قول معتبر قرار پائے گا۔

یہاں طلاق اور بیچنے میں فرق یہ ہے کہ طلاق بعوض مال شوہر کی جانب سے تعلیق ہے، اور تعلیق طلاق کا عورت کو قبول لازم نہیں ہے کیونکہ قبول کے بغیر بھی تعلیق درست ہے۔ اور بیوی شوہر کے حانث ہونے کی دعویدار ہے اور شوہر منکر ہے اس صورت منکر کا قول بحلف مانا جائے گا لہٰذا شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ باقی بیع کا اقرار خود قبول کا اقرار ہے کیونکہ بیع ایجاب و قبول کا نام ہے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا، تو بیع اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا، پھرنا اور پلٹنا ہے لہٰذا یہ سنا نہیں جائیگا اور اگر میاں بیوی دونوں اپنے قول کے گواہ پیش کریں تو عورت کے گواہ لئے جائیں گے اس واسطے کہ عورت ثابت کرنے والی ہے اور شوہر نفی کرنے والا ہے تو اس صورت میں ثابت کرنے والے کے گواہ قابل ترجیح ہوتے ہیں۔

و لو ادعی الخلع علی مال و هی تنکر یقع الطلاق باقراره والدعوی فی المال بحالها فیکون القول لها لانها تنکر و عکسه لا یقع کیفما کان بزازیة فروع انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضه من دینه او اختلفا فی الطوع والکره فالقول له و لو قالت

کان بغیر بدل فالقول لها ادعت المهر و نفقة العدة و انه طلقها و ادعی الخلع و لا بینة فالقول لها فی المهر و له فی النفقة خلع امرأتیه علی عبد قسمة قیمته علی سمیهما خلعتک علی عبدی وقف علی قبولها و لم یجب شیٔ بحر.

خلع میں اختلاف کی صورت

مرد نے دعویٰ کیا کہ مال پر خلع ہوا ہے اور عورت انکار کرے تو اس صورت میں مرد کے اقرار کرنے کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور مال کا دعویٰ اپنی جگہ رہے گا اگر شوہر گواہ پیش کردے گا تو عورت پر مال دینا لازم ہوگا اور اگر گواہ پیش نہیں کر سکا تو عورت کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے۔ اور اس کے برعکس صورت میں یعنی عورت نے خلع بالمال کا دعویٰ کیا اور شوہر منکر ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ عورت طلاق واقع کرنے کی مالک نہیں ہے لہٰذا جیسا بھی دعویٰ کرے طلاق واقع نہیں ہوگی کذا فی البزازیہ۔

شوہر نے خلع سے انکار کیا، یا خلع میں شرط کا دعویٰ کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے اپنے باپ کی رضامندی کی شرط پر خلع کیا تھا یا استثناکا دعویٰ کیا یعنی خلع کے ساتھ میں نے انشاء اللہ کہا تھا، یا یہ دعویٰ کیا کہ جو مال لیا وہ اس کے قرض میں لیا تھا یعنی بیوی قرضدار تھی شوہر کی لہٰذا اس نے وہ مال مجھے دیا تھا خلع کا مال نہیں تھا۔ یا دونوں میں اختلاف ہوا خوشی اور زبردستی میں، بیوی کہتی ہے کہ مجھ سے زبردستی مال کا اقرار کرالیا اور شوہر کہتا ہے کہ اس نے اپنی خوشی سے قبول کیا تو تمام صورتوں میں اگر گواہ نہیں ہوں گے تو شوہر کا قول قابل اعتبار ہوگا ورنہ عورت کا۔ اور اگر عورت اس طرح کہے کہ خلع بلاعوض تھا اور شوہر کہے عوض کے بدلہ میں تھا تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔

مہر و نفقہ میں اختلاف کی صورت

عورت نے مہر اور عدت کے نفقہ کا دعویٰ کیا اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ شوہر نے طلاق دیدی ہے اور مرد نے خلع کا دعویٰ کیا کہ مہر اور نفقۂ عدت کے عوض خلع کیا ہے اور گواہ کسی کے پاس نہیں تو اس صورت میں مہر کے باب میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور نفقۂ عدت میں شوہر کا قول قابل اعتبار ہوگا، مہر میں عورت کے قول کا اعتبار اس لئے کیا گیا کہ میاں بیوی کے درمیان مہر کا باقی رہنا اصل ہے لہٰذا اصل دعویٰ عورت نے کیا اس کی بات مانی جائے گی، اور نفقہ میں شوہر کے قول کے ماننے کی وجہ یہ ہے کہ عورت نفقۂ عدت کی مدعی ہے کہ اس کو طلاق دی گئی ہے اور شوہر اس کا انکار کرتا ہے گواہ ہے نہیں اس لئے والعین علی من انکر کے تحت شوہر کا قول مانا جائے گا۔

مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام کے عوض خلع کیا تو اس صورت میں غلام کی قیمت دونوں عورتوں کے متعین مہروں پر، مثلاً غلام کی قیمت تیس روپے ہے اور ایک عورت کا مہر دو سو درہم ہے اور دوسری کا سو درہم، تو دو سو جس کے مہر ہیں اس پر بیس روپے لازم ہوں گے اور سو والی پر دس روپے۔

مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے ایک غلام پر خلع کیا تو اس کا نفاذ عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہے گا، کیونکہ خلع معین جز کے بدلہ ہے تو عورت کے قبول کرنے کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہیں ہوگا۔ کذا فی بحر الرائق۔

و یسقط الخلع فی نکاح صحیح و لو بلفظ بیع و شراء کما اعتمده العمادی و غیره

والمباراة ای الابراء من الجانبين كل حق ثابت وقتهما لكل منهما على الآخر مما يتعلق بذلك النكاح حتى لو ابانها ثم نكحها ثانيا بمهر آخر فاختلعت منه على مهرها برئ عن الثاني لا الاول و مثله المتعة بزازية و فيها اختلعت على ان لادعوى لكل على صاحبه ثم ادعى ان له كذا من القطن صح لاختصاص البراء ة بحقوق النكاح الانفقة العدة و سكناها فلا يسقطان الا اذا نص عليها فتسقط النفقة لا السكنى لانها حق الشرع الا اذا ابرأته عن مؤنة السكنى فيصح فتح و هو مستغنى عنه بما ذكرنا اذا النفقة والسكنى لم تجبا وقتهما بل بعدهماو قيل الطلاق على مال مسقط للمهر كالخلع والمعتمد لا ذكره البزازي و لايبرأ بابرأك الله ذكره البهنسي شرط البراء ة من نفقة الولد ان وقتا كسنة صح و لزم و الا لا بحر وفيه عن الملتقى وغيره لو كان الولد رضيعا صح و ان لم يوقتا وترضعه حولين بخلاف الفطيم.

حقوق کا ساقط ہونا

نکاح صحیح کے بعد جب خلع ہوتا ہے تو وہ ان تمام حقوق کو ساقط کرڈالتا ہے جو بوقت خلع اور مساوات ثابت ہوتا ہے، کسی کا کسی پر کوئی حق باقی نہیں رہتا، ہر ایک کا حق دوسرے سے ساقط ہوجاتا ہے، وہ حقوق ایک کے دوسرے سے ساقط ہوتے ہیں، جو اس نکاح کے وقت عاید ہوتے ہیں جس کے بعد خلع واقع ہوا ہے خواہ خلع لفظ بیع سے ہوا ہو یا لفظ شراء سے ہوا ہو عمادی نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

اب اگر عورت کو شوہر نے طلاق بائن دی تھی پھر دوبارہ شادی کی اور دوسرے مہر کے ساتھ کی، اس کے بعد عورت نے خلع کی خواہش کی کہ مہر کے بدلہ خلع کردے تو اس صورت میں شوہر صرف دوسرے نکاح کے مہر سے بری ہوگا، نکاح اول کا اگر مہر باقی ہے تو اس خلع کی وجہ سے اس سے بری نہیں ہوگا اور متعہ کا حکم مہر کے حکم کی طرح ہے کذافی البزازیہ۔

یہ جو کہا کہ حق ثابت کو خلع ساقط کرتا ہے جیسے مہر اور نفقہ خواہ یہ نفقہ ایام گذشتہ کا ہی باقی کیوں نہ ہو، یہاں (ثابت) کی قید لگانے سے عدت کا نفقہ اور سکنٰی خارج ہوگیا کیونکہ یہ ثابت حق میں داخل نہیں ہے کیونکہ خلع کے وقت یہ حق ثابت نہیں تھا بلکہ بعد میں ثابت ہوا ہے۔ اور "حق متعلق بہ نکاح" کی قید سے وہ حق نکل گیا جو نکاح سے ثابت نہیں ہوتا ہے، جیسے کسی کا کسی کے ذمہ قرض ہو تو وہ ساقط نہ ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مثل مہر کے ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی نے مہر کے تقرر کے بغیر کسی عورت سے نکاح کرلیا تھا اور قبل دخول خلع کیا تو اس صورت میں کپڑے کا جوڑا دینا جو ذمہ آتا ہے وہ ساقط ہوجائے گا گو قیاس چاہتا ہے کہ متعہ خلع سے ساقط نہ ہو، جیسے عدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ کیونکہ متعہ بوقت خلع ثابت نہیں تھا۔ بلکہ خلع کے بعد ثابت ہوا ہے لیکن چونکہ یہ متعہ مہر کے عوض ہے تو جس طرح مہر ساقط ہوتا ہے اسی طرح جو اس کے قائم مقام متہ...ہے وہ بھی ساقط ہوجائے گا۔

بزازیہ میں ہے کہ اس شرط پر خلع کیا کہ میاں بیوی میں سے کسی کا کسی ساتھی پر کچھ دعویٰ نہیں ہوگا۔ پھر مرد نے دعویٰ کیا کہ اس کی اس مقدار میں عورت کے ذمہ روئی باقی ہے۔ تو مرد کا یہ دعویٰ صحیح ہوگا کیونکہ بریہ ہونے کا معاملہ نکاح کے ساتھ

مخصوص ہے، لہٰذا جن حقوق کا تعلق نکاح سے نہیں ہے وہ باقی رہیں گے۔

عدت کا نفقہ اور سکنی

خلع سے وہ سارے حقوق جو نکاح سے متعلق ہوتے ہیں ساقط ہو جاتے ہیں، مگر عدت کا نفقہ اور سکنی ساقط نہیں ہوتا ہے البتہ اگر خلع میں نفقہ کی بھی صراحت کے ساتھ نشاندہی ہو تو وہ ساقط ہو جائے گا۔ باقی سکنی سے اس کے باوجود ساقط نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ شرع کا حق ہے، ارشاد ربانی ہے وَلاَ تُخرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو جب تک ان کی عدت پوری نہ ہو جائے۔

ایک کمزور قول یہ ہے کہ اگر کوئی مال کے عوض طلاق دے گا تو اس سے مہر اس طرح ساقط ہو جاتا ہے، جس طرح خلع سے ساقط ہوتا ہے۔ لیکن معتمد قول یہ ہے کہ اس طلاق بالمال سے مہر ساقط نہیں ہوتا ہے، اگر عورت کہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو بری کردے تو صرف اس کہنے سے مرد بری نہیں ہوگا۔

خلع میں بچہ کے نفقہ سے بچنے کی شرط

شوہر نے خلع میں شرط کی کہ وہ بچے کے خرچ سے بری الذمہ ہوگا، اگر میاں بیوی دونوں نے بری ہونے یا رہنے کی کوئی مدت مقرر کی. مثلاً ایک سال کی مدت تو یہ شرط درست ہے لڑکے کا نفقہ عورت پر لازم ہوگا اور اگر نفقہ کی مدت مقرر نہیں کی تو شرط صحیح نہیں ہوگی اور عورت پر نفقہ واجب و لازم نہیں ہوگا کذا فی البحر الرائق اور منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر بچہ دودھ پیتا ہے تو براءت کی شرط درست ہوگی گو دونوں نے کوئی مدت مقرر نہ کی ہو اور عورت اس صورت میں اس کو دو سال دودھ پلائے گی، اس وجہ سے کہ وہ شیر خوار بچہ ہے جس میں قرینہ ہے کہ براءت اور نفقہ کی مدت، مدت رضاعت ہوگی بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے، اگر اس کی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہیں ہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا کیونکہ عورت نے قبول کر لیا تھا۔

ولو تزوجها او هربت او ماتت او مات الولد رجع ببقية نفقة الولد والعدة الا اذا اشرطت براء تها و لها مطالبته بكسوة الصبى الا اذا اختلعت عليها ايضا ولو فطيما فيصح كالظئر و لو خالعته على نفقة ولده شهرا مثلاً و هى معسرة فطالبته بالنفقة يجبر عليها و عليه الاعتماد فتح و فيه لو اختلعت على ان تمسكه الى البلوغ صح فى الانثى لا الغلام و لو تزوجت فللزوج اخذ الولد و ان اتفقا على تركه لانه حق الوند و ينظر الى مثل امساكه لتلك المدة فيرجع به عليه و خلع الاب صغيرته بما لها او مهرها طلقت فى الاصح كما لوقبلت هى و هى مميزة و لم يلزم المال لانه تبرع و كذا الكبيرة الا اذا قبلت فيلزمهاالمال و لا يصح من الام مالم تلتزم البدل ولا على صغير اصلا كما لو خالعت المرأة بذلك اى بمالها او بمهرها و هى غير رشيدة فانها تطلق و لا يلزم حتى لو كان بلفظ الطلاق يقع رجعيا فيهما شرح وهبانية فان خالعها الاب على مال ضامنا له اى ملتزما لا

كفيلا لعدم وجوب المال عليها صح والمال عليه كالخلع مع الاجنبى فالاب اولى بلا سقوط مهر لانه لم يدخل تحت ولاية الاب و من حيل سقوطه ان يجعلا بدل الخلع على اجنبى بقدر المهر ثم يحيل به الزوج عليه من له و لاية قبض ذلك منه بزازية و ان شرطه اى الزوج الضمان عليها اى الصغيرة فان قبلت و هى من اهله بان كانت تعقل ان النكاح جالب والخلع سالب طلقت بلاشئ لعدم اهلية الغرامة و ان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق ر ان قبل الاب فى الاصح زيلعى و لو بلغت و اجازت جاز فتح قال الزوج خالعتك فقبلت المرأة و لم يذكر اما لا طلقت لوجود الايجاب والقبول و برئ عن المهر المؤجل لو كان عليه والا يكن عليه من المؤجل شئ ردت عليه ماساق اليها من المهر المعجل لما مر انه معاوضة فتعتبر بقدر الامكان خلع المريضة يعتبر من الثلث لانه تبرع فله الاقل من ارثه و بدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل من ارثه والثلث ان ماتت فى العدة و لو بعدها او قبل الدخول فله البدل ان خرج من الثلث و تمامه فى الفصولين اختلعت المكاتبة لزمها المال بعد العتق و لو باذن المولى لحجرها عن التبرع و لامة و ام الولد ان باذن المولى لزمهما البدل للحال فتباع الامة و تسع ام الولد و المدبرة و لو بلا اذن فبعد العتق.

اگر کسی نے خلع کیا اس شرط پر کہ وہ نفقہ عدت اور نفقہ ولد سے بری ہے گا، اور اس نے خلع کے بعد پھر اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا، یا عورت لڑکے کے نفقہ سے بھاگ نکلی یا عورت اس شرط کے بعد مر گئی یا خود لڑکا مر گیا، تو مرد لڑکے اور اعدت کا بقیہ نفقہ عورت سے واپس لے لیگا۔ اور عورت کا نفقہ بعد نکاح شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔

البتہ اس وقت بقیہ نفقہ واپس نہیں لے سکے گا جب کہ عورت نے اپنے بری ہونے کی شرط کرلی ہو، یعنی بوقت خلع یہ شرط کرلی کہ میں مر گئی یا لڑکا مر گیا تو میں نفقہ سے بری الذمہ ہوں گی تو واپس نہیں ہوگا۔

جس صورت میں خلع بعوض نفقہ ولد ہوا ہو تو عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ بچہ کی پوشاک کا اس سے مطالبہ کرے البتہ اگر پوشاک کو بھی خلع میں شامل کرلیا ہو تو مطالبہ نہ کرسکے گی، اگرچہ بچہ دودھ چھوڑ چکا ہے، تو بھی اس کے لباس کے عوض خلع کرنا جائز ہے جس طرح دودھ پلانے والی کا اجارہ طعام اور پوشاک کے عوض درست ہے۔

مطالبہ پر نفقہ کی وصولی

اگر عورت نے اس شرط پر خلع کیا کہ وہ لڑکے کا نفقہ ایک ماہ تک نہیں لے گی، عورت محتاج و تنگ دست تھی، اس نے بچہ کے نفقہ کا مطالبہ کردیا تو اس کے شوہر سے بہ جبر نفقہ دلایا جائے گا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر اس شرط پر عورت نے خلع کرایا کہ بچہ کو تا بلوغ اپنے پاس رکھے گی تو یہ خلع لڑکی کے حق میں تو درست ہوگا، مگر لڑکے کے حق میں درست نہیں ہوگا، کیونکہ لڑکی کا تا بلوغ عورت کے پاس رہنا ٹھیک ہے، لڑکے کا عورت کی صحبت میں رہنا اس کے لئے مضر ہے، کیونکہ وہ مردانہ آداب سے بے بہرہ

رہے گا، اور اگر عورت نے اس شرط پر خلع کیا کہ بچہ کا نفقہ نہیں لے گی اس کے بعد اس نے دوسرے مرد سے شادی کرلی، تو پہلے شوہر کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے لڑکے کو عورت سے لے لے، اگر چہ یہ پہلا شوہر اور عورت دونوں کا اتفاق ہو جائے کہ لڑکا عورت کے پاس رہے گا تو بھی وہ لڑکا لے گا کیونکہ یہ بچہ کا حق ہے اس کو ضائع ہونے نہیں دیا جائے گا، اور جتنے دن باپ نے رکھا ہے اس کو دیکھا جائے گا، تاکہ پہلا شوہر اتنے دن کا لڑکے کا نفقہ عورت سے لے سکے۔

باپ کی طرف سے خلع کا مطالبہ باپ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا خلع اس کے مال یا مہر کے عوض کیا، تو قول اصح میں اس پر طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ اگر عورت سمجھ رکھتی ہے، اور اس نے خلع کو قبول کرلیا ہے تو اس پر طلاق واقع ہوتی ہے اور مال دینا لازم نہیں ہوگا نہ لڑکی پر اور نہ اس کے باپ پر، کیونکہ باپ کا مال کے عوض خلع کرنا تبرع ہے اس پر ضروری نہیں تھا اس لئے اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر بالغہ لڑکی کے باپ نے خلع کرایا تو اس پر طلاق واقع ہوگی اور مال دینا اس کے ذمہ واجب نہ ہوگا، البتہ جب خود بالغہ لڑکے کا خلع کرانا درست نہیں ہے جب تک وہ اپنے اوپر اس مال کو جو عوض میں دیا جاتا ہے لازم نہ کرے، کیونکہ مال کو ولایت نہیں حاصل ہوتی ہے۔

نابالغ کا خلع جو لڑکا نابالغ ہے اس کی طرف سے خلع کرنا درست نہیں ہے۔ نہ اس کا باپ خلع کر سکتا ہے نہ اس کی ماں۔ خواہ اپنے مال کے عوض ہو یا اس نابالغ لڑکے کے مال کے عوض۔ کیونکہ نابالغ کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی اس کی نیابت بھی نہیں کر سکتا ہے جیسا کہ اگر کوئی عورت خلع کرائے اپنے مال یا مہر کے عوض، اور وہ عورت سمجھ دار نہیں ہے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی مگر اس کو مال دینا لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر خلع لفظ طلاق کے ساتھ ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ناسمجھ ہو یا نابالغہ ہو، کیونکہ لفظ طلاق صریح ہے اور وہ عوض سے خالی ہوتا ہے۔

نابالغہ لڑکی کا خلع باپ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا مال کے عوض خلع کرایا اور وہ اس کا ضامن بنا کہ وہ اس کے ذمہ لازم ہے تو اس صورت میں صغیرہ کا خلع درست ہوگا اور باپ پر مال دینا لازم ہوگا۔ جیسا کہ اجنبی کے خلع کرانے سے اس پر مال واجب ہوتا ہے اور خلع درست ہوتا ہے تو باپ تو بدرجہ اولیٰ ضامن بن کر ایسا کر سکتا ہے، لیکن اس کا مہر ساقط نہیں ہوگا کہ وہ باپ کی ولایت میں داخل نہیں ہے۔

مہر ساقط کرنے کا حیلہ مہر کے ساقط کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ لڑکی اور باپ دونوں خلع کے عوض بقدر مہر اجنبی پر ڈالدیں اور اجنبی کہے کہ خلع کا عوض دینا مجھ پر لازم ہے۔ پھر شوہر خلع کا بدل اس کے حوالہ کرے جس کو شوہر سے مہر لینے کا حق حاصل ہوتا ہے جیسے باپ، ماحصل یہ ہے کہ معاملہ ہو جانے کے بعد شوہر لڑکی کے باپ سے کہہ دے گا کہ فلاں اجنبی سے اپنی لڑکا کا مہر لے لے، تو اس تدبیر سے شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو جائے گا۔

بدل خلع کی ضمانت اگر شوہر نے بدل خلع کی ضمانت نابالغہ پر ڈالی اور اس نے قبول کرلیا اور وہ اس لائق تھی کہ قبول کرے مثلاً وہ اتنی عقل رکھتی تھی کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اس صورت میں اس پر مفت طلاق واقع ہوگی، کیونکہ نابالغہ لائق تاوان نہیں ہے اور اگر اس نے بشرط ضمان خلع قبول نہیں کیا، یا قبول کیا وہ اس قدر عقل کی مالک نہیں ہے کہ نکاح اور خلع کو سمجھ سکے تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اگر چہ اس کی طرف سے

اس کے باپ نے قبول کرلیا ہو۔ لیکن اگر نابالغہ بالغ ہونے کے بعد بقدر قبول کو جائز و برقرار رکھے گی تو خلع جائز ہوگا۔

خلع میں میاں بیوی کا ایجاب و قبول

شوہر نے بیوی سے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا، اور عورت نے اس کو قبول کرلیا، اور دونوں میں سے کسی نے مال کا ذکر نہیں کیا تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ ایجاب و قبول پایا گیا۔ اور شوہر مہر مؤجل سے بری ہو جائے گا، اگر اس کے ذمہ مہر مؤجل تھا اور اگر مہر مؤجل باقی نہ ہوگا تو عورت جتنا مہر معجل میں لے چکی ہے اسے اس کو واپس کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع عورت کی طرف سے معاوضہ ہے۔ لہٰذا جس قدر بھی ممکن ہو اس کا اعتبار ہوگا۔

بیمار عورت کا خلع

بیمار عورت کا خلع اس کے تہائی مال سے معتبر ہے۔ کیونکہ بیماری میں خلع کرنا تبرع (احسان) ہے اور تبرع تہائی مال میں ہوتا ہے لہٰذا میراث اور خلع میں سے جو کم ہوگا وہ شوہر پائے گا، بشرطیکہ تہائی مال وراثت اور بدل خلع سے زیادہ ہو اور ثلث ان سے زیادہ نہ ہو تو وراثت اور ثلث مال میں جو کمتر ہوگا وہ شوہر کو ملے گا یہ اس صورت میں ہے جب عورت عدت میں مر گئی ہو، اور اگر عورت عدت کے بعد مری ہوگی یا خلع قبل الدخول مری ہو، تو شوہر خلع کا بدل پائے گا اگر بدل خلع ثلث مال سے کمتر ہو، ورنہ ثلث پائے گا اس کی تفصیل جامع الفصولین میں ہے۔

مکاتبہ کا خلع

مکاتبہ نے خلع کیا تو آزادی کے بعد اس کو مال دینا لازم ہوگا اگرچہ اس نے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو، کیونکہ مکاتبہ کے لئے تبرع ممنوع ہے۔ اور اگر لونڈی یا ام ولد نے خلع کیا اور مولیٰ کی اجازت سے کیا تو ان دونوں پر فوراً مال لازم ہوگا اس صورت لونڈی بدل خلع کے عوض فروخت کی جائے گی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرے گی لیکن اگر انہوں نے مولیٰ کی اجازت کے بغیر خلع کیا ہے اور مال اس پر اس وقت لازم ہوگا جب یہ آزاد ہوں گی۔ پہلے واجب نہیں ہوگا۔

خلع الامة مولاها على رقبتها ان زوجها حرا صح الخلع مجانا و ان زوجها مكاتبا او عبدا او مدبرا صح و صارت امة للسيد فلا يبطل النكاح و اما الحر فلو ملكها لبطل النكاح فبطل الخلع فكان في تصحيحه ابطاله اختيار فروع قال خالعتك على الف قاله ثلثا فقبلت طلقت بثلثة الآلاف لتعليقه بقبولها في المنتقى انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا و ان قلبت الثلث لم تطلق لتعليقه بقبولها بازاء الاربع انت طالق على دخولك الدار توقف على القبول و على ان تدخلي الدار توقف على الدخول قلت فيطلب الفرق فان اَنْ والفعل بمعنى المصدر فتدبر قال خالعتك واحدة بالف و قالت انما سالتك الثلث فلك ثلثها فالقول لها خَلَعها علىٰ ان صداقها لولدها او لاجنبي او على ان يمسك الولد عنده صح الخلع و بطل الشرط قالت اختلعت منك فقال لها طلقتك بانت و قيل رجعي و لا رواية لو قالت ابرأتك منالمهر بشرط الطلاق الرجعي فطلقها رجعيا لكن في الزيادات أنت طالق

اليوم رجعيا و غدا اخرى رجعيا بالف فالبدل لهما و هما بائنتان لكن يقع غدا بغير شئ ان لم يعد ملكه و في الظهيرية قال لصغيرة ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك بعد ان تبريني من المهر فوجد الشرط فابرأته و طلقت نفسها لا يسقط المهر ويقع الرجع و في البزازية اختلعت بمهرها على ان يعطيها عشرين درهما و كذا منًّا من الارز صح و لا يشترط بيان مكان الايفاء لان الخلع اوسع من البيع قلت و مفاده صحة ايجاب بدل الخلع عليه فليحفظ و في القنية اختلعت بشرط الصك او بشرط ان يرد اليها اقمشتها فقبل لم تحرم و يشترط كتبه الصك ورد الاقمشة في المجلس والله اعلم.

لونڈی کا خلع اگر کسی لونڈی کے آقا نے اپنی لونڈی کا خلع اس کی ذات کے عوض کیا، تو اگر اس کا شوہر آزاد ہے تو خلع درست ہوگا، اور مفت ہوگا، اور اگر اس لونڈی کا شوہر غلام ہے یا مدبر ہے یا مکاتب تو خلع اس صورت میں بھی درست ہوگا اور لونڈی شوہر کے مالک کی ملکیت میں چلی جائے گی کیونکہ شوہر خود مملوک ہے لہٰذا نکاح قائم رہے گا۔ کیونکہ شوہر بیوی کا مالک نہیں ہوا کہ کہا جائے کہ دو ملکیت جمع ہوگئی۔ اور بیوی کا نکاح جاتا رہا، باقی مکاتب تو اس کی بھی ملکیت تام نہیں لہٰذا اس سے بھی نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اور جب مکاتب آزاد ہوگا تو اس کی بیوی اس کی ام ولد بن جائے گی یہ اولاد ہونے کی صورت میں حکم ہے، اور اگر اولاد نہیں ہے تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور بیوی اس کی لونڈی ہو جائے گی باقی یہ جو کہا کہ مکاتب کے مالک کی مملوک ہوگی تو یہ اس صورت میں ہے جب تک مکاتب شوہر آزاد نہ ہوا ہو۔

باقی جو شوہر آزاد ہوگا اگر وہ اپنی اس لونڈی کا مالک ہو جائے گا تو اس کا نکاح اس سے باطل ہو جائے گا۔ اور جب نکاح باطل ہوگا تو خلع بھی باطل قرار پائے گا، لہٰذا خلع کے صحیح قرار دینے کی شکل میں خلع کو باطل کرنا ہوگا۔

کہا اتنے کے بدلے خلع کیا شوہر نے بیوی سے کہا میں نے تجھ سے ہزار کے بدلے خلع کیا، اس جملہ کو تین مرتبہ کہا اور عورت نے اس کو قبول کر لیا، تو اس صورت میں عورت تین ہزار کے بدلے میں مطلقہ ہوگی، چونکہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر معلق تھی۔ یعنی جب شوہر نے کہا کہ میں نے تین ہزار کے بدلے تجھ سے خلع کیا تو اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر تم قبول کرتی ہو تو خلع پالو گی، جب اس نے اس جملہ کو مسلسل تین بار کہا اس کے بعد عورت نے قبول کیا تو یہ تعلیق تین طلاق کی تین ہزار پر ہوگی۔

دوسری صورت شوہر نے کہا کہ تم کو ہزار کے بدلے چار طلاق ہے، عورت نے اس کو قبول کر لیا تو عورت پر تین طلاقیں ہوں گی اور ہزار کے عوض ہوں گی اس لئے کہ چوتھی طلاق کی محل باقی نہیں رہی لہٰذا وہ لغو پائے گا۔ اور اگر عورت نے چار طلاقوں میں سے تین کو قبول کر لیا تو پھر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے چار طلاقوں کو عورت کے ہزار کے عوض قبول کرنے پر معلق کیا ہے گو اس کی صورت یہ ہوئی کہ شوہر نے کہا کہ اگر تو ایک ہزار کے عوض چار طلاق کو قبول کرے تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں جب تک عورت چار کو قبول نہیں کرے گی شرط نہیں کی جائے گی۔

تعلیق کی صورتیں

شوہر نے کہا کہ تیرے گھر میں داخل ہونے پر تیری طلاق معلق ہے، تو عورت کے قبول کرنے پر طلاق معلق رہے گی۔ اگر عورت قبول کرلے گی گو گھر میں داخل نہ ہو تو بھی طلاق ہو جائے گی۔ اور اگر اس طرح کہا کہ تجھ کو اس شرط پر طلاق ہے کہ تو گھر میں داخل ہو تو اس صورت میں طلاق دخول دار پر موقوف ہوگی۔

شارح کہتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے دیکھنا چاہئے، کیونکہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق بظاہر دکھائی نہیں دیتا اس وجہ سے کہ اَن اور اس کے بعد کا فعل مصدر کے معنی میں ہے پہلے مسئلہ میں بھی دخول مصدر ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ پہلی صورت میں تو قبول کرنے پر طلاق موقوف ہے اور دوری صورت میں داخل ہونے پر موقوف ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ غور کیا جائے فرق غالباً یہ ہے کہ جہاں اَن کے داخل ہونے سے فعل مصدر ہوا ہے وہ مصدر ماؤل ہے اور لفظ دخول مصدر صریح ہے مصدر ماؤل کا جسم انسانی پر حمل کرنا صحیح ہے، اور مصدر صریح کا جسم انسانی پر حمل کرنا صحیح نہیں ہے لہٰذا آیت طَالِقٌ عَلیٰ دُخُولِكِ الدَّارَ (گھر میں داخل ہونے کی شرط کے ساتھ تجھ کو طلاق ہے) میں مضاف کو مقدر ماننا ہوگا اور حاصل یہ ہوگا "انت طالق علی العزامك دخول الدار" یعنی بشرط التزام دخول دار اور قبول تجھ کو طلاق ہے، لہٰذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف ہوگی، دخول پر موقوف نہیں ہوگی اور جب کہا "اَنْتِ طَالِقٌ اَنْ تَدْخُلَ الدَّارَ" تجھ کو طلاق ہے بشرطیکہ تو گھر میں داخل ہو، تو اس میں دخول پر طلاق موقوف ہوگی۔

خلع کی ایک اور صورت

شوہر نے کہا "میں نے تجھ سے ایک طلاق کے ساتھ خلع کیا ایک ہزار پر اور بیوی نے کہا کہ میں نے تو تم سے تین طلاق کا سوال کیا تھا، لہٰذا تمہارے ہزار کی تہائی چاہئے، تو اس باب میں عورت کا قول معتبر ہوگا، مگر قسم کے ساتھ۔

شوہر نے خلع اس شرط پر کیا کہ اس کا مہر اس کے لڑکے کو ملے گا، یا کسی اجنبی کو ملے گا، یا اس شرط پر کہ عورت لڑکے کو شوہر کے پاس رہنے دے گی، تو خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل قرار پائے گی لہٰذا مہر شوہر کا ہوگا، لڑکے اور اجنبی کا نہیں ہوگا، اور بچہ کی پرورش عورت کا حق ہے لہٰذا وہ اس سے ساقط نہیں ہوگا۔

خلع کی طلب پر طلاق

عورت نے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے خلع چاہتی ہوں، مرد نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، لہٰذا یہ طلاق بائن ہوگی، اس لئے کہ خلع کے جواب میں یہ طلاق دی ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور ایک کمزور قول یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہوگی اس لئے کہ طلاق میں مرد کے واقع کرنے کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے واقع کرنے کا، اور مرد نے صراحتاً کہا ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہے جو صریح ہے۔

عوض کے بدلے طلاق رجعی کا قول

عورت نے کہا میں نے تجھ کو اس شرط کے ساتھ مہر سے بری کیا، کہ تو مجھ کو طلاق رجعی دیدے چنانچہ مرد نے اس کو طلاق رجعی دیدی، سوال یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہوئی یا رجعی، ماتن کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی روایت نہیں ملی، پھر خود کہتا ہے زیادات میں ہے کہ کسی شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج تم کو طلاق رجعی ہے اور کل دوسری طلاق رجعی ہے مگر ہزار کے بدلے میں اس صورت میں ہزار دونوں طلاق کا بدلہ قرار پائے گا اور دونوں طلاقیں بائن ہوں گی، لیکن پہلی بعوض مال ہوگی، اور دوسری اُس وقت بلا کسی معاوضہ کے جب تک اس کی ملکیت کا اعادہ نہ ہو زیادات والی اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ اوپر کی صورت میں طلاق بائن واقع ہوگی رجعی

واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ بالعوض ہے۔

مہر سے معافی کے عوض طلاق کا اختیار فتاویٰ ظہیریہ میں ہے کہ شوہر نے اپنی نابالغہ بیوی سے کہا کہ اگر میں چار مہینے تک تم سے غائب رہوں تو تم کو طلاق کا اختیار ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ تم مجھے مہر سے بری الذمہ کردو۔ اس کے بعد شوہر چار ماہ غائب رہا، اب صغیرہ نے شوہر کو مہر سے بری کردیا اور اپنے آپ کو طلاق دیدی، تو اس صورت میں اس کا مہر ساقط نہیں ہوگا، اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اس لئے کہ صغیرکا بری کرنا صحیح نہیں ہے، جب مہر ساقط نہیں ہوا، تو طلاق بلا معاوضہ ہوئی لہٰذا رجعی ہوگی۔

خلع کا بدل شوہر پر اور بزازی میں ہے کہ عورت نے خلع کیا اپنے مہر کے عوض یعنی اس شرط کے ساتھ اس نے طلاق چاہی کہ شوہر اس کو بیس درہم دے یا اتنے من چاول دے، تو یہ خلع صحیح ہے اور درہم یا چاول دینے کے واسطے کسی جگہ کا متعین کرنا شرط نہیں ہے، کیونکہ خلع بیع سلم سے بہت وسیع ہے، لہٰذا بیع سلم کی شرط کا یہاں پایا جانا شرط قرار نہیں پائے گا۔

شارح کہتا ہے کہ بزازی کی روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خلع کا بدل شوہر پر واجب ہونا بھی صحیح ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھنا چاہئے، یعنی جب بیس درہم شوہر پر واجب ہوئے تو خلع کے بدل کا واجب ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ لیکن یہ اس وقت ثابت ہوگا جب اس عورت کا مہر بیس درہم سے کم ہو، اور اگر بیس درہم سے زیادہ ہے تو یہ خلع کا بدل نہیں ہوگا بلکہ بدلِ خلع سے استثنا ہوگا۔

خلع بالشرط قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست اس شرط پر کی کہ اقرار نامہ کا لکھنا شوہر کے ذمہ ہے یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ شوہر عورت کے اسباب اس کو واپس کردے، شوہر نے اس درخواست کو قبول کرلیا، لہٰذا اس کے قبول کرتے ہی عورت شوہر پر حرام نہیں ہوگی بلکہ اُس وقت حرام ہوگی جب شوہر اسی مجلس میں اقرار نامہ لکھ دے گا اور سامان واپس کردے گا۔

باب الظهار

هو لغة مصدر ظاهر من امرأته اذا قال لها انت علي كظهر امي و شرعا لتشبيه المسلم فلا ظهار لذمي عندنا زوجنا و لو كتابية او صغيرة او مجنونة او تشبيه ما يعبر به عنها من اعضائها او تشبيه جزء شائع منها بمحرم عليه تابيدا بوصف لا يمكن زواله فخرج تشبيه باخت امرأته او بمطلقته ثلثا و كذا بمجوسية لجواز اسلامها و قوله بمحرم صفة شخص المتناول للذكر و الانثى فلو شبهها بفرج ابيه او قريبه كان مظاهرا قاله المصنف تبعا للبحر ورده في النهر بما في البدائع من شرائط الظهار كون المظاهر به من جنس النساء حتى لو شبههابظهر ابيه او ابنه لم يصح كانه انما عرف بالشرع والشرع ورد في النساء نعم يرد ما

في الخانية انت علي كالدم والخنزير والخمر والغيبة والنميمة والزنا والربا والرشوة و قتل المسلم ان نوي طلاقاً او ظهارا فكما نوى على الصحيح كانت علي كامي فان التشبيه بالام تشبيه بظهرها و زيادة ذكره القهستاني معزيا للمحيط و صح اضافته الى ملك او سببه كان نكحتك فكذا حتى لو قال ان تزوجتك فانت علي كظهر امي مائة مرة فعليه لكل مرة كفارة تاتارخانية و ظهارها منه لغو فلا حرمة عليها ولا كفارة به يفتي جوهرة و رجح ابن الشحنة ايجاب كفارة يمين و ذا اى الظهار كانت علي كظهر امي او امك و كذا لو حذف علي كما في النهر او راسك كظهر امي و نحوه كالرقبة مما يعبر به عن الكل او نصفك و نحوه من الجزء الشائع كظهر امي او كبطنها او كفخذها او كفرجها او كظهر اختي او عمتي او فرج امي او فرج بنتي كذا في نسخالشرح و لا يخفي ما فيه من التكرار والذى في نسخ المتن او فرج ابي بالباء او قريبي و قد علمت رده يصير به مظاهرا بلا نية لانه صريح فيحرم وطؤها عليه و دواعيه للمنع عن التماس الشامل للكل و كذا يحرم عليها تمكينه و لايحرم النظر و عن محمد لو قدم من سفر له تقبيلها للشفقة حتى يكفر و ان عادت اليه بملك يمين او بعد زوج آخر لبقاء حكم الظهار و كذا اللعان.

ظہار سے متعلق احکام ومسائل

ظہار ظاہر کا مصدر ہے، عرب لوگ بولتے ہیں، "ظَاهَرَ مِنْ اِمْرَأتِهٖ" اور اُس وقت بولتے ہیں جب مرد اپنی بیوی سے یوں کہتا ہے کہ "تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ" یہ گویا حرمت سے استعارہ ہے، یعنی تو حرام ہے اور شریعت میں ظہار کہتے ہیں مسلمان کا اپنی بیوی کو محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا، مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ ذمی کے لئے حنفیہ کے یہاں ظہار نہیں ہے اور بیوی خواہ کتابیہ ہو، یا صغیرہ ہو یا مجنونہ، سب سے ظہار ہوتا ہے، یا ظہار اس عضو سے تشبیہ دینے کو کہتے ہیں جس عضو سے عورت کی تعبیر کی جاتی ہے، یا ظہار نام ہے عورت کے اُس حصہ بدن سے تشبیہ دینے کا جو شائع ہے جیسے نصف، ثلث اور رُبع، اور یہ تشبیہ اس عورت کے عضو کے ساتھ ہوتی ہے جو مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہے ایسے وصف کے ساتھ جس کا زائل ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ عورت کو تشبیہ دینا یا محرمات ابدیہ کے اُس عضو سے تشبیہ دینا جو کُل کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے، یا اس کے جزء شائع سے تشبیہ دینے کا نام ظہار ہے۔

غیر ممکن الزوال کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دے، یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دے، تو یہ ظہار کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا، گو سالی اور مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہے لیکن یہ وصف ایسا نہیں ہے جس کا زائل ہونا

ممکن نہ ہو، بلکہ اگر بیوی مر جائے تو سالی سے شادی جائز ہو جاتی ہے، اسی طرح مطلقہ ثلثہ کی عدت گذر جانے کے بعد اس کی بہن سے شادی جائز ہے اسی طرح مجوسیہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بھی ظہار نہیں ہوگا کیونکہ وہ اسلام قبول کر سکتی ہے۔

محرم کی مراد محرم سے مراد مرد و عورت دونوں ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا اپنے کسی دوسرے قرابت دار کی شرمگاہ سے تشبیہ دے گا تو شوہر ظہار کرنے والا شمار ہوگا، اور ظہار کا حکم اس پر لازمی طور پر لاگو ہوگا، اس وجہ سے کہ مشبہ بہ عام ہے عورتوں سے ہو، یا مردوں سے ہو، ماں اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہے۔

لیکن نہر الفائق نے بحر الرائق کی پہلی عبارت کا رد کیا ہے اور دلیل میں بدائع کی یہ عبارت پیش کی ہے کہ "ظہار کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ (جس سے تشبیہ دی جائے) عورتوں کی جنس کے ساتھ خاص ہے، چنانچہ اگر شوہر بیوی کو اپنے باپ کی پیٹھ سے تشبیہ دے گا یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے، تو ظہار صحیح نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ ظہار کی حرمت شرع سے معلوم ہوئی ہے اور وہاں یہ مسئلہ عورتوں سے بھی خاص ہے۔ وہاں مردوں کا تذکرہ نہیں ہے، البتہ بدائع کی اس عبارت پر خانیہ کی عبارت سے اعتراض ہوتا ہے، خانیہ میں ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے، خون، سور، شراب، غیبت، چغل خوری، زنا، سود اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اور یہ سب حرام ہے، اگر شوہر اپنے اس کلام سے طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، اور ظہار کی نیت سے کہے گا تو ظہار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سوا سے بھی اگر تشبیہ دی جائے تو اس سے بھی ظہار ہوتا ہے، پس یہ قول بدائع کے خلاف ہوا۔

ظہار کی صحیح صورت ظہار کی صحیح صورت یہ ہے کہ بہ نیت ظہار بیوی سے کہا کہ تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میرے لئے میری ماں۔ ماں کہنے سے اس کی پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی، اور بقیہ اعضاء سے بھی۔

ظہار کی نسبت ملک یا سبب ملک کی طرف درست ہے، جیسے کہنا اگر میں تجھ سے شادی کروں پس میرے لئے میری ماں کی طرح ہوگی یا کہا میں تجھ سے نکاح کروں تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ سو بار۔ اس صورت میں ہر مرتبہ کے لئے کفارہ لازم ہوگا کذافی تاتارخانیہ۔

عورت کا مرد سے ظہار کرنا اور عورت کا مرد سے ظہار کرنا لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تو مجھ پر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا اس طرح کہے کہ میں تجھ پر ایسی ہوں جیسے تیری ماں کی پیٹھ، تو اس قول سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اور نہ کفارۂ ظہار لازم ہوگا اور نہ کفارہ یمین، فتوی اسی قول پر ہے اور ابن شحنہ نے کہا کہ یمین کا کفارہ واجب ہوگا۔

ظہار کی مثالیں ظہار کی مثالیں جیسے کہنا تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ، یا تیری ماں کی پیٹھ اور یہی حکم ہے اگر علیّ حذف ہو جائے کما فی النہر یا کہنا تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا اسی طرح دوسرے لفظ جیسے گردن سے تشبیہ دینا، اُن اعضاء سے جن کا استعمال تمام بدن پر ہوتا ہے، یا کہنا کہ تیرا آدھا اور اسی طرح کے دوسرے لفظ جیسے تہائی، چوتھائی از قسم جزء شائع، میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، یا اس کے پیٹ، یا ران یا شرمگاہ کی طرح ہے، یا کہنا کہ میری بہن کی پیٹھ کی مانند ہے، یا میری پھوپھی کی پیٹھ کی طرح یا میری ماں یا میری بیٹی کی شرمگاہ کے مانند ہے۔

شارح کہتا ہے کہ اس میں جو تکرار ہے وہ پوشیدہ نہیں، اور متن کے نسخہ میں فرج امّی کے بجائے فرج ابی ہے، یا فرج قریبی اور تم اس کا رَدّ پہلے دیکھ چکے ہو، جن اعضاء کا دیکھنا شرعاً جائز ہے جیسے ہاتھ پیر تو کوئی ان اعضا سے تشبیہ دے گا تو ظہار نہیں ہوگا البتہ پیٹھ اور ران کا دیکھنا درست نہیں ہے لہٰذا ان کے ساتھ تشبیہ سے ظہار ثابت ہوگا۔

اوپر جو ظہار کی مثالیں دی گئی ہیں اگر ان کے ساتھ ظہار کیا ہے تو وہ ظہار کرنے والا ہو جائے گا اور اس میں اس کی نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، کیونکہ وہ تمام صریح ظہار ہیں اور صریح نیت کا محتاج نہیں ہوتا۔

ظہار کا حکم

جب شوہر ظہار کرنے والا ہو گیا تو اس کے لئے بیوی سے وطی اور دواعی وطی دونوں حرام ہو گئے، اس لئے شریعت میں مساس سے بھی منع کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا (اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو چھوئیں) یہ وطی اور دواعی وطی دونوں کو شامل ہے، اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ اگر شوہر سفر سے واپس آیا ہے تو اس کو ازراہ شفقت و محبت بوسہ لینا جائز ہے، جب تک وہ کفارہ نہ دیدے گا وطی اور دواعی وطی حرام رہیں گے، اگرچہ مرد کے پاس دوبارہ ملک یمین کے ذریعہ ہی کیوں نہ آئے، یا دوسرے شوہر کے بعد، کیونکہ ظہار کا حکم باقی ہے، اور یہی حکم لعان کا ہے۔

ملک یمین کی صورت

ملک یمین کی صورت یہ ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا، پھر اس سے ظہار کیا پھر اس کو خرید لیا، یا آزاد بیوی سے ظہار کیا، پھر وہ مرتدہ ہو گئی، اور دار الحرب میں جا ملی، پھر وہاں سے گرفتار ہو کر آئی اور اس کا شوہر اس کا مالک ہوا، اور زوجہ ثانی کی صورت یہ ہے کہ شوہر نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا، اور اس سے ظہار کیا پھر اس کو تین طلاق دی، اور اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور نکاح اور عدّت کے بعد پھر پہلے شوہر کے نکاح میں آ گئی، تو ان صورتوں میں ظہار کا حکم باقی رہے گا، کیونکہ جب تک کفارۂ ظہار ادا نہیں کرے گا اس عورت سے وطی حلال نہیں ہوگی۔

فان وطئ قبله تاب و استغفر و كفر للظهار فقط و قيل عليه اخرى للوطء و لا يعود لوطئها ثانيا قبلها قبل الكفارة المذكور فى الآية عزمه عزما موكدا فلو عزم ثم بداله ان لا يطأها لا كفارة عليه على استباحة وطئها اى يرجعون عما قالوا فيريدون الوطأ قال الفراء العود الرجوع واللام بمعنى عن و للمرأة ان تطالبه بالوطئ لتعلق حقها به و عليها ان تمنعه من الاستمتاع حتى يكفر و على القاضى الزامه به بالتكفير دفعا للضرر عنها محبس او ضرب الى ان يكفر او يطلق فان قال كفرت صدق ما لم يعرف بالكذب و لو قيده بوقت سقط بمضيه و تعليقه بمشيئة الله تبطله بخلاف مشيئة فلان و ان نوى بانت على مثل امى او كامى و كذا لو حذف على خانية برأ او ظهارا او طلاقا صحت نيته و وقع ما نواه لانه كناية و الا ينو شيئا او حذف الكاف لغا و تعين الادنى اى البر يعنى الكرامة و يكره قوله انت امى

و یا بنتی و یا اختی و نحوه و بانت علی حرام کامی صح مانواه من ظهار و طلاق و تمنع ارادة الکرامة لزیادة لفظا التحریم و ان لم ینو ثبت الادنی و هو الظهار فی الاصح و بانت علی حرام کظهر امی ثبت الظهار لا غیر لانه صریح و لاظهار صحیح من امته و لا ممن نکحها بلا امرها ثم ظاهر منها ثم اجازت لعدم الزوجیة انتن علیّ کظهر امی ظهار منهن اجماعا و کفر لکل و قال مالک و احمد یکفیه کفارة واحدة کالایلاء ظاهر من امرأته مرادا فی مجلس او مجالس فعلیه لکل ظهار کفارة فان عنی التکرار و التاکید فان بمجلس صدق قضاء و الا لا علی المعتمد و کذا لو علقه بنکاحها کما مر عن التاتارخانیة.

کفارہ سے پہلے وطی کا حکم اگر کسی ظہار کرنے والے نے کفارہ دینے سے پہلے وطی کرلی، تو وہ گنہگار ہوا تو بہ و استغفار کرے اور صرف ظہار کا ایک کفارہ دے اور بس، اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے، لیکن اس وجہ سے پھر وہ دوبارہ وطی ہرگز نہ کرے کہ وہ کفارہ دینے سے پہلے دوبارہ وطی کرچکا ہے، کیونکہ حرمت ابھی باقی ہے۔

اور آیت قرآنی "ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوا" میں شوہر کے جس اعادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد وطی کا عزم مصمم ہے، لہٰذا اگر شوہر نے وطی کا ارادہ کیا پھر اس نے وطی نہیں کی، ارادہ بدل گیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ گویا جو کچھ عزم کیا تھا اس سے پلٹ گیا۔

ظہار والی عورت کا حق عورت کو حق پہنچتا ہے کہ ظہار کرنے والے شوہر سے وطی کا مطالبہ کرے کیونکہ یہ حق زوجیت کا تقاضا ہے، اور شوہر کا فرض ہے کہ کفارہ ادا کرکے حق ادا کرے، لیکن اسی کے ساتھ عورت پر یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک شوہر کفارہ ادا نہ کرے اس وقت تک اسے وطی سے روکے رکھے، اور قاضی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے تاکہ عورت سے ضرر دفع ہو، اس سلسلہ میں قاضی ظہار کرنے والے شوہر کو قید بھی کرسکتا ہے اور مار بھی سکتا ہے، تا آنکہ وہ کفارہ ادا کردے یا بیوی کو طلاق دیدے۔ اگر شوہر کہتا ہے کہ ظہار کا کفارہ دے چکا ہے تو اس کی یہ بات تسلیم کی جائے گی، جب کہ شوہر جھوٹ بولنے میں شہرت نہ رکھتا ہو، اور اگر جھوٹ بولنے میں مشہور ہو تو گواہوں کی تصدیق کے بعد اس کی بات تسلیم ہوگی۔

مقید ظہار اگر شوہر نے ظہار کو کسی وقت خاص کے ساتھ مقید کر رکھا ہے تو اس وقت کے گذر جانے کے بعد وہ ساقط ہو جائے گا مثلاً ایک مہینہ کا ظہار کیا ہے تو اگر اس کے اندر وطی کرے گا، تو کفارہ لازم ہوگا اور اس ماہ کے گذر جانے کے بعد وطی کی وجہ سے کفارہ نہیں ہوگا۔

اگر کوئی ظہار کو مشیت الٰہی کے ساتھ متعلق کرے گا تو وہ باطل قرار پائے گا جیسے کوئی کہے کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّی اِنْشَاءَ اللّٰہ۔ تو اس سے ظہار نہیں ہوگا، لیکن اگر فلاں شخص کی مشیت پر معلق کرے گا تو اس کی مشیت سے ظہار ہوگا۔

کنایہ کی صورت میں نیت کا اعتبار کسی نے کہا اَنْتِ عَلَیَّ مِثْلِ اَبِیْ اَوْ کَاُمِّی (تو مجھ پر میری ماں کے مانند ہے) یا لفظ علی کو حذف کرکے یا کاف کو حذف کرکے کہا" اَنْتِ مِثْلِ

اُمِّی“ اور شوہر اس سے تعظیم زوجہ کی نیت کرے، یا طلاق کی نیت کرے یا ظہار کی، تو اس کی نیت صحیح ہوگی، اور جو اس کی نیت ہوگی وہی واقع ہوگا، کیونکہ یہ قول کنایہ ہے، جو نیت کا محتاج ہوتا ہے اگر تعظیم کی نیت کرے گا تو پھر نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ ظہار۔ اگر اس سے طلاق کی نیت کرے گا طلاق واقع ہوگی، اور ظہار کی نیت سے ظہار، اور اگر کچھ نیت نہیں ہوگی تو وہ قول لغو قرار پائے گا، اسی طرح اگر کوئی کاف اور مثل کو حذف کر کے کہے انت امی تو میری میں ہے تو یہ قول بھی لغو ہوگا اس سے نہ ظہار ہوگا اور نہ طلاق، بلکہ اس سے کرامت مراد ہوگی۔

بیوی کو ماں بہن کہنا

بیوی کو ماں، بیٹی، یا بہن کہنا کہ تو میری ماں ہے، بیٹی ہے، بہن ہے یا اسی طرح کا کوئی جملہ تو یہ شرعاً مکروہ ہے، کیونکہ تشبیہ تو نہیں ہے مگر تشبیہ سے مشابہت ضرور ہے اور حدیث میں بیوی کو بہن وغیرہ کہنے سے روکا گیا ہے۔

حرام کہنا

یہ کہنا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح حرام ہے، اس قول سے اگر کوئی ظہار کی نیت کرے گا تو ظہار ثابت ہوگا اور طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق واقع ہوگی، اس قول سے تعظیم مراد لینا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں تحریم کا لفظ زیادہ ہے اور اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ادنی یعنی ظہار ثابت ہوگا صحیح تر قول اس باب میں یہی ہے۔

تشبیہ کی صورت

اگر کسی نے کہا ”تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے“ تو اس سے صرف ظہار ہی ثابت ہوگا، دوسری کوئی چیز ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اس میں صراحت پائی جاتی ہے۔

لونڈی سے ظہار درست نہیں

اپنی لونڈی سے ظہار کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نساء کا لفظ آیا ہے اس میں لونڈی کا معنی شامل نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد بیویاں ہوتی ہیں لونڈیاں نہیں ہوتیں۔

ظہار کے لئے پہلے نکاح کا پایا جانا

اس عورت سے ظہار صحیح نہیں ہے جس سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا، اس کے بعد اس نے نکاح کی اجازت دی، کیونکہ ظہار کے وقت وہ اس کی زوجیت میں نہیں آئی تھی فضولی نے فضول کر دیا تھا، جس کی اس کو خبر بھی نہیں تھی۔

چند بیویوں والے کا ظہار

مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم سب مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو، تو فقہاء بالاتفاق کہتے ہیں کہ سب سے ظہار ہو گیا اور مرد کو ہر عورت کے عوض ظہار کا کفارہ دینا ہوگا، البتہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک کفارہ سب کی طرف سے کافی ہے جس طرح ایلاء میں درست ہے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ وہ اپنی تمام عورتوں سے صحبت نہ کرے گا، پھر ان میں سے کسی ایک سے صحبت کر لی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جائیں گی۔

چند مرتبہ ظہار

کسی نے اپنی عورت سے چند مرتبہ ظہار کیا ایک مجلس میں ایسا کیا، یا چند مجلس میں، تو اس صورت میں ہر ظہار کے لئے ایک کفارہ ہے، اگر مرد نے اس سے تاکید یا تکرار کا ارادہ کیا اور ایک مجلس میں چند بار ظہار کیا تو قضا کے اعتبار سے اس کی تصدیق ہوگی۔ اور چند مجلسوں میں چند بار ظہار کیا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں ہوگی۔ ہاں دیانتاً ہوگی، معتمد قول یہی ہے اور ایسا ہی حکم ہے اُس صورت میں کہ کسی نے اجنبی عورت سے نکاح کرنے پر ظہار کو معلق کیا۔

فروع انت علی کظهر امی کل یوم اتحد و لو اتی بفی تجدد و له قربانها لیلا و لو قال کظهر امی الیوم کلماجاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاهرا ظهارا آخر مع بقاء الاول و متی علق بشرط متکرر تکرر و لو قال کظهر امی رمضان کله و رجب کله اتحد استحسانا و یصح تکفیره فی رجب لا فی شعبان کمن ظاهر و استثنی یوم الجمعة مثلاً ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز و الا جاز تاتارخانیة و بحر .

ظہار کی متعدد صورتیں

شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی ہر دن میری ماں کی پیٹھ، تو اس سے ایک ظہار ہوگا جب تک کفارہ ادا نہ کرے گا دن رات دونوں میں وطی حرام رہے گی، اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا اور اس طرح کہا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ. تو مجھ پر ایسی ہے جیسی ہر دن میں میری ماں کی پیٹھ، تو ہر دن الگ الگ ظہار ثابت ہوگا۔ جب دن گذر جائے گا تو اس دن کا ظہار باطل ہوگا، پھر جب دوسرے دن آفتاب نکلے گا تو دوسرا ظہار ثابت ہوگا، لیکن اس صورت میں مرد کے لئے بیوی سے رات میں صحبت کرنا جائز ہوگا۔ اس وجہ سے کہ فی ظرفیت کے واسطے ہے اور ظرف میں شرط کے معنی پایا جاتا ہے لہٰذا دن میں ظہار ہوگا رات میں نہیں ہوگا۔

اگر کہا "کَظَهْرِ اُمِّی الْیَوْمَ وَ کُلَّما جَاءَ یَوْمٌ" (میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے آج کے دن اور جب دن آئے) اس صورت میں جب کوئی دن آئیگا مرد ظہار کرنے والا ہوگا، گویا ہر دن الگ الگ ظہار ثابت ہوگا۔ اول ظہار کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ۔

جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کرے گا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلاً اس طرح کہا کہ تو جب گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جتنی دفعہ عورت گھر میں داخل ہوگی اتنی مرتبہ ظہار ثابت ہوگا، اور ہر بار داخل ہونے پر کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس طرح کہا ہے کہ "تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر" تو یہ باعتبار استحسان ایک ہی ظہار ہوگا، اور اسی واسطے اس کا کفارہ رجب میں دینا درست ہے نہ کہ شعبان میں اور رجب کے کفارہ سے رمضان کا ظہار بھی ساقط ہو جائے گا کیونکہ ظہار متحد ہے جیسے ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کے دن کو مستثنیٰ کر لیا "اَنْتِ کَظَهْرِ اُمِّی اِلَّا یَوْمَ الْجُمُعَةِ" لہٰذا اگر کوئی جمعہ کے دن کفارہ دے گا تو جائز نہ ہوگا، اور جمعہ کے علاوہ دوسرے دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں شوہر کا کفارہ کا اہل ہونا شرط ہے اس سے معلوم ہوا کہ ذمی، نابالغ، اور مجنون کا ظہار درست نہیں ہے۔

باب الکفارة

اختلف فی سببها والجمهور علی انه الظهار والعود هی لغة من کفر الله عنه الذنب محاه و شرعا تحریر رقبة قبل الوطئ ای اعتاقها بنیة الکفارة فلو ورث اباه ناویا الکفارة لم یجز و لو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم او مرهونا او مدیونا او آبقا علمت حیاته او مرتدة و

في المرتد و حربي خلي سبيله خلاف او اصم ان صحيح به يسمع و الا لا او خصيا او مجبوبا او ارتقاء او قرناء او مقطوع الاذنين او ذاهب الحاجبين و شعر لحية و رأس او مقطوع الف او شفتين ان قدر علي الاكل والا لا او اعور او اعمش او مقطوع احدى يديه و احدى رجليه من خلاف او مكاتبا لو يؤد شيئا و اعتقه مولاه لا الوارث و كذا يقع عنها شراء قريبه بنية الكفارة لانه بصنعه بخلاف الارث و اعتاق نصف عبده ثم باقيه عنها استحسانا بخلاف المشترك كما يجيء لا يجزيء فائت جنس المنفعة لانه هالك حكما كالاعمي والمجنون الذي لا يعقل فمن يفيق يجوز في حال افاقته و مريض لا يرجي برؤه و ساقط الاسنان و المقطوع يداه او ابهاماه او ثلث اصابع من كل يد او رجلاه او يد و رجل من جانب و معتوه و مغلوب كافي و لا يجزيء مدبر و ام ولد و مكاتب ادى بعض بدله و لم يعجز نفسه فان عجز فحرره جاز و هي حيلة الجواز بعد ادائه شيئا و اعتاق نصف عبد مشترك ثم باقيه بعد ضمانه لتمكن النقصان و نصف عبده عن تكفيره ثم باقيه ثم بعد وطي من ظاهر منها للامر به قبل التماس فان لم يجد المظاهر ما يعتق و ان احتاجه لخدمته او لقضاء دينه لانه واحد حقيقة بدائع فما في الجوهرة له عبد للخدمة لم يجز الصوم الا ان يكون زمنا انتهي يعني العبد ليتوافق كلامهم و يحتمل رجوعه للمولي لكنه يحتاج الي نقل و لا يعتبر مسكنه و لو له مال و عليه دين مثله ان ادى الدين اجزاء الصوم والا فقولان و لو له مال غائب انتظره و لوعليه كفارتان.

ظہار کے کفارہ کا بیان

کفارہ کا سبب کفارہ کے سبب کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس کا سبب ظہار ہے اور پھر اس کے بعد وطی کا عزم کرنا، اور بعضوں نے کہا کہ اس کا سبب ظہار ہے اور وطی کا عزم اس کی شرط ہے، اور بعضوں نے اس کے برعکس کیا ہے، کفارہ لغت میں "کفر اللہ الذنب" سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا ڈالے، کفارہ بھی گناہ کو مٹا ڈالتا ہے، اور کفارہ کا حکم یہ ہے کہ ذمہ سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور پھر ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، کیونکہ خطائیں مٹ جاتی ہیں۔

کفارہ کی ادائیگی کا وقت صحیح مذہب یہ ہے کہ کفارہ فی الفور واجب نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اگر اس کے وقت سے اس میں تاخیر ہو جائے گی تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ البتہ اگر بغیر ادائیگی کفارہ کوئی

مر جائے گا تو وہ گنہگار ہو گا۔

کفارہ اصطلاح شریعت میں

اصطلاح شریعت میں کفارہ نام ہے وطی سے پہلے غلام کا آزاد کر دینا، اور غلام آزاد کرنے کی مراد یہ ہے کہ اپنی طرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کرنا، لہٰذا اگر کوئی اپنے باپ کا جو غلام ہے وارث قرار پائے اور اس سے وہ کفارہ کی ادائیگی کی نیت کرے تو کفارہ ادا نہیں ہو گا، کیونکہ باپ جب اپنے بیٹے کا مملوک قرار پائے گا وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ مالک کو نیت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، تو یہ آزاد کرنا نہیں ہوا، بلکہ آزاد ہونا ہوا، اور کفارہ آزاد کرنے کا نام ہے۔ آزاد ہونے کا نام نہیں ہے۔

اوصاف غلام جو آزاد کیا جائے

غلام کا آزاد کرنا درست ہے خواہ وہ غلام نابالغ ہو، شیر خوار ہو، یا کافر ہو، یا غلام حلال الدم ہو، اس طرح کہ قاضی نے قصاص میں اس کے قتل کا حکم دیدیا ہو۔ اور اس کے مالک نے اس کو کفارہ میں آزاد کر دیا ہو، پھر مقتول کے وارث نے خون معاف کر دیا ہو۔ یا وہ غلام مرہون ہو یعنی مولیٰ نے اس کو رہن رکھا ہو، تو ایسے غلام کا کفارہ میں آزاد کرنا بھی جائز ہے، لیکن جس تعداد پر وہ رہن ہو گا اتنا مالک کے لئے ادا کرنا ضروری ہو گا۔ یا وہ غلام قرضدار ہو، یا بھاگ چکا ہو۔ اور اس کی زندگی کا علم ہو، یا لونڈی مرتدہ ہو۔

غلام مرتد اور غلام حربی کے آزاد کرنے میں اختلاف ہے فتح القدیر میں ہے کہ دار الحرب میں غلام حربی کا آزاد کرنا کفارہ میں جائز نہیں ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ بعض اس کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔

جو غلام ایسا بہرا ہو کہ شور کرنے سے سنتا ہو تو کفارہ میں اس کا آزاد کرنا جائز ہے، اور اگر شور کرنے سے بھی مطلقانہ سنتا ہو تو اس کا آزاد کرنا کفارہ میں جائز نہیں۔ غلام خنفی اور مقطوع الذکر کا آزاد کرنا بھی کفارہ میں درست ہے، اسی طرح اس لونڈی کا آزاد کرنا بھی درست ہے جس کی شرمگاہ میں ہڈی ہو گئی ہو یا گوشت ہو گیا ہو جس کی وجہ سے وطی نہ ہو سکتی ہو۔

اسی طرح اُس غلام کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو گا جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں، یا دونوں ابرو کے بال اور یا ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں یا اس کی ناک کٹی ہوئی ہو، یا دونوں ہونٹ کٹے ہوئے ہوں لیکن ان میں یہ شرط ہے کہ وہ کھانے پر قادر ہو، اور اگر کھانے پر قادر نہیں تو اس سے کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

کفارہ میں عیب دار غلام کا آزاد کرنا

اس غلام کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو گا جو کانا ہو، یا چوندھا ہو، یا خلاف سے ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا ہو، مثلاً دایاں ہاتھ بایاں پیر، یا اس کے برعکس، اگر ایک طرف سے دونوں اعضا کٹے ہوئے ہوں جیسے دایاں ہاتھ دایاں پیر تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہو گا، یا غلام مکاتب ہو اور اس نے بدل کتابت میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو، اور اس کو اس کے مالک نے ہی آزاد کیا ہو نہ کہ مالک کے وارث نے، تو اس سے بھی کفارہ ادا ہو گا۔ اسی طرح کفارہ اپنے رشتہ دار کے خریدنے سے ادا ہو تا ہے اگر اس سے کفارہ کی نیت کی ہو، مثلاً ظہار کرنے والے کا بھائی کسی کا غلام ہو اور اس نے بہ نیت کفارۂ ظہار خریدا تو کفارہ ادا ہو گا۔

نصف غلام کا آزاد کرنا پھر اس کے بقیہ حصہ کا آزاد کرنا، استحساناً اس سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے البتہ مشترک غلام کے آزاد کرنے سے ادا نہیں ہوتا۔

اس غلام کا آزاد کرنا کافی نہیں ہوتا جس کی جنس منفعت فوت ہو چکی ہو، کیونکہ وہ میت کے حکم میں ہے، غلام مفقود

المنفعت کی مثال اندھا اور ایسا پاگل غلام ہے جو عقل و شعور نہ رکھتا ہو البتہ جو دیوانہ کبھی افاقہ پاتا ہو اس کا آزاد کرنا کافی ہو تا۔ مگر یہ اس وقت جب اس کے ہوش کی حالت میں آزاد کرے، اسی طرح اس بیمار غلام کا آزاد کرنا کافی نہیں جس کی صحت کی اُمید ختم ہو چکی ہو یا دانت بالکل گر چکے ہوں۔ کیونکہ یہ چبانے پر قادر نہیں۔

جن غلام کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا

اس غلام کا آزاد کرنا بھی کفارہ میں جائز نہیں جس کے دونوں ہاتھ یا ہاتھ کے دونوں انگوٹھے یا ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں یا ایک ہاتھ یا ایک پیر ایک طرف سے کٹے ہوں اس وجہ سے کہ ان صورتوں میں تھامنے اور چلنے کی منفعت مفقود ہے، اسی طرح اُس غلام کا آزاد کرنا کفارہ میں درست نہیں جو مدبر ہو یا لونڈی جو ام ولد ہو، یا مکاتب جو بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کر چکا ہو، اور بقیہ کے ادا کرنے سے عاجز نہ ہو، البتہ اگر وہ عاجز ہو اور اس کا مالک اسے بہ نیت کفارہ آزاد کردے تو جائز ہوگا اور مالک اس کی اسی عاجزی کو آزاد کرنے کا حیلہ بنالے گا۔

جو غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو ان کا آدھا آزاد کرنا، پھر اس کی قیمت کا ضامن ہونے کے بعد بقیہ حصہ کا آزاد کرنا، کیونکہ اخیر آدھے میں نقصان پیوست ہو گیا ہے یہ صورت کفارہ میں جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اپنے غلام کے نصف کو کفارہ میں آزاد کردے اس کے بعد جس عورت سے ظہار کیا ہے اس سے وطی کرے اور بعد وطی نصف آخر کو آزاد کردے تو یہ صورت بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ پورے غلام کو عورت کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے آزاد کرنا کفارہ ہے۔ اور مذکورہ صورت میں آدھا پہلے پایا گیا اور آدھا بعد میں۔

جب حقیقتاً غلام نہ پائے تو کیا کرے

اگر ظہار کرنے والا غلام آزاد کرنے کیلئے نہ پاسکے، یا حقیقتاً اس کے پاس غلام ہو مگر وہ اپنی خدمت کیلئے اس کا محتاج ہو یا اپنے قرض کی ادائیگی میں بیچنے پر مجبور ہو، اس سلسلہ میں جوہرہ میں لکھا ہے کہ ظہار کرنے والے کے پاس ایک غلام ہے جو خدمت کیلئے ہے، تو ظہار کے کفارہ میں اسے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ اسی غلام کو آزاد کردے، البتہ اس وقت غلام کو رکھتے ہوئے کفارہ میں روزہ رکھنا درست ہے جب کہ وہ غلام اپاہج ہو اور چلنے پھرنے سے معذور ہو، دوسرا معنی یہ ہے کہ غلام تو ہو مگر مالک اپاہج ہو اور غلام کے بغیر اس کا کام نہیں چل سکتا ہو تو اس کیلئے جائز ہے کہ غلام کو کفارہ میں آزاد نہ کرے، بلکہ اس کے عوض روزہ رکھے۔

بجائے غلام آزاد کرنے کے روزہ رکھنا

ظہار کرنے والے کے گھر کا جس میں رہتا ہے اس کا اعتبار نہیں ہے یعنی یہ اس پر لازم نہیں ہے کہ گھر بیچ کر غلام خریدے اور اس کو آزاد کرے، کیونکہ مکان ضروریات زندگی میں داخل ہے، ایسے آدمی کے لئے کفارہ میں روزہ رکھنا جائز ہے۔

اگر ظہار کرنے والے کے پاس مال ہو، لیکن اس مال کے برابر اس پر قرض بھی ہو، تو اگر وہ اس مال سے قرض ادا کردے اور کفارہ میں روزہ رکھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اگر اس نے اس مال سے قرض ادا نہیں کیا، تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی نہیں۔

اور اگر اس کا مال اس کے پاس نہ ہو، غائب ہو مثلاً سفر میں ہو تو اس کو اس کے حاصل ہونے کا منتظر رہنا ہوگا جب مال آئے تو غلام خرید کر آزاد کرے۔

لو عَلَیهِ کفارتانِ و فی مِلکه رَقَبَةٌ فَصَامَ عن احداهما ثم اعتق عَن الأُخریٰ لم یُجز و بِعکسِهٖ جازَ صَامَ شهرین و لو ثمانیةً وَ خَمسین یوماً بالهِلال وَ الا فَسِتِّینَ یومًا وَ لو قَدَرَ علی التحریر فی آخر الاَخیر لزمهُ العِتقُ.

اگر اس پر دو کفارے واجب ہوں

اور اگر کسی شخص کے ذمہ دو کفارے واجب ہوں اور حال یہ ہے کہ اس کے پاس صرف ایک ہی غلام موجود ہے تو دونوں میں سے ایک کی جانب سے روزہ رکھ لے۔ پھر اس کے بعد دوسرے کفارہ کے بدلے غلام کو آزاد کردے تو یہ جائز نہیں ہے، اور اس کے عکس کی صورت جائز ہے۔

یعنی اگر کسی آدمی پر دو کفارے واجب ہوں، یعنی اس نے اپنی دو بیویوں سے ظہار کیا ہو اور اس کے پاس اس کی ملکیت میں صرف ایک ہی غلام موجود ہو تو اگر اس نے ایک کفارہ کے بدلے تو روزہ رکھ لیا۔ اور دوسرے کفارہ کے بدلے اس نے غلام کو آزاد کردیا، تو اس صورت میں روزہ رکھنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ غلام کے آزاد کرنے کی قدرت جب تک موجود ہو تب تک روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں غلام کو آزاد کر کے جو کفارہ اس نے ادا کیا ہے وہ جائز ہے۔ مگر اس کا اگر عکس کردیا تو جائز نہیں ہے۔

صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ پہلے وہ غلام کو آزاد کردے پھر اس کے بعد دوسرے کفارہ کو روزہ رکھ کر پورا کردے، تو درست ہے۔ کیونکہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے کفارہ صوم سے ادا کرنا جائز ہے (حاشیہ مدنی میں اسی طرح مذکور ہے)

روزہ میں مہینہ کا اعتبار ہے ایام کا نہیں

دو ماہ کے روزہ رکھے، اگرچہ دونوں مہینے ملا کر ۵۸ دن ہی کیوں نہ ہوتے ہوں چاند کے اعتبار سے ورنہ پس ۶۰ دن کے روزہ رکھنا ہوگا۔ یعنی ظہار کرنے والا اگر غلام آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ تو اس کو چاہیے کہ ادائیگی کفارہ کے لئے دو ماہ کے روزے رکھے۔ اگرچہ دو ماہ صرف اٹھاون دن میں پورے ہو جاتے ہوں چاند کے اعتبار سے (جب کہ دونوں مہینے ۲۹، ۲۹ دن کے ہوں، تو مجموعہ دونوں مہینوں کا صرف اٹھاون دن ہوگا) یعنی اگر پہلی تاریخ سے اس نے روزہ رکھنا شروع کردیا، اور وہ مہینہ اسی طرح اس کے بعد والا دوسرا مہینہ دونوں ۲۹ دن کے ہوں، تو کل ۵۸ دن کے روزے رکھنے ضروری ہوں گے، اور اگر اس نے پہلی تاریخ سے روزہ رکھنا شروع نہیں کیا ہے تو اس کو ۶۰ دن کے روزے رکھنا چاہیے (جب دو ماہ پورے ہوں گے)

روزہ رکھنے کے آخری دن غلام آزاد کرنے پر قادر ہو گیا۔ مثلاً ایک شخص کفارہ بالصوم ادا کر رہا تھا جب آخری دن پر پہنچا یعنی ساٹھواں روزہ رکھ رہا تھا۔ اس دن غلام کا مالک ہو گیا مثلاً ظہر یا عصر کے وقت اس کو غلام پر قدرت حاصل ہو گئی، خواہ خود غلام ہی کا مالک ہو گیا۔ یا اس قدر مال حاصل ہو گیا کہ اس سے غلام خریدا جا سکتا ہے تو صوم کا کفارہ ادا نہ ہوگا۔ کیوں کہ غلام کے آزاد کرنے کی قدرت کا نہ ہونا اول سے آخری دن تک شرط ہے۔ اور یہاں یہ شرط نہیں پائی گئی۔ اس لئے روزے تو نفل ہو گئے اور کفارہ اس کے ذمہ واجب باقی رہا۔ اس کو غلام آزاد کرنا پڑے گا۔

و اتم یومه ندبا و لا قضاء لو افطرون صار نفلا متتابعین قبل المسیس لیس فیهما رمضان و ایام نهی عن صومها و کذا کل صوم شرط فیه التتابع فان افطر بعذر کسفر و نفاس بخلاف الحیض الا اذا اَیِست او بغیره او وطئها ای المظاهر منها اما لو وطی غیرها وطأ غیر مفطر لم یضر اتفاقا کالوطئ في کفارة القتل.

آخری دن کے روزہ کا حکم یعنی اگرچہ نفلی روزہ کو توڑ دینے سے قضا واجب ہوتی ہے۔ لیکن اس میں باوجود صوم نفل ہونے اس پر اس روزہ کی قضا واجب نہ ہوگی اس لئے روزہ رکھنے کے وقت اس کی نیت نفل روزہ رکھنے کی نہیں تھی، بلکہ اس نے صوم کفارہ کی نیت سے روزہ رکھا تھا۔ اس لئے نہ اسکی قضا واجب ہوگی نہ اس کا پورا کرنا واجب، البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ محض غلام آزاد کرنے کی قدرت ہوتے ہی فوراً اس نے روزہ کو توڑ دیا ہو، اور اگر قدرت ہونے کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ روزہ پر قائم رہا اور اس کو توڑا نہیں ہے تو اب اس صورت میں وہ نفل روزہ شروع کرنے والے کے حکم میں ہوگیا۔ لہٰذا اس پر روزہ کا پورا کرنا واجب ہے اور اگر افطار کر دے گا تو اس روزہ کی قضا واجب ہوگی (جیسا کہ کتاب الصوم میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ کذا فی الحاشیۃ المدنی)

صوم ظہار کی چند ضروری شرطیں پہلی شرط یہ ہے مظاہر دو مہینے کے پے در پے مسلسل روزے رکھے، دوسری شرط یہ روزے ان ایام میں رکھے جائیں کہ ان کے درمیان میں ماہ رمضان المبارک واقع نہ ہو۔ نیز وہ ایام بھی واقع نہ ہوں کہ جن میں روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔

ماہ رمضان میں صوم ظہار کا حکم چنانچہ روزہ رکھنے کے درمیان اگر ماہ رمضان آگیا تو صوم ماہ رمضان کا مقدم ہوگا۔ اور کفارے کے روزے بعد میں رکھنے ہونگے۔

ماہ رمضان میں صوم کفارہ کا حکم اگر کسی شخص نے ماہ رمضان میں کفارہ کے روزہ کی نیت کرلی تو رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا۔ کفارۂ صوم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح کرنے سے صوم کفارہ میں تسلسل اور پے در پے روزہ رکھنے کی شرط پوری نہ ہوئی۔

مظاہر اگر مسافر ہو لیکن کفارۂ ظہار کے روزے رکھنے والا شخص اگر مسافر ہو اور کفارہ کی نیت سے وہ روزہ رکھ لے تو البتہ کفارہ کا روزہ درست ہوگا۔

ایام مہینہ اگر درمیان میں واقع ہوں اسی طرح اگر عیدین اور ایام تشریق درمیان میں آجائیں تو بھی تسلسل روزوں کا ختم ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں ہر قسم کا روزہ رکھنا منع ہے۔ نیز جن جن روزوں میں پے در پے روزہ رکھنے کی شرط ہے (یعنی مسلسل لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے) ان روزوں کے درمیان اگر ماہ رمضان یا مذکورہ پانچوں ایام مہینہ واقع ہوں گے تو روزوں کا تتابع اور تسلسل ختم ہوجائے گا چنانچہ قتل کا کفارہ ماہ رمضان کے روزہ کو توڑ دینے کا کفارہ، اور کفارۂ یمین جس میں پے در پے روزہ رکھنے کی شرط کرلی ہو۔ کذا فی حاشیة السمنانی)

کسی عذر کی بنا پر افطار کرنے کا حکم اگر مظاہر کو روزہ رکھنے کے درمیان سفر پیش آگیا یا کوئی عورت روزہ رکھ رہی

تھی اور اس کے نفاس جاری ہو گیا۔ بخلاف حیض کے اس وجہ سے کہ حیض آجانے سے تتابع میں فرق نہیں آتا۔ کفارۂ قتل اور کفارۂ افطار میں۔ کیونکہ صحیح تندرست عورت ایسے دو مہینے نہیں پاسکتی جو حیض سے خالی ہوں۔ ہاں اگر عورت آئسہ ہو گئی ہو اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ مثلاً اس عورت نے کفارۂ افطار کا روزہ شروع کر دیا۔ اور درمیان میں حیض کی آمد شروع ہو گئی تو اس کے لئے حیض تتابع کو توڑ دینے والا ہو جائے گا۔ اور اس عورت کو پھر سے از سر نو روزہ رکھنا پڑے گا۔

کفارۂ ظہار میں حیض و نفاس کا ذکر

چونکہ کفارۂ ظہار کا تعلق صرف مرد سے ہوتا ہے (شوہر) عورت کے لئے کفارۂ ظہار کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ مگر اس جگہ حیض اور نفاس کا ذکر تتابع کی قید کی بنا پر تبعاً بیان کیا ہے۔ یعنی بعض حالتوں میں عورت بھی تتابع کی پابند ہے۔ نفاس اس تتابع کو ختم کر دیتا ہے۔ مگر حیض سے تتابع ختم نہیں ہوتا۔ ہاں عورت اگر آئسہ ہے اور اس کو حیض آنا پیرانہ سالی کی وجہ سے بند ہو گیا ہے پھر کسی وجہ سے حیض آنا شروع ہو گیا تو یہ حیض بھی نفاس کی طرح تتابع کو ختم کر دیتا ہے۔

بلاعذر روزہ کا افطار کرنا یا مظاہر کا بیوی سے وطی کر لینا

صوم ظہار رکھنے والا شخص بلاعذر روزہ کو توڑ دے۔ یا جس عورت سے ظہار کر چکا ہے۔ اسی عورت سے وطی کر لے۔ لیکن اگر اس بیوی کے علاوہ دوسری زوجہ سے وطی رات میں کر لے یا دن میں سہواً وطی کر لے تو یہ وطی کفارۂ صوم کے لئے مضر نہیں ہے۔ اس میں طرفین (امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اتفاق ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے۔)

فيهما اى الشهرين مطلقا ليلا او نهارا عامدا او ناسيا كما فى المختار وغيره و تقييد ابن ملك الليل بالعمد غلط بحر لكن فى القهستانى ما يخالفه فتنبه استانف الصوم لا الا طعام ان وطئها فى خلاله لاطلاق النص فى الاطعام و تقييده فى تحرير و صيام والعبد و لو مكاتبا او مستسعى و كذا الحر المحجور عليه بالسفه على المعتمد لا يجزيه الا الصوم المذكور.

ترجمہ ان دونوں مہینوں میں مطلقاً رات میں یا دن میں قصداً یا بھول کر جیسے کہ مختار وغیرہ میں ہے اور ابن ملک کا رات کو قصداً کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے (بحر) لیکن کہستانی میں اس کے خلاف مذکور ہے **قوله استانف الصوم**، روزہ کا استیناف کرے، کھانا کھلانے کا استیناف نہ کرے۔ اگر اس نے اس کے درمیان عورت سے وطی کر لی ہو، اس لئے کہ اطعام میں (کھانا کھلانے کی صورت میں) نص مطلق ہے اور غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی صورت میں مقید ہے۔ اور غلام اگرچہ مکاتب ہو، یا ایسا غلام ہو جس سے آقا کسب کرا رہا ہے اسی طرح آزاد جس کو بے وقوفی کی وجہ سے مجبور کر دیا گیا ہے تو صرف روزہ رکھنا جائز ہے۔

تشریح: مظاہر کا رات یا دن میں قصداً یا سہواً وطی کرنیکا حکم

اگرچہ ظہار کرنے والا آدمی اپنی اس عورت سے جس سے اس نے ظہار کیا ہے۔ رات میں یا دن میں قصداً یا بھول کر وطی کر لے مختار وغیرہ کتب میں یہ حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں ابن ملک کا قید لگانا کہ وطی رات میں ہو اور عمداً ہو یہ غلط ہے، یعنی ابن ملک نے یہ کہا ہے کہ اگر رات میں قصداً وطی کرے کفارہ کے لئے مضر ہے،

اور سہواً اگر وطی کرلے تو کفارہ کے لئے مضر نہیں ہے۔ تو یہ قول درست نہیں ہے۔

دوسری کتابوں میں رات کیساتھ وطی کی قید

بلکہ عمداً وطی کرے یا بھول کر دونوں کفارہ کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور جن کتابوں میں رات کی وطی کے ساتھ عمداً کی قید لگائی گئی ہے وہ قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے (شرح مجمع، غایۃ البیان اور عنایہ میں بصراحت موجود ہے) کہ یہ قید اتفاقی ہے (بحر الرائق میں اسی طرح مذکور ہے) لیکن کتاب شرح قہستانی میں بحر الرائق کے خلاف مذکور ہے۔ تو اس سے آگاہ رہنا۔

قہستانی کے قول کا حاصل

قہستانی نے لکھا ہے کہ اگر شوہر اپنی اس عورت سے کہ جس سے اس نے ظہار کیا ہے رات میں عمداً اس سے وطی کرے تو روزہ از سر نو رکھنا چاہیے۔ چنانچہ نظم مبسوط، ہدایہ، کافی اور قدوری مضمرات اور مصف نامی کتابوں میں اسی طرح ہے۔

فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ وطی رات میں کرنا خواہ عمداً ہو یا بھول کر دونوں کا حکم ایک ہے، مناسب نہیں ہے کہ عمد کی قید کو اتفاقی پر محمول کیا جائے، جیسا کہ صاحب کفایہ اور اس کے متبعین نے کیا ہے۔ جب کہ صاحب نہایہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

عمد کی قید پر شیخ رحمتی کا قول

شیخ رحمتی نے لکھا ہے کہ قہستانی غلط بیانی میں ابن ملک کی طرح ہو گیا ہے اور جن کتابوں پر قید اتفاقی پر محمول کی گئی ہیں۔ یہ انہیں سے استدلال کرتے ہیں۔

صحیح اور آخری رائے

حالانکہ معتمد کتابوں میں صراحت سے مذکور ہے کہ عمد اور نسیان اس مسئلے میں دونوں برابر ہیں، جیسا کہ مختار، اختیار، غایۃ البیان، عنایہ، اطلاق، صاحب کنز اس پر شاہد ہیں) کذافی حاشیہ المدنی۔

درمیان میں وطی کرنے پر صوم کا استیناف کرے، کھانا کھلانے کا نہیں

یعنی کفارۂ ظہار میں عذر کی وجہ سے یا بلا کسی عذر کے مظاہر روزہ افطار کرے۔ یہ ظہار والی عورت سے دونوں مہینوں کے درمیان میں وطی کرے تو روزہ دوبارہ رکھے۔ کھانا کھلانے کا استیناف نہ کرے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت اس بارے میں مطلق ہے اور غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کی صورت میں عدم مسیس کی قید ہے لہٰذا وطی مفسد صیام ہے۔ لہٰذا از سر نو روزہ رکھنا لازم ہو گیا۔

غلام، مکاتب، آزاد، مجبور کے لئے کفارۂ ظہار کا حکم

اور غلام اگرچہ وہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جس کا اس کے مالک نے کچھ حصہ آزاد کر دیا ہو۔ مگر اس سے گردن چھڑانے کے لئے اس سے مزدوری کراتا ہو۔ اسی طرح وہ آزاد (حر) جس کو اس کی بے وقوفی کی بنا پر حاکم نے تصرفات سے روک دیا ہو تو صاحبین کے قول کے مطابق صرف روزہ رکھنا ہی جائز ہے یعنی کفارۂ ظہار کی ادائیگی کے لئے پے در پے دو ماہ کے روزہ رکھنا واجب ہے۔ غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا واجب نہیں۔

اعتراض

اس موقع پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قانون شریعت یہ ہے کہ غلام پر نعمت ہو یا سزا بہ مقابلہ آزاد کے نصف عائد ہوتی ہے اور کفارۂ ظہار میں اس پر بھی وہی کفارہ واجب ہوا ہے جو آزاد مرد پر واجب کیا گیا ہے، یعنی پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا۔ جب کہ قانون کے مطابق اس پر صرف ایک ماہ کے روزے واجب ہونا چاہئیں تھے۔

الجواب: اس کا جواب شارح رحمتہ اللہ علیہ نے دیا کہ ولم ینصف الخ

و لم ینتصف لما فیها من معنی العبادة و لیس للسید منعه منه و لو وصلیة اعتق سیده عنه او اطعم و لو بامره لعدم اهلیة اتملك الا فی الاحصار فیطعم عنه المولیٰ قیل ندبا و قیل وجوبا فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤه او کبر اطعم ای ملك ستین مسکینا و لو حکما و لا یجزئ غیر المراهق بدائع.

ترجمہ اور کفارہ کو غلام کے حق میں آدھا نہیں کیا گیا۔ اس لئے کہ اس میں عبارت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ غلام کی جانب سے اس کا آقا کسی غلام کو آزاد کرے، یا اس کی جانب سے کھانا کھلائے۔ گو غلام کے کہنے ہی سے اس نے ایسا کیا ہو، اس لئے کہ غلام میں تملیک کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ لیکن احصار کی صورت میں پس اس کی جانب سے کھانا کھلادے۔ ایک قول کے مطابق بطور وجوب کے اور ایک قول کے مطابق بطور استحباب کے پس اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو، اس بیماری کی وجہ سے جس سے صحت پانے کی امید نہ ہو یا روزہ رکھنے پر بڑھاپے کی وجہ سے قادر نہ ہو تو کھانا کھلادے، یعنی ساٹھ مسکینوں کو کھانے کا مالک بنادے اگرچہ حکماً ہی مالک بنائے اور مراہق کے ماسوا کے لئے جائز نہیں۔

تشریح: غلام کے کفارۂ ظہار میں تنصیف نہیں ہے

اور کفارۂ ظہار جس طرح آزاد مرد پر واجب ہے اسی طرح غلام پر بھی واجب ہے اس لئے کہ کفارہ میں جہاں سزا پائی جاتی ہے۔ وہیں اس میں عبادت بھی موجود ہے اور چونکہ عبادت کے معنی اس میں غالب ہیں، اس لئے کفارۂ ظہار میں تنصیف جائز نہیں ہے، جیساکہ نماز اور روزہ میں تنصیف نہیں ہے اسی طرح کفارات میں بھی نصف کفارہ جائز نہیں ہے۔

آقا اپنے غلام کو ادائیگی کفارہ سے منع نہیں کرسکتا

اور آقا کو اختیار نہیں ہے کہ وہ غلام کو کفارہ ادا کرنے سے منع کرے۔ کیونکہ یہ بھی منجملہ حقوق نکاح کے ہے، لہٰذا مالک نے جب اس کو نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو گویا اس نے اس کے سارے حقوق کو اپنے اوپر لازم کرلیا، لہٰذا کفارہ کے ادا کرنے سے کیوں کر منع کرسکتا ہے۔

اگر مالک غلام کی طرف سے کھانا کھلادے

اور چونکہ کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا غلام کا کافی نہیں ہے۔ خواہ اس کا آقا اس کی جانب سے غلام آزاد کردے یا کھانا کھلادے، غلام نے اگرچہ ایسا کرنے کی فرمائش بھی کردی ہو۔ اس لئے کہ اس میں تملیک نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ اطعام اور اعتاق بغیر ملکیت کے جائز نہیں ہے، اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

آقا اگر غلام کو مالک بنادے

اور مالک اگر غلام کو اعتاق اور اطعام کا مالک بنادے تو غلام اور اس کی تمام ملکیت آقا ہی کی ملکیت ہوتی ہے اسلئے غلام کی جانب سے غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے۔

غلام اگر احصار کرے

یعنی آقا کی اجازت سے غلام حج کو جارہا تھا اور اس نے حج کا احرام بھی باندھ لیا تھا مگر کسی شرعی عذر کی بنا پر حج نہیں کرسکا تو مولیٰ اس کی طرف سے قربانی کا جانور حرم میں بھیج دے

تاکہ حرم میں ذبح کر کے اس کو صدقہ کردیا جائے۔ بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض نے کہا ایسا کرنا آقا پر واجب ہے۔
نوٹ:- الملہام کا اطلاق قربانی کے جانور کے بھیجنے پر مشہور نہیں ہے۔ شارح نے اس مسئلے میں نہر اور منح کی پیروی کی ہے۔

مظاہر بیماری کی بناء پر کفارۂ ظہار کے روزہ رکھنے پر قادر نہیں

اگر مظاہر اس قدر بیمار ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اور بیماری ایسی ہے کہ اس سے صحت یاب ہونے کی بھی امید نہیں ہے، یا مظاہر اتنا بوڑھا ہے کہ اب طاقت واپس آنے کی توقع نہیں رہی تو چاہیے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانے کا مالک بنادے۔ خواہ یہ تملیک حکماً ہی کیوں نہ ہو۔

مسکین واحد کو اگر مالک بنادے

اگر ساٹھ مسکینوں کا کھانا ایک ہی مسکین کو کھلادے مثلاً ایک خوراک ایک مسکین کو روزانہ دیتا رہے اور ساٹھ دن تک یہی معمول جاری رکھے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے حکما کی تفسیر یہی ہے۔

غیر مراہق کا کھانا کھلانا

ایسے نابالغ بچے کا جو ابھی بلوغ کی عمر کو نہیں پہنچا، کفارہ کا کھانا کھلانا اس کے لئے جائز نہیں ہے (بدائع)

کالفطرة قدر او مصرفا او قيمة ذلك من غير المنصوص اذا لعطف للمغايرة و ان اراد الاباحة فغداهم و عشاهم او غداهم و اعطاهم قيمة العشاء او عكسه او اطعمهم غدائين او عشائين او عشاء و سحور او اشبعهم جاز بشرط ادام في خبز شعير و ذرة لا بر.

ترجمہ کفارۂ ظہار کا کھانا، ہر مسکین کو اتنی مقدار میں ادا کرے جیسے فطرہ ادا کرتا ہے، مقدار کے لحاظ سے بھی اور مصرف کے لحاظ سے بھی یا پھر اس کی قیمت ادا کرے مگر یہ منصوص نہیں ہے۔ کیونکہ عطف مغایرت کے معنی دیتا ہے، اور اگر ارادہ کرے اباحت طعام کا تو ان کو دن چڑھے اور دن ڈوبتے وقت کھانا کھلائے۔ یا پھر دن چڑھتے وقت اُن کو کھانا کھلادے اور رات کے کھانے کی قیمت ادا کردے۔ یا اس کا عکس کردے یا دو دن تو دن چڑھتے وقت کھلادے اور دو دن رات کو یا دن ڈھلتے وقت اور سحر کے وقت کھلادے اور ان کا پیٹ بھردے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ سالن بھی موجود ہو، نہ کہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ۔

تشریح: کھانے کے صدقہ کرنے کی مقدار

ہر مسکین کو اسی قدر غلہ دے جتنا کہ صدقہ فطر میں دیا کرتا ہے جیسا کہ (کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکا ہے) مثلاً گیہوں دے رہا ہے تو نصف صاع دینا پڑے گا اس کے علاوہ جو، جوار، چنا وغیرہ دوسرے غلہ جات دینا چاہتا ہے تو پورا ایک صاع دینا چاہیے۔ یا پھر اس کی قیمت ادا کرے۔

اگر بجائے کھانے کے قیمت ادا کرے

قیمت کا ادا کرنا گو نص سے ثابت نہیں ہے۔ یعنی گیہوں، کھجور اور جو کے سوا کوئی دوسرا غلہ اگر دے تو قیمت کا اعتبار ہے۔ لہذا چوتھائی صاع چاول اگر نصف صاع گیہوں کے برابر ہے تو جائز ہے یا مثلاً دو صاع باجرا ایک صاع جو کے برابر ہے یا نصف صاع کھجور کے برابر ہے تو جائز ہے اس لئے کہ مصنفؒ نے فطرہ پر قیمت کو معطوف کیا ہے، جو معطوف علیہ، معطوف میں مغایرت کا

تقاضا کرتا ہے لہٰذا اگر چوتھائی صاع گیہوں مساوی ہو نصف صاع کھجور کے تو جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ قیمت کا اعتبار ان اناجوں میں ہے جو منصوص نہیں ہیں۔ کھجور اور گیہوں منصوص ہیں۔ ان میں قیمت کا اعتبار نہیں۔

اگر مظاہر کھانا کھلانا چاہے اور کفارہ دینے والا آدمی اگر محتاجوں کو کھانے کا مالک نہ بنانا چاہے۔ بلکہ خود ان کو کھانا کھلانے کا ارادہ کرے۔ تو اس کو چاہیے کہ صبح کو دن چڑھتے وقت اور شام کو دن ڈوبنے کے وقت یعنی دونوں وقت کھانا کھلائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ صبح کے وقت کھانا کھلادے، اور شام کے کھانے کی قیمت ادا کردے یا اس کے برعکس کردے تو بھی جائز ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ دو دن صبح کو کھانا کھلادے، اور دو دن شام کو کھلادے، اور چوتھی صورت یہ ہے کہ شام کو اور سحر کے وقت کھانا کھلائے تو یہ بھی درست ہے۔

کھانے کی تفصیل کھانے میں اگر جو یا جوار کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ سالن کا ہونا بھی ضروری ہے لیکن اگر گیہوں کی روٹی ہے تو اسے اختیار ہے سالن کا بندوبست کرے یا نہ کرے۔

تملیک طعام اور اباحت طعام کا فرق اگر محتاج کو کھانے کا مالک بنادیا ہے تو وہ اس کھانے کا مالک ہے اس کھانے میں جو چاہے تصرف کرے۔ خود کھالے یا دوسرے کو کھلادے یا فروخت کردے مگر اباحت طعام کی صورت میں محتاج اس کھانے کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ کھانے کو صرف کھا سکتا ہے۔ نہ فروخت کر سکتا ہے اور نہ دوسرے کو دے سکتا ہے۔ نیز اباحت طعام میں کھانے کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی چاہے آدھے صاع پر پیٹ بھر جائے یا اس سے بھی کم میں مگر تملیک کی صورت میں نصف صاع گیہوں سے کم صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

كما جاز لو اطعم واحدا ستين يوما لتجدد الحاجة و لو اباحه كل الطعام في يوم واحد دفعة اجزأ عن يومه ذلك فقط اتفاقا و كذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح ذكره الزيلعي لفقد التعدد حقيقة و حكما.

ترجمہ جس طرح جائز ہے کہ اگر ایک محتاج کو ساٹھ دن تک کھانا کھلادے حاجت کے متجدد ہونے کی وجہ سے اور اگر اس کے لئے مباح کردیا پورے کھانے کو ایک ہی دن میں تو صرف اسی ایک دن کا کفارہ درست ہوگا بالاتفاق، اسی طرح اگر اسی ایک محتاج کو ایک دن میں متعدد بار کر کے دے دیا تو بھی وہی حکم ہے، صحیح قول کی بنا پر اس کو زیلعی نے ذکر کیا ہے، دلیل میں کہا ہے کہ اس صورت میں تعدد حقیقتاً اور حکماً دونوں طرح مقصود ہے۔

تشریح: کفارۂ ظہار کا کھانا اگر ایک ہی مسکین کو کھلادے اور اگر کفارہ کا کھانا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک کھلادیا جائے تو درست ہے۔ اس لئے کہ روزانہ کے لحاظ سے محتاج کی حاجت تبدیل ہوتی رہتی ہے ہر روز کھانے کی نئی حاجت ہے۔ لہٰذا حکماً ساٹھ مسکینوں کا کھلانا مان لیا جائے گا، اس کا ذکر ابھی سابق میں گذر چکا ہے۔

اگر پورا کھانا یا غلہ ایک مسکین کو دیدیا جائے اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں کا پورا کھانا ایک مسکین کو دیدیا۔ تو یہ پورا کھانا صرف ایک دن کے لئے کفایت کرے گا۔ انسٹھ

دن کا کھانا دینا واجب رہے گا نیز اگر ایک مسکین کو ایک ہی دن میں متعدد مرتبہ کر کے تھوڑا تھوڑا کھانا دیدیا گیا۔ تو بھی یہی حکم ہے یعنی ایک مسکین کو ایک دن کا کھانا شمار ہوگا۔ بقیہ دنوں کا کھانا کھلانا اس کے ذمہ واجب رہے گا حقیقتاً اور حکماً تعدد فوت ہو جانے کی وجہ سے (زیلعی)

امر غيره ان يعطم عنه عن ظهاره ففعل ذلك الغير صح و هل يرجع ان قال على ان ترجع رجع و ان سكت ففي الدين يرجع اتفاقا و في الكفارة والزكوٰة لا يرجع على المذهب كما صحت الاباحة بشرط الشبع في طعام الكفارات سوى القتل و في الفدية لصوم و جناية حج.

ترجمہ اور اگر مظاہر نے اپنے علاوہ دوسرے کو حکم دیا کہ اس کی جانب سے اس کے ظہار کا کفارۂ طعام ادا کر دے اور اس آدمی نے اس کو انجام دیدیا تو درست ہے اور آیا واپس لے سکتا ہے یا نہیں اگر اس نے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے واپس لے لینا۔ تو خرچ کرنے والا آدمی اس سے واپس لے لے اور اگر اس نے سکوت اختیار کیا تھا تو قرض والی صورت میں بالاتفاق واپس لے گا۔ اور کفارۂ زکوٰۃ والی صورت میں واپس نہ لے گا ایک مذہب کی بنا پر جس طرح درست ہے مباح کر دینا شکم سیر کر دینے کی شرط کے ساتھ، کفارات کے کھانوں میں۔ علاوہ قتل کے۔ اور روزہ کے فدیہ میں اور جنایۃ میں اس نے حج کیا۔

تشریح: اگر کھانا کھلانے کی خدمت دوسرے کے سپرد کردی جائے

اگر مظاہر نے خود کھانا کھلانے کے بجائے کسی دوسرے آدمی کو مامور کر دیا کہ تم میری جانب سے ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دو، اس شخص نے اس کے حکم کے مطابق ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو درست ہے، مظاہر کا کفارہ ادا ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ غیر آدمی مظاہر سے وہ کھانا یا اس کی قیمت وصول کر سکتا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مظاہر نے شروع میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ قیمت یا کھانا مجھ سے لے لینا۔ تو یہ شخص اب واپس لے سکتا ہے، اور اگر خاموش رہا تھا تو دَین یعنی قرض کی صورت میں بالاتفاق اس کو واپس لینے کا حق ہے۔ لیکن کفارہ اور زکوٰۃ کی صورت میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ واپس نہیں لے سکتا۔

کھانے کی اباحت شکم سیر کردینے کی صورت میں صحیح ہے

تمام کفاروں خواہ وہ کفارہ ظہار ہو یا کفارہ قسم وغیرہ ہر ایک میں محتاج کے لئے کھانے کو مباح کر دینا۔ بشرطیکہ اس کا پیٹ بھر جائے تو درست ہے، البتہ کفارۂ قتل میں اگر محتاج کے لئے کھانے کو مباح کر دیا جائے تو یہ درست نہیں ہے اس وجہ سے کہ کفارۂ قتل میں کھانا کھلانے کا کوئی کفارہ ہی نہیں ہے، اس میں دِیت واجب ہوتی ہے۔ یا پھر قصاص واجب ہوتا ہے۔ البتہ روزہ کے فدیہ میں، اسی طرح حج میں جنایت سرزد ہو جانے کی صورت میں اس جنایت میں جو کفارہ اطعام ہے اس میں بھی اباحت جائز ہے۔ مگر پیٹ بھرنے کی شرط اس میں بھی ہے۔

جزئیات: شیخ فانی وہ بوڑھا آدمی جو اپنی طبعی عمر کو پورا کر چکا ہو۔ اور روزہ رکھنے کے قابل نہ رہا ہو اس کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ ادا کر دے۔ جس کی مقدار نصف صاع ہے جب کہ وہ مالک بنانا چاہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے جب کہ وہ کھانے کی اباحت کرنا چاہے یعنی کھانا کھلانا پسند کرے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر حاجی نے بحالت احرام اپنا سر منڈ لیا یا کوئی دوسرا ممنوع کام کر لیا تو اس جنایت (قصور کے بدلے چاہے

بکری ذبح کردے اور چاہے تو نصف صاع گیہوں کسی محتاج کو دیدے۔ یا پھر اس کو پیٹ بھر کھانا کھلادے، یا تین روزے رکھ لے)

و جاز الجمع بين اباحة و تمليك دون الصدقات و العشر و الضابط ان ما شرع بلفظ اطعام و طعام جاز فيه الاباحة و ما شرع بلفظ ايتاء و اداء شرط فيه التمليك .

ترجمہ اور اباحت اور تملیک کے درمیان جمع کرنا درست ہے مگر صدقات اور عشر میں جائز نہیں ہے اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو فدیہ لفظ اطعام، یا طعام سے شروع کیا گیا ہے تو اس میں اباحت جائز ہے اور جو فدیہ لفظ ایتایا ادا سے شروع کیا گیا ہے تو اس کی ادائیگی میں تملیک کی شرط ہے۔

تشریح: وہ کفارات جن میں اباحت اور تملیک کا جمع کرنا درست ہے

ابھی گذر چکا ہے کہ ساٹھ محتاجوں کو ایک وقت کھانا کھلادے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت ادا کردے یا تیس محتاجوں کو بطور اباحت کے کھانا کھلادے اور بقیہ تیس کو نصف صاع کے حساب سے گیہوں کا مالک بنادے۔

اور جن میں دونوں کا جمع کرنا درست نہیں

مگر صدقۂ فطر اور مال زکوٰۃ نیز وہ مال جو عشر میں دینا چاہتا ہے ان میں اباحت جائز نہیں ہے۔ بلکہ تملیک ضروری ہے۔

ضابطہ اباحت وتملیک کے جمع کرنے نہ کرنے کا

وہ کون سے صدقات ہیں جن میں اباحت وتملیک دونوں درست ہیں، یا درست نہیں ہیں۔ اور اس کا کوئی قاعدہ وضابطہ بھی ہے یا نہیں، تو اس بارے میں ایک اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو صدقات لفظ اطعام یا طعام سے شروع کئے گئے ہیں۔ تو ان میں اباحت درست ہے اور وہ صدقات جو لفظ ادا اور ایتاء سے مشروع ہوئے ہیں ان میں تملیک کی شرط ہے۔ لہٰذا قاعدہ کے لحاظ سے کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین نیز کفارہ افطار اور کفارۂ صید میں قرآن مجید میں لفظ اطعام اور لفظ طعام سے ذکر کیا گیا ہے اور اطعام کے معنی ہیں کھانے پر محتاج کو قدرت دینا خواہ اباحت کے ذریعہ خواہ مالک بناد ینے کے ذریعہ اور زکوٰۃ اور صدقۂ فطر میں ایتاء اور ادا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ جن کے معنی دیدینے کے ہیں لہٰذا ان میں تملیک شرط ہے اباحت کافی نہیں ہے۔

حرر عبدين عن ظهارين من امرأة او مرأتين و لم يعين واحدًا بواحد صح عنهما و مثله في الصحة الصيام اربعة اشهر و الاطعام مائة و عشرين فقير الاتحاد الجنس.

ترجمہ مظاہر نے دو غلاموں کو دو ظہار کے کفاروں کے بدلے آزاد کردیا۔ ایک عورت کی جانب سے یا دو عورتوں کی جانب سے اور متعین نہیں کیا ایک کو ایک کے لئے تو دونوں کی جانب سے درست ہے۔ اس کے مثل صحیح ہونے میں ۱۴ دن کے روزے بھی ہیں۔ اور ایک سو بیس محتاجوں کو کھانا کھلانا بھی جنس کے متحد ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: بلاتعیین دو غلام دو کفاروں میں ادا کرنے کا حکم

اگر کسی شخص نے ایک عورت یا دو عورتوں کی جانب سے دو کفاروں میں دو غلام آزاد کردئے تو درست ہے خواہ دونوں کفارے ایک ہی عورت پر واجب تھے یا دو عورتوں پر ایک ایک کفارہ واجب تھا۔ خواہ آزاد

کرنے والے نے تعیین کی تھی یا نہیں دونوں کی جانب سے ادا ہو گی کفارہ درست ہے۔

دو کفاروں میں بلا تعیین کے چار ماہ کے روزے رکھ لینا

اسی طرح اگر کسی شخص پر دو کفارے ظہار کے واجب تھے اس نے کفارات کی تعیین کئے بغیر چار ماہ کے روزے رکھ لئے تو یہ بھی درست ہے۔ نیز اگر ایک سو بیس فقیروں کو دونوں کفاروں کی تعیین کے بغیر کھانا کھلا دیا تو جائز ہے۔ دونوں کفاروں کی جنس ایک ہونے کی بنا پر بغیر تعیین کے بھی درست ہے۔

بخلاف اختلافه الا ان ينوى بكل كلا فيصح و ان حرر عنهما رقبة واحدة او صام عنهما شهرين صح عن واحد بعينه وله وطؤ التى كفر عنها دون الاخرى.

ترجمہ اس کے بر خلاف اگر دونوں کفارے دو مختلف جنس کے ہوں۔ لیکن یہ کہ ہر ایک کفارہ کی الگ الگ نیت کرے تو صحیح ہے اگر دونوں کی جانب سے ایک غلام کو آزاد کر دیا یا دونوں کے بدلے دو ماہ کے روزے رکھ لئے۔ تو صرف ایک معین کفارہ کے بدلے درست ہے اور اس کے لئے جائز ہے۔ اس عورت سے وطی کر لینا جس کی جانب سے کفارہ ادا کر دیا ہے۔ دوسری سے جائز نہیں ہے۔

تشریح: دونوں کفارے دو مختلف جنس کے ہوں

ایک شخص پر کفارۂ ظہار، اور کفارہ یمین (قسم کا کفارہ) اور تیسرا کفارۂ قتل واجب تھا اور اس نے بلا تعیین کے تین غلام آزاد کر دیئے۔ تو کفارہ کی ادائیگی درست نہ ہو گی۔ جب تک کہ ہر ایک غلام کو متعین کفارہ کے بدلے آزاد نہ کر دے مثلاً فلاں غلام کفارۂ ظہار کی جانب سے میں نے آزاد کیا۔ یا فلاں غلام کو کفارہ یمین کے بدلے میں نے آزاد کیا وغیرہ۔

علیحدہ علیحدہ آزاد کرنے کی دلیل

اس وجہ سے کہ تینوں کفاروں کی جنس مختلف ہے اس لئے مطلق اعتاق درست نہیں ہے لہٰذا کفارہ ادا کرتے وقت اس کا نام بھی لینا چاہیے کہ مثلاً اس طرح کہے کہ میں کفارۂ ظہار کے بدلے غلام آزاد کرتا ہوں وغیرہ۔

و عن ظهار و قتل لايصح لما مر مالم يحرر كافرة فتصح عن الظهار استحسانا لعدم صلاحيتها للقتل اطعم ستين مسكينا كلا صاعا بدفعة واحدة عن ظهارين كما مر صح عن واحد كذا فى نسخ الشرح و نسخ المتن لم يصح اى عنهما خلافا لمحمد و رجحه الكمال.

ترجمہ اور اگر ایک غلام کو کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل دونوں کے بدلے آزاد کیا تو یہ آزاد کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ گذر چکا ہے جب تک کسی کافر غلام کو آزاد نہ کرے تو پس یہ اعتاق درست ہو گا کفارۂ ظہار کی جانب سے استحساناً اس لئے کہ عبد کافر قتل کا کفارہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور ساٹھ مسکینوں کو ایک ہی دفعہ میں ایک ایک صاع طعام دیدیا۔ دو ظہار کی جانب سے جیسا کہ گذر چکا ہے تو ایک کی جانب سے صحیح ہے، اور مصنف کی شرح اور دوسرے نسخوں میں جو متن کے لکھے گئے ہیں لفظ لم یصح مذکور ہے۔ یعنی ان دونوں عورتوں کی جانب سے صحیح نہیں ہو گا۔ اس میں امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ اور کمال نے اس کو راجح کیا ہے۔

تشریح: کفارۂ ظہار وکفارۂ قتل میں صرف ایک غلام کا آزاد کرنا

اور اگر کسی نے صرف ایک ہی غلام دو مختلف کفارات کے بدلے آزاد کیا مثلاً کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل کے بدلے میں صرف ایک غلام کو اس نے آزاد کیا ہے تو یہ اعتاق دونوں میں سے کسی کفارہ کی جانب سے صحیح نہیں ہوگا۔ جب تک کہ کافر غلام کو آزاد نہ کرے اور جب عبد کافر کو آزاد کر دے گا، تو یہ اعتاق کفارۂ ظہار کی جانب سے درست ہو جائے گا استحساناً۔

عبد کافر کو کفارۂ قتل میں آزاد کرنا صحیح نہیں

اس وجہ سے کہ قتل کے کفارہ میں یہ متعین ہے کہ مومن غلام کو آزاد کرنا چاہیے۔ کافر غلام کا کفارہ قتل میں آزاد کرنا درست نہیں ہے۔ اور جب عبد کافر کو آزاد کر دے گا تو یہ ظہار کا کفارہ شمار ہو جائے گا۔ اور عبد مومن کفارۂ قتل کا مان لیا جائے گا اور استحساناً اس کو صحیح مان لیا جائے گا۔

کفارہ ظہار میں غلام مطلق ہے

اس لئے کہ کفارۂ ظہار میں مطلق غلام کے آزاد کرنے کا حکم ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں عبد کافر ظہار کا کفارہ اور عبد مومن قتل کا کفارہ تصور کر لیا جائے گا۔

تعین نیت کی دلیل

کفارۂ ظہار اور کفارۂ قتل میں مسلمان غلام کو بلا تعیین نیت آزاد کر دینے سے کفارہ اس لئے ادا نہیں ہوتا کیونکہ دونوں کفارے مختلف جنس کے ہیں۔ اور تعیین نیت ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

کفارے کا پورا کھانا ایک ہی دفع میں دیدینا

اگر کسی شخص نے کہ جس پر کفارہ واجب تھا۔ اس نے ساٹھ مسکینوں کو ایک ایک صاع کے حساب سے گیہوں ایک ہی مرتبہ میں دو ظہاروں کی طرف سے دیدیا خواہ اس نے دونوں ظہار ایک عورت سے کر رکھے تھے، یا دو مختلف عورتوں سے کر رکھے ہوں ایک ظہار کے بدلے درست ہوگا۔

لفظ صح کی تصحیح کا مسئلہ

اس جگہ متن میں لفظ صح مذکور ہے مگر متن کے دوسرے نسخوں میں لفظ لم یصح ذکر کیا گیا ہے لم یصح مان کر عبارت کی توجیہ اس طرح پر کی جائے گی کہ ہر محتاج کو پورا ایک ایک صاع گیہوں کا دیدینا دو ظہاروں کی طرف سے درست نہیں ہے بلکہ صرف ایک ظہار کی جانب سے صحیح ہوگا۔

امام محمدؒ کا اختلاف

اس بارے میں حضرت امام محمدؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں کفارہ کی ادائیگی دونوں ظہاروں کی جانب سے درست ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں حضرت کمال الدین ابن ہمام نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے۔

لفظ گیہوں کے اضافہ کی دلیل

اصل عبارت میں گیہوں کا لفظ مذکور نہیں ہے۔ مگر ترجمہ میں مصنف نے لفظ "گیہوں" کا اضافہ کر دیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرات شیخین اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے (حاشیہ السندی ناقلاً عن البحر)

ایک ہی دفعہ ادا کرنے کی قید

شارح نے اس جگہ قید لگائی ہے کہ گیہوں ساٹھ مسکینوں کو ایک ہی دفعہ میں دیدیا ہے اختلاف اسی صورت میں ہے لیکن اگر محتاجوں کو بجائے ایک دفعہ دینے کے دو مرتبہ کر کے گیہوں ادا کیا ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ بالاتفاق سب کے نزدیک دونوں کفارات کی جانب سے ادائیگی درست ہو جائے گی۔ (منح الغفار ناقلا عن الکافی)

ضروری تنبیہ

دونوں کفاروں کی جانب سے گیہوں ایک دن میں دو مرتبہ نہ دے بلکہ دو دن میں الگ الگ ادا کرے یعنی پہلے دن نصف صاع پھر دوسرے دن نصف صاع کے حساب سے ساٹھ مسکینوں کو ادا کرے (جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے)

و عن افطار و ظهار صح عنهما اتفاقا والاصل ان نية التعيين في الجنس المتحد سببه لغو و في المختلف سببه مفيد فروع المعتبر في اليسار والاعسار وقت التكفير اطعم مائة و عشرين في يوم لم يجز الا عن نصف الاطعام فيعيد على ستين منهم غداءً ا و عشاء و لو في يوم آخر للزوم العدد مع المقدار و لم يجز اطعام فطيم و لا شبعان.

ترجمہ

اور کسی نے کفارۂ افطار، اور کفارۂ ظہار کی جانب سے ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دیا، تو دونوں کی جانب سے درست ہے بالاتفاق اور اصل اس میں یہ ہے کہ نیت کی تعیین دو متحد الجنس کفاروں میں اس کا سبب لغو ہے، اور مختلف الجنس میں اس کا سبب مفید ہے اور مالداری و غربت کا اعتبار کفارہ کی ادائیگی کے وقت ہے اس نے ایک سو بیس مسکینوں کو ایک دن میں کھلا دیا تو جائز نہیں ہے مگر نصف کھلانے کی جانب سے پس اعادہ کرے ان میں سے ساٹھ مساکین پر، صبح و شام کے اعتبار سے۔ اگرچہ دوسرے دن میں ہو۔ عدد کے ضروری ہونے کی وجہ سے مقدار کے ساتھ اور جائز نہیں ہے کھانا کا کھلانا دودھ چھوڑنے والے نابالغ بچے اور اس شخص کو جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔

تشریح: کفارہ ادا کرنے کی دوسری صورت

اور اگر ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک صاع گیہوں کا ایک ہی مرتبہ میں دو مختلف کفاروں کی جانب سے دیدیا مثلاً کفارہ افطار صوم، اور کفارۂ ظہار کی جانب سے تو حضرات شیخین و امام محمدؒ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

قاعدہ کلیہ

وجہ اس کی یہ ہے کہ جس جنس میں سبب ایک اور متحد ہو اس میں تعیین کی نیت سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور جس جنس کا سبب مختلف ہو اس میں تعیین کی نیت فائدہ مند ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اتحاد جنس سے مراد اتحاد سبب ہے اور اختلاف جنس اس کو کہتے ہیں جس کے سبب مختلف ہوں لہٰذا ظہار کے دو کفارے متحد الجنس کہلائیں گے۔ کیونکہ ان کا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار۔ اس لئے جب ظہار کے دو کفاروں میں تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہ گئی۔ لہٰذا مظاہر کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس ظہار کے لئے چاہے کفارہ کو متعین کر لے۔

کفارۂ ظہار اور کفارہ افطار دو مختلف جنس ہیں

اور کفارۂ ظہار اور کفارہ افطار دونوں مختلف جنس ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا سبب مختلف ہے۔ ایک میں

روزہ کو توڑا گیا ہے دوسرے میں عورت کو ماں سے تشبیہ دی گئی ہے لہٰذا ان کے کفارہ کے ادا کرنے میں تعیین نیت بیکار نہیں ہے بلکہ مفید ہے۔ لہٰذا دونوں صحیح ہیں۔

مسائل جزئیہ آدمی کے امیر اور غریب ہونے میں کفارہ دینے کا اعتبار کفارہ ادا کرنے کا وقت ہے وجوب کفارہ کا وقت معتبر نہیں ہے مثلاً جب اس پر کفارہ واجب ہوا تھا تو وہ امیر تھا اور جب کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کیا تو اب وہ غریب ہو گیا ہے تو ایسے شخص کو غریب مان کر کفارہ واجب کیا جائے گا۔ یعنی اس کو روزہ رکھ لینا چاہیے۔

ایک سو بیس مسکینوں کا کھانا ایک دن میں اگر کسی نے ایک دن میں ایک ہی وقت میں ایک سو بیس محتاجوں کو کفارہ کا کھانا کھلادیا، تو صرف نصف اطعام کے لئے کفایت کرے گا۔ اس کو کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا مزید کھلائے۔ ہاں اس کو اختیار ہے کہ چاہے صبح کا کھانا کھلائے یا رات کا۔ خواہ اسی دن کھلادے، یا دوسرے دن (یعنی پہلے دن ایک سو بیس محتاجوں کو صبح کے وقت کھلایا تھا۔ پھر ان میں سے ساٹھ کو چاہے اسی دن شام کو کھلادے چاہے اگلے دن ایک وقت کھانا کھلادے تب کفارۂ اطعام پورا ہوگا)

خلاصہ یہ ہے کہ اباحت طعام کی صورت میں تعداد بھی لازم ہے اور دونوں وقت کی قید بھی ضروری ہے یعنی ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کا کھانا کھلانا ضروری ہے۔ تب کفارہ ادا ہوگا لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں جب کہ اس نے ۱۲۰ مسکینوں کو کھانا کھلایا ہے اسی کے ضمن میں ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا صادق آگیا۔ مگر دو وقت کھانا کھلانا صادق نہ آیا۔ اسی لئے ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلانا اور ضروری قرار دیا گیا۔

چھوٹے بچے یا وہ شخص جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو کھانا کھلانا درست نہیں اسی طرح کفارۂ ظہار میں یہ بھی درست نہیں ہے کہ مظاہر ایسے بچے کو کفارہ کا کھانا کھلائے جس نے ابھی حال میں ہی دودھ پینا بند کیا ہے اسی طرح ایسے شخص کو کفارہ کا کھانا کھلانا درست نہیں ہے جس کا پیٹ بھرا ہوا ہو یعنی وہ شکم سیر ہو۔

باب اللعان

(لعان کے احکام کا بیان)

هو لغة مصدر لا عن كقاتل من اللعن و هو الطرد و الابعاد سمى به لا بالغضب للعنه نفسه قبلها والسبق من اسباب الترجيح و شرعا شهادات اربع كشهود الزنا موكدات بالايمان مقرونة شهادته باللعن و شهادتها بالغضب لانهن يكثرن اللعن فكان الغضب اردع لها.

ترجمہ وہ لغۃً لَاعَنَ ماضی کا مصدر ہے جیسے قَاتَلَ اور اللعن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پھینک دینا، دور کر دینا، لعان

نام رکھا گیا ہے نہ کہ غضب۔ مرد کے دور کردینے کی وجہ سے اپنے آپ کو عورت کی جانب سے۔ اور سبقت دراصل اسباب ترجیح میں سے ہے اور لعان کے معنی اصطلاح شریعت میں چار گواہ کا ہونا زنا کے گواہوں کی طرح جو مؤکد ہوں قسموں کے ساتھ اور ملی ہوئی ہو مرد کی گواہی لعنت کے ساتھ۔ اور عورت کی گواہی غضب کے ساتھ مقرون ہو۔ کیونکہ عورتیں بکثرت لعنت کرتی ہیں پس غضب کا لفظ ان کے لئے زیادہ خوف دلانے والا اور ڈرانے والا ہوگا۔

تشریح: لعان کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لعان کے لغوی معنی ہانکنا، پھٹکارنا اور دور پھینک دینا باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ قاتل کے وزن پر ماضی معروف لَاعَنَ آتا ہے اور لعن سے مشتق ہے۔ کسی کو رحمت الٰہی سے یا مراتب صالحین سے دور کردینا۔ وجہ تسمیہ اور اس مخصوص طریقہ قسم کا نام لعان رکھا گیا ہے۔ غضب نام نہیں رکھا گیا۔ جب کہ دونوں باتیں لعان میں پائی جاتی ہیں اس لئے کہ لعان میں مرد اپنے آپ کو بیوی سے دور کرلیتا ہے اور اس کی ابتداء مرد ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ اس لئے سبقت وجہ ترجیح بن گئی اور اس کا نام لعان رکھ دیا گیا۔

لعان کا حکم اول

حضرت ہلال ابن امیہ نے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کی بدکاری کرانے کی شکایت فرمائی۔ جس پر قرآن مجید میں آیت اِنَّ الَّذِینَ یَرمُونَ المحصنت الخ نازل ہوئی۔ یعنی جو لوگ اپنی محصنہ عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اس دعوی کے ثبوت میں کوئی گواہ نہ ہو، تو ان کو چار مرتبہ قسم کھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ اسی طرح سنگساری عورت سے اس صورت میں ٹل جاتی ہے کہ عورت بھی چار بار اللہ کو حاضر جان کر شہادت دے کہ وہ سچی ہے اور شوہر اس کا کاذب.... اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر اپنے بیان میں شوہر صادق ہو تو میرے اوپر اللہ کی لعنت ہو۔

شرعی اصطلاح

اور لعان کے معنی اصطلاح شریعت میں یہ ہیں کہ لعان ایسی چار گواہوں کا نام ہے جو مستحکم اور مضبوط کی گئی ہوں۔ قسم سے اس لئے کہ اَشہد کا لفظ یعنی مشاہدہ اور قسم دونوں کو مشتمل ہے اسی وجہ سے لعان کو فقہاء نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا ہے۔ اور مشہور کتاب الدر المنتقی میں لکھا ہے کہ جو مدعی کی جانب میں متعدد پائی جاتی ہو۔ مگر قامة اور لعان میں تو چونکہ شہادت اور قسم دونوں ہی اس میں صادق آتی ہیں۔ اسی لئے اس کا نام لعان رکھا گیا ہے۔ کذا فی حاشیہ المدنی۔

لعان میں پانچویں شہادت بھی ضروری ہے

اور مرد کی پانچویں گواہی لعنت کے ساتھ ملی ہوئی ہونا چاہیے اور عورتوں کی پانچویں گواہی غضب کے ساتھ شامل ہونا چاہیے۔ کیونکہ عورتیں اپنی بات چیت میں دوسروں پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی عادت پڑجاتی ہے۔ اس کا خوف دل سے نکل جایا کرتا ہے اس لئے ان کے حق میں غضب کا لفظ زیادہ مؤثر ہوگا۔

قائمة شهاداته مقام حد القذف فی حقه و شهاداتها مقام حد الزنا فی حقها ای اذا تلاعنا سقط عنه حد القذف و عنها حد الزنا لان الاستشهاد بالله مهلك كالحد بل اشد و شرطه

قیام الزوجیة و کون النکاح صحیحا لا فاسدا و سببه قذف الرجل زوجته قذفا یوجب الحد فی الاجنبیة خصمت بذلک لانها هی المقذوفة فتم لها شروط الاحصان.

ترجمہ مرد کی شہادتیں حد قذف کے قائم ہیں۔ مرد کے حق میں، اور عورت کی گواہیاں قائم ہیں حد زنا کے عورت کے حق میں، یعنی جب دونوں نے لعان کر لیا تو مرد سے حد قذف ساقط ہو گئی اور عورت سے حد زنا ساقط ہو گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا حد کی طرح مہلک (خطرناک) ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی شرط زوجیت کا قیام اور نکاح کا صحیح ہونا ہے نہ کہ نکاح فاسد اور اس کی شرط شوہر کا اپنی بیوی کو ایسی تہمت لگانا ہے جو اجنبیہ عورت میں حد کو واجب کرتی ہے عورت کو اس کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کیونکہ وہی مقذوفہ ہے۔ پس احصان کی شرطیں عورت کے لئے پوری ہونی چاہئیں۔

تشریح: مرد کی گواہی حد کے قائم مقام ہے لعان میں مرد جو گواہیاں دیتا ہے۔ وہ قائم مقام حد قذف کے ہیں یعنی عورت پر عیب لگانے کی سزا مرد کو یہ دی گئی ہے کہ وہ چار گواہیاں پیش کرے۔ یعنی چار مرتبہ قسمیں کھائے۔ اور عورت نے اپنی صفائی میں جو گواہیاں دی ہیں (قسمیں کھائی ہیں) وہ حد زنا کی قائم مقام ہیں عورت کے حق میں۔

گواہیاں حد کے قائم مقام کیوں ہیں یعنی جب عورت اور مرد دونوں نے باہم ایک دوسرے کو لعنت کر دی تو مرد سے حد قذف یعنی زنا کی تہمت کی سزا ساقط ہو گئی۔ اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہو گئی کیونکہ خدائے تعالیٰ کو کسی جھوٹ بات پر گواہ بنانا انتہائی خطرناک بات ہے ایسی ہی جیسے حد خطرناک ہے۔ بلکہ حد سے بھی زیادہ مہلک ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑ دیتی ہے اور حد جاری ہو جانے سے صرف دنیا میں اذیت و تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے اور جھوٹی قسم کھا لینے سے دنیا بھی تباہ اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

اجراء لعان کی شرطیں لعان کا حکم اسی وقت دیا جائے گا جب مرد اور بیوی کے درمیان نکاح صحیح کا رشتہ قائم و باقی ہو، چنانچہ اگر نکاح کے بعد بیوی کو طلاق دیدی پھر اس پر تہمت لگائی تو لعان نہ کیا جائے گا۔ یا نکاح کا رشتہ موجود ہے مگر نکاح فاسد ہے مثلاً عورت سے نکاح موقت کر لیا ہو تو عیب لگانے سے لعان کا حکم نہ دیا جائے گا۔ زوجیت اور نکاح صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے۔

لعان کا سبب مرد کا اپنی بیوی کو تہمت لگانا۔ تہمت ایسی کہ اگر وہ کسی دوسرے کی عورت کو اس قسم کی تہمت لگاتا تو اس پر حد زنا واجب ہو جاتی۔ یعنی عورت آزاد ہو مسلمان ہو پاک دامن یعنی عفیفہ ہو حرام کاری وغیرہ سے۔ نیز مرد کے پاس اس کے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ نہ ہو نیز عورت اس سے انکار کرتی ہو۔

عورت کو شرائط کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجہ اور عورت کو مذکورہ شرائط کے ساتھ اس لئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ تہمت اسی پر لگائی گئی ہے لہٰذا احصان کی شرطیں اسی پر پوری ہونا چاہئیں۔

و رکنه شهادات موکدات بالیمین واللعن و حکمه حرمة الوطی و الاستمتاع بعد التلاعن

و لو قبل التفریق بینھما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدا و اھلہ من ھو اھل للشھادۃ علی المسلم.

ترجمہ اور اس کا رکن شہادتیں (گواہیاں) ہیں۔ جو قسم اور لعنت کے ساتھ مؤکد کی گئی ہوں اور اس کا حکم وطی اور استمتاع کا حرام ہونا ہے۔ لعان جاری ہونے کے بعد اگرچہ لعان دونوں کے درمیان تفریق کرنے سے پہلے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو۔ حدیث کی بناء پر کہ دونوں لعان کرنے والے ایک ساتھ کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے اہل وہی لوگ ہیں جو مسلمان کے خلاف شہادت دینے کے اہل ہیں۔

تشریح: لعان کے ارکان اور لعان کارکن گواہیاں ہیں۔ جن کو قسم کے ساتھ اور اپنے اوپر لعنت کرنے کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔

لعان کا حکم لعان جاری ہونے کے بعد اب اس عورت سے وطی کرنا، یا اس سے بوس وکنار کا معاملہ کرنا۔ اور کسی قسم کا نفع اٹھانا حرام ہے۔ گو لعان جاری ہو گیا ہو۔ اور ابھی میاں بیوی کے درمیان جدائی کا فیصلہ نہ کیا گیا ہو نیز تفریق کے بعد طلاق بائن کا واقع ہونا۔ عدت کے زمانے میں نان نفقہ اور سکنی کا واجب ہونا دار قطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں لعان کرنے والے میاں بیوی کبھی بھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ اس حدیث کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی اگرچہ قوی سند نہیں ہے مگر عمل کے قابل ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ یہ بھی طریقہ جاری ہے کہ لعان کرنے والے جب تک اپنے لعان پر قائم رہیں ان دونوں میں اجتماع کی کوئی صورت نہیں ہے۔

کیا لعان کرنے والے جمع ہو سکتے ہیں اگر میاں بیوی جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لعان کیا تھا اور دونوں میں تفریق کرا دی گئی تھی۔ بعد میں اپنے دعوے کی تکذیب کر دیں تو امام اعظم، امام محمد رحمتہ اللہ علیہما کے نزدیک دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ مگر امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ ان کا اجتماع جائز نہیں ہے۔ اور حرمت ان کی دائمی ہے۔ کذا فی حاشیتہ المدنی۔

فمن قذف بصریح الزنا فی دارالاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح و لو فی عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا و تھمتہ بان لم توطأ حراما و لو مرۃ بشبھۃ والا بنکاح فاسد لھا ولد بلا اب.

ترجمہ پس جس شخص نے دار الاسلام میں صریح زنا کی تہمت اپنی زندہ بیوی پر لگائی، بیوی زندہ ہے اور اس کے ساتھ اس کا نکاح صحیح ہوا تھا۔ یہ اتہام اگرچہ اس نے طلاق رجعی کی عدت ہی میں لگایا ہو۔ نیز وہ عورت فعل زنا سے اور اس کی تہمت سے ہو عفیفہ اور پاک ہو بایں صورت کہ اس سے وطی حرام نہ کی گئی ہو۔ وطی حرام گو کسی شبہ سے ہی کیوں نہ ہوا س سے بھی یہ عورت بری اور پاک دامن ہو اور نکاح فاسد کر کے اس سے وطی نہ کی گئی ہو۔ نہ اس سے کوئی لڑکا ایسا کہ جو بغیر باپ کے ہو اس سے پیدا ہوا ہو۔

تشریح: ایک اہم جزئی مسئلہ مندرجہ ذیل صورت میں ہی لعان کا حکم دیا جائے گا کہ ایک شخص اپنی زندہ بیوی پر

مراحتہ زنا کی تہمت لگائے جب کہ وہ دارالاسلام میں ہو۔ بیوی سے نکاح صحیح ہوا ہو اگرچہ یہ تہمت شوہر نے بیوی پر طلاق رجعی کی عدت میں لگائی ہو۔ نیز عورت پاک دامن عفیفہ ہو۔ فعل زنا اور تہمت زنا سے اس طرح پر کہ بیوی کے ساتھ کسی نے وطی حرام نہ کی ہو۔ حلال ہونے کے شبہ میں نیز نکاح فاسد سے بھی کسی نے اس سے وطی نہ کی ہو۔ اور تہمت زنا کی صورت یہ ہے کہ اس عورت سے کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا نہ ہوا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا قیود سے معلوم ہوا کہ زنا کا الزام اشارہ اور کنایہ سے اگر لگایا گیا ہو اور اتہام دارالحرب میں لگایا ہو۔ عیب کسی مردہ عورت پر لگایا گیا ہو۔ اسی طرح عیب کسی ایسی عورت پر لگایا گیا ہو جو عفیفہ اور پاک دامن نہ ہو بلکہ متہم ہو تو ایسی صورت میں لعان جاری نہ ہوگا۔

و صلحا لاداء الشهادة على المسلم فخرج نحو قنٍ و صغير و دخل الاعمى والفاسق لانهما من اهل الاداء او من نفى نسب الولد منه او من غيره و طالبته او طالبه الولد المنفى به اى بموجب القذف و هو الحد عند القاضى و لو بعد العفو او التقادم فان تقادم الزمان لا يبطل الحق فى قذف و قصاص و حقوق عباد جوهرة.

ترجمہ اور دونوں صلاحیت رکھتے ہوں۔ مسلمان کے خلاف شہادت دینے کی۔ پس اس قید سے قن (غلام خالص) اور صغیر خارج ہوگئے۔ اور نابینا اور فاسق دونوں داخل ہیں۔ کیونکہ دونوں شہادت دینے کے اہل ہیں۔ یا جس نے لڑکے کے نسب کی اپنے سے نفی کر دی یا اپنے غیر سے، اور عورت نے اس سے اس کا مطالبہ کیا ہو، یا اس سے مطالبہ اس کے لڑکے نے کیا ہو جس کی اس نے نفی کر دی ہے اس کا جو قذف سے واجب ہوتا ہے اور وہ حد ہے قاضی کے پاس، اگرچہ عفو کے بعد یا مدت گذرنے کے بعد کیا ہو اس لئے کہ زمانہ طویل حق کو باطل نہیں کرتا، قذف، قصاص اور حقوق العباد میں۔

تشریح: لعان کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ میاں بیوی دونوں اس کی صلاحیت رکھتے ہوں کہ وہ کسی مسلمان کو اپنی شہادت سے نقصان پہونچا سکتے ہوں۔

صغیر اور غلام کی شہادت تو اس قید سے صغیر اور غلام خارج ہوگئے۔ کیونکہ یہ دونوں مسلمان کے خلاف مضرت میں شہادت نہیں دے سکتے۔

نابینا اور فاسق کی شہادت مگر اس قید سے اندھے اور فاسق کی گواہی معتبر مانی جائے گی کیونکہ یہ دونوں اداء شہادت کے اہل ہیں۔ اور ان کی شہادت سے کسی مسلمان کو نقصان پہونچایا جا سکتا ہے۔

شوہر نے اپنے سے لڑکے کی نفی کردی ہو یعنی اگر شوہر نے نسب کی نفی اپنے سے یا غیر سے کر دی اور یہ کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے، نہ اس عورت کے پہلے خاوند کا ہے۔ اور بیوی نے شوہر سے مطالبہ کیا ہو۔ یا اس لڑکے نے کہ جس سے اس نے نسب کی نفی کر دی ہے۔ قاضی کی عدالت میں حد قذف کے جاری کرنے کا مطالبہ کرے۔

مطالبہ حد قذف کی مدت اگرچہ یہ مطالبہ عفو اور در گذر کرنے کے بعد کیا ہو، یا زمانہ طویل گذر جانے کے بعد کیا ہو تو مطالبہ منظور کیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ حد قذف خدا کا حق ہے تو عورت

کے معاف کر دینے سے معاف نہیں ہوتا اسی طرح بعد از مدت کا گذر جانا بھی مطالبہ کو باطل نہیں کرتا، قذف، قصاص اور حقوق العباد میں (کذافی الجوہرہ)

نیز چونکہ لعان عورت کا حق ہے جو اپنی براءت اور شرم کو دور کرنے کے لئے قاضی سے مطالبہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ لعان کا مطالبہ نہ کرے گی، تو لعان نہ کیا جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ لعان کے لئے عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے۔

والافضل لها الستر وللحاكم ان يامرها به لا عن خبر لمن اى ان اقر بقذفه او ثبت قذفه بالبينة فلو انكر و لا بينة لها لم يستحلف و سقط اللعان فان ابى حبس حتى يلاعن او يكذب نفسه فيحد للقذف فان لاعن لاعنت بعده لانه المدعى فلو بدأ بلعانها اعادت فلو فرق قبل الاعادة صح لحصول المقصود اختيار والا حبست حتى تلاعن او تصدقه فيندفع به اللعان و لا تحدو ان صدقته اربعا لانه ليس باقرار قصدا۔

ترجمہ اور عورت کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے اس عیب کو چھپائے اور حاکم کو چاہیے کہ وہ عورت کو حکم دے کہ وہ اس کو چھپالے۔ لفظ لاعن خبر ہے مَن کی۔ یعنی اگر اس نے اپنے قذف کا اقرار کر لیا۔ یا اس کا قذف شہادت سے ثابت ہو گیا۔ پس اگر اس نے انکار کر دیا اور ان دونوں کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں ہے تو حاکم اس سے قسم نہ لے۔ اور لعان ساقط ہے پس اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو اس کو قید کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ لعان کرے۔ یا اپنے آپ کو جھٹلا دے۔ پس اس پر حد قذف جاری کی جائے پس زوج اگر لعان کرے تو اس کے بعد عورت لعان کرے۔ کیونکہ شوہر ہی مدعی ہے، پس اگر قاضی نے ابتداءً عورت کے لعان سے کی تو اعادہ کرے۔ پس اگر اعادہ سے پہلے تفریق کر دی ہے، تو صحیح ہے مقصود حاصل ہو جانے کی وجہ سے ورنہ عورت کو قید کرایا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لعان کرے۔ یا اس کی تصدیق کر دے۔ تو اس کی وجہ سے عورت سے لعان دفع کر دیا جائے گا۔ اور عورت پر حد زنا جاری نہ کی جائے گی۔ اگرچہ عورت اس کی چار بار تصدیق کر دے، اس لئے کہ تصدیق قصداً اقرار زنا میں نہیں ہے۔

تشریح: عورت کے لئے پردہ پوشی افضل ہے اور عورت کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے عیب کو چھپالے نیز حاکم کو بھی یہی مناسب ہے کہ وہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم دے، تاکہ بدکاری کی شہرت نہ ہونے پائے۔

لفظ لاعن کی تحقیق اور عبارت میں لفظ لاعن مَن کی خبر واقع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شوہر مذکورہ شرائط کے مطابق اپنی منکوحہ بیوی کو زنا کا عیب لگادے وہ لعان کرے، بشرطیکہ اس کو اپنے لعان کا اقرار بھی ہو یا پھر اس کا عیب لگانا شہادت سے ثابت ہو گیا ہو۔

مرد کا قذف سے انکار لیکن اگر مرد نے عیب لگانے کے بعد قذف سے انکار کر دیا اور عورت کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو تو اس صورت میں مرد سے قسم نہ لی جائے گی، بلکہ لعان ساقط ہو جائے گا۔ (جیسا کہ کتاب الدعویٰ میں آئے گا)

شوہر کو قید کر دیا جائے لہٰذا اگر شوہر لعان سے انکار کر دے تو اسے قید کر دیا جائے، یہاں تک کہ وہ لعان کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ یا پھر اپنے آپ کو جھوٹا کہہ دے۔

شوہر پر حد قذف کا اجراء اور اگر شوہر اپنے دعوے میں خود کو جھوٹا بتادے تو اس پر حد قذف یعنی اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اگر مرد لعان پر آمادہ ہو جائے اگر شوہر لعان کر دے تو اس کے بعد بیوی بھی لعان کرے گی، کیونکہ شوہر مدعی ہے اس لئے مقدم شوہر ہی کو رکھا جائے گا۔ لیکن اگر قاضی نے اس کے برخلاف پہلے عورت سے لعان کرائے پھر اس کے بعد شوہر سے تو عورت سے دوبارہ لعان کرانا چاہیے۔ تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو جائے۔ لیکن اگر حاکم نے عورت سے دوبارہ لعان کرانے کے بجائے دونوں میں تفریق کرادی تو چونکہ مقصود حاصل ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ تفریق درست ہے۔ کذافی الاختیار۔

عورت کو مقید کرنے کا حکم اور اگر مرد کے لعان کر دینے کے بعد عورت لعان کرنے سے انکار کر دے تو اس کو مقید کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ لعان کر دے یا پھر شوہر کے دعویٰ کی تصدیق کر دے۔ لیکن تصدیق کرنے کے نتیجہ میں شوہر سے لعان کرنا دفع ہو جائے گا۔

عورت پر حد جاری نہ کی جائے اور اس صورت میں عورت پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ اگرچہ عورت شوہر کی چار مرتبہ تصدیق ہی کیوں نہ کر دے۔ کیونکہ تصدیق اقرار زنا میں شمار نہیں ہے۔ بلکہ عورت کی تصدیق کا مقصود یہ ہے کہ اس کو لعان نہ کرنا پڑے۔

و لا ينتفي النسب لانه حق الولد فلا يصدقان في ابطاله فلو امتنعا حبسا و حمله في البحر على ما اذا لم تعف المرأة و استشكل في النهر حبسها بعد امتناعه لعدم وجوبه عليها حينئذ و اذا لم يصلح الزوج شاهدا لرقه او كفره و كان اهلا للقذف اى بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنى من جهته فلو كان القاذف صحيحا حد والا فلاحد و لا لعان فان صلح شاهدا و الحال انها هي لم تصلح او ممن لا يحد قاذفها فلا حد عليه كما لو قذفها اجنبي و لا لعان لانه خلفه لكنه يعزر حسما لهذا الباب و هذا تصريح بما فهم .

ترجمہ اور نسب منتفی نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ ولد کا حق ہے۔ لہٰذا اس کو باطل کرنے میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی، اور اگر دونوں رک گئے تو دونوں کو قید کر دیا جائے گا اور بحر نامی کتاب میں اس کو محمول کیا ہے اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کیا ہو، اور کتاب النہر میں عورت کے قید کئے جانے پر اشکال کیا گیا ہے۔ مرد کے رک جانے کے بعد، اس کے واجب نہ ہونے کی وجہ سے عورت پر اس صورت حال میں، اور جب شوہر شاہد بننے کی صلاحیت نہ رکھے اس کے غلام یا کافر ہونے کی وجہ سے اور وہ قذف کا اہل ہے یعنی عاقل و بالغ ہے اور ناطق ہے تو حد جاری کی جائے اور اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ لعان جب کسی ایسے سبب کی وجہ سے ساقط ہو جو مرد کی جانب پایا جاتا ہو تو اگر قذف صحیح ہے تو حد جاری ہوگی۔ ورنہ نہ حد جاری کی

جائے گی اور نہ لعان جاری ہوگا، اور اگر مرد شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور حال یہ ہے کہ عورت گواہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی یا عورت ان میں سے ہے کہ اس کے قاذف پر حد جاری نہیں کی جاسکتی تو شوہر پر حد جاری نہ ہوگی، جیسے کسی اجنبی شخص نے اس عورت پر عیب لگایا تھا اور اس پر لعان بھی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس کا نائب ہے لیکن تعزیر کی جائے گی فتنہ کو روکنے کے لئے اور یہ اس مفہوم کی تصریح ہے جو قول سابق سے مفہوم ہوتا ہے۔

تشریح: لڑکے کا نسب منتفی نہ ہوگا اس صورت میں کہ عیب لگایا اور بچے سے اپنے نسب کی نفی کردی۔ اور عورت نے اس کی تصدیق بھی کردی ہو۔ تو اس صورت میں لڑکے کے نسب کی نفی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نسب تو لڑکے کا حق ہے اور لڑکے کے نسب کے باطل کرنے میں ان دونوں کی تصدیق معتبر نہیں ہے۔ لہٰذا لڑکا زوجین ہی کا قرار دیا جائے گا۔

اگر شوہر بیوی دونوں شہادت سے رک جائیں مقدمہ دائر ہونے کے بعد اگر زوجین نے لعان کرنے سے انکار کردیا تو دونوں کو قید کردیا جائے گا۔ اور کتاب بحر الرائق میں زوجین کے قید کئے جانے کو اس حالت پر محمول کیا ہے جب کہ عورت نے قذف کو صاف نہ کیا ہو، لیکن اگر عورت نے صاف کردیا ہے تو دونوں کو قید نہ کیا جائے گا البتہ عورت کو حق کا مطالبہ باقی رہے گا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

عورت کے قید کئے جانے پر ایک اشکال نہر الفائق نامی کتاب میں اس صورت میں کہ زوج لعان قائم کرنے سے رک جائے۔ تو اس صورت میں اگر عورت کو قید کردیا جائے تو اس پر اشکال کیا گیا ہے۔ کیونکہ عورت پر اس صورت میں لعان واجب نہیں۔ یعنی جب شوہر لعان سے باز رہے تو عورت پر لعان واجب نہیں ہوتا، تو اس وقت عورت کو قید کرنے کے کیا معنی۔

خلاصہ اشکال اشکال کا حاصل یہ ہے کہ بحر الرائق وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے کہ شوہر اور بیوی اگر لعان سے باز رہیں تو ان کو قید کردیا جائے۔ تو اس میں بیوی کو قید کرنے کی کیا وجہ ہے۔ کیونکہ شوہر کے لعان کئے بغیر بیوی پر لعان واجب نہیں ہے۔ تو قید کرنے کے کیا معنی۔

الجواب: محشی نے اس اشکال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ امتناع زوجین سے مراد یہ نہیں ہے کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں امتناع کیا ہے۔ تاکہ دونوں کا امتناع ایک ساتھ لازم آئے۔ اور مذکورہ اعتراض وارد ہوجائے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک مطالبہ کرنے پر اگر لعان نہ کرے گا، تو قید کردیا جائے گا۔ اور لعان کی طلب شوہر سے قذف کے بعد ہے۔ اور بیوی سے لعان کی طلب شوہر کے لعان کے بعد ہے، اب کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

غلام یا کافر ہونے کی وجہ سے جب شوہر شاہد بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اگر شوہر شاہد بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ مملوک ہے (غلام ہے) یا کافر ہے۔ اور یہ ایسا شخص (یعنی غلام اور کافر) قذف کا اہل مانا گیا ہے۔ یعنی وہ بالغ ہو عاقل ہو۔ اور بات کرسکتا ہو۔ تو اس پر قذف کی حد جاری ہوگی۔

اس بارے میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی علت کی بنا پر مرد سے لعان ساقط ہوگیا، اور وہ قذف کا اہل ہے۔ یعنی

عاقل وبالغ اور بول سکتا ہے تو اس پر حد جاری ہو گی۔ اور اگر قذف کی شرطیں اس پر پائی نہیں جاتیں، مثلاً شوہر صغیر ہے یا دیوانہ یا گونگا ہے تو حد واجب ہوتی ہے۔ لعان واجب نہیں ہوتا۔

شوہر لائق شہادت ہے، اور بیوی شہادت کی اہل نہیں اور اگر شوہر تو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر عورت شہادت کی اہل نہیں یعنی وہ صغیرہ ہے۔ یا دیوانی ہے یا محدود فی القذف ہے۔ اور بیوی ایسی عورت بھی نہیں ہے کہ اس کے قاذف کو حد لگائی جاسکے۔ یعنی عورت عفیفہ نہیں ہے۔ بلکہ زانیہ ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے کی وجہ سے مرد پر حد نہیں ہے۔

اس کی ایک مثال جیسے ایک اجنبی مرد نے کسی ایسی عورت کو عیب لگایا جو محدود فی القذف ہے تو اس پر بھی حد لاگو نہ ہو گی۔ اور شوہر پر جس طرح حد نہیں اسی طرح لعان بھی نہیں کیوں کہ لعان قائم مقام حد کے ہے۔ پس جب حد نہیں تو اس کا قائم مقام بھی نہیں۔

مرد کی تعزیر کا مسئلہ البتہ اس صورت میں مرد پر تعزیر عائد ہو گی فتنے کے دروازے کو روکنے کے لئے یعنی تاکہ لوگ کسی کو گالی دینا اور عیب لگانا بند کر دیں۔ یہ ماتن کے مذکورہ بالا قول کی تشریح ہے۔ یعنی من قذف زوجته العفيفة کی۔

و يعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفها و هي امة او كافرة ثم اسلمت او عتقت فلا حد و لا لعان زيلعي و يسقط اللعان بعد وجوبه بالطلاق البائن ثم لا يعود بتزوجها بعده لان الساقط لا يعود و كذا يسقط بزناها و وطئها بشبهة و بردتها و لا يعود لو اسلمت بعده و يسقط بموت شاهد القذف و غيبته.

ترجمہ اور قذف کے وقت عورت کا محصنہ ہونا معتبر ہے۔ پس اگر اس کو (عورت کو) مرد نے عیب لگایا درانحالیکہ وہ باندی ہے، یا کافرہ ہے۔ پھر بعد میں وہ اسلام لے آئی (مسلمان ہو گئی) یا آزاد کر دی گئی۔ تو نہ حد ہے اور نہ لعان، اور لعان واجب ہونے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے طلاق بائن کی وجہ سے۔ پھر اس کے بعد اس عورت سے شادی کر لینے کے بعد کبھی عود نہ کرے گا، اس لئے کہ ساقط عود نہیں کرتا۔ اسی طرح عورت کے زنا کرنے یا شبہ میں وطی کرنے سے لعان ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مرتد ہونے سے بھی۔ اور عود نہیں کرتا اگر اس کے بعد اسلام میں داخل ہو گئی۔ قذف کے شاہد مر جانے اور اس کے غائب ہو جانے سے لعان ساقط ہو جاتا ہے۔

تشریح: عورت کے محصنہ ہونے کا فائدہ عیب لگانے کے وقت عورت کا محصنہ (عفیفہ) ہونا معتبر ہے۔ اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ عورت عیب لگائے جانے کے وقت اگر باندی یا کافرہ تھی اور عیب لگائے جانے کے بعد وہ مسلمان ہو گئی یا باندی آزاد ہو گئی، تو عیب لگانے کے جرم میں شوہر پر نہ لعان واجب ہو گا اور نہ حد قذف جاری ہو گی (کذا فی الزیلعی) اس وجہ سے کہ باندی اور کافرہ کو عیب لگانے سے حد اور لعان دونوں واجب نہیں ہوتے اور عورت کے آزاد ہونے یا مسلمان ہونے کے بعد شوہر نے عیب نہیں لگایا۔ اس لئے شرط نہ پائے جانے کی

وجہ سے دونوں سزائیں جاری نہ ہوں گی۔

طلاق بائن سے لعان ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح شوہر پر لعان واجب ہونے کے بعد اگر شوہر نے اس بیوی کو طلاق بائن دیدی، تو لعان کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ پھر طلاق بائن دینے کے بعد اگر شوہر نے اس سے دوبارہ نکاح کر لیا ہے تو اب لعان کا اعادہ نہ ہوگا اس وجہ سے کہ جو چیز ایک مرتبہ ساقط ہو جاتی ہے۔ وہ دوبارہ عود نہیں کرتی۔ یعنی قذف کے بعد جب اس نے طلاق بائن دیدی تو لعان ساقط ہو گیا۔ کیونکہ زوجیت کا رشتہ منقطع ہو گیا۔ پھر دوبارہ نکاح کر لینے سے لعان دوبارہ واجب نہ ہوگا۔

لعان واجب ہونے کے بعد عورت زنا کرلے اسی طرح لعان واجب ہونے کے بعد اگر عورت نے زنا کا ارتکاب کر لیا۔ یا اس کے ساتھ کسی نے شبہ میں وطی کر لی۔ یا عورت مرتد ہو گئی۔ اور اس کے بعد دوبارہ پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئی تو لعان دوبارہ عود نہ کرے گا۔

قذف کا شاہد مر جائے یا غائب ہو جائے اسی طرح شہادت دینے کے بعد قذف کا شاہد مر جائے یا غائب ہو جائے تو لعان ساقط ہو جاتا ہے۔

لا يسقط لو عمي الشاهد او فسق او ارتد و لو قال لزوجته زنيت و انت صبية او مجنونة و هو اى الجنون معهود فلا لعان لاسناده لغير محله بخلاف زنيت و انت ذمية او امة او منذ اربعين سنة و عمرها اقل حيث يتلاعنان لاقتصاره فتح و صفته ما نطق النص الشرعي به من كتاب و سنة فان التعنا و لو اكثره بانت بتفريق الحاكم فيتوارثان قبل تفريقه الذى وقع اللعان عنده و يفرق و ان لم يرضيا بالفرقة شمني.

ترجمہ اور لعان ساقط نہیں ہوتا، اگر شاہد نابینا ہو جائے یا فاسق اور مرتد ہو جائے۔ اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا اس حال میں کہ تو بچی تھی۔ یا مجنونہ (دیوانی) تھی۔ اور وہ یعنی جنون معلوم تھا تو لعان واجب نہیں ہوتا اس کے منسوب ہونے کی وجہ سے اس کے غیر محل کی طرف بخلاف اس کے کہ شوہر نے کہا کہ تو نے زنا کیا درانحالیکہ تو ذمیہ تھی یا باندی تھی چالیس برس سے۔ اور حالانکہ عورت کی عمر اس سے کم ہو تو دونوں لعان کریں گے اس کے اقتصار کی وجہ سے (فتح) اور اس کا طریقہ جو نص شرعی نے بیان کیا ہے۔ کتاب و سنت میں ہے۔ پس اگر دونوں نے لعان کر لیا۔ اگرچہ اس کا اکثر حصہ لعان کیا ہو۔ تو حاکم کے تفریق سے عورت بائنہ ہو جائے گی۔ پس دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، حاکم کی تفریق سے پہلے جس میں اس کے پاس تفریق واقع ہوئی ہے۔ اگرچہ دونوں فرقت پر راضی نہ ہوں۔

تشریح: قذف کے بعد شاہد کا اندھا ہو جانا یا فاسق یا مرتد ہو جانا اسی طرح اگر قذف کے بعد گواہ اندھا ہو جائے یا فاسق یا مرتد ہو جائے تو لعان ساقط نہیں ہوتا۔

نابالغ بچی یا باندی پر عیب لگانے کا حکم اور شوہر نے اپنی بیوی سے کہا تو نے زنا کیا جب کہ تو بچی تھی یا دیوانی تھی۔

حالانکہ اس کا جنون سب کو معلوم ہے تو اس صورت میں لعان نہیں ہے۔ اس لئے کہ زنا کی نسبت غیر محل کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ بچپن کا زمانہ اور عورت کا دیوانی ہونا زنا کی قباحت کو قبول نہیں کرتے۔

کسی ذمیہ عورت پر یا باندی پر عیب لگانا

اس کے بر خلاف اگر شوہر نے بیوی سے کہا تو نے زنا کیا اس حالت میں کہ تو ذمیہ تھی۔ یا باندی تھی۔ یا یہ کہا کہ تو نے چالیس برس کی عمر میں زنا کیا ہے۔ حالانکہ بیوی کی عمر چالیس برس سے کم ہے۔ مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے۔ تو لعان واجب ہو گا۔ کیونکہ شوہر نے کوتاہی یہ کی ہے کہ اس نے وقت کم بتایا ہے۔ کیونکہ زنا ولادت سے پہلے تو پایا ہی نہیں جاسکتا۔ اس لئے چالیس برس کی تعیین کا ذکر لغو ہو گیا اور صرف لفظ زَنَیْتِ باقی رہ گیا۔ اور یہ موجب لعان ہے (فتح القدیر۔ حاشیۃ المدنی)

لعان کا طریقہ

اور لعان کا طریقہ وہی ہے جس کو قرآن مجید اور حدیث شریف نے بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ قاضی میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کرے اور پہلے شوہر سے کہے کہ تو لعان کر تو شوہر چار مرتبہ یوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں۔ اس کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں۔ اور پانچویں بار یوں کہے کہ خدا کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو۔ نیز زنا کی نسبت کرتے وقت عورت کی جانب اشارہ کرتا جائے۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ یوں کہے۔ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں۔ اور پانچویں بار کہے۔ اللہ کا غضب عورت پر ہو اگر مرد سچا ہو عورت کی جانب زنا کی نسبت کرنے میں۔

لعنت کے اقسام

رحمت الٰہی سے دور پھینکنا تو یہ لعنت کافروں کے ساتھ خاص ہے۔ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ دوسری قسم۔ صالحین اور ابرار کے مراتب سے دور پھینکنا، لعان کے باب میں اسی قسم کو معتبر مانا گیا ہے۔ (حاشیۃ المدنی)

تفریق کے بعد عورت بائنہ ہو جائے گی

پھر اگر میاں بیوی میں سے ہر ایک نے لعان کر لیا۔ اگرچہ چار چار مرتبہ لعان نہ بھی کیا ہو، بلکہ اکثر بار مثلاً تین بار لعان کر لیا ہے تو عورت بائن ہو جائے گی حاکم کے جدا کرنے کی وجہ سے۔

بغیر حاکم بینونت کا حکم

لیکن اگر ابھی حاکم نے تفریق نہیں کی ہے تو جدائی واقع نہ ہو گی۔ اس حالت میں اگر دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا تو دوسرا اس کا وارث ہو گا۔

حاکم کا فریضہ

لعان کے بعد حاکم پر ضروری ہے کہ دونوں کے درمیان جدائی کرا دے۔ خواہ دونوں راضی ہوں یا نہ ہوں۔ اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان میل ملاپ نہیں ہے۔ (کذا ذکرہ الشمنی)

و لو زالت اهلية اللعان فان بما يرجى زواله كجنون فرق و الا لا و لو تلاعنا فغاب احدهما و كل بالتفريق فرق تاتارخانية و مفاده انه اذا لم يؤكل ينتظر فلو لم يفرق الحاكم حتى عزل او مات استقبله الحاكم الثانى خلافا لمحمد اختيار و لو اخطأ الحاكم ففرق بينهما

بعد وجود الاکثر من کل منھما صح و لو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا .

ترجمہ اور اگر زائل ہو گئی لعان کی اہلیت پس اگر ایسی چیز کی وجہ سے زائل ہوئی ہے کہ جس کا زائل ہونا ممکن ہے۔ مثلاً جنون طاری ہو گیا تو تفریق کی جائے گی۔ ورنہ نہیں اور اگر دونوں نے لعان کر لیا اس کے بعد دونوں میں سے کوئی ایک غائب ہو گیا۔ تفریق سے پہلے تو تفریق کا حکم کیا جائے گا (تاتارخانیہ) اور اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر بھاگنے والا کسی کو وکیل بنا کر نہیں گیا تو حاکم انتظار کرے اور اگر حاکم نے تفریق نہیں کی۔ یہاں تک وہ معزول کر دیا گیا یا وہ مر گیا۔ تو دوسرا حاکم اپنے سامنے دوبارہ لعان کرائے امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور اگر حاکم نے غلطی کر دی۔ پس دونوں کے درمیان جدائی کرا دے۔ دونوں کی جانب سے اکثر کے پائے جانے کے بعد درست ہے اگر تفریق اقل کے بعد ہو یعنی ایک یا دو مرتبہ کے بعد جدائی کی ہے۔ تو نہیں۔

تشریح: بعد لعان اہلیت کا زائل ہو جانا اور اگر لعان کرنے کے بعد لعان کی اہلیت زائل ہو گئی تو زوال اہلیت اگر ایسی چیز ہے جس کے دور ہونے کی امید کی ہے۔ جیسے جنون تو حاکم دونوں میں تفریق پیدا کر دے۔ اور اگر اس چیز کے زائل ہونے کی امید نہیں ہے۔ مثلاً شوہر نے اپنی تکذیب کر دی یا دونوں میں سے کسی ایک نے کسی عورت پر تہمت لگا دی۔ اور اس جرم میں اس پر حد قذف جاری ہو گئی۔ یا مثلاً کسی نے بیوی سے وطی حرام کر لیا۔ یا دونوں میں سے کوئی ایک گونگا ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں حاکم دونوں لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق نہ کرائے، کیونکہ لعان کی اہلیت باقی نہیں رہی ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

تفریق سے قبل حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا لعان کے بعد ابھی حاکم نے زوجین کے درمیان تفریق نہیں کرائی تھی کہ حاکم مر گیا۔ یا معزول ہو گیا۔ تو دوسرا حاکم اپنے سامنے دوبارہ لعان کرائے۔ اس کے بعد تفریق کرے۔ یعنی دوسرے حاکم کو پہلے حاکم کے لعان کی بنیاد پر تفریق کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لعان کا اعادہ شرط نہیں ہے۔ بلکہ لعان کا اعادہ کئے بغیر حاکم ثانی تفریق کرا سکتا ہے (کذافی الاختیار)

اگر حاکم نے غلطی سے تفریق کرا دی اور اگر حاکم چوک گیا اور اس نے دونوں میں جدائی کرا دی لعان کے اکثر حصے کے پائے جانے کے بعد۔ مثلاً عورت اور شوہر نے تین تین بار لعان کر لیا تھا۔ اس کے بعد حاکم نے تفریق کر دی۔ تو صحیح ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل یعنی اکثر کو کل کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ اور اگر لعان کی تعداد کے کمتر حصہ کے بعد جدائی کرائی ہے مثلاً دو یا ایک مرتبہ لعان ہوا تھا کہ اس نے تفریق کر دی۔ تو یہ تفریق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ الاقل کالعدم یعنی کمتر حصہ قائم مقام معدوم ہونے کے ہوا کرتا ہے۔

و لو فرق بعد لعانہ قبل لعانھا نفذ لانہ مجتھد فیہ تاتارخانیۃ و قیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ھو فلا ینفذ و حرم وطؤھا بعد اللعان قبل التفریق لما مر و لھا نفقۃ العدۃ و ان

قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح و کون العلوق فی حال یجزی فیه اللعان حتی لو علق و ھی امة او کتابیة فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن و اما شروطا لنفی فستة مبسوطة مذکورة في البدائع و سیجیئ و ان اکذب نفسه و لو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد للقذف.

ترجمہ اور اگر شوہر کے لعان کے بعد اور عورت کے لعان سے پہلے اگر حاکم نے تفریق واقع کر دی، تو واقع ہو جائے گی کیونکہ اس میں اجتہاد کیا گیا ہے۔ یعنی یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے (تاتار خانیہ) اور بحر میں اس کو مقید کیا ہے قاضی حنفی کے علاوہ کے ساتھ، اور بہر حال وہ (یعنی قاضی حنفی) تو نافذ نہ ہوگی۔ اور زوجہ سے لعان کے بعد تفریق سے پہلے وطی کرنا حرام ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کے لئے عدت کا نفقہ واجب ہے۔ اور اگر شوہر نے کسی زندہ لڑکے کے ساتھ قذف کیا تو حاکم اس کے نسب کو باپ سے نفی کر دے گا۔ اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا۔ بشرطیکہ نکاح صحیح ہو گیا تھا۔ اور اس شرط کے ساتھ کہ علوق اس حالت میں ہوا کہ جس میں لعان جاری ہو سکتا ہے۔ جہاں تک کہ اگر علوق ہوا اس حال میں کہ عورت باندی تھی یا کتابیہ تھی۔ پس اس کے بعد وہ آزاد کر دی گئی۔ یا مسلمان ہو گئی۔ تو نسب کی نفی نہ کرے گا دونوں میں لعان کی اہلیت نہ ہونے کی بنا پر اور بہر حال نفی کی شرطیں، تو وہ چھ ہیں۔ جو پوری بسط کے ساتھ بدائع میں مذکور ہیں، اور ان کا بیان عنقریب آئے گا۔ پس اگر شوہر نے اپنے آپ کو جھوٹا بتا دیا۔ اگرچہ دلالۃً ہی سہی۔ بایں طور کہ وہ لڑکا جس کے نسب کی نفی کی گئی ہے۔ مال چھوڑ کر مر گیا۔ تو اس نے نسب کا دعویٰ کر دیا۔ تو اس پر قذف کی حد جاری کی جائے گی۔

تشریح: شوہر کے لعان کے بعد عورت کے لعان سے پہلے اگر حاکم تفریق کر دے

اور اگر حاکم شوہر کے لعان کے بعد اور عورت کے لعان سے پہلے ہی دونوں میں تفریق کر دے تو یہ تفریق نافذ ہو گی (تاتار خانیہ میں اسی طرح لکھا ہے) اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔ یعنی امام اعظمؒ کے نزدیک بیوی کے لعان سے پہلے تفریق جائز نہیں ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے (نہر الفائق) اور بحر الرائق میں اس قید کا اضافہ مذکور ہے کہ قاضی حنفی نہ ہو۔ یعنی اگر حنفی مذہب کے ماسوا اگر شافعی مذہب کے ماننے والے قاضی نے بیوی کے لعان سے پہلے تفریق کر دی تو نافذ ہو گی۔ خواہ میاں بیوی حنفی ہوں یا شافعی ہوں۔ اگر حنفی المذہب قاضی نے ایسی تفریق کی ہے تو وہ نافذ نہ ہو گی۔ اس لئے کہ کسی مقلد قاضی کا حکم اس کے امام کے مذہب کے خلاف نافذ نہیں ہوتا۔

لعان کے بعد وطی کا حکم

اگر حاکم نے لعان کرا دیا مگر ابھی دونوں کے درمیان تفریق واقع نہیں ہوئی تب بھی شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ دونوں لعان کرنے والے میاں بیوی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ نیز عورت کے زمانہ عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہو گا۔ کیونکہ عورت پر عدت واجب ہے۔

زندہ لڑکے سے باپ کے نسب کی نفی کا حکم

اور اگر شوہر نے اپنی عورت پر زندہ لڑکے سے نسب کا انکار کیا

تو حاکم اس لڑکے کا نسب اس کی ماں سے منسوب کرے اور باپ سے اس کی نفی کر دے لیکن شرط یہ ہے کہ میاں بیوی میں نکاح صحیح ہوا ہو۔ نیز دوسری شرط یہ بھی ہے کہ اس بچہ کا حمل اس زمانہ میں قرار پایا ہو کہ عیب لگانے پر لعان جاری ہو سکتا ہو۔ لہٰذا اگر بچہ کا نطفہ اس زمانے میں قرار پایا جب بیوی باندی تھی۔ یا کتابیہ تھی اس کے بعد وہ آزاد ہوئی یا اسلام میں داخل ہوئی۔ تو اس زمانے میں نطفہ قرار پانے کی صورت میں اگر زوج نسب کی نفی کر دے گا۔ تو چونکہ لعان جاری ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی اس لئے باپ سے لڑکے کی نفی نہ کی جائے گی۔

ضروری نکتہ آزاد ہونا، اور مسلمان ہونا لعان کی شرائط میں سے ہیں، نفی ولد کی شرطیں نہیں ہیں۔ لہٰذا نکاح فاسد میں ولد کی نفی کرنے سے لعان واجب نہ ہوگا۔ نیز نسب کی بھی نفی نہ ہوگی (کذا فی حاشیہ المدنی ناقلا عن النہر والبحر)

ولد کے نسب کی نفی کی شرائط جہاں تک لڑکے کے نسب کی نفی کا تعلق ہے۔ تو اس کے لئے چھ شرطیں ہیں جو بدائع میں تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں وہاں سے نقل کر کے ہم یہاں بیان کرتے ہیں، پہلی شرط تفریق حاکم (۲) قرب ولادت (۳) صراحۃً یا اشارۃً نسب کا اقرار نہ کرنا (۴) لڑکے کا زندہ ہونا (۵) تفریق واقع ہونے کے بعد اسی حمل سے عورت دوسرا بچہ نہ جنے۔ (۶) نسب کے ثبوت کا حکم شرعاً کسی بنا پر نہ ہوا ہو (حاشیہ مدنی)

بعد لعان شوہر اپنی تکذیب کر دے پھر لعان واقع ہو جانے کے بعد اگر شوہر نے خود ہی اپنی تکذیب کر دی۔ یہ تکذیب گو اشارۃً ہی کی ہو، صراحۃً تکذیب نہ کی ہو مثلاً جس لڑکے سے اس نے نسب کا انکار کر دیا تھا۔ وہ لڑکا مر گیا اور اپنے پیچھے بہت سامال واسباب چھوڑ گیا۔ اب مرنے کے بعد اس نے نسب کا دعویٰ کر دیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

وله بعد ما كذب نفسه ان ينكحها حد اولا و كذا اذا قذف غيرها فحد او صدقته او زنت و ان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له تزوجها اذا خرجا او احدهما عن اهلية اللعان و لا لعان لو كانا اخرسين أو احدهما و كذا لو طرأ ذلك الخرس بعده اى اللعان قبل التفريق فلا تفريق ولاحد لذرئه بالشبهة مع فقد الركن و هو لفظ اشهد و كذا لا تلاعن بالكتابية كما لا لعان بنفي الحمل لعدم تيقنه عند القذف و لو تيقناه بولادتها لاقل المدة يصير كانه قال ان كنت حاملا فكذا و القذف لا يصح تعليقه بالشرط.

ترجمہ اور شوہر کے لئے بعد اس کے کہ اس نے اپنے نفس کی تکذیب کر دی جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کر لے حد جاری کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ اسی طرح اگر اس نے اس کے علاوہ دوسری عورت کو عیب لگایا پس اس پر حد جاری کی گئی۔ یا عورت نے اس کی تصدیق کر دی۔ یا عورت نے زنا کا ارتکاب کیا اگرچہ حد جاری نہیں کی جا سکی۔ عفت زائل ہونے کی وجہ سے۔ اور حاصل یہ ہے کہ شوہر کے لئے اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے۔ جب دونوں یا ان میں سے کوئی ایک لعان کی اہلیت سے خارج ہو جائے۔ اور لعان نہیں ہے اگر دونوں گونگے ہوں یا ان میں سے کوئی ایک گونگا ہو اور اسی طرح اگر یہ گونگا پن لعان کے بعد تفریق سے پہلے طاری ہوا ہو اور نہ تفریق ہے اور نہ حد کا اجراء اگرچہ وہ کسی شبہ کی وجہ سے ٹل گئی ہو، لعان کا ایک رکن گم

ہونے کی وجہ سے اور وہ لفظ اشہد ہے اسی لئے لعان نہ کیا جائے گا تحریری بیان کے ذریعہ جس طرح حمل کی نفی کرنے سے لعان نہیں ہوتا۔ قذف کے وقت اس کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور اگر اس کا یقین ہو گیا عورت کے اقل مدت حمل میں بچہ پیدا کرنے کی وجہ سے تو ایسا ہو گا جیسا کہ شوہر نے کہا۔ اگر تو حمل والی ہے تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں ہے، اور قذف کو شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔

تشریح: تکذیب کرنے کے بعد نکاح درست ہے

اگر لعان کرنے والے شوہر نے اپنی تکذیب کر دی تو بیوی سے دوبارہ نکاح کر لینا جائز ہے حد قذف جاری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کیونکہ تکذیب کے بعد لعان باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا وہ حرمت جو لعان کے سبب سے عائد ہوئی تھی ختم ہو گئی۔

زوج کا اپنی بیوی سے بعد لعان شادی کرنا درست ہے

اسی طرح شوہر کا اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کر لینا درست ہے۔ اگر زوج نے اپنی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کو عیب لگایا اور اس جرم میں شوہر پر حد قذف جاری ہو گئی یا عورت نے شوہر کے قذف کی تصدیق کر دی، یا زنا کر لیا، اگرچہ اس پر حد زنا کی جاری نہ ہوئی ہو۔ تو بھی شوہر سے نکاح درست ہے۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں عفت زائل ہو گئی۔ حاصل یہ ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ لعان کے بعد جب کہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک لعان کی اہلیت سے نکل جائے۔

میاں بیوی دونوں گونگے ہوں یا ایک گونگا ہو

اسی طرح زوجین یا ان میں سے کوئی ایک اگر گونگا ہو گو یہ گونگا پن ان کا پیدائشی نہ ہو، بلکہ لعان کے بعد اور تفریق سے پہلے یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہو۔ تو اب نہ تفریق ہو گی۔ اور نہ ان پر حد جاری ہو گی۔ کیونکہ شبہ کی وجہ سے حد ٹل جاتی ہے۔ جب دونوں گونگے ہیں۔ یا ایک ان میں سے گونگا ہے۔ تو لعان کا ایک رکن یعنی لفظ اشہد کا کہنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے ایک رکن نہ پایا گیا ہو۔ نیز صرف تحریر میں لفظ اشہد لکھنے سے رکن ادا نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب دونوں میں سے کوئی گونگا ہو گا تو حد قذف جاری نہ ہو گی اور قذف میں شبہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے۔

حمل کی نفی سے لعان واجب نہیں

اسی طرح شوہر نے اگر اپنے حمل کی نفی کر دی تو یقینی نہ ہونے کی بنا پر لعان نہ ہو گا۔ کیونکہ قذف کے وقت حمل یقینی نہیں تھا۔ اس وجہ سے کہ شبہ یہ ہے کہ پیٹ کی بیماری کی وجہ سے پھول گیا ہو حمل نہ ہو۔

اگر حمل کا ہونا یقینی ہو

چونکہ ولادت اقل مدت حمل میں ہوئی ہے۔ یعنی جس وقت شوہر نے عورت پر عیب لگایا اس سے چھ ماہ سے کم میں ولادت ہو گئی۔ جس سے یقین ہو گیا کہ قذف کے وقت حمل یقینی تھا۔ تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک لعان ثابت نہ ہو گا زیادہ سے زیادہ شوہر کے نفی حمل کو تعلیق پر محمول کر لیں گے یعنی گویا شوہر نے یہ کہا کہ اگر تو حاملہ ہوئی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں ہے۔ جب کہ قذف شرط پر معلق نہیں ہوتا۔ مگر صاحبین کے نزدیک ولادت حمل کے بعد لعان جاری ہو گا۔

و تلاعنا بقوله زنيت و هذا الحمل منه للقذف الصريح و لم ينف الحاكم الحمل لعدم الحكم عليه قبل ولادته و نفيه عليه الصلوة والسّلام ولد هلال لعلمه بالوحی نفی الولد الحی عند التهنية و مدتها سبعة ايام عادة و عند ابتياع آلة الولادة صح و بعده لا لاقراره به دلالة ولو غائبا فحالة علمه كحالة ولادتها و لاعن فيهما فيما اذا صح اولا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفي الولد و لم ينتف النسب فقوله فيما مرو نفی نسبه ليس علی اطلاقه.

ترجمہ اور دونوں لعان کریں۔ شوہر کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل اسی سے ہے قذف صریح پائے جانے کی وجہ سے اور حاکم حمل کی نفی نہ کرے ولادت سے پہلے اس پر حکم نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ہلال کے ولد کی نفی کا حکم فرمانا اس وجہ سے تھا کہ آپ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا تھا۔ شوہر نے مبارکباد دینے کے وقت زندہ لڑکے کی نفی کر دی۔ اور اس کی مدت عادۃً سات دن ہیں۔ اور ولادت کا سامان خریدنے کے وقت تو صحیح ہے۔ اور اس کے بعد صحیح نہیں ہے۔ اس کے اقرار کرنے کی وجہ سے دلالۃً لڑکے کا، اگرچہ وہ غائب ہو۔ پس اس کے علم کی حالت ایسی ہے جیسے عورت کے ولادت کی حالت اور لعان کریں دونوں ان دونوں صورتوں میں۔ یعنی اس صورت میں جب وہ اولاً صحیح ہو، قذف کے پائے جانے کی وجہ سے۔ پس تحقیق کہ لعان متحقق ہو گیا۔ ولد کی نفی کرنے سے، مگر نسب منتفی نہیں ہوا۔ پس اس کا سابقہ قول " و نفی وَلَدَہٗ" اپنے اطلاق پر نہیں ہے۔

تشریح: میاں بیوی دونوں لعان کریں اگر شوہر نے اس طرح کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا کا ہے، تو دونوں لعان کریں گے۔ کیونکہ اس میں صراحۃً قذف پایا گیا۔ یعنی اس طرح کہنے میں صراحۃً زنا کی تہمت پائی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف پہلے والے مسئلے میں کہ اس میں حمل کی نفی تھی، زنا کی نسبت نہیں تھی۔

حاکم حمل کی نفی نہ کرے گا عورت حمل سے ہے، اور اس پر لعان کا حکم کیا گیا ہے۔ تو حاکم حمل کی نفی نہ کرے اس لئے کہ لعان میں حمل پر کوئی حکم ولادت سے پہلے نہیں لگایا جا سکتا۔ یعنی ولادت کے بغیر ثبوت حمل متصور نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے پیٹ کسی بیماری کی وجہ سے پھول گیا ہو۔ اور ثبوت حمل میں جب تردد ہو تو حاکم کیوں کر کوئی حکم عائد کر سکتا ہے۔

ایک اہم اعتراض اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سنن ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت منقول ہے۔ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ بیوی سے لعان کیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ اور فیصلہ فرمایا کہ عورت کے لڑکے کو کوئی ہلال ابن امیہ کا بیٹا نہ کہے۔ لہٰذا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیصلے میں ولد کی نفی فرما دی تو کیا وجہ ہے کہ حاکم کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

الجواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہلال بن امیہ کے لڑکے کے بارے میں نفی کا فیصلہ فرمانا اس وجہ سے تھا کہ آپ کو بذریعہ وحی کے اس کی اطلاع دیدی گئی تھی۔ لیکن ختم نبوت کے بعد بذریعہ

دی اس کا علم ہونا محال ہے۔ اس لئے ظاہر پر ہی حکم عائد کیا جائے گا۔

تہنیت کے وقت سات دن کے اندر شوہر نے لڑکے کی نفی کر دی

اور اگر مرد نے زندہ لڑکے کے نسب کی نفی مبارکباد دینے کے وقت سات دن کے اندر اندر کر دی یا سامان ولادت کے خرید کرنے وقت نسب کی نفی کر دی تو نفی صحیح ہوگی۔ لیکن اگر اس مدت کے گذرنے کے بعد نفی کی تو صحیح نہ ہوگی۔

ثبوت نسب کی دلیل

اس لئے کہ جب شوہر نے سات دن تک نسب کی نفی نہیں کی تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کے نسب کا اقراری ہے۔ لہٰذا (سات دن کے بعد) اس کا نفی کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

شوہر غائب ہو اس وقت بچہ پیدا ہوا

لیکن بچہ کی پیدائش کے وقت اگر شوہر غائب ہو تو جس وقت اسے بچہ کی پیدائش کا علم ہوا، اور علم ہونے کے بعد سات دن کے اندر اندر اس نے نسب کی نفی کر دی تو معتبر ہوگی۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ چالیس دن جو کہ مدت نفاس بھی ہے۔ اگر مرد نے نسب کی نفی کر دی تو نفی کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ (کذا فی الہدایہ)

بچہ کی نفی کی صورت میں لعان کرنا چاہیے

شوہر کو دونوں صورتوں میں لعان کرنا چاہیے یعنی اس صورت میں بھی کہ اس کی نفی صحیح ہے اور اس صورت میں بھی کہ جس میں اس کی نفی صحیح نہیں ہے کیونکہ عیب لگانا۔ دونوں ہی صورتوں میں پایا گیا۔

نفی کے صحیح نہ ہونے کی صورت میں

لعان اس وجہ سے کہ اس نے ولد کی نفی کی ہے۔ جب کہ لڑکے کا نسب منتفی نہیں ہوا لہٰذا مصنفؒ کا قول سابق کہ قذف ولد کی صورت میں حاکم اس کے نسب کے منتفی ہونے کا حکم کر دے۔ تو وہ حکم مطلق نہیں ہے۔ بلکہ صحت نفی کی قید کے ساتھ مقید ہے یعنی نفی ولد کی جب جملہ شرطیں پائیں جاویں تب نفی کرے گا۔ مطلقاً نفی نہیں کرنا چاہیے۔

نفی اول التوأمین و اقربا لثانی حد ان لم یرجع لتکذیبه نفسه و ان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفها بنفیه والنسب ثابت فیهما لانهما من ماء واحد.

ترجمہ

شوہر نے دو جوڑواں بچوں میں سے پہلے بچہ کے نسب کی نفی کی اور دوسرے بچے کے نسب کا اقرار کر لیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اگر وہ رجوع نہ کرے کیونکہ اس نے خود ہی اپنی تکذیب کی ہے۔ اور اگر اس کا برعکس کیا ہے تو لعان کرے۔ اور رجوع نہ کرے۔ کیونکہ اس کی نفی کر کے اس نے قذف کا ارتکاب کیا ہے اور نسب دونوں صورتوں میں ثابت ہوگا کیونکہ دونوں ایک پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔

تشریح: ایک پیٹ سے دو جوڑواں پیدا ہونے والے بچے

بیوی کے دو بچے جوڑواں پیدا ہوئے۔ شوہر نے اول کے نسب کی نفی کر دی اور دوسرے کے نسب کا اقرار کر لیا۔ تو اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ کیونکہ اس نے دوسرے کے نسب کا اقرار کر کے اپنے قول

کی خود ہی تکذیب کردی ہے۔

دوجوڑواں بچوں کی اصطلاحی تعریف

فقہ کی اصطلاح میں جوڑواں بچے ان بچوں کو کہا جاتا ہے۔ جن کی ولادت کے درمیان چھ ماہ سے کم کی مدت لگی ہو کیونکہ پورے حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس لئے ایک کے نفی اور دوسرے کے اقرار کا کوئی موقع نہیں ہے۔

رجوع نہ کرنے کی قید کا فائدہ

شارح نے اس میں رجوع نہ کرنے کی قید کا اضافہ کیا ہے یعنی اگر وہ انکار نسب کے قول سے رجوع نہ کرے گا تب حد جاری ہوگی۔ مگر شیخ رحمتی محشی نے کہا ہے کہ شارح کی یہ قید بے موقع ہے۔ کیونکہ جب اس نے دوسرے لڑکے کے نسب کا اقرار کرلیا ہے تو اس کے قول اول کی تکذیب خود ہی ہوگئی۔ اس وجہ سے کہ دونوں جوڑواں بچے ایک ہی نطفہ سے ہیں۔ لہٰذا وہ قذف کرنے والا ہو چکا۔ اب بعد میں رجوع ہو جانا حد کو ساقط نہ کرے گا۔ اسی وجہ سے کتاب بحر الرائق، نہر الفائق اور درر، منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کاتب نے غلطی سے لکھ دیا ہو (کذا فی حاشیہ المدنی)

اگر اس کا برعکس کردیا

اگر شوہر نے پہلے قول کے برعکس کردیا، یعنی شوہر نے دونوں جوڑواں بچوں میں سے اول بچے کے نسب کا اقرار کرلیا اور ثانی کا انکار کردیا تو لعان کرنا پڑے گا بشر طیکہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے۔ کیونکہ جب شوہر نے دوسرے بچے کے نسب کا انکار کردیا۔ تو لازم آیا کہ اول کا اقرار کیا لہٰذا عورت کی عفت کا قائل ہوگیا۔ لیکن جب ثانی کی نفی کی تو عفیفہ کو قذف کرنا (عیب لگانا) لازم آیا۔ اس لئے لعان واجب ہوگا۔

دونوں صورتوں میں نسب ثابت ہوگا

اور مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں دونوں لڑکوں کا نسب ثابت ہوگا۔ کیونکہ دونوں بچے ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں ہے۔

و لو جاءت بثلثة في بطن واحد فنفى الثاني و اقربا لاول والثالث لا عن و هم بنوه ولو نفى الاول والثالث و اقربا لثاني يحدوهم بنوه كموت احدهم شمنى مات ولدا للعان و له ولد فادعاه الملاعن ان ولد اللعان ذكرا يثبت نسبه اجماعا و ان كان انثى لا لاستغنائها بنسب ابيه خلافا لهما ابن ملك فروع الاقرار بالولد الذى ليس منه حرام كالسكوت لاستلحاق نسب من ليس منه بحر.

ترجمہ اور اگر عورت ایک پیٹ سے تین لڑکے لائی (یعنی تین لڑکے جنی) تو اس نے ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث کا اقرار کیا تو لعان کرے۔ اور وہ تینوں اسی کے لڑکے ہیں۔ اور اگر اول اور ثالث کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ اور تینوں بچے اسی کے ہیں۔ ایسے ہی جیسے ان میں سے اگر کوئی ایک مر جائے۔ لعان والا لڑکا مر گیا۔ حالانکہ اس کے لئے ایک لڑکا اور ہے۔ پس دعویٰ کیا لعان کرنے والے نے کہ یہ ولد اللعان مذکر ہے۔ تو اس کا نسب بالاجماع ثابت ہوگا اور اگر مؤنث ہے تو ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ باپ کے نسب سے مستغنی ہے۔ اس میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے (ابن ملک) ولد اللعان کا

انتقال ہو گیا۔ مگر اس کے علاوہ اس کا ایک ولد اور موجود ہے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ تو لعان کرنے والے نے مال کے وارث ہونے کے لالچ میں اس موجود ولد کے نسب کی نفی کرنے کے بعد ولد لعان کے نسب کا دعویٰ کر دیا تو ولد لعان اگر مذکر ہے تو اس کا نسب لعان کرنے والے سے ثابت مان لیا جائے گا۔ اس میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ سب کا اتفاق ہے۔ کیونکہ مرنے والا اگرچہ نسب سے مستغنی ہے۔ مگر اس کا لڑکا نسب کا ضرورت مند ہے۔ تو لعان کرنے والے کا دعویٰ صحیح ہو گا۔ تاکہ مرنے والے کے لڑکے کا نسب ثابت ہو جائے لیکن ولد لعان اگر عورت تھی تو اس کا نسب ملاعن سے ثابت نہ ہو گا۔ کیونکہ اپنے باپ سے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے ولد البنت کے نسب کی اس کو احتیاج نہیں ہے۔

جزئیات اس لڑکے کے نسب کا اقرار کرنا کہ جو اس کے نطفہ سے نہ ہو بالکل حرام ہے۔ اسی طرح سکوت اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ یعنی بچہ اس کے نطفہ سے نہیں مگر اس نے بجائے انکار کے سکوت اختیار کر دیا۔ تاکہ لوگ سکوت کی وجہ سے بچہ کو اس کا بیٹا کہنے لگیں یہ بھی حرام ہے (کیونکہ اس میں لازم آتا ہے کہ اس نے غیر نطفہ کو اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔ اور یہ حرام ہے (کذافی بحر) خلاصہ یہ ہے کہ نسب کا خلط ملط جائز نہیں ہے۔

نسب کے بارے میں حدیث نبویؐ سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو عورت ایک قوم میں اس کو ملائے گی جو اس قوم سے نہیں یعنی ولد الزنا کو اپنے شوہر کا بیٹا ظاہر کرے گی، اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہ کریں گے۔ اور جو مرد اپنے بیٹے کی نفی کرے گا تو خدائے تعالیٰ اس کو اولین و آخرین میں رسوا فرمائیں گے۔

و فیہ متی سقط اللعان بوجہٍ مّا او ثبت النسب بالاقرار و بطریق الحکم لم ینتف نسبہ ابدا فلو نفاہ و لم یلاعن حتی قذفھا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد و لا ینتفی بعد ذلك نفی نسب التوأمین ثم مات احدھما عن توأمہ و امہ و اخ لام فالارث اثلاثا فرضا و رد اللام السدس والاخوین الثلث والباقی یرد علیھم و بہ علم ان نفیہ یخرجہ عن کونہ عصبۃ قال و صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشھا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی و ان صدقہ لولد انتھی قلت قال البھنسی الا ان یکون ممن یولد مثلہ بمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ.

ترجمہ اور اس میں ہے کہ جب کسی وجہ سے لعان ساقط ہو گیا، یا ثابت ہو گیا اقرار سے یا بطریق حکم حاکم کے تو اب اس کا نسب کبھی منفی نہیں ہو سکتا، پس اگر اس کی نفی کر دی اور لعان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس عورت کو کسی اجنبی شخص نے لڑکے کے ساتھ عیب لگا دیا۔ اور اس پر حد جاری کر دی گئی۔ تو لڑکے کا نسب ثابت ہو گیا۔ اور اسکے بعد اب کبھی نسب منتفی نہ ہو گا۔ دو جوڑواں بچوں کے نسب کی نفی کر دی۔ پھر ان دونوں میں سے کوئی ایک مر گیا اپنے پیچھے جوڑواں بھائی، ماں اور اخیافی بھائی چھوڑ گیا، تو بطور فرض مال وراثت کا تین ثلث سے ہو گا۔ اس کے بعد چھٹا حصہ ماں کو دوبارہ دیا جائے گا۔ اور دونوں بھائیوں کو ثلث دیا جائے گا۔ اور باقی مال ان کو رد کے طور پر دیا جائے گا۔ اور معلوم ہوا کہ ان دونوں جوڑواں کی نفی نے اس کو عصبہ ہونے

سے خارج کر دیا۔ صاحب بحر الرائق نے کہا اور فقہاء نے صراحت کی ہے۔ اس کے نسب کے باقی رہنے کی نسب کے منقطع ہونے کے بعد تمام احکام میں۔ عورت کے فراش کے قائم ہونے کی بنا پر، لیکن صرف دو احکام میں اول ارث ہے، اور دوم نفقہ ہے، فقط حتی کہ نفی کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے سے نسب کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر چہ لڑکا اس کی تصدیق کر دے۔

تشریح: لڑکے کا نسب کبھی منتفی نہیں ہوگا

فقہ کی معتبر کتاب بحر الرائق میں مذکور ہے کہ جب کسی وجہ سے لعان ساقط ہو جائے، یا ایک مرتبہ اقرار کرنے کی وجہ سے لڑکے کا نسب ثابت ہو چکا ہو یا قاضی کے حکم جاری کرنے کی وجہ سے لڑکے کا نسب ثابت ہو چکا ہو تو ان سب صورتوں میں آئندہ کبھی بھی لڑکے کا نسب منتفی نہ ہوگا۔

ثبوت نسب کی ایک صورت

اگر شوہر نے بیوی کے لڑکے کی نفی کر دی مگر ابھی لعان نہیں ہوا۔ اور اتفاق سے کسی اجنبی آدمی نے اس عورت پر اس لڑکے کا عیب لگا دیا مثلاً یوں کہا کہ یہ لڑکا اس کے شوہر کا نہیں ہے، اور اس تہمت کی سزا میں اس اجنبی مرد پر حد قذف جاری کر دی گئی، تو مذکورہ لڑکے کا نسب زوج سے ثابت ہو گیا لہٰذا اس اجنبی پر قاضی کے حکم سے حد جاری ہونے کے بعد اس لڑکے کا نسب، زوج سے کبھی نفی نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ جب قاضی کا حکم حد قذف کا ہو گیا۔ تو اسی کے ضمن میں لڑکے کا نسب زوج سے ثابت ہو گیا۔

تفریعات

مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ کتاب تخلیص میں بحر الرائق کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص کے دو بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ شوہر نے ان دونوں کے نسب کا انکار کر دیا پھر ان میں سے کوئی بچہ انتقال کر گیا، اور وارثوں میں جوڑواں بھائی، والدہ اور اخیافی بھائی چھوڑ گیا۔ تو ان تینوں وارثوں کا حق وراثت تین ثلث ہوگا، اور یہ حصہ از روئے فرض کے ملے گا۔ اس طریقہ پر کہ ماں کو چھٹا اور دونوں بھائیوں کو دو تہائی حصہ دینے کے بعد جو حصہ باقی بچ گیا۔ وہ انھیں تینوں کو پھر لوٹا دیا جائے گا۔ برابر برابر یعنی باقی مال میں ایک ایک تہائی حصہ پھر سب کو مل جائے گا۔

مسئلہ:- اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب شوہر نے دونوں جوڑواں بچوں کی نفی کر دی۔ اور ایک مر گیا تو زندہ جوڑواں بچہ مرنے والے بچہ کا عصبہ نہ بن سکے گا۔ اگر چہ دونوں بچے ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے تھے، مگر چونکہ باپ نے نطفہ کا انکار کر دیا تھا۔ اس لئے زندہ توأم بچہ مرنے والے کا عصبہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ عصبہ ہوتا تو دو تہائی مال کا حقدار ہوتا۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر)

ولدلعان کے نسب کا حکم

اور فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ انقطاع نسب کے بعد ولد لعان کا نسب تمام احکام میں باقی رہے گا۔ کیونکہ شوہر صاحب فراش ہے اور ولد لعان کی ماں فراش ہے البتہ دو احکام میں نسب کو ثابت نہ مانیں گے، اول وراثت میں، دوم نفقہ میں۔

ولدلعان کی وراثت

باپ ولد لعان کا وارث نہ ہوگا۔ اور ولد لعان اپنے باپ کا وارث ہوگا۔

ولدلعان کا نفقہ

نیز ولد لعان کا نفقہ بھی باپ پر واجب نہ ہوگا۔ بلکہ یہ نفقہ ولد لعان کی ماں پر واجب ہے۔ ان دونوں احکام کے علاوہ باقی تمام احکام میں باپ کے ساتھ نسب ثابت ہے۔

مسائل جزئیہ چنانچہ کسی دوسرے شخص کو اس لڑکے کے نسب کے دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس طرح کہ کسی ثابت النسب بچہ پر کوئی دوسرا نسب کا دعویٰ نہیں کر سکتا اگر چہ بچہ اس شخص کے نسب کی تصدیق بھی کردے مگر دعویٰ صحیح نہ مانا جائیگا۔

بچہ ثابت النسب اور ولد ملاعنہ میں یکسانیت فتاویٰ عالمگیری ذخیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعض احکام میں ولد ثابت النسب کے مساوی ہے مثلاً اس کی گواہی ملاعن (لعان کرنے والے) کے حق میں درست نہیں ہے۔ اسی طرح ملاعن کی گواہی اس کے حق میں صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح ملاعن کا ولد کو زکوٰۃ دینا بھی درست نہیں اور نہ ولد کا ملاعن کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے اسی طرح ولد کے فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہیں نیز کسی اجنبی آدمی کا ولد پر دعویٰ نسب درست نہیں باوجویکہ ولد اس کی تصدیق کردے اور بعض احکام میں ولد ملاعنہ ولد کے حق میں اجنبی کی طرح ہے، مثلاً وراثت نفقہ میں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے، نہ ایک دوسرے کا نفقہ ان میں سے کسی پر واجب ہوگا۔

نسب ولد کے بارے میں شارح کی رائے شارح نے بحوالہ بہنسی فرمایا، اجنبی شخص نے ولد لعان کے نسب کا جو دعویٰ کیا ہے، وہ وارث نہیں ہے البتہ اس دعویٰ کے صحیح ہونے کی ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ اجنبی آدمی اتنی عمر کا ہو کہ اس سے اتنی عمر کا بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اجنبی نے نسب کا دعویٰ لعان کرنے والے کے مرنے کے بعد کیا ہو، تو دعویٰ نسب درست ہے۔

نسب ولد کے بارے میں امام طحطاوی کی رائے امام طحطاوی نے فرمایا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسے فقیہہ کی جانب منسوب نہیں کیا جو قابل اعتماد ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ استثناء معتبر کتب کے خلاف ہے۔ اس لئے بغیر سند کے اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

باب العنین وغیرہ

عنین وغیرہ کے احکام کا بیان

هو لغة من لايقدر على الجماع فعيل بمعنى مفعول و جمعه عُنُن و شرعا من لايقدر على اجماع فرج زوجته يعني لمانع منه ككبر سن او سحر اذ الرتقاء لاخيار لها للمانع منها خانية.

ترجمہ لغت میں عنین وہ شخص جو جماع کرنے پر قادر نہ ہو، عنین فعیل کے وزن پر ہے مگر مفعول کے معنی میں ہے۔ اور اس کی جمع عُنُن ہے۔ اور عنین کے شرعی معنی عنین وہ شخص ہے جو ایسے جماع پر قادر نہ ہو جس سے کہ اس کی بیوی مطمئن و مسرور ہو۔ یعنی شوہر کی جانب سے کسی مانع کی بنا پر جیسے کبر سنی (بڑھاپا) یا سحر (جادو) کی وجہ سے۔ کیونکہ رتقاء کے بارے

میں عورت کو خیار حاصل نہیں ہے۔ کیوں کہ مانع عورت کی جانب سے ہے (خانیہ)

تشریح: عنین کی لغوی تعریف وہ شخص جو جماع پر قادر نہ ہو۔ اسی طرح خصی وہ شخص ہے جس کے خصیہ نہ ہوں۔ خواہ دونوں خصیتین کاٹ کر نکال دیئے گئے ہوں۔ یا مل کر بے جان کر دیئے گئے ہوں مجبوب، وہ شخص جس کا عضو تناسل کاٹ دیا گیا ہو، شیخ کبیر نہایت بوڑھا آدمی جو کبر سنی کے باعث جماع پر قادر نہ رہا ہو۔ شکاز، بیر وزن غماز، وہ شخص کہ عورت عضو کو پکڑ کر کھینچ لے۔ تو انزال ہو جائے۔ اور اس کے بعد عضو تناسل دوبارہ استادہ نہ ہو کہ جس سے جماع کر سکے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

عنین کی اصطلاحی تعریف وہ شخص عنین کہلاتا ہے کہ جو جماع کے ذریعہ عورت کو سکون اور فرحت نہ پہنچا سکے، کسی مانع کی بناء پر۔ مثلاً بڑھاپا کی وجہ سے یا کسی نے اس شخص پر جادو کر دیا ہو جس کی وجہ سے جماع کرنے پر قادر نہیں رہا۔

وطی دبر پر قدرت اگر کوئی شخص جماع علی الفرج پر تو قادر نہیں مگر وطی دبر پر قادر ہے تو وہ بھی شرعاً عنین ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماع پر قدرت کا نہ ہونا۔ مرد کی جانب سے ہو، تو اس پر عنین کے احکام نافذ ہوں گے۔

اگر کمزوری عورت کی جانب سے ہو چنانچہ اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ اس کی شرمگاہ گوشت کی زیادتی کی وجہ سے بند ہو گئی ہو، جسے شرعاً رتقاء کہا جاتا ہے، تو عورت کو جدائی لینے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں عورت کی جانب سے کوتاہی پائی جاتی ہے نہ کہ شوہر کی جانب سے۔

اذا وجدت المرأة زوجها مجبوبا او مقطوع الذكر فقط او صغيره جدا كالزر و لو قصير الا يمكنه ادخاله داخل الفرج فليس لها الفرقة بحر و فيه نظر و فيه المجبوب كالعنين الا في مسئلتين التاجيل و مجئ الولد فرق الحاكم بطلبها لو حرة بالغة غير رتقاء و قرناء و غير عالمة بحاله قبل النكاح و غير راضية به بعده بينهما في الحال ، لو المجبوب صغيرا لعدم فائدة التاجيل.

ترجمہ اور جب عورت اپنے شوہر کو مجبوب پائے یعنی عضو تناسل کٹا ہوا ہو فقط، یا بہت ہی چھوٹا پائے۔ جیسے گھنڈی اگرچہ اس کو داخل کرنا ممکن نہ ہو فرج کے اندرونی حصہ میں تو عورت کے لئے جدائی لینے کا حق نہیں (بحر) اور اسی میں نظر ہے اور اسی میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ مجبوب عنین کے مثل ہے، لیکن دو مسئلوں میں اول مدت میں۔ دوم لڑکا ہونے میں، اور تفریق کر دے۔ حاکم اس کی فرمائش پر اگر عورت حرّہ بالغہ ہو مگر راتقہ نہ ہو۔ اور نہ اس کی شرمگاہ میں کوئی ہڈی ہو۔ یا عورت نکاح سے پہلے اس کا حال نہ جانتی ہو۔ اور نکاح کے بعد اس سے راضی نہ ہو، ان دونوں کے درمیان فی الحال اگرچہ مجبوب صغیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ تاخیر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: بیوی شوہر کو مجبوب پائے کتاب بحر الرائق میں ایک عجیب مسئلہ مذکور ہے، جس پر شارح نے اعتراض

وارد فرمایا۔ وہ یہ کہ بیوی اپنے شوہر کو مقطوع الذکر پائے، یا اس کا عضو تناسل چھوٹا ہو مانند قمیص کی گھنڈی کے ہو اگرچہ اس قدر چھوٹا ہو کہ فرج میں داخل کرنا ممکن نہ ہو، تو عورت کو جدائی لینے کا اختیار نہیں ہے۔ کذافی بحر الرائق۔

شارح کا اعتراض اس مسئلے پر شارح نے اعتراض فرمایا ہے کہ کوتاہی تو شوہر کی جانب سے پائی گئی یعنی اس کا ذکر کٹا ہوا ہے۔ یا اتنا چھوٹا ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں داخل نہیں کیا جا سکتا، تو یہ شخص مقطوع الذکر کے برابر ہے۔ پھر کیا وجہ کہ عورت کو اس سے جدائی لینے کا اختیار نہ ہو۔ (کذافی شرح الوہبانیہ)۔ اصل اعتراض صاحب بحر الرائق سے لیا گیا ہے۔

تفریق مجبوب میں بلوغ کی شرط کتاب بحر الرائق میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ مجبوب سے تفریق میں بلوغ کی شرط نہیں ہے۔

عنین میں بلوغ کی شرط۔ اس کے برخلاف عنین ہے کہ اس سے تفریق لینے میں بالغ ہونے کی شرط ہے۔ اسی طرح مجبوب میں صحت وغیر صحت کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اسی کے برخلاف عنین میں صحت کی شرط ہے۔ یعنی عورت کو تفریق کا حق اس حالت میں ہے جب کہ عنین صحت مند ہو، اور اگر مریض ہے تو اس کو علاج کرانے کا موقع دیا جائے گا۔ اگر بعد علاج کے تندرستی حاصل نہ ہو تو پھر تفریق کرا سکتی ہے۔

اگر عورت حرّہ بالغہ تفریق کا مطالبہ کرے شوہر اگر مجبوب ہو اور عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو حاکم کو چاہیے کہ وہ دونوں میں تفریق کرادے۔

عورت رتقاء یا قرناء ہو اگر عورت کی شرمگاہ میں گوشت بڑھ جانے کی وجہ سے شوہر جماع پر قادر نہ ہو تو یا عورت کی فرج میں کوئی ہڈی نکل آئی۔ جس کی وجہ سے مرد اس سے جماع پر قادر نہ ہو، تو تفریق نہیں کرا سکتی۔

عورت اگر باندی ہو اگر مجبوب کی عورت باندی ہو تو فرقت کا حق باندی کے بجائے۔ اس کے مالک کو حاصل ہوگا۔ اور اگر عورت ابھی صغیرہ نابالغہ ہے۔ تو بالغ ہونے تک تفریق نہ ہوگی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ شوہر کے ساتھ یہ عورت راضی ہو جائے۔ لیکن اگر خود عورت ہی کی طرف سے کمی ہے۔ یعنی شرمگاہ میں ہڈی نکل آئی، یا گوشت اتنا بڑھ گیا کہ شوہر جماع پر قادر نہیں رہا۔ تو اس حالت میں عورت کو فرقت کے مطالبہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور اگر یہ حال جان کر راضی ہوئی جو شوہر کی حالت اوپر بیان کی گئی ہے۔ تو اس صورت میں بھی عورت کو فرقت کا حق حاصل نہیں ہے۔

مجبوب اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت شوہر اگر مجبوب ہو تو حاکم عورت کی طلب پر دونوں کے درمیان جدائی کرادے۔ اور اگر مجبوب نابالغ ہو اور مجبوب بھی تو عورت کے مطالبہ پر حاکم تفریق کرادے۔ تاخیر سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے بالغ ہونے کا انتظار نہ کرے گا۔

فلو جبّ بعد وصوله اليها مرة او صار عنينا بعده اى الوصول لا يفرق لحصول حقها بالوطئ مرة جاءت امرأة المجبوب بولد و لم تعلم بجبه فادعاه ثبت نسبه ثم علمت فلها

الفرقة تاتارخانية ولو ولدت بعد التفريق الى سنتين ثبت لنسبه لاترا له بالسحق والتفريق باق بحاله لبقاء جبه ولو كان عنينا بطل التفريق لزوال عنته بثبوت نسبه كما يبطل التفريق بالبينة على اقرارها بالوصول قبل التفريق لا بعده للتهمة فسقط نظرا الزيعلي.

ترجمہ پس اگر شوہر مجبوب کیا گیا (یعنی اس کا عضو تناسل کاٹ دیا گیا) ایک مرتبہ عورت سے جماع کرنے کے بعد یا اس کے بعد شوہر نامرد ہو گیا۔ تو تفریق نہ کی جائے گی، ایک مرتبہ وطی کرنے سے عورت کا حق حاصل ہو جانے کی وجہ سے۔ اور اگر مجبوب کی بیوی نے کوئی لڑکا جنا اور عورت نے اس کے مجبوب ہونے کو نہیں جانا۔ پس مرد نے اس لڑکے کا دعویٰ کردیا اور اس سے اس کا نسب ثابت ہو گیا۔ پھر اس کے بعد عورت کو علم ہوا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل ہے (تاتارخانیہ) عورت نے بچہ جنا تفریق کے دو برس گذرنے کے بعد تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ کیونکہ رگڑنے سے مجبوب کے انزال ہو سکتا ہے۔ اور تفریق اپنی حالت پر برقرار ہے۔ اس کے مجبوبیت کے باقی رہنے کی وجہ سے اور اگر شوہر نامرد تھا تو تفریق باطل ہو جائے گی۔ اس کی نامردی کے زائل ہو جانے کی وجہ سے اس سے ثبوت نسب کی بناء پر۔ جیسا کہ تفریق باطل ہو جاتی ہے۔ عورت کے اقرار پر بینہ قائم ہونے کی وجہ سے اور تفریق سے قبل جماع کی گواہی سے نہ کہ اس کے بعد تہمت کی وجہ سے پس زیلعی کی نظر ساقط ہو گئی۔

تشریح: وطی کرنے کے بعد اگر شوہر مجبوب ہوگیا عورت سے ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد اگر شوہر کا عضو تناسل کاٹ دیا گیا، یا شوہر نامرد (عنین) ہو گیا۔ تو ان دونوں صورتوں میں تفریق نہ کرائی جائے گی۔ کیونکہ ایک مرتبہ جب شوہر نے جماع کرلیا تو عورت کا حق ادا ہو گیا۔ کیونکہ ایک مرتبہ سے زائد وطی کا حق دیانۃً و قضاءً ثابت نہیں ہے۔ (بحرالرائق ناقلاً عن جامع قاضی خاں)

شرارت سے جماع کا ترک کردینا ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد شرارۃً اگر جماع ترک کردے گا تو گنہگار ہوگا۔ مگر باندی سے ترک جماع میں کوئی حرج نہیں ہے (حاشیہ المدنی ناقلاً عن النہر)

مجبوب کی بیوی سے لڑکا پیدا ہوا اور اگر عورت کو اپنے شوہر کے مجبوب ہونے کا علم نہیں تھا۔ اس حال میں ایک لڑکا جنی اور مجبوب نے اس لڑکے سے اپنے نسب کا دعویٰ کردیا۔ تو نسب کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

دعویٰ ثابت ہونے کے بعد عورت کو علم ہوا اگر مرد کے مجبوب ہونے کا علم عورت کو نسب کے ثابت ہو جانے کے بعد ہوا۔ تو عورت کو تفریق میں اختیار حاصل ہے (کذافی تاتارخانیہ)

تفریق کے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا اور جدائی واقع ہونے کے دو برس تک کوئی لڑکا جنے تو اس لڑکے کا نسب مجبوب شوہر سے ثابت ہوگا۔ کیوں کہ احتمال اس کا ہے کہ مجبوب نے بوقت جماع رگڑ دیا ہو۔ اور اس رگڑنے سے انزال ہو گیا ہو۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو۔ مگر ثبوت نسب کے باوجود تفریق اپنی حالت پر برقرار رہے گی۔ اس لئے کہ شوہر کا مجبوب ہونا باقی ہے۔

اگر شوہر عنین (نامرد) ہو اگر شوہر نامرد ہو۔اور قاضی نے دونوں کے درمیان نامردی کی بناء پر تفریق کرادی۔اور اس جدائی کے بعد پھر بعد میں عورت دو برس کے اندر اندر بچہ جنی تو قاضی کی تفریق باطل ہوجائے گی۔کیونکہ شوہر کی نامردی زائل ہوگئی۔اس لئے کہ اس سے لڑکا پیدا ہوچکا ہے۔

تفریق گواہوں کی گواہی سے باطل ہوجاتی ہے عورت نے دو گواہوں کے سامنے ایک مرتبہ جماع کا اقرار کرلیا۔اور گواہوں نے قاضی کے سامنے اس اقرار کی گواہی تفریق واقع ہونے سے پہلے پیش کردی تو تفریق باطل ہوجاتی ہے۔اور اگر گواہی دی کہ تفریق کے بعد عورت نے جماع کا اقرار کیا ہے۔تواب تفریق باطل نہ ہوگی تہمت کی بنا پر۔لہٰذا زیلعی کا اعتراض ساقط ہوگیا۔

زیلعی کا قول شرح کنز میں زیلعی نے کہا ہے کہ حاکم کی تفریق سے طلاق واقع ہوگئی۔اور یہ طلاق بائن ہے۔پھر یہ تفریق کیوں کر باطل ہوگی۔چنانچہ عورت کا جماع کا اقرار تفریق کے بعد تفریق کو باطل نہیں کرتا۔

الجواب مجبوب سے جو نسب ثابت کیا گیا ہے وہ انزال کے احتمال کی بناء پر کیا گیا ہے۔اور تفریق اس وجہ سے تھی کہ شوہر کا عضو تناسل مقطوع ہے۔اور وہ اب بھی موجود ہے۔اس کے برخلاف ثبوت نسب کا مسئلہ عنین سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ثبوت نسب سے نامردی کا زوال ثابت ہوتا ہے۔اور تفریق نامردی کی بناء پر ہی واقع ہوئی تھی۔لہٰذا جب نامردی دور ہوگئی، تو تفریق بھی باطل ہوگئی۔اس کے برخلاف تفریق کے بعد کا اقرار کرنے میں عورت پر تہمت لازم آتی ہے کہ اس نے قضاء کو باطل کیا ہے۔یعنی یہ کہ عورت نے جھوٹا اقرار اس لئے کرلیا ہے، تاکہ قاضی کا حکم باطل ہوجائے اس لئے عورت کا اقرار قابل قبول نہ ہوگا۔(حاشیہ مدنی ناقلا عن البحر)

و لو وجدته عنینا هو من لایصل الی النساء لمرض او کبر او سحر و یسمی المعقود وهبانیة او خصیا لا ینتشر ذکره فان انتشر لم تخیر بحر و علیه فهو من عطف الخاص علی العام لخفائه و ان کان باو لان الفقهاء یتسامحون فی ذلك نهر.

ترجمہ اور اگر عورت نے اس کو (اپنے شوہر کو) عنین (نامرد) پایا اور عنین وہ ہے جو عورتوں سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو۔کسی بیماری کی بنا پر یا بڑھاپے اور سحر کی بنا پر۔تو اس کا نام عرب میں مفقود رکھا جاتا ہے (وہبانیہ) یا عورت نے اپنے شوہر کو خصی پایا کہ اس کا آلۂ تناسل سیدھا کھڑا نہیں ہوتا ہے پس اگر عضو میں انتشار ہوتا ہے۔تو عورت کو اختیار نہیں ہے (کذا فی بحر الرائق) اور خصی کا عطف عنین پر عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے۔اس کے مخفی ہونے کی وجہ سے اور چونکہ خاص کا عطف عام پر بذریعہ واو عاطفہ ہوتا ہے۔اور اس جگہ خصی کا عطف عنین پر اَوْ کے ذریعہ کیا گیا ہے۔مگر ایسے مواقع پر فقہاء مسامحت سے کام لیتے ہیں اس لئے کہ ان کا اصلی مقصود افادۂ احکام ہوتا ہے الفاظ کی رعایت مقصود نہیں ہوتی اس لئے الفاظ کی ادائیگی میں غلطی ہوسکتی ہے۔(کذا فی نہر الفائق)

تشریح: اگر عورت اپنے شوہر کو نامرد پائے اگر بیوی نے اپنے شوہر کو نامرد پایا اور نامرد وہ ہے جو عورتوں سے جماع کرنے پر قادر نہ ہو۔کسی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس پر کسی نے جادو کردیا ہے۔اہل عرب عنین کو مفقود کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام مربوط بھی ہے۔

یا اس کو خصی پایا یا عورت نے اپنے شوہر کو خصی پایا کہ اس کے عضو تناسل میں استاد گی نہیں، خصی، اسے کہتے ہیں جس کا عضو تناسل موجود ہو مگر خصیتین نہ ہوں، مل دیئے گئے، یا ان کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہو لہٰذا اگر خصی ایسا ہو کہ اس کے عضو تناسل میں استاد گی باقی ہو۔ تو عورت کو فرقت کا اختیار حاصل نہیں (کذافی بحر الرائق)

لہٰذا بر تقدیر عدم استاد گی عضو تناسل۔ لفظ خصی کا عطف عبارت میں عنین پر کیا گیا ہے۔ اور عطف خاص علی العام کے قاعدے سے۔ اور خاص اگرچہ عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے مگر چونکہ اس کا حکم مخفی تھا، اس لئے بطور خاص اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ یعنی شاید یہ وہم ہو کہ تفریق کا حکم صرف عنین کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خصی کا حکم الگ بیان کر دیا۔ اور قاعدہ ہے کہ خاص کا عطف عام پر حرف واؤ سے کیا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ واؤ کے بجائے اَوْ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر فقہاء ایسے امور میں عام طور پر مسامحت سے کام لیتے ہیں۔ اور ان باریکیوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کا مقصد احکام کو بیان کرنا ہوتا ہے (کذافی النہر)

الجواب صاحب بحر الرائق کا جواب نہر الفائق میں دیا گیا ہے۔ خصی کا عطف عنین پر کوئی ضروری نہیں اس لئے کہ عنین خصی کو شامل تھا، اور خاص کے عطف علی العام کے لئے واؤ لانا ضروری ہے، اَو سے کام نہیں چل سکتا۔

اجل سنة لاشتمالها علی الفصول الاربعة و لا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة قمریة بالاهلة علی المذهب ۔ هی ثلثمائة و اربعة و خمسون یوما و بعض یوم و قیل شمسیة بالایام و هی ازید باحد عشر یوما قیل و به یفتی.

ترجمہ یا ایک سال کی مدت دی جائے۔ کیونکہ ایک سال چار حصوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور قاضی شہر کے علاوہ کی تاجیل کے کسی دوسرے کی تاجیل کا اعتبار نہیں ہے۔ درانحالیکہ وہ قمری سال ہو چاند کے لحاظ سے، مختار مذہب کی بنیاد پر۔ اور وہ تین سو چون دن ہیں اور ایک دن کا بعض حصہ ہے، اور کہا گیا ہے سال شمسی ہو، دنوں کے اعتبار سے، اور وہ گیارہ یوم قمری کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ بھی ہے۔

تشریح: عنین اور خصی کو ایک سال کی مہلت دی جائے یعنی اگر عورت اپنے شوہر کے بارے میں نامرد یا خصی ہونے کا دعویٰ کرے، تو شوہر کے لئے ایک برس کی مدت متعین کی جائے (تاکہ وہ اپنا علاج وغیرہ کرا کے اپنے آپ کو عورت کے قابل بنا سکے)

ایک برس کی مدت متعین کرنے کی وجہ ایک سال کی مدت اسلئے مقرر کی گئی ہے کیونکہ سال چار فصلوں پر مشتمل ہوتا ہے، اور آب و ہوا میں تبدیلی کا صحت و مرض پر بڑا اثر مرتب ہوتا ہے سال شمسی ہو یا قمری، سال قمری ہونا چاہیے جس کے ایام پورے سال بھر میں ۳۵۴ دن ہوتے ہیں اور بارہ مہینے۔ (کذافی القہستانی) نیز مدت کی تعیین کا حق صرف قاضی شہر کو حاصل ہے دوسرا کوئی تعیین کرنے کا مجاز نہیں ہے، (کذافی قہستانی) اور بعض فقہاء نے کسر کو ذکر نہیں کیا ہے۔ یعنی بعض یوم کو (کذافی العالمگیری) اور کتاب واقعات اولولجیہ میں قمری سال کی تائید کی گئی ہے۔ اور یہی ظاہر روایت بھی ہے۔ (کذافی الہدایہ) اور یہی قول معتمد ہے۔ صاحب مذہب سے بھی یہی ثابت ہے (کذافی منح الغفار)

آیا شمسی سال کا اعتبار ہے مرد کو مہلت دینے کے بارے میں جس طرح فقہاء کے اقوال قمری سال کے ہیں اسی طرح شمسی سال کے متعلق بھی منقول ہیں اور شمسی ایام قمری ایام کے بہ نسبت گیارہ

دن زائد ہوتے ہیں یعنی ۳۶۵ دن، اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی بھی اسی پر ہے۔ سرخسی نے حضرت امام صاحب سے یہی روایت نقل کی ہے۔ نیز شمس الائمہ سرخسی، صاحب تحفہ، صاحب غایۃ البیان، قاضی خاں اور ظہیر الدین نے شمسی سال کو احتیاطاً اختیار کیا ہے۔ مگر کمال الدین محقق نے کہا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث (جدید) ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے گرامی اس واسطے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا تھا کہ عنین کے واسطے ایک سال مقرر کریں، نیز خود سیدنا فاروق اعظمؓ نے خود بھی ایک برس کی مدت مقرر فرمائی تھی، جس میں شمسی سال کی کوئی قید نہیں تھی۔ چونکہ عرب صرف قمری سال سے واقف تھے۔ شمسی سال سے قطعاً واقف نہیں تھے۔ اس لئے سال قمری ہی رائج تھا۔ اس لئے شریعت میں جہاں سال مطلقاً مذکور ہوگا وہاں قمری سال ہی مراد لیا جائے گا۔ جب تک اس کے خلاف کی صراحت موجود نہ ہو، نیز اور لکھا جاچکا ہے کہ قمری سال ہی ظاہر روایت ہے۔ لہٰذا اسی کو معتمد مانا جائے گا، اور اس کے خلاف لائق التفات نہیں (کذا فی حاشیہ المدنی)

و لو اجل فی اثناء الشهر فبالایام اجماعا و رمضان و ایام حیضها منها و كذا حجه و غیبته لا مدة حجها و غیبتها و مرضه و مرضها مطلقا به یفتی ولو الجیة و یؤجل من وقت الخصومة مالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغه و صحته و احرامه و لو مظاهرا لایقدر علی العتق اجل سنة و شهرین فان وطئ مرة فبها و الا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها یتعلق بالجمیع فیعم امرأة المجبوب كما مر.

ترجمہ اور اگر اثناء شہر (یعنی مہینہ کے درمیان میں) مدت مقرر کی جائے، تو پھر دونوں کا اعتبار ہوگا، اجماعاً، اور رمضان اور اس کے ایام حیض اسی میں شمار ہوں گے۔ اسی طرح اس کا حج اور اس کا غائب ہونا، نہ کہ عورت کے حج اور اس کی غیوبت، اور مرد کی بیماری، اور عورت کی بیماری مطلقاً۔ اور اسی پر فتویٰ ہے (الولجیہ) اور مدت جھگڑے کے وقت سے مقرر کی جائے۔ جب تک صغیر یا بیمار اور محرم نہ ہو ورنہ پس اس کے بلوغ، صحت اور احرام کے بعد مدت مقرر ہو گی، اور اگر شوہر مظاہر ہو۔ اور غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کی مدت ایک سال دو ماہ مقرر کی جائے گی۔ پس اگر اس نے وطی کرلی تو فبہا (بہتر ہے) ورنہ قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہو جائے گی۔ اگر شوہر اس کو طلاق دینے سے انکار کرے۔ اس جملے کا تعلق مذکورہ تمام صورتوں سے ہے، لہٰذا مجبوب کی عورت کو بھی یہ حکم عام ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔

تشریح: عنین کی مدّت کا تعین درمیان مہینے سے اور اگر عنین کی مدت مہینہ کے درمیان سے مقرر کی گئی ہے۔ تو اس سال کا اعتبار ایام (دن) کے حساب سے ہوگا اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔

سال قمری یا شمسی کی تعیین یعنی سال قمری مقرر کیا جائے یا شمسی، اس صورت میں ہے کہ جب کہ مدت کی تعیین شروع ماہ سے کی جائے۔ اور اگر کچھ دن گذرنے کے بعد دس یا پندرہ تاریخ سے مدت مقرر کی جائے تو بالاتفاق سال کا حساب دنوں سے کیا جائے گا، مہینوں سے نہیں۔ اور سال تین سو ساٹھ دن کا شمار ہوگا، اس کو

سال عددی کہتے ہیں۔

ماہ رمضان اور عورت کے ایام حیض

اور ماہ رمضان المبارک، اور عورت کے حیض کے دن اسی طرح مرد کے ایام حج اور سفر کرنے کے ایام سب سال میں شمار ہوں گے، مگر عورت کے حج اور اس کے سفر کے ایام اس مدت میں شمار نہ ہوں گے نیز عورت و مرد دونوں کی بیماری کی مدت بھی اس میں شمار نہ ہوگی، خواہ پورا مہینہ ہو یا اس سے کم وزائد، فتویٰ بھی اسی پر ہے (کذافی الولجیہ) یعنی بیماری کی جتنی مدت ہوگی، سال کا اضافہ کیا جائے گا، اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت بھی سال میں بڑھائی جائے گی۔

مدت سال کی ابتداء

سال کی ابتداء اس دن سے ہوگی جس دن نالش کی گئی ہے۔ اگر مرد صغیر اور بیمار اور احرام کی حالت میں نہ ہو، چنانچہ شوہر ابھی لڑکا ہی ہے تو بالغ ہونے کے بعد سے مدت ایک سالہ کا شمار ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد بیمار ہے۔ تو مدت صحت کے بعد شروع ہوگی، اور اگر احرام باندھ رکھا ہے، تو بعد احرام کے سال کا حساب شروع ہوگا۔

اور اگر مرد مظاہر ہو

اگر اس سے پہلے شوہر نے ظہار کرلیا ہے اور اس پر کفارہ ظہار واجب ہے۔ نیز کفارہ میں غلام کے آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ تو اس کی مدت ایک سال دو ماہ مقرر کی جائے گی۔

اگر عنین نے ایک مرتبہ وطی کرلی

عنین اور خصی نے اگر ایک مرتبہ بیوی سے سال کے اندر اندر وطی کرلی تو بہت بہتر ہے۔ قضاء عورت کا حق زوجیت پورا ہو گیا۔ اور اگر اس مدت کے پورے ہونے تک جماع کرنے پر قادر نہ ہوسکا۔ تو قاضی کے جدا کرنے کے بعد عورت کو طلاق بائنہ پڑجائے گی۔

شوہر طلاق دینے سے انکار کردے

اور اگر شوہر عنین عورت کو طلاق دینے سے انکار کردے تو عورت کو دوسری درخواست دینا پڑے گی، اس کے بعد تفریق واقع ہوگی۔ جہاں تک اس کی پہلی درخواست کا تعلق ہے، تو اس سے صرف ایک سال کی مدت مقرر کردی گئی۔ "بطلبہا" عورت کی جانب سے طلب کی قید مذکورہ تمام صورتوں کے لئے ہے بغیر عورت کی طلب کے کوئی حکم نہ دیا جائے گا۔

اگر عورت دیوانی ہو اور مرد مجبوب یا عنین ہو

لیکن اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی عورت کے ولی کی طلب پر تفریق کردے گا۔ یا اس آدمی کی طلب سے جس کو قاضی نے دیوانی عورت کی طرف سے ولی مقرر کیا ہو۔

شوہر کے انکار کی صورت میں قاضی کا تفریق کرادینا

طلاق سے انکار کی صورت میں قاضی شوہر سے تفریق اس وجہ سے کرادے گا کہ شوہر امساک بالمعروف (جماع وغیرہ) سے عاجز ہے۔ تو اس پر تشریح بالاحسان ضروری تھی جب زوج نے تشریح بالاحسان کی تو اس نے ظلم کیا۔ لہٰذا شوہر ظالم ہوا اس لئے دفع ظلم کے لئے قاضی عورت کی طرف سے نائب ہوگا۔ اور تفریق کرادے گا۔

و لو مجنونة بطلب وليها او من نصبه القاضى و لو امة فالخيار لمولاها لان الولد له و هو اى هذا الخيار على التراخى لا الفور فلو وجدته عنينا او مجبوبا و لم تخاصم زمانا لم يبطل

حقها و کذا لو خاصمته ثم ترکت مدة فلها المطالبة و لو ضاجعته تلک الایام خانیة کما لو رفعته الی قاض فاجله سنة و مضت السنة و لو تخاصم زمانا زیلعی و لو ادعی الوطأ و انکرته فان قالت امرأة ثقة والثنتان احوط هی بکر بان تبول علی جدار او یُدخل فی فرجها مح بیضة خیرت فی مجلسها.

ترجمہ اور اگر بیوی مجنونہ (دیوانی) ہو، تو اس کے ولی کی طلب سے۔ اور اگر باندی ہو تو خیار اس کے آقا کو حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ولد کا تعلق آقا سے ہے۔ اور یہ خیار تراخی کے ساتھ حاصل ہوگا۔ خیار فی الفور حاصل نہ ہوگا، پس اگر عورت نے شوہر کو نامرد یا مجبوب پایا۔ ایک طویل عرصہ تک درخواست نہیں دی تو اس سے عورت کا حق باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر درخواست دیدی پھر اس کے بعد عرصہ تک اس کی پیروی نہیں کی۔ تو بھی عورت کو مطالبہ تفریق کا حاصل رہے گا، اگر اس مدت میں وہ شوہر کے ساتھ لیٹتی رہی ہو۔ ایسے ہی جیسے کہ عورت نے قاضی کے پاس درخواست دی، تو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کردی۔ اور سال گذر گیا اور عورت نے ایک زمانہ تک پیروی نہ کی ہو، اور اگر شوہر نے وطی کرنے کا دعویٰ کیا، مگر عورت نے اس سے انکار کیا۔ تو اگر قابل بھروسہ ایک عورت نے اور دو میں احتیاط زیادہ ہے یہ کہہ دیا کہ عورت ابھی باکرہ ہے۔ بایں طور کہ عورت دیوار پر پیشاب کرے۔ یا عورت کی شرمگاہ میں انڈے کی زردی ڈالی جائے۔

تشریح: عورت مجنونہ اور مرد عنین ہو

عنین شوہر کی بیوی اگر دیوانی اور مجنونہ ہو تو قاضی تفریق کرادے گا۔ مگر اس عورت مجنونہ کے ولی نے طلب کی ہو۔ یا اس شخص نے طلب کی ہو جس کو قاضی نے ولی مقرر کیا ہے۔

اگر بیوی باندی اور شوہر نامرد یا خصی ہو

اگر خصی یا نامرد کی بیوی باندی ہو تو تفریق کا اختیار اسکے آقا کو حاصل ہے کیونکہ باندی سے پیدا ہونے والی اولاد آقا ہی کی ملکیت ہے۔

خیار فی الفور ہے یا تاخیر کے ساتھ

بیوی کو یا اس کے ولی کو جو اختیار تفریق کا حاصل ہے تو اس میں تراخی ہے فوری طور پر اختیار کا استعمال کرلینا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اگر بیوی نے شوہر کو عنین پایا یا خصی پایا، اور مدت دراز تک کوئی معاملہ دائر نہیں کیا تو اس خاموشی سے عورت کا حق باطل نہیں ہوتا۔ اسی طرح عورت نے معاملہ دائر کرنے کے بعد پھر عرصہ دراز تک خاموشی اختیار کرلی اور مقدمہ کی پیروی نہیں کی تو بھی اسے تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل رہے گا۔ اگر ان دونوں میں بیوی اپنے اس شوہر کے ساتھ لیٹتی رہی ہو، اور جماع کے بغیر ایک دوسرے سے لپٹنے اور چھونے اور چومنے وغیرہ سے چاہے انزال بھی ہوجاتا ہو۔ مگر تفریق کا حق پھر بھی بیوی کو حاصل رہے گا۔ (کذا فی الخانیہ والبحر)

عورت نے معاملہ دائر کیا اور قاضی نے ایک سال کی مدّت مقرر کردی

عورت نے نامرد شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کردیا اور قاضی نے ایک برس کی مدت مقرر کردی اور سال گذر گیا۔ مگر عورت نے عرصہ تک مطالبہ نہ کیا تب بھی عورت کو جدائی لینے کا اختیار باقی رہے گا۔ (کذا ذکرہ الزیلعی)

شوہر نے وطی کرنے کا دعویٰ کیا مگر عورت نے انکار کر دیا

اور اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس نے بیوی سے جماع کر لیا ہے مگر عورت نے اس کا انکار کیا تو اگر ایک قابل بھروسہ عورت نے تصدیق کر دی کہ یہ عورت ابھی باکرہ ہے، تو قبول کر لیا جائے گا۔ مگر قابل بھروسہ دو عورتوں کی شہادت زیادہ بہتر ہوگی۔

عورت کے باکرہ ہونے کی پہچان

لہٰذا اگر ایک عورت نے کہا۔ اور دو عورتوں کا کہنا زیادہ بہتر ہے کہ یہ عورت ابھی باکرہ ہے، اور باکرہ کی علامت یہ ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر دھار دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے، اور اگر پیشاب اس کی ران پر گرے تو وہ ثیبہ ہے۔

باکرہ کی دوسری پہچان

یا پھر اس کی شرمگاہ میں انڈے کی زردی ڈالی جائے۔ اگر زردی اندر داخل ہو جائے تو باکرہ نہیں اور اگر اندر داخل نہ ہو تو وہ باکرہ ہوگی۔ بہرحال جب عورت کا باکرہ ہونا ثابت ہو جائے۔ تو اسی مجلس میں عورت کو وصال اور جدائی کا اختیار دیدیا جائے۔ اب اگر عورت نے شوہر ہی کو اختیار کر لیا۔ یا اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو خیار باطل ہو گیا۔

ایک اعتراض

سابق میں بیان کیا گیا ہے کہ اس عورت کو مدت دراز تک اختیار تفریق کا باقی رہے گا۔ مگر اس جگہ صرف مجلس ہی تک خیار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ جیسے عورت اس مجلس سے کھڑی ہوئی خیار تفریق باطل ہو جائے گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

مسئلہ سابق ظاہر الروایۃ کی بنیاد پر تھا، جیسا کہ بحر الرائق میں بدائع کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے، اور یہاں پر مفتی بہ قول کے مطابق کہا گیا ہے۔ جیسا کہ محیط اور کتاب واقعات میں مذکور ہے۔ اسی طرح حاشیہ مدنی میں بھی ہے۔

و ان قالت هی یثب او کانت ثیبا صدق بحلفه فان نکل فی الابتداء اجل و فی الانتهاء خیرت کما یصدق لو وجدت ثیبا و زعمت زوال عذرتها بسبب آخر غیر وطئه کاصبعه مثلا لانه ظاهر والاصل عدم اسباب اُخر معراج و ان اختارته و لو دلالة بطل حقها کما لو وجد منها دلیل اعراض بان قامت من مجلسها او مقامها اعوان القاضی او اقام القاضی قبل ان تختار شیئا به یفتی واقعات لامکانه مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی.

ترجمہ

اور اگر قابل بھروسہ متقی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہے باکرہ نہیں ہے یا یہ کہا کہ یہ عورت اس مرد سے نکاح کے پہلے ہی سے ثیبہ تھی۔ تو شوہر کے قول کی تصدیق کی جائے گی قسم کے ساتھ، پس اگر شوہر نے شروع میں قسم کھانے سے انکار کیا۔ مدت مقرر کرنے سے پہلے تو تاجیل کی جائے گی۔ یعنی ایک سال کی مدت مقرر کی جائے گی۔ اور اگر انتہا میں انکار کیا۔ یعنی مدت مقرر ہونے کے بعد تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جائے گا۔ چاہے شوہر کے پاس رہے اور چاہے جدا ہو جائے جس طرح شوہر کی تصدیق کی جائے گی۔ اس صورت میں کہ عورت ثیبہ پائی جائے۔ اور عورت گمان کرے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے یعنی وطی زوج کے علاوہ سے اور اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا۔ اگرچہ یہ اختیار دلالت حال سے

ہو تو عورت کا حق تفریق باطل ہو گیا۔ اسی طرح جس طرح کہ اگر عورت کی طرف سے اعراض کی علامت پائی جائے۔ بایں طور کہ اس مجلس سے کھڑی ہو گئی۔ یا اس کو قاضی کے کارکنوں نے کھڑا کر دیا۔ یا قاضی کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ عورت فرقت کو اختیار کرے۔ تو اسی کے قول پر فتویٰ ہے۔ پس اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو قاضی تفریق کر دے یا طلاق دے دے۔

متقی پرہیزگار عورت نے عورت کو ثیبہ بتلایا

اور اگر کسی قابل بھروسہ عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہے باکرہ نہیں ہے۔ یا یہ کہا کہ نکاح سے پہلے یہ عورت ثیبہ تھی۔ تو ان دونوں صورتوں میں زوج کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ مگر شوہر سے قسم بھی لی جائے گی۔ اب اگر شوہر نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ ابتداء میں تاجیل سے پہلے تو ایک سال کی مدت مقرر کر دی جائے گی۔ اور اگر تاجیل کے بعد قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت کو مجلس کے اندر اندر اختیار دیا جائے گا۔ کہ شوہر کے پاس رہے یا اس سے جدا ہو جائے۔

شوہر کے تصدیق کی دوسری صورت

چنانچہ عورت اگر ثیبہ ہو تو زوج کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔

عورت زوال بکارت کا گمان دوسرے طریق سے کرے

اور اگر عورت کہے کہ یہ بکارت دوسرے ذریعہ سے زائل ہوئی ہے مثلاً یہ کہے کہ شوہر نے انگلی کر دیا تھا۔ تو اس صورت میں بھی شوہر کے قول کی تصدیق کی جائے گی عورت کی بات نہ مانی جائے گی اس وجہ سے کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بکارت کا زوال جماع ہی کے ذریعہ ہوا ہے انگلی سے نہیں اور اصل یہی ہے کہ دوسرے اسباب کالعدم ہیں۔ اور قول اسی کا معتبر ہے جو اصل سے استدلال کر رہا ہو، اور ظاہری حالت اسی کی شاہد ہے (کذا فی المعراج)

اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا

اور اگر بیوی نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا۔ اگرچہ یہ اختیار دلالت حال سے کیا ہو، مثلاً عورت شوہر سے مہر اور نفقہ کا مطالبہ کرے تو عورت کا حق تفریق باطل ہو جائے گا۔ نیز اگر تفریق کے مطالبہ سے بے التفاتی کرے مثلاً مجلس سے کھڑی ہو جائے یا اس کو قاضی کے مددگار کھڑا کر دیں، یا عورت کے جدائی اختیار کرنے سے پہلے قاضی خود ہی کھڑا ہو جائے اسی پر فتویٰ ہے (کذا فی الواقعات)

عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے خیار باطل کیوں

اس لئے کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی عورت کو فرقت (جدائی) کا حق حاصل تھا، اس کے باوجود اس کا خاموشی اختیار کر لینا عورت کے راضی ہونے کی دلیل ہے اس لئے اگر عورت جدائی کو اختیار کر لے تو شوہر اس کو طلاق دیدے گا اور اگر شوہر طلاق دینے سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے۔

تزوج الاولی او امرأة اخری عالمة بحاله لاخیار لها علی المذهب المفتی به بحر عن المحیط خلاف التصحیح الخانیة ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر و لو فاحشا کجنون و جذام و برص و رتق و قرن و خالف الائمة الثلثة فی الخمسة لو بالزوج و لو قضی بالرد صح فتح.

ترجمہ عنین نے پہلی عورت سے نکاح کرلیا۔ (جو تاجیل اور تفریق کے بعد جدائی ہوگئی تھی) یادوسری ایسی عورت سے نکاح کرلیا، جواس کے حال سے واقف تھی، تو نکاح کے بعد بیوی کو جدائی کا اختیار نہیں ہے، مفتیٰ بہ مذہب کے لحاظ سے۔ (بحرالرائق ناقلاً عن المحیط) اس میں خانیہ کی تصحیح کا خلاف ہے۔ اور زوجین میں سے کوئی ایک بھی جدائی کا اختیار نہیں رکھتا۔ دوسرے کے عیب کی وجہ سے، اگرچہ عیب کتنا ہی بڑا ہو، مثلاً جنون، جذام، برص، رتق، قرن وغیرہ، اور تینوں اماموں نے اختلاف کیا ہے۔ ان پانچوں امراض میں۔ اگرچہ یہ بیماریاں شوہر میں ہوں۔ اور اگر نکاح کے رد کا فیصلہ کردیا گیا تو درست ہے (فتح)

تشریح: عنین کا حال جانتے ہوئے پہلی یا اجنبی عورت سے نکاح کرلیا

پہلی بیوی جو قاضی کی تفریق کے بعد شوہر سے جدا ہوگئی تھی، اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرلیا، یا دوسری عورت نے مرد کا حال جانتے ہوئے اس سے نکاح کرلیا۔ تو اب زوجین میں سے کسی کو بھی جدائی کا حق نہیں ہے۔ دوسرے کے عیب کی وجہ سے۔

اگر زوجین میں سے کسی کو برص، رتق، جنون، جذام قرن وغیرہ امراض ہوں

اگرچہ شوہر مجنون ہو یا برص یا جذام کی بیماری میں مبتلا ہو۔ اور خواہ عورت کی شرمگاہ میں گوشت بڑھ جانے سے راستہ بند ہوگیا ہو، جس کو رتق کہا جاتا ہے، یا اس کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آئی ہو اور جماع سے مانع ہو، اسی کو قرن کہا جاتا ہے۔

قہستانی کا اختلاف ہے: قہستانی نے امام محمدؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر شوہر کو جذام، برص، جنون جیسے خطرناک امراض لاحق ہوں۔ تو عورت کو جدائی لینے کا حق حاصل ہے۔ اسی کے ساتھ ہر وہ مرض جس سے بیوی کو اپنے مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو شوہر سے جدائی لے سکتی ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا اختلاف

مذکورہ پانچوں مسائل میں ائمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ اگر یہ امراض شوہر میں ہوں۔ اور قاضی شافعی ہو یا مالکی ہو یا حنبلی ہو اور وہ ان امراض کی وجہ سے جدائی کرادے تو تفریق واقع ہوجائے گی (کذا فی فتح القدیر)

شارح پر مصنف کا ایک اعتراض

شارح کے اس قول میں بعض خرابیاں ہیں مثلاً (۱) شارح کے ظاہری کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ پانچوں مذکورہ بالا امراض میں عورت کو خیار حاصل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مگر مرد کو حاصل نہیں حالانکہ صحیح یہ ہے کہ جنون، جذام، برص میں تو دونوں کو اختیار ہے۔ کہ ایک دوسرے سے جدائی اختیار کرلے۔ اور باقی دو بیماریاں یعنی رتق اور قرن والی تو یہ عورت کے امراض ہیں۔ اس لئے ان میں صرف شوہر کو اختیار حاصل ہے۔

دوسرا اعتراض

شارح پر یہ ہے کہ شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ رتق اور قرن دونوں بیماریاں شوہر کو بھی لاحق ہوتی ہیں، حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

شارح پر تیسرا اعتراض یہ ہے

شیخ رحمتی محشی نے کہا ہے کہ فتح القدیر میں ہم نے اس روایت کو تلاش کیا ہے مگر ہم کو نہیں ملی، ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو۔

صحیح قول اس بارے میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہے، فتح القدیر کا نہیں ہے۔(کذافی حاشیۃ المدنی)

و لو تراضیا ای العنین و زوجته علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح و له شق رتق امته و کذا زوجته و هل تجبر الظاهر نعم لان التسلیم الواجب علیها لا یمکنه بدونه نهر قلت و افاد البهنسی انها لو تزوجته علی انه حرا و سنی او قادر علی المهر و النفقة فبان بخلافه او علی انه فلان بن فلان فاذا هو لقیط او ابن زنا کان لها الخیار فلیحفظ

ترجمہ اور اگر عنین اور اس کی بیوی دونوں راضی ہوگئے، دوبارہ نکاح کرنے پر تفریق کے بعد تو درست ہے۔ اور اس کو (یعنی مالک کو) اجازت ہے، اپنی باندی کے رتق کے پھاڑنے کی، اسی طرح شوہر کو اپنی بیوی کی بندش فرج کو پھاڑنا جائز ہے، اور کیا شوہر زبردستی کرے گا، تو ظاہری روایت یہی ہے کہ ہاں درست ہے، اس وجہ سے کہ تسلیم نفس عورت پر واجب ہے، اور وہ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے (شارح نے کہا) میں کہتا ہوں بہنسی نے لکھا ہے کہ عورت نے اگر اس شرط پر نکاح کیا ہے کہ شوہر آزاد مرد ہے، یا سنی مذہب ہے۔ مہر اور نفقہ دینے پر قادر ہے، پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ شوہر اس کے برخلاف ہے، یا یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ فلاں بن فلاں ہے، پس بعد میں وہ لقیط ثابت ہوا، یا زنا کا بیٹا ہے، تو ان سب صورتوں میں عورت کو خیار تفریق کا حاصل ہوگا۔

تشریح: مسائل جزئیہ تفریق کے بعد میاں بیوی دوبارہ نکاح کرنے پر راضی ہوگئے تو درست ہے۔

عنین کی تفریق اور لعان کی تفریق میں فرق ہے وہ تفریق جو لعان کے بعد واقع ہوتی ہے اس میں تفریق واقع ہونے کے بعد میاں بیوی دوبارہ نکاح نہیں کرسکتے۔ اس کے برخلاف عنین سے اگر تفریق کرادی گئی، تو بعد تفریق دونوں کی رضامندی سے نکاح دوبارہ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ تفریق اور حرمت دائمی نہیں تھی۔

شوہر کا حق زوجیت اگر بیوی کی شرمگاہ میں گوشت پڑ گیا ہو اور راستہ بند ہوگیا ہو تو جماع کی ضرورت سے وہ راستہ کھول سکتا ہے اسی طرح اگر اس کی فرج میں ہڈی نکل آئی ہے، تو شوہر اس کی ہڈی کا آپریشن کراسکتا ہے تاکہ جماع کا حق حاصل کرسکے، اور اس پر عورت کو مجبور بھی کرسکتا ہے۔

عورت کو مجبور کرنے کی وجہ کیونکہ جب عورت نے مرد سے نکاح کرلیا، تو گویا اس نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کردیا۔ لہٰذا شوہر کو جماع کی ضرورت سے ہڈی اور گوشت جو فرج میں پیدا ہوگئے ہیں، آپریشن کراسکتا ہے (واللہ اعلم) کذافی النہر الفائق)

شارح کی رائے شارح نے فرمایا کہ بہنسی نے لکھا ہے کہ عورت نے اگر شوہر سے نکاح اس شرط پر کیا ہو کہ شوہر آزاد ہے، یا سنی مذہب ہے، وہ مہر اور نفقہ کی ادئیگی پر قادر ہے، لیکن نکاح کے بعد اس کے برخلاف

ظاہر ہوا، یا اس نے اس وجہ سے نکاح کیا تھا کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ فلاں کا بیٹا نہیں ہے بلکہ لقیط پڑا ہوا پایا گیا تھا، یا یہ معلوم ہوا کہ یہ ولد الزنا ہے تو ان تمام صورتوں میں بیوی کو تفریق کا اختیار حاصل ہے۔

مذکورہ مسائل کے دلائل عورت نے کسی شخص سے یہ سمجھ کر نکاح کیا کہ وہ سنی ہے یا مہر اور نفقہ دینے پر قادر ہے پھر بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوا، یعنی یہ معلوم ہوا کہ شوہر آزاد نہیں بلکہ غلام ہے، سنی نہیں بلکہ رافضی یا خارجی ہے، یا محتاج ہے، اسے تو مہر اور نفقہ دینے کی قدرت نہیں ہے یا مثلاً عورت نے گمان کیا تھا کہ شوہر فلاں کا بیٹا ہے، مگر وہ لقیط نکلا، یا ولد الزنا نکلا۔ تو ان صورتوں میں عورت کو تفریق کا حق حاصل ہے، کیوں کہ ان صورتوں میں کفالت کا فقدان ہے، یعنی دونوں میں مساوات کا نہ ہونا ہے، اول میں غلام ہے اور بیوی آزاد ہے، رافضی اور خارجی کی صورت میں دینی مساوات کا فقدان ہے، غریب و تنگدست ہونے کی صورت میں مساوات مالی نہیں ہے، اور ولد الزنا یا لقیط کی صورت میں مساوات نسبی نہیں ہے۔ لہٰذا عورت کو بعد نکاح حقیقت واضح ہونے کے بعد تفریق کا حق حاصل ہے۔

باب العدة

یہ باب عدت کے احکام کے بیان پر مشتمل ہے

هی لغة بالكسر الاحصاء و بالضم الاستعداد للامر و شرعا تربص يلزم المرأة او الرجل عند وجود سببه و مواضع تربصه و عشرون مذكورة في الخزانة حاصلها يرجع الى ان من امتنع نكاحها عليه لمانع لا بد من زواله كنكاح اختها و اربع سواها.

ترجمہ عدت عین کا کسرہ دال کی تشدید کے ساتھ شمار کرنا، گنتی کرنا اور عدة عین کے ضمہ اور دال کی تشدید کے معنی مستفید ہونا، تیار ہونا، عدہ اس سامان کو بھی کہا جاتا ہے جو کسی حوادث کے موقع پر کام دے، اور عدت کے معنی شریعت میں اس انتظار اور توقف کے ہیں، جو عورت یا مرد کو لازم آتا ہے۔ انتظار کے سبب کے پائے جانے کے وقت اور اس کے انتظار کے بیس مواقع ہیں۔ جو خزانہ (ایک فقہ کی معتبر کتاب ہے) میں مذکور ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت جس کا نکاح یا وطی مرد پر منع ہو۔ کسی مانع شرعی کی بناء پر، جس کا زائل ہونا ضروری ہے، جیسے نکاح کر لینا زوجہ کی بہن (سالی) سے یا زوجہ کے علاوہ چار مزید عورتوں سے نکاح کر لینا وغیرہ۔

تشریح تفریق خواہ طلاق کے بعد واقع ہو یا قضاء قاضی سے یا کسی دوسری وجہ سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہو، تو عورت کو دوسرا نکاح کرنے یا شوہر اول کے پاس رجوع کرنے کے لئے کچھ وقت گذرنا اور انتظار کرنا پڑتا ہے اسی کو اصطلاح میں عدت کہا جاتا ہے۔ عدت کی مدت آئندہ بیان کی جائے گی۔

عدت صرف عورت کے ساتھ خاص ہے عدت کے معنی انتظار کے ہیں، بعض صورتوں میں شوہر کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مگر اصطلاح فقہ میں عدت عورت کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی عورت کے انتظار کرنے کو عدت کہا جاتا ہے (کذافی فتح القدیر)

مواضع انتظار مرد کے لئے انتظار کے بیس مواقع ہیں۔ جن کو خزانۃ الفقہ نامی کتاب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جن کا حاصل صرف یہ ہے کہ جس عورت کا نکاح یا اس سے وطی کرنا مرد کے لئے ممنوع ہو کسی شرعی قانون اور حکم کی وجہ سے۔

عدت کا حکم اس مانع شرعی کے زائل ہونے تک مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ انتظار کرے، مثلاً جیسے سالی سے نکاح کرنا، بیوی کی زندگی میں، یا اپنی بیوی کے علاوہ دیگر چار عورتوں سے نکاح کرنا۔

بیس مواقع کی تفصیل فقیہ ابواللیث نے کتاب خزانۃ الفقہ میں ان بیس مقامات کو اس طرح مرتب فرمایا ہے۔ شوہر کا اپنی بیوی کی (۱) بہن، (۲) پھوپھی، (۳) خالہ، اور اسکی (۴) بھانجی، (۵) بھتیجی، سے نکاح کرنا، (۶) پانچویں عورت سے نکاح کرنا چار عورتوں کی موجودگی میں، (۷) آزاد عورت کے موجود ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا، (۸) بیوی سے نکاح فاسد کے بعد وطی کر کے پھر اس کی بہن سے نکاح کر لینا، (۹) نکاح کے شبہ میں کسی عورت سے وطی کر لینا، اور اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کر لینا، یا (۱۰) پانچویں عورت سے نکاح کرنا، خواہ نکاح فاسد یا شبہ نکاح وطی کر کے پانچویں عورت سے نکاح کر لینا، عدت گذارے بغیر نکاح جائز نہیں اس لئے کہ نکاح فاسد اور وطی بشبہ نکاح میں بعد وطی کے عدت واجب ہے۔ (۱۱) کسی عدت والی عورت سے اجنبی کا نکاح کر لینا، (۱۲) مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کرنا، (۱۳) خریدی ہوئی باندی سے استبراء رحم سے پہلے وطی کر لینا، (۱۴) حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے ولادت سے پہلے اس سے وطی کرنا، (۱۵) وہ حربیہ عورت جو دارالحرب سے حاملہ ہو کر دارالاسلام میں داخل ہوئی، اس سے ولادت سے پہلے نکاح کرنا، (۱۶) وہ باندی جو دارالحرب سے قید ہو کر آئی، ایک مرتبہ اسے حیض آنے سے پہلے وطی کرنا درست نہیں ہے، نیز اگر یہ باندی صغیرہ یا کبیرہ ہو تو ایک مہینہ گذرنے سے پہلے ان سے وطی کرنا بھی درست نہیں ہے، (۱۷) مالک کا اپنی مکاتبہ باندی سے نکاح کرنا، اس کو آزاد کرنے سے پہلے، (۱۸) عورت جو بت پرست ہو، (۱۹) مرتد ہو، (۲۰) یا مجوسیہ ہو مسلمان ہوئے بغیر ان سے نکاح کرنا، مذکورہ بیس صورتوں میں، عدت گذارے بغیر نکاح کرنا یا ان سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ (کذافی منح الغفار) اور ایک صورت یہ بھی (۲۱) ہے کہ غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا بھی درست نہیں ہے۔

و اصطلاحا تربص یلزم المرأة او ولی الصغیرة عند زوال النکاح فلا عدة لزنا او شبهته کنکاح فاسد و مزفوفة لغیر زوجها و ینبغی زیادة او شبهه لیشمل عدة ام الولد.

ترجمہ اور فقہاء کی اصطلاح میں عدۃ وہ انتظار ہے جو عورت کو یا صغیرہ کے ولی کے لئے لازم ہوتا ہے نکاح کے زائل ہونے کے وقت لہٰذا پس زنا کی عدت نہیں۔ یا شبہ نکاح سے جیسے نکاح فاسد یا وہ عورت کہ جس کو شب زفاف گذارنے کے لئے عورتیں لاعلمی کی بنا پر اس کے زوج کے علاوہ کے پاس پہنچادیں، اور مناسب یہ ہے کہ لفظ شبہ نکاح کا اضافہ کر دیا جائے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جائے۔

تشریح: عدت کی تعریف اصطلاح فقہ میں

عدت فقہ کی اصطلاح میں اس انتظار کا نام ہے جو عورت یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہوتی ہے۔ نکاح کے زائل ہونے کے وقت۔

فوائد قیود

لہٰذا زنا کی عدت نہیں ہے، اس لئے کہ عدت زوال نکاح یا زوال شبہ نکاح سے واجب ہوتی ہے جیسے نکاح فاسد یا مثلاً وہ عورت جس کو عورتوں نے شب زفاف میں شوہر کے علاوہ بیوی کو کسی دوسرے مرد کے پاس پہنچا دیا ہو اور کہیں کہ یہ تیری بیوی ہے اور وہ شخص اس سے وطی کر لے تو اس عورت پر عدت واجب ہے۔

شارح کی رائے

شارح نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ عدت کی تعریف میں شبہ نکاح کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تاکہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جائے، ام ولد کو آقا آزاد کر دے یا اس کو چھوڑ کر مر جائے تو اس صورت میں ام ولد کے لئے بھی عدت (انتظار) ضروری ہے۔ جس طرح بیوی کے لئے عدت ضروری ہے، اس لئے کہ ام ولد سے آقا نے وطی کی تھی۔ (کذا فی بحر الرائق)

ولی صغیرہ کے اضافہ کا فائدہ

شارح نے تعریف میں زوجہ کے ساتھ ولی صغیرہ کا بھی اضافہ کیا ہے اس لئے کہ شوہر کے انتقال کے بعد صغیرہ پر عدت واجب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اب تک مکلف نہیں ہے تو اس صورت میں صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا واجب ہے۔

عدت کی تعریف پر ایک اعتراض

عدت کی مذکورہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہیں ہے کیونکہ طلاق رجعی میں نکاح باقی رہتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے بلا تجدید نکاح عدت میں رجوع کرنا صحیح ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ تعریف جو بدائع، اور ابن کمال نے ذکر کی ہیں وہ زیادہ بہتر ہیں۔ یعنی عدت نام ہے اس مدت کا جو بقیہ آثار نکاح اور فراش کے پورا ہونے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس تعریف میں عدت کے تمام افراد داخل ہو گئے۔ حتی کہ فراش کی قید سے ام ولد کی عدت بھی اس میں داخل ہو گئی۔ نیز صغیرہ کا اعتراض بھی دور ہو گیا۔ کیونکہ اس تعریف میں لفظ لازم کا ذکر نہیں ہے (کذا فی حاشیۃ المدنی)

ایک عجیب وغریب حکایت

ابھی حضرت امام ابو حنیفہؒ لوگوں میں مشہور نہیں ہوئے تھے، اس وقت ایک واقعہ پیش آیا۔ دو بھائیوں کا نکاح دو حقیقی بہنوں سے ہوا، عورتوں نے غلطی سے اول کی بیوی کو دوسرے کے پاس اور دوسرے کی بیوی کو اول کے پاس شب زفاف میں بھیج دیا، امتیاز نہ کر سکیں، صبح کو اس غلطی کا علم ہوا۔ اس وقت کے مشہور فقہاء سے صورت حال بیان کی گئی، انہوں نے فرمایا دونوں عورتیں عدت گذاریں۔ عدت گذارنے کے بعد اپنے اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہیں، نیز دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک بھائی نے جس عورت سے وطی کر لی ہے۔ اس کو مہر مثل ادا کرے، امام اعظمؒ نے فرمایا فقہاء نے حکم بہت سخت تجویز فرمایا ہے میرے نزدیک حکم اس سے آسان بھی ہو سکتا ہے۔ علماء نے ان سے وہ صورت دریافت کی، تو حضرت امام اعظمؒ نے اُن دونوں بھائیوں کو بلایا۔ اور دریافت کیا کہ جس عورت سے تم نے رات میں وطی کی ہے۔ وہ تم کو پسند ہے کہ اسی کے پاس وہ عورت رہے، دونوں بصدق دل اس پر راضی ہو گئے۔ امام صاحب نے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی بیوی کو طلاق دیدے، اور جس سے رات وطی کی ہے اس سے نکاح کر لے اس صورت میں کسی عورت پر عدت واجب نہ ہو گی، اس لئے کہ طلاق قبل دخول کی صورت میں عدت نہیں ہے۔ تمام علماء نے امام صاحب کی

رائے کو پسند کیا اور ان کی ذہانت کی تعریف کی، ہر ایک ہمبستر عورت اس کے پاس باقی رہی اور عدت کی ضرورت باقی نہ ہوئی۔

و سبب وجوبها عقد النكاح المتاكد بالتسليم و ما جرى مجراه من موت او خلوة اى صحيحة فلا عدة بخلوة الرتقاء و شرطها الفرقة و ركنها حرمات ثابتة بها كحرمة تزوج و خروج و صحة الطلاق فيها اى فى العدة و حكمها حرمة نكاح اختها و انواعها حيض و اشهر و وضع حمل كما افاده بقوله و هى فى حق حرة و لو كتابية تحت مسلم تحيض لطلاق و لو رجعيا او فسخ بجميع اسبابه و منه الفرقة بتقبيل ابن الزوج نهر.

ترجمہ اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جو تسلیم سے مؤکد کیا گیا ہو، اس سے جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت ہے، یا خلوت صحیحہ ہے، پس رتقاء کے ساتھ خلوت سے عدت واجب نہیں ہے۔ اور اس کی شرط فرقت (جدائی) ہے، اور اس کا رکن وہ حرمتیں ہیں جن کے سبب سے عدت واجب ہوتی ہے۔ جیسے غیر زوج سے نکاح کا حرام ہونا۔ اور زوج کے گھر سے باہر نکلنا، اور اس کے (عدت کے) اندر طلاق کا صحیح ہونا۔ یعنی عدت کے اندر اندر اور اس کا حکم اس کی بہن سے نکاح کا حرام ہونا ہے، اور اس کی قسمیں، اول حیض ہے، دوم مہینے ہیں، سوم وضع حمل ہے جس کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا ہے اور وہ (عدت) حرّہ کے حق میں اگرچہ وہ کتابیہ ہو جو مسلم کے نکاح میں ہو اور اسے حیض آتا ہو طلاق کی وجہ سے اگرچہ وہ رجعی ہی ہو، یا فسخ نکاح کے ذریعہ ہو، فسخ کے تمام اسباب کے ساتھ اور اسی میں سے زوج لڑکے کی بیوی کو بوسہ دینے سے جو تفریق واقع ہوتی ہے (نہر)

عدت واجب ہونے کے اسباب

اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جس کو تسلیم یا قائم مقام تسلیم سے مؤکد کیا گیا ہو، یعنی نکاح کے بعد عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دیا ہو تاکہ وہ وطی کر لے۔

قائم مقام وطی

ان کی اصطلاح میں قائم مقام وطی کی ایک صورت یہ ہے کہ نکاح کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا، یا عورت کے ساتھ مرد نے خلوت صحیح کر لی ہو یعنی دونوں ایک جگہ اس طرح جمع ہو گئے ہوں کہ جمع سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔

رتقاء عورت کے ساتھ خلوت کا حکم

چنانچہ اگر ایک ساتھ جمع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کی فرج میں ایسی ہڈی پیدا ہو گئی ہے کہ جس سے جماع کرنا ممکن نہیں ہے تو اس صورت اجتماع سے خلوت صحیح واجب نہیں ہوتی۔

عدت کے واجب ہونے کی شرطیں

وجوب عدت کی شرط عورت کا جدا ہونا ہے۔ یعنی عورت اور مرد کے درمیان تفریق واقع ہو جائے۔

عدت کے ارکان

وہ تمام حرمتیں جو عدت کے سبب سے لاگو ہو جاتی ہیں، جیسے دوسرے آدمی سے نکاح کا حرام ہونا، زوج کے گھر سے نکل جانا اور تیسرا رکن عدت کے اندر اندر وقوع طلاق کا صحیح ہونا ہے۔

شیخ رحمتی محشی کی رائے

موصوف نے لکھا ہے کہ رکن حقیقت شئ کا نام ہے، لہٰذا مصنفؒ اور شارح دونوں کے لئے مناسب تھا کہ انتظار کو عدت کا رکن قرار دیتے۔ جو مذکورہ بالا حرمتیں مصنف نے ذکر کی ہیں وہ تو عدت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا مناسب تھا کہ حرمتوں کی عدت کا حکم قرار دیتے، کیونکہ حکم نام ہے اس اثر کا جو کسی شئ پر منتہی ہو، نیز طلاق کی صحت اور زوجہ کی بہن کا حرام ہونا بھی عدت کے حکم میں داخل ہے۔ لہٰذا ان میں سے بعض کو حکم اور بعض کو رکن قرار دینا خواہ مخواہ کی بے دلیل بات ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

عدّت کے اقسام

عدت کی ایک قسم حیض ہے، یعنی تین حیض اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کے لئے عدت تین ماہ دس دن طلاق کی عدت، اور چار ماہ دس دن وفات کی عدت ہے اور اگر بیوی حمل سے ہو تو وضع حمل اس کی عدت ہے۔ اس کی تفصیل مصنفؒ اپنے آئندہ قول میں بیان کریں گے۔

عدت کا اجمالی بیان

حرّہ کی عدت، خواہ حرّہ کتابیہ ہو جس سے کسی مسلمان نے نکاح کرلیا ہے۔ اس عورت کی عدت کہ جس کو حیض آتا ہو خواہ عدت طلاق کے سبب سے ہو، اگرچہ رجعی ہی کیوں نہ ہو، یا بسبب فسخ نکاح کے ہو جس پر فسخ نکاح کے تمام اسباب پائے جاتے ہوں۔ جیسا کہ کتاب النکاح میں فسخ نکاح کے تمام اسباب تفصیل کے ساتھ بیان کئے جاچکے ہیں نیز فسخ کے منجملہ اسباب میں سے وہ جدائی بھی ایک سبب ہے جو عورت کو اس وجہ سے حاصل ہوتی ہے کہ شوہر کے لڑکے نے اس کو بوسہ دے دیا ہے (کذا فی النہر) اور منح الغفار میں مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ فسخ کو مطلق ہی کہنا چاہیے تاکہ فسخ کے تمام اسباب کو شامل ہو جائے جیسے خیار بلوغ، خیار عتق، ملک احد الزوجین، ارتداد احد الزوجین، کفو کا نہ ہونا وغیرہ۔

بعد الدخول حقيقة ا وحكما اسقطه فى الشرح و جزم بان قوله الآتى ان وطئت راجع للجميع ثلث حيض كوامل لعدم تجزى الحيضة فالاولى لتعرف براءة الرحم والثانية لحرمة النكاح والثالثة لفضيلة الحرية.

ترجمہ

دخول کے بعد خواہ دخول حقیقی ہو، یا حکماً دخول ہوا ہو اور شرح منح الغفار نامی کتاب میں مصنفؒ نے اس (حقیقتاً اور حکماً کی قید کو) ساقط کردیا ہے اور یقین ظاہر فرمایا ہے بیشک اس کا (مصنفؒ کا) قول آئندہ اِن وطئت تمام کی طرف راجع ہے۔ حرہ مذکورہ کی عدت کامل تین حیض ہے، کیونکہ حیض میں تجزیہ نہیں کیا جاتا۔ پس پہلا حیض رحم کی براءت کے معلوم کرنے کے لئے ہے۔ اور دوسرا حیض نکاح کی حرمت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔ اور تیسرا حیض حریت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

تشریح: عدت کا تفصیلی بیان مع مثال

حرہ کی عدت دخول کے بعد خواہ دخول حقیقتاً ہوا ہو، جیسے شوہر نے اس سے وطی کرلی ہو، یا دخول حکمی ہو، جیسے شوہر اور بیوی دونوں ایک ایسی جگہ جمع ہوگئے ہوں، جہاں وطی کرنے سے کوئی مانع موجود نہیں تھا۔

حقیقتاً و حکماً کی قید مصنف نے ساقط کردی ہے

مگر مصنفؒ نے اپنی کتاب شرح منح الغفار میں اس موقع پر لفظ حقیقتاً و حکماً دونوں الفاظ ذکر نہیں فرمائے اور کہا ہے کہ اس کا اگلا قول اس کو جامع ہے اور وہ "ان وطئت" کے الفاظ ہیں یعنی یہ کہ عورت سے وطی کی گئی ہو، اور وطی کی دونوں

صورتیں ہیں۔ حقیقتاً وطی کی گئی ہو یا بوس و کنار کیا گیا ہو، یا صرف ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں، جہاں وطی سے روکنے والی کوئی چیز موجود نہ ہو، تو یہ قول عدت بالحیض اور عدت بالاشہر دونوں کو شامل ہے۔

تین کامل حیض مذکورہ حرہ کی عدت پورے پورے تین حیض ہیں، کیونکہ حیض میں تجزیہ نہیں ہوا کرتا، اس لئے کہ جب قرآن مجید میں ثلاثہ قروء کا حکم نازل ہو گیا، کہ تین حیض کامل اس کی عدت ہے لہٰذا اس صورت میں کہ عورت کو طلاق حیض شروع ہونے کے بعد دی گئی۔ اور اسی وقت سے اس کی عدت کا شمار شروع کر دیا جائے تو اس مدت میں کچھ کمی واقع ہو گئی۔ لہٰذا اس کی تکمیل چوتھے حیض سے کی جاتی مگر چونکہ اصول میں طے کر لیا گیا ہے کہ حیض میں تجزیہ نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس حیض کو کہ جس میں شوہر نے طلاق دی ہے پوری حساب میں نہ لگائیں گے بلکہ چوتھے حیض کو اس کے لئے تیسرا حیض شمار کریں گے۔

پہلا حیض جب یہ معلوم ہو گیا کہ عدت تین حیض ہیں، تو ان تین کے مشروع ہونے کی حکمت یہ بتلائی گئی ہے کہ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عورت کا رحم بری ہے۔ اس کے پیٹ میں شوہر کا نطفہ قرار نہیں پایا۔ کیونکہ اگر حمل ہوتا تو حیض برآمد نہ ہوتا۔

دوسرے حیض کی حکمت دوسرا حیض عورت اس وجہ سے گذارتی ہے کیونکہ وہ منکوحہ تھی، اور وہ نعمت نکاح اب زائل ہو چکی ہے۔ اس حیض میں عورت اس نعمت کے زائل ہونے کا افسوس کرے کہ اس کو عفت حاصل تھی، کھانے کپڑے رہن سہن کا اس کو کوئی فکر نہ تھا، اب وہ تمام سہولتیں یکسر ختم ہو گئیں۔

تیسرے حیض کی مصلحت تیسرا حیض عورت اس لئے گذارتی ہے کیونکہ یہ آزاد تھی، آزاد عورت کو باندی پر فضیلت حاصل ہے، اسی وجہ سے باندی کی عدت صرف دو حیض رکھی گئی تاکہ حرمت کو اس پر فضیلت حاصل ہو۔ لہٰذا عزت و احترام حرہ کے پیش نظر اس تیسرے حیض کو مشروع قرار دیا گیا۔ (کذا فی بحر الرائق)

دوسری مصلحت مصلحت اور بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ احتیاط نسب کے پیش نظر تین حیض مقرر کئے گئے ہوں۔ کہ شاید اول حیض استحاضہ ہو، کیونکہ دم استحاضہ حمل کی حالت میں بھی برآمد ہوتا ہے۔ مگر تین مرتبہ حیض کی آمد اس احتمال کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔

كذا عدة ام ولد مات مولها او اعتقها لان لها فراشا كالحرة مالم تكن حاملا او آيسة او محرمة عليه و لومات مولاها و زوجها و لم يدر الاول تعتد باربعة اشهر و عشرا و با بعد الاجلين بحر و لا ترث من زوجها لعدم تحقق حريتها يوم موته و لا عدة على امة و مدبرة كان يطأها لعدم الفراش جوهرة.

ترجمہ اور اسی طرح پورے پورے تین حیض اس ام ولد کے بھی ہیں جس کا آقا مر گیا ہو یا اس نے اس کو آزاد کر دیا ہو۔ کیونکہ اس کے لئے بھی ہمبستری ثابت ہے۔ آزاد عورت کی طرح جب تک حمل والی نہ ہو، نہ آئسہ ہو اور نہ ایسی عورت ہو کہ جو اس پر حرام ہے، اور اگر اس کا (ام ولد کا) آقا اور اس کا شوہر مر گیا۔ اور معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا ہے تو وہ چار ماہ

اور دس دن عدت کے گذارے یاپھر اَبْعَدُ الاَجلین ، کی عدت گذارے، اورام ولد اپنے شوہر کی وارث نہ ہوگی اس کے مرنے کے دن اس میں حریت متحقق نہ ہونے کی وجہ سے، اسی طرح باندی اور مدبرہ پر بھی عدت نہیں ہے۔ جس کے ساتھ آقا وطی کرتا تھا، بغیر فراش کے (جوہرہ)

تشریح : ام ولد کی عدت

اور اسی طرح اس ام ولد کی عدت بھی کامل تین حیض ہیں۔ جس کا آقا مرگیا۔ یااس نے اسے آزاد کردیا۔ کیونکہ آقانے اس کے ساتھ وطی کی ہے۔

ام ولد کی عدت کی شرط

شرط یہ ہے کہ ام ولد نہ تو حاملہ ہو اور نہ آئسہ ہو نہ ہی آقا پر حرام ہو، لیکن اگر حمل سے ہوگی تواس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔ اور اگر آئسہ ہے تواس کی عدت تین مہینے ہے اور اگر کسی وجہ سے ام ولد اپنے مالک پر حرام ہوگئی، تو کچھ عدت نہیں ہے۔ حرام ہونے کی صورت یہ ہے کہ ام ولد غیر کی عدت یا غیر کے نکاح میں ہو یا شوہر کے لڑکے سے شہوت کے ساتھ تقبیل کرلی ہو (حاشیہ مدنی ناقلا عن الخانیہ)

ام ولد کا شوہر مرجائے مگر اس کو معلوم نہ ہو

اور اگر ام ولد کا آقا یااس کا شوہر مرگیا، اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ پہلے ان میں کون مرا ہے تواس کو چاہیے کہ چار ماہ دس دن عدت گذارے، یادونوں مدتوں میں جو مدت زیادہ طویل ہو وہ گذارے۔ (کذافی بحر الرائق)

اگر ام ولد کا آقا پہلے مرا

اور اگر معلوم ہو کہ ام ولد کا آقا پہلے مرا تھا توام ولد پر کوئی عدت نہیں ہے۔ لیکن اگر ثابت ہوجائے کہ زوج کا انتقال پہلے ہوا تھا، تواس کی عدت دوماہ پانچ دن گذارے گی، اور اگر مولیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جب ام ولد اپنے شوہر کی عدت گذار رہی تھی۔ تواس کی کوئی عدت نہیں ہے، اور اگر زوج کی عدت گذار چکی تھی اس کے بعد مولیٰ کا انتقال ہوا تواس کی عدت کامل تین حیض ہیں۔

تقدم و تأخر کسی کا معلوم نہ ہو

شوہر اور مولیٰ دونوں کا انتقال ہوا مگر ام ولد کو کسی کے پہلے یا بعد میں مرنے کا علم نہ ہوسکا۔ تواس کی تفصیل بحر الرائق نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دوماہ پانچ دن سے کم ہے۔ تو احتیاطاً اس کو چار ماہ دس دن کی عدت گذارنا چاہیے۔ تاکہ اس کے تین حیض مکمل ہوجائیں۔ لیکن اگر دونوں کے درمیان فرق کی مدت بالکل معلوم نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا تھا۔ تو امام صاحب کے نزدیک چار ماہ دس دن کی عدت مقرر ہے۔ اس میں تین حیض کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین اس کی عدت ہے۔ ابعد الاجلین کی تفسیر شارح آئندہ بیان کریں گے۔

باندی اور مدبرہ کی عدت

وہ باندی جس سے آقانے وطی کی ہو، یااس سے یہ کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ آقا کے مرنے پر ان دونوں کے لئے کوئی عدت نہیں ہے کیونکہ ان میں فراش کا ثبوت نہیں ہے، عدت فراش پر واجب ہوتی ہے (کذافی الجوہرہ)

باندی یا مدبرہ کے لڑکے کا نسب

لہٰذا باندی اور مدبرہ کے ولد کا نسب آقا سے ثابت نہ ہوگا۔ جب تک کہ مولیٰ اس کا اقرار نہ کرے، اس کے برخلاف ام ولد ہے کہ اس کا فراش حرہ کی طرح ثابت ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کے ولد کا نسب آقا سے ثابت ہوگا۔ اور مولیٰ کے اقرار کی ضرورت نہیں۔

ام ولد کی وراثت کا مسئلہ

ام ولد اپنے شوہر کی وارث نہ ہوگی، تمام صورتوں میں کیونکہ یہ ام ولد تھی۔ اس لئے کہ جس دن آقا کا انتقال ہوا ہے اس دن ام ولد کے لئے آزادی ثابت نہ تھی۔

و کذا موطؤة بشبهة کمزفوفة لغیر بعلها او نکاح فاسد کموقت فی الموت و الفرقة یتعلق بالصورتین معا و العدة فی حق من لم تحض حرة ام ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر بان بلغت سن الایاس او بلغت بالسن و خرج بقوله و لم تحض الشابة الممتدة الطهر بان حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوهرة و غیرها و ما فی شرح الوهبانیة من انقضائها بتسعة اشهر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی به.

ترجمہ اسی طرح کامل تین حیض کی عدت اس عورت کی بھی ہے جس کے ساتھ کسی شبہ کی بنا پر وطی کرلی گئی ہو۔ جیسے مزفوفہ جو غیر شوہر کے پاس شب زفاف میں پہنچادی گئی ہو، یا نکاح فاسد سے وطی کی گئی، مرد کی موت میں بھی، وطی بشبہ موت اور جدائی دونوں سے متعلق ہے اور عدت اس عورت کے حق میں جس کو حیض نہیں آتا، خواہ حرہ ہو یا ام ولد ہو، صغیرہ ہونے کی وجہ سے بایں طور کہ وہ نو برس کی عمر کو نہیں پہنچی یا کبر سنی کی وجہ سے حیض نہیں آیا بایں طور کہ وہ ایاس کی عمر کو پہنچ گئی۔ یا عورت باعتبار سال کے بلوغ کو پہنچ گئی، (اور یہ خارج ہے اس کے قول ولم تحض سے اور ابھی اس کو حیض نہیں آیا وہ جوان عورت جس کا طہر ممتد ہو۔ بایں صورت کہ پہلے اس کو حیض آیا، پھر اس کے بعد اس کا طہر ممتد ہو گیا پس وہ عدت گذارے حیض سے یہاں تک کہ سن یاس کو پہنچ جائے۔ (جوہرہ وغیرہ)

تشریح: حیض کامل واجب ہے

اسی طرح کامل تین حیض کی عدت اس عورت کے لئے بھی واجب ہے جس کے ساتھ کسی شبہ سے وطی کرلی گئی ہو، مثلاً وہ عورت جس کو دھوکے سے عورتوں نے شب زفاف میں اس کے شوہر کے بجائے دوسرے کے پاس پہنچادیا ہو، یا مثلاً رات اندھیری تھی شوہر نے غیر عورت سے بیوی سمجھ کر وطی کرلی، یا نکاح فاسد کیا اور اس سے وطی کرلی، جیسے نکاح موقت دو ماہ چار ماہ کے لئے نکاح کیا اور وطی کرلی۔ یا مثلاً نکاح کرلیا، مگر نکاح کے وقت گواہ موجود نہ تھے۔ ان صورتوں میں مذکورہ عدت گذارنا ضروری ہے۔

نکاح فاسد کے بعد اگر شوہر کا انتقال ہوگیا

اگر عورت سے نکاح فاسد کے بعد وطی کرلی۔ اور اسکے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا۔ نیز دونوں میں فرقت واقع ہوگئی تو دونوں صورتوں میں شارح کے نزدیک عورت کو تین حیض کامل کی عدت گذارنی ہوگی، زوج کی موت سے عدت وفات کے بجائے حیض سے عدت واجب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ عدت وفات در حقیقت جدائی کے غم کے اظہار کے لئے واجب کی گئی ہے۔ یعنی اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ایک عرصہ تک دونوں ساتھ میں رہے اور ایک دوسرے سے نفع اٹھایا اور اب جدائی ہوگئی۔ لیکن نکاح فاسد میں چونکہ زوجیت قائم نہیں ہوتی۔ صرف استبراء رحم مقصود ہوتا ہے اس لئے عدت بالحیض تجویز کی گئی (کذا فی حاشیۃ المدنی)

اگر عورت کو حیض نہیں آتا

وہ عورت جسے حیض نہیں آتا، یہ عورت اس کی زوجہ ہو یا ام ولد ہو حیض نہ آنے کی وجہ

اگر کم عمر ہوتا ہے۔ یعنی چونکہ ابھی تک نو برس کی عمر نہیں ہے اس لئے حیض نہیں آیا یا عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض کا آنا بند ہو گیا ہے۔ اور اب نہیں آتا۔ یعنی عورت کی عمر پچاس یا پچپن برس کی ہو گئی۔

عورت بالغہ ہے مگر اسے حیض نہیں آیا

یا صورت یہ ہے کہ عورت اگرچہ بلوغ کی عمر کو پہنچ گئی، یعنی اس کی عمر پندرہ برس کی ہو گئی ہے، مگر ابھی تک اسے حیض نہیں آیا ہے۔

حیض کی قید کا فائدہ

اور حیض کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کو حیض آیا، پھر بند ہو گیا، تو اس کا حکم اسکے برخلاف ہے وہ عورت جس کا طہر طویل ہو گیا، یعنی بالغ ہونے کے بعد حیض آیا اور پھر بند ہو گیا، اور بند ہونے کی مدت کافی طویل ہو گئی تو اس کی عدت تین ماہ کے لحاظ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی عدت حیض کے اعتبار سے معتبر ہو گی، یہاں تک کہ عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچ جائے، یعنی پچاس پچپن برس کی عمر تک اگر حیض نہیں آیا۔ تو اس کے فسخ یا طلاق کی عدت آخر نہ ہو گی جب پچاس پچپن برس کی ہو جائے گی، تب اس کی عدت تین ماہ کی ہو گی۔ (کذافی الجوہرہ)

شرح وہبانیہ کے مطابق فتویٰ نہ دیا جائے گا

اور شرح وہبانیہ میں جو یہ قول منقول ہے کہ طویل طہر والی عورت کی عدت نو مہینے میں پوری ہو جاتی ہے تو وہ روایت نادر ہے جمیع معتبر روایات کے خلاف ہے۔ لہٰذا کسی حنفی مسلک والے مفتی کو شرح وہبانیہ کی اس روایت پر فتویٰ نہ دینا چاہیے۔

شارح کی عبارت کا مطلب

شارح کی ظاہری عبارت کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اس عورت کی عدت نو ماہ ہے، بلکہ اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ جب جوان عورت کو چھ ماہ تک حیض نہ آئے، تب وہ تین ماہ والی عدت گذارے، اس طرح تین یہ اور چھ وہ ملا کر نو ماہ ہو گئے۔

شرنبلالی کی رائے

شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں لکھا ہے کہ اگر جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا۔ اور حیض آنے کے بعد اس نے تین مہینے کی عدت گذارلی۔ اور قاضی نے اس پر حکم دیدیا تو جائز ہے، کیونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اور کثیر الوقوع ہے۔ اس لئے اس کو یاد بھی رکھنا چاہیے۔ اور بعض فقہاء نے کہا کہ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اور امام مالکؒ کا بھی مذہب یہی ہے۔

شرح زاہدی کی رائے

شرح زاہدی میں کہا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب اور استاد امام مالکؒ کے قول پر اس مسئلے میں فتویٰ دیتے ہیں، ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے۔

اور کتاب جامع الفصولین

اور شرح منظومہ میں بھی انقضائے عدت ۹ ر مہینے میں بیان کی گئی ہے۔

بحرالرائق کی رائے

بحرالرائق میں روایت اس طرح پر مذکور ہے کہ نو مہینے کی روایت، روایت معتمدہ کے مخالف ہے اس لئے فتویٰ کے قابل نہیں ہے۔

کتاب نہرالفائق کی رائے

اور نہرالفائق میں کہا ہے کہ اس روایت پر فتویٰ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ امام مالکؒ کے ماننے والے قاضی کی طرف رجوع کرنا کافی ہے کیونکہ وہ اپنے مسلک کے مطابق فیصلہ کر دے گا۔

امام طحطاوی کی رائے

امام طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے، اس لئے کہ بقول حموی کے اکثر ممالک میں لوگ حنفی مسلک کے ماننے والے، مثلاً بخارا اور ہندوستان میں اور وہاں قاضی مالکی نہیں ہیں۔ تو پھر مرافعہ کس کے پاس کرے گا، اور امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ دینا ان کی تقلید ہے اور اس کے جائز ہونے میں کسی کو اعتراض نہیں ہے مگر اس میں تلفیق نہ ہونا چاہیے۔

تلفیق کے معنی

ایک ہی مسئلے میں تقلید ایک امام کی ہو اور اسی میں کسی قدر دوسرے امام کی رائے شامل ہو۔

كيف و في نكاح الخلاصة لو قيل لحنفي ما مذهب الامام الشافعي في كذا وجب ان يقول قال ابو حنيفة كذا نعم لو قضى مالكي بذلك نفذ كما في البحر والنهر.

ترجمہ اور امام مالکؒ کے قول پر فتویٰ کیونکر دیا جائے، حالانکہ کتاب الخلاصہ کے کتاب النکاح میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اگر حنفی مسلک سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مذہب کیا ہے؟ تو حنفی مذہب والے پر واجب ہے کہ یوں کہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس طرح فرمایا ہے۔ ہاں اگر مالکی مذہب کا کوئی قاضی نو ماہ کی عدت کا حکم دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا جیسا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں اسی طرح مذکور ہے۔

تشریح: اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ دینے کی ممانعت

اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے قول پر فتویٰ کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ احناف کی کتاب الخلاصہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی شخص مسئلہ دریافت کرے کہ امام شافعیؒ کا مذہب اس امر میں کیا ہے تو حنفی مذہب والے پر واجب ہے کہ اس طرح جواب دے امام ابو حنیفہؒ نے اس بارے میں یوں کہا ہے۔

اگر قاضی مالکی ہو تو

البتہ قاضی اگر مالکی ہے۔ اور وہ نو ماہ کی عدت کا حکم کر دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا۔ یعنی حنفی مذہب والا اسے توڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ مجتہد فیہ مسئلہ میں جب قاضی حکم دیدے تو وہ محکم ہو جاتا ہے۔ (کذا فی البحر الرائق)

سوال کے جواب میں حنفی مذہب جواب امام شافعیؒ کے قول کی نہ دے، بلکہ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق جواب دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ درست بات زبان پر لائے، خطاء کا تکلم نہ کرے، اور حنفی کے اعتقاد میں غیر کا قول خطا ہے صواب کا احتمال رکھتا ہے، مگر اس کا تعلق مجتہد سے مقلد کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ مجتہد ہی اپنے قول کو صحیح جاننا اور خطاء کا احتمال سمجھتا ہے۔ اسکے بر خلاف غیر کے قول خطا اور محتمل صواب کا اعتقاد رکھتا ہے، اور مقلد پر واجب نہیں کہ وہ غیر کے قول پر خطاء کا اعتقاد رکھے۔

فقہاء کی صراحت

بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ افضل کے مقابلے میں اگر مفضول کی تقلید کی جائے تو جائز ہے حالانکہ مفضول کے قول میں خطا زیادہ ہوتی ہے۔ افضل کے قول کے مقابلے میں۔

صاحب بحرالرائق کی رائے

چنانچہ بحرالرائق کے مصنف نے اپنے ایک رسالے میں اس مسئلے کو بیان بھی کیا ہے اسی وجہ سے حموی نے کہا ہے کہ صاحب نہر الفائق نے خلاصہ کے مصنف کے قول پر جو بحث کی تقویت کی ہے، وہ تسلیم نہیں ہے (کذافی حاشیہ المدنی)

و قد نظمه شيخنا الخير الرملي سالما من النقد فقال :

لممتدة طهراً بتسعة اشهر　　و فاعدة ان مالكي يقدر

و من بعده لاوجه للنقض هكذا　　يقال بلا نقد عليه ينطس

و اما ممتدة الحيض فالمفتي به كما في حيض الفتح تقدير طهرها بشهرين فستة اشهر للاطهار و ثلث حيض بشهر احتياطا.

ترجمہ اور بقول "شارح" اور البتہ اس کو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے نظم کر دیا ہے چنانچہ فرمایا:- اس عورت کے واسطے جس کا طہر ممتد ہے، نو مہینے پورے اس کی عدت ہے اگر مالکی قاضی اس کا حکم کرے ثابت کرے۔ اور قاضی مالکی کے حکم کر دینے کے بعد کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس حکم کہ توڑ دینے کی، یعنی قاضی حنفی اس حکم کو اٹھا نہیں سکتا۔ ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

وفاعِدّۃ اصل میں وفاءُ عدۃٍ تھا، ضرورت شعری کی وجہ سے اس جگہ ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے یقرّر کے بجائے یقدّر لکھا ہوا ہے۔ بقول امام طحطاوی اس موقع پر جو اعتراض سابق میں وارد کیا گیا ہے وہ وارد ہو چکا ہے۔ وہ بحالہ موجود ہے۔ یعنی یہ کہ بہت سے ممالک میں مالکی قاضی میسر نہیں ہیں۔ تو وہاں اس مسئلے میں بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔

و اما امتدة الخ :- اور جب عورت کا خون دراز ہو جائے یعنی خون برابر جاری ہو، بند نہ ہوتا ہو۔ یہاں تک کہ عورت اپنے ایام عادت کو بھول گئی، تو فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہے۔ مفتی بہ قول ہے کہ طہر کا اندازہ دو ماہ ہیں، تو اس حساب سے اس کی عدت کی مدت سات مہینے چھ مہینے تو تین طہر کے ہو گئے اور ایک ماہ تین حیض کا احتیاط جان لیا گیا۔

اس مسئلے میں اختلافی اقوال

یہ قول حکم کا ہے۔ اور اس پر فتویٰ نہیں ہے، مرغینانی کا قول یہ ہے کہ اس عورت کی عدت تین مہینے ہے۔

خون برابر جاری ہو اور مدت حیض اس کو یاد ہو

اور اگر عورت کے خون برابر جاری ہے مگر اس کو ایام عادت حیض کے یاد ہیں تو اپنی عادت کے مطابق وہ حساب لگالے (کذافی بحرالرائق)

شارح پر اعتراض

اور اس موقع پر شارح ممتدۃ الحیض لکھنے کے بجائے مستحاضہ کا لفظ ذکر کرتے تو زیادہ بہتر تھا، اس لئے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا (حاشیہ المدنی)

ثلثة اشهر بالاهلة لو في الغرة والا فبالايام بحر و غيره ان وطئت في الكل و لو حكما كالخلوة و لو فاسدة كما مر و لو رضيعا تحت العدة لا المهر قنية و العدة للموت اربعة

اشھر بالاھلة لو فی الغرة کما مر و عشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا و لو صغیرة او کتابیة تحت مسلم و لو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل قلت و عم کلامه ممتدة الطھر کالمرضع و ھی واقعة الفتوی و لم ارھا الآن فراجعه.

ترجمہ صغیرہ غیر حائضہ اور آئسہ کی عدت تین مہینے ہے چاند کے مہینوں کے حساب سے اگر طلاق شروع ماہ میں واقع ہوئی ہو۔ ورنہ پس دنوں سے حساب ہوگا، اور مذکورہ تمام مسائل میں اگر عورت سے وطی کرلی گئی، اگرچہ حکماً ہی وطی کی گئی ہو جیسے خلوت فاسدہ ہے۔ اور جیسا کہ باب المہر میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔ اور اگر شوہر شیر خوار ہو اور خلوت کے بعد جدائی ہوئی ہو، تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی، مہر واجب نہ ہوگا، اور موت کی عدت چار ماہ چاند کے حساب سے ہوگی اگر موت پہلی تاریخ میں ہوئی ہے، جیسا کہ اس کا بیان ہو چکا ہے، اور دس دن یعنی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے۔ بشرطیکہ اس کا نکاح صحیح وفات تک باقی رہا ہو۔ عدت وفات مطلقاً واجب ہے، عورت سے وطی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ اور عورت چاہے صغیرہ ہو یا اہل کتاب میں سے ہو مسلمان کے نکاح میں ہو، خواہ مسلمان غلام ہو، پس اس سے حاملہ کے علاوہ کوئی عورت خارج نہیں ہوئی۔ شارح نے کہا میں کہتا ہوں۔ مصنف کا کلام عدت وفات کے بیان میں ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہے۔ جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اس کو اکثر و بیشتر حیض نہیں آیا کرتا اور اس مسئلے کا فتویٰ معلوم کیا گیا۔ پس میں نے اس کو نہیں دیکھا لہٰذا اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

تشریح: عدت کا شمار چاند کے مہینوں سے یعنی عورت اگر صغیرہ یا آئسہ ہو اور یا ایسی بالغہ ہو کہ جس کو حیض نہیں آتا تو ان عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔ اگر طلاق چاند کی پہلی تاریخ میں دی گئی ہے تو یہ مہینے چاند کے حساب سے شمار کئے جائیں گے۔

عدت کا شمار ایام سے کیا جائے اور اگر درمیانی تاریخوں میں طلاق دی گئی ہے تو ہر مہینہ کا حساب دنوں سے کیا جائے گا، یعنی ہر مہینہ پورے تیس دن کا شمار کیا جائے گا۔ (کذا فی البحر الرائق)

جمیع مسائل میں اگر عورت سے وطی کرلی گئی اور عدت واجب ہوگی، اگر عورت سے مذکورہ بالا تمام مسائل میں وطی کرلی گئی ہے۔ وطی اگرچہ حقیقی نہ ہو، بلکہ حکماً وطی کی گئی ہو، جیسے خلوت۔ اگرچہ خلوت فاسدہ ہی ہو۔ اس کا پورا بیان باب المہر میں گذر چکا ہے۔

شارح کا قول مطلق خلوت ہے اس موقع پر شارح نے خلوت کو مطلقاً ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ خلوت خواہ صحیح ہو یا فاسد دونوں اس میں شامل ہیں۔ دونوں سے عدت واجب ہوتی ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

باب العدۃ کے شروع میں خلوۃ صحیحہ کا ذکر اور باب العدۃ کے شروع میں صرف خلوت صحیحہ کو عدت کا سبب ذکر کیا گیا ہے، صاحب قدوری نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ شارح نے اسی کی اقتداء کی ہے۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

اگر شوہر شیر خوار ہو تو عدت واجب ہے یا نہیں

اور اگر زوج دودھ پیتا بچہ ہو اور خلوت کے بعد تفریق واقع ہوئی ہو، تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک مہر واجب نہ ہو گا۔ (کذا فی القنیہ)

شیر خوار شوہر کے فراق کی صورت

اس بچے کے فراق کی صورت یہ ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح فاسد کر دیا، اور خلوت کے بعد قاضی کے حکم سے تفریق واقع ہو گئی۔ (کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی)

و فی حق امة تحیض لطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی و فی امة لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنها زوجها نصف ما للحرة لقبول التنصیف و فی حق الحامل مطلقا و لو امة او کتابیة او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بها ثم مات او طلقها تعتد بالوضع جواهر الفتاوی وضع جمیع حملها لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن و فی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلها للازواج احتیاطا.

ترجمہ اور اس باندی کے حق میں جس کو حیض آتا ہے، طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں دو حیض ہیں، تجزی نہ ہونے کی وجہ سے، اور اس باندی کے حق میں جس کو حیض نہ آتا ہو، طلاق یا فسخ نکاح کی صورت میں یا اس کا زوج مر گیا ہو۔ نصف ہے اس عدۃ کا جو حرّہ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اس لئے کہ عدت تنصیف کو قبول کر لیتی ہے، اور حاملہ کے حق میں مطلقاً اگرچہ وہ باندی یا کتابیہ کیوں نہ ہو یا حاملہ من الزنا ہو، بایں صورت کہ زنا سے حاملہ ہو جانے والی عورت سے شوہر نے نکاح کر لیا۔ اور اس کے بعد اس سے دخول کر لیا ہو اور اس کے بعد زوج مر گیا، یا طلاق دیدی ہو تو یہ وضع حمل کے ساتھ عدت گذارے گی۔ جواہر الفتاویٰ، وضع پورے حمل کا ہو، اس لئے کہ حمل جمیع ما فی بطن کا نام ہے، اور بحر میں مذکور ہے اکثر ولد کا پیدا ہونا وہی حکم رکھتا ہے جو کل ولد کا ہے تمام احکام میں، لیکن اس عورت کے حلال ہونے کے مسئلے میں دوسرے شوہر کے لئے احتیاطاً۔

حائضہ باندی کی عدت

جس باندی کو حیض آتا ہو اس کی عدت وفات اور عدت طلاق دونوں دو حیض ہیں اس لئے تین کا نصف ڈیڑھ ہوتا ہے اور عدت میں تجزی نہیں ہوتی یعنی نصف ثلث (آدھا تہائی وغیرہ اجزاء) نہیں ہوتے اس ڈیڑھ کے بجائے اس کی عدت دو کر دی گئی، یعنی نصف کو پورا ایک مان لیا گیا۔ اور اس کی عدت دو پورے حیض قرار دیدی گئی۔

وہ باندی جس کو حیض نہیں آتا

اور وہ باندی جسے حیض نہیں آتا خواہ عدت طلاق ہو یا فسخ نکاح کی یا اس کا زوج مر گیا ہو، تو اس کی عدت حرہ کی عدت کا نصف متعین کی گئی ہے۔ اس لئے کہ عدت تنصیف کو قبول کر لیتی ہے۔ یعنی عدت کی تنصیف ہو سکتی ہے لہٰذا صغیرہ آئسہ کی عدت طلاق و فسخ نکاح میں ڈیڑھ مہینے ہے اور عدت وفات دو ماہ پانچ دن۔

باندی اگر حاملہ ہو

اور حاملہ کی عدت مطلقاً خواہ باندی ہو یا کتابیہ ہو یا زنا کے ذریعہ وہ حاملہ ہوئی ہو، اس طرح کہ زید نے

ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے پیٹ میں زنا کا حمل ٹھہر گیا ہو، اور نکاح کے بعد اس سے وطی بھی کر لی ہو یہ وطی وضع حمل تک اگرچہ حرام ہی تھی اس کے بعد زید مر گیا، یا اس کو طلاق دیدی تو اس کی بھی عدت وہی وضع حمل ہو گی (کذانی جواہر الفتاویٰ)

وضع حمل کی تفصیل وضع حمل سے جمیع وضع حمل مراد ہے۔ کیونکہ حمل نام ہے تمام اس چیز کا جو عورت کے پیٹ میں ہو، تو مثال کے طور پر وہ عورت آج ایک بچہ جنی اس کے ایک ماہ کے بعد دوسرا بچہ جنی تو اس کی عدت دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد ختم ہو گی، پہلے لڑکے کے جننے کے بعد عدت ہی میں رہے گی جب تک دوسرا بچہ پیدا نہ ہو جائے۔

صاحب بحر الرائق کی رائے بر بنائے احتیاط صاحب بحر الرائق نے فرمایا کہ لڑکے کا اکثر جسم کا باہر نکل آنا ایسا ہی ہے جیسے پورا لڑکا باہر نکل آیا ہو لہٰذا اگر اس صورت میں اگر یہ عورت عدت میں تھی تو عدت اس کی پوری ہو گئی اور زوج اول پر حرام ہو گئی مگر زوج ثانی کے لئے حلال نہیں ہوئی، احتیاطاً کیونکہ ابھی جمیع حمل اس کا باہر نہیں نکلا۔

و لا عبرة بخروج الراس و لو مع الاقل فلا قصاص بقطعه و لا يثبت نسبه من المبانة لو لا قل من سنتين ثم باقيه لاكثر ولو كان زوجها الميت صغيرا غير مراهق و ولدت لاقل من نصف حول من موته فى الاصح لعموم آية وَ اُولاَتِ الاَحْمَالِ و فيمن حبلت بعد موت الصبى بان ولدت لنصف حول فاكثر عدة الموت اجماعا لعدم الحمل حين الموت ولا نسب فى حاليه اذ لا ماء للصبى نعم ينبغى ثبوته من المراهق احتياطاً نعم ينبغى ثبوته من المراهق احتياطا.

ترجمہ اور نہیں ہے اعتبار سر کے نکلنے کا اگرچہ کچھ تھوڑے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو لہٰذا اس کے قتل کر دینے سے قصاص واجب نہ ہو گا، اور بائنہ عورت کے پیٹ سے اس لڑکے کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اگر دو برس سے کم مدت میں اس کا صرف سر باہر نکلا اور دو برس پورے ہونے کے بعد بقیہ حصہ بدن کا باہر نکلا ہو، عدت اس کی وضع حمل ہے۔ اگرچہ اس کا شوہر جو کہ مر گیا ہے صغیر ہو، بالغ ہونے کے قریب نہ ہو (مراہق نہ ہو) اور بچہ جنی ہو یہ عورت (یعنی نابالغ کی بیوی) چھ ماہ سے کم کی مدت میں زوج کے مرنے کے وقت سے۔ صحیح قول کی بنا پر اگرچہ صغیر سے حمل نہیں پایا جاسکتا، مگر یہ عورت حمل سے ہے اس لئے وضع حمل کے بجائے عدت پوری نہ ہو گی، کیونکہ قرآن مجید کی آیت و اولات الاحمال الخ مطلق ہے۔ جس میں بالغ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور عدت اس عورت کے حق میں صبی (بچہ) نابالغ کے مرنے کے بعد حاملہ ہوئی ہو، بایں طور کہ اس کے مرنے کے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت کے بعد بچہ جنی ہو، تو پس عدت وفات شمار کرے گی، عدت کے وقت حمل نہ ہونے کی وجہ سے، اور دونوں صورتوں میں اس کا نسب ثابت نہ ہو گا، کیونکہ یہ صبی کا پانی نہیں ہے ہاں البتہ اس کا (نسب کا) ثبوت مراہق سے مناسب ہے مان لیا جائے احتیاطاً (فتح)

تشریح: پیدائش کے وقت پیٹ سے سر اور جسم کا بعض حصہ اگر خارج ہو عورت کے بطن سے سر اور بدن

کے بعض حصے کے باہر نکل آنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یعنی اس کو وضع حمل نہیں شمار کیا جائے گا، اور عورت کی عدت وضع حمل کی پوری نہ سمجھی جائے گی۔

ایسے بچے کو اگر قتل کر دیا جائے اور اس حالت میں اگر مولود کو مار ڈالا جائے تو اس پر قصاص واجب نہ ہوگا نیز پورا خون بہا (دیت) بھی واجب نہیں ہاں البتہ بیسواں حصہ خون بہا کا واجب ہوگا (کذافی حاشیتہ المدنی)

معتدہ عورت کا حمل اگر ساقط ہوگیا اور اگر عورت کا حمل ساقط ہو گیا، تو دیکھا جائے کہ اس کے جسم کے اعضاء جدا جدا معلوم ہوتے ہیں یا نہیں، اگر اعضاء ممتاز نظر آتے ہیں، تو عدت پوری ہو گئی، اور خون کالو تھڑا یا گوشت کا ٹکڑا ساقط ہوا ہے تو عدت ابھی پوری نہیں ہوئی (کذافی العالم گیری)

اگر بائنہ عورت کے پیٹ سے ولد کا سر نکل آئے اگر عورت مطلقہ بائنہ ہو اور اس کے بطن سے بچہ کا سر برآمد ہو جائے، تو اگر دو برس سے کم مدت میں صرف سر برآمد ہوا اور باقی حصہ بدن کا دو برس کے بعد نکلا ہے۔ تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا۔

مرنے والا شوہر اگر صغیر تھا اور جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہے، یہ شوہر ابھی صغیر تھا اور عورت حمل سے تھی، تو وضع حمل اس کی عدت وفات ہو گی، اگر زوج صغیر کی ابتداء موت سے چھ ماہ کے عرصہ سے کمتر زمانے میں بچہ پیدا ہوا ہے تو اگرچہ زوج صغیر سے حمل کا پایا جانا متصور نہیں ہے۔ مگر عدت وضع حمل سے ہی پوری ہو گی، کیونکہ قرآن مجید میں حکم عام ہے، وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو وضع کر دیں۔ یعنی وضع حمل ہو جائے) اس آیت میں بالغ کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا بالغ اور نابالغ دونوں کی عدت وضع حمل ہو گی جب کہ عورت حمل سے ہو، یہی قول امام صاحبؒ اور امام محمدؒ کا ہے، امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہے کہ صغیر کی حاملہ بیوی پر عدت وفات واجب ہے، وضع حمل سے عدت پوری نہ ہو گی۔

عورت زوج کی وفات کے بعد حاملہ ہوئی زوج صغیر تھا اور بچپن ہی میں اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد اس کی زوجہ حاملہ ہو گئی، جس کا اندازہ اس سے ہوا کہ بچہ زوج صغیر کی وفات کے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں پیدا ہوا ہے تو اس عورت کو عدت وفات گذارنا ہوگا بالاتفاق۔

اس لڑکے کا نسب لیکن اس لڑکے کا جو کہ زوج صغیر کی وفات کے چھ ماہ یا زائد عرصہ کے بعد پیدا ہوا ہے، اس کا نسب زوج صغیر سے ثابت نہ ہوگا، کیونکہ حمل وفات زوج صغیر کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ صغیر میں مادہ منی کا موجود نہیں ہوتا، لہٰذا جب مادہ منی کا موجود نہیں تو بچہ کہاں سے پیدا ہوگا۔

مراہق سے نسب کا ثبوت البتہ اگر اس کا شوہر مراہق (قریب بلوغ) ہو، تو مناسب یہ ہے کہ بچہ کے نسب کا ثبوت مراہق سے مان لیا جائے، احتیاط اسی میں ہے۔ (کذافی فتح القدیر)

مراہق کی عمر اور قریب بلوغ اس لڑکے کو کہا جاتا ہے، جس کی عمر کم از کم دس برس کی ہو گئی ہو۔

و لو مات في بطنها ينبغي بقاء عدتها الى ان ينزل او تبلغ حد الاياس نهر و في حق امرأة الفار من الطلاق البائن ان مات و هي في العدة ابعد الاجلين من عدة الوفات و عدة الطلاق احتياطا بان تتربص اربعة اشهر و عشرا من وقت الموت فيها ثلث حيض من وقت الطلاق شمني و فيه قصور لانها لو لم ترفيها حيضا تعتد بعدها بثلث حيض حتى لو امتد طهرها تبقى عدتها حتى تبلغ سن الاياس فتح.

ترجمہ اور اگر معتدہ عورت کے پیٹ میں مر گیا، تو مناسب ہے کہ اس کی عدت باقی رہے، یہاں تک کہ بچہ باہر برآمد ہو جائے، یا پھر عورت، یاس کی عمر کو پہنچ جائے، اور امرأۃ الفار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر زوج مر گیا، درانحالیکہ عورت ابھی عدت میں تھی، ابعد الاجلین ہے عدت وفات اور عدت طلاق سے احتیاطاً، بایں صورت کہ چار ماہ دس دن موت کے وقت سے رکی رہے۔ اسی میں طلاق کے وقت سے تین حیض بھی گذر جائیں گے (شمنی) اور اس (بیان) میں کمی پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اگر اس عرصہ میں حیض کا خون نہ دیکھے تو بعد اس مدت (چار ماہ دس دن) کے تین حیض مزید گذارے، یہاں تک کہ اگر اس کا طہر ممتد ہو جائے، تو مدت یاس تک اس کی عدت باقی رہے گی (فتح)

تشریح: بچہ معتدہ کے پیٹ میں مرجائے

اور اگر عورت عدت کے دن گذار رہی تھی کہ اس کا حمل کا بچہ پیٹ ہی کے اندر مر گیا۔ تو اس کی عدت اس بچہ کے باہر برآمد ہونے تک مناسب ہے یا پھر عورت سن ایاس کو (ناامیدی کی عمر تک) پہنچ جائے۔

شارح کی رائے

یہ مسئلہ امام صاحبؒ، اور صاحبینؒ سے منقول نہیں ہے یہ قول صاحب نہر الفائق کا ہے۔ شیخ رحمتی نے کہا ہے۔ عورت اگر سن ایاس کو پہنچ گئی، تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ مگر یہ قول قرآن مجید کی عمومی آیت سے مخالف ہے کہ حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، ممکن ہے صاحب نہر الفائق نے سن ایاس سے دو برس کی مدت مراد لی ہو، کیونکہ بچہ مردہ ہو یا زندہ دو برس سے زائد مدت پیٹ میں نہیں ٹھہر سکتا۔

نوٹ: اَبْعَدُ الاَجَلَیْن

دو عدتوں میں جس عدت میں زمانہ زیادہ درکار ہو، اسے ابعد الاجلین کہا جاتا ہے، مثلاً تین حیض کے لئے تین ماہ درکار ہوتے ہیں، عدت وفات چار ماہ دس دن ہوتے ہیں۔ تو اس میں ابعد الاجلین چار ماہ دس دن ہیں اسی طرح چار ماہ دس دن کے مقابل وضع حمل مثلاً دو برس یا ایک برس، یا نو ماہ میں ہو تو ابعد الاجلین وضع حمل سمجھی جائے گی۔

امرأۃ الفار

زوج بیوی کو اس خیال و خوف سے طلاق دے دے کہ اگر یہ نکاح میں باقی رہی تو اس کو شوہر کے مرنے کے بعد وراثت میں حصہ ملے گا۔ لہذا وراثت کے حق سے محروم کرنے کی نیت سے بیوی کو طلاق دے دے اس نیت سے طلاق دینے والے کو فار، اور بیوی کو امرأۃ الفار کہا جاتا ہے۔

عدت طلاق اور عدت وفات میں سے کونسی عدت واجب ہوگی

عورت کو شوہر نے طلاق بائن دیدی اور اس کے بعد

شوہر کا انتقال ہو گیا، تو یہ عورت عدت طلاق اور عدت وفات میں سے جس عدت میں وقت زیادہ صرف ہو، احتیاطاً وہی عدت گذارنا چاہیے۔

ابعد الاجلین کی صورت

اس کی صورت یہ ہے کہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات کے نام سے گذارے، اسی چار ماہ دس دن کے اندر اندر تین حیض بھی گذر جائیں گے (کذ ذکرہ الشمنی)

اس میں شارح کا اختلاف ہے

شارح نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، یعنی شمنی کی بیان کردہ ابعد الاجلین کی تفسیر تام (پوری) نہیں ہے، یعنی تمام صورتوں کو شامل نہیں ہے، لہٰذا تفسیر ناقص ہے اس وجہ سے کہ فرض کیجئے، عورت کو چار ماہ دس دن کی مدت میں حیض نہیں: آیا تو عورت کو چاہیے کہ وہ تین حیض کی عدت پوری کرے، خواہ یہ عدت کتنی ہی مدت میں پوری ہو، چنانچہ عورت کا طہر اگر دراز ہو جائے کئی برس تک اسے حیض ہی نہ آئے۔ تو اس کی عدت باقی رہے گی، یہاں تک کہ عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچ جائے (کذا فی فتح القدیر)

اگر پچاس برس اسی طرح گذر جائیں

اسی حالت میں کہ عورت عدت وفات پوری کر چکی، اور اس کے بعد عورت نے پچاس برس گذار لئے مگر حیض نہیں آیا تو اب وہ پچاس برس کی عمر کے بعد تین حیض گذار لے تب اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

ابعد الاجلین کی تعریف

قاضی خاں نے اس طرح بیان فرمائی ہے، اگر چار ماہ دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں تو دونوں عدتیں پوری ہو گئیں، اور اگر چار ماہ دس دن گذر گئے مگر تین حیض عورت کو نہیں آئے، تو جب تک تین حیض پورے نہ ہوں گے عدت ختم نہ ہو گی، اور اگر تین حیض چار ماہ دس دن پورے ہونے سے پہلے گذر جائیں تو چار ماہ دس دن پورے ہوئے بغیر عدت ختم نہ ہو گی۔

ابعد الاجلین کی صورتیں

ابعد الاجلین کی عدت چار صورتوں میں ہوتی ہے (۱) فار کی عورت جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔ (۲) شوہر کے نکاح میں دو عورتیں تھیں اس نے متعین کر کے ایک کو طلاق دیدی شرط یہ ہے کہ وطی دونوں سے کر چکا ہے، اور دونوں عورتیں حیض والی ہوں، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا۔ مگر یہ یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے کون مطلقہ ہے تو دونوں بیویوں پر ابعد الاجلین واجب ہے۔ (۳) اور تیسری صورت یہ ہے کہ بلا تعین دونوں بیویوں میں سے ایک کو تین طلاقیں شوہر نے دیدی اس حالت میں کہ شوہر صحت مند تھا، پھر بعد میں شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اور دونوں میں سے کسی کی تعیین نہیں کر سکا، تو اس صورت میں بھی دونوں پر ابعد الاجلین عدت لازم ہو گی۔ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ زمانہ صحت میں دونوں میں سے کسی ایک کو بلا تعیین طلاق دیدی۔ پھر مرض الموت میں بیان کیا کہ فلاں کو طلاق دی ہے۔ اور عدت پوری ہونے سے پہلے ہی مر گیا، تو مطلقہ عورت پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہو گی۔ (کذا فی فتاویٰ قاضی خاں)

پانچویں صورت اس کی یہ بھی ہے کہ جس کو شارح نے اسی باب میں بیان کیا ہے، یعنی یہ کہ ام ولد کا مولیٰ اور زوج دونوں کا انتقال ہوا، اور معلوم نہ ہو سکا کہ ان میں سے پہلے کون مرا ہے۔ تو اس عورت کو جو مولیٰ کی ام ولد ہے اس کی شادی مولیٰ نے کر دی تھی، تو اس کے شوہر بھی تھا، اس پر دونوں کی عدت واجب ہے، لیکن اس صورت میں کس کی عدت گذارے تو اس میں بھی وہی ابعد الاجلین عدت گذارنی واجب ہو گی۔ ٥

طلاق بائن کی قید کا فائدہ

مصنفؒ نے امرأۃ الفار میں طلاق کے ساتھ بائن کی قید بھی لگائی ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس کی جو عورت مطلقہ رجعی ہے، اس کی عدت، عدت وفات ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، خواہ ان چار مہینوں اور دس دن کے اندر تین حیض آجائیں یا نہ آئیں، بہر حال عدت پوری ہو جائے گی۔

و قید بالبائن لان لمطلقة الرجعی ما للموت اجماعا و العدة فیمن اعتقت فی عدة رجعی لا عدة البائن و لا الموت ان تتم کعدة حرة و لو اعتقت فی احدهما ای البائن اوالموت فکعدة الامة لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین.

ترجمہ اور مصنفؒ نے امرأۃ الفار کو بائن کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے اسلئے مطلقہ رجعیہ کیلئے وہی عدت واجب ہے، جو موت کی عدت ہے بالاتفاق، اور عدت اس باندی کی جو آزاد ہو گئی، طلاق رجعی کی عدت میں نہ عدت بائن اور عدت وفات میں یہ ہے کہ وہ پوری کرے جیسی حرّہ کی عدت ہوتی ہے، اور اگر باندی آزاد کی گئی ان دونوں میں سے کسی ایک میں یعنی بائن یا وفات کی عدت میں تو عدت باندی جیسی گذارے گی، رجعی میں نکاح باقی رہنے کی وجہ سے نہ کہ آخر کی دونوں صورتوں میں۔

تشریح: طلاق رجعی کی حالت میں باندی آزاد ہوئی

اور اگر باندی اس حالت میں آزاد ہوئی کہ اس کے زوج نے اس کو طلاق رجعی دیدی تھی، اور باندی طلاق رجعی کی عدت گذار رہی تھی، اس باندی کی عدت یہ ہے کہ وہ آزاد عورت کی طرح عدت گذارے یعنی تین حیض، کیونکہ وہ اگرچہ مطلقہ رجعی ہونے کی وجہ سے باندی کی عدت ڈیڑھ ماہ کی گذار رہی تھی، مگر ابھی عدت پوری نہ ہوئی تھی تو آزاد عورت کی عدت گذارے گی۔

اور اگر باندی طلاق بائن یا وفات کی عدت میں تھی

اور شوہر نے اس کو اسی عدت میں طلاق دے دی تو ابعد الاجلین والی عدت اس کو گذارنی ہوگی۔

باندی آئسہ یا صغیرہ ہو

اسی حالت میں اگر باندی آئسہ یا صغیرہ ہو تو تین مہینے کی عدت واجب ہوگی۔

باندی طلاق بائن یا وفات زوج کے ایام میں آزاد ہوئی

اگر باندی آزاد ہوئی اس حالت میں کہ اس کے زوج نے اس کو طلاق بائنہ دیدی تھی، اور وہ طلاق بائنہ کی عدت گذار رہی تھی یا ایسے وقت میں آقا نے اس کو آزاد کیا کہ زوج کی عدت وفات گذار رہی تھی، تو باندی اگرچہ آزاد ہو چکی ہے مگر اس کی عدت وہی ہے جو باندی کی عدت ہے، کیونکہ طلاق رجعی میں تو نکاح باقی رہتا ہے، مگر طلاق بائنہ اور موت کی صورت میں نکاح باقی نہیں رہتا۔

و قد تنتقل العدة ستا کامة صغیرة منکوحة طلقت رجعیا فتعتد بشهر و نصف فحاضت تصیر حیضتین فاعتقت تصیر ثلثا فامتد طهرها للایاس تصیر بالاشهر فعاد دمها تصیر بالحیض فمات زوجها تصیر اربعة اشهر و عشرا.

ترجمہ اور کبھی کبھی عدت منتقل ہو جاتی ہے اور اس کی منتقلی چھ تک پہنچ جاتی ہے مثلاً: باندی صغیرہ کا نکاح کر دیا گیا، پھر اس کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دیدی پس وہ ایک ماہ اور نصف ماہ عدت کے گذارے، پس حیض والی ہوئی تو اس کی عدت دو حیض ہوگی، پھر آزاد کر دی گئی، تو عدت تین حیض ہو جائے گی، پس ممتد ہو گیا اس کا طہر آئسہ ہونے کی وجہ سے تو عدت مہینوں سے شمار ہوگی، پس عود کر آیا اس کا خون (حیض) تو عدت حیض سے شمار کرے گی، پس مر گیا اس کا شوہر تو عدت چار ماہ دس دن ہو جائے گی۔

تشریح: عورت کی عدت میں چھ طرح تبدیلی واقع ہو جاتی ہے

مصنفؒ نے ان چھ کو بہت مجمل اور مختصر بیان کیا ہے۔ مگر شارح نے ان میں سے ہر ایک کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

تبدیلی (۱) باندی صغیرہ منکوحہ کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دیدی تو باندی منکوحہ مطلقہ جس کو حیض نہ آتا ہو کی عدت ڈیڑھ ماہ ہوگی۔

(۲) ابھی یہ عدت کے دن گذار رہی تھی... اور ابھی کچھ دن عدت کے باقی تھے کہ اس کو حیض آ گیا۔ لہٰذا اب اس کو دو حیض عدت کے پورے گذارنے ہوں گے۔

(۳) ابھی یہ دو حیض کی مدت پوری نہ ہو پائی تھی کہ آزاد ہو گئی، لہٰذا اب اس پر آزاد عورت کی عدت لازم ہوگی، اس لئے اب اس کو تین حیض کی عدت گذارنی پڑے گی۔

(۴) ابھی تین حیض پورے نہ ہوئے تھے کہ اس کا طہر دراز ہو گیا یعنی ایک حیض آیا پھر حیض آنا بند ہو گیا اور پچاس برس کی عمر تک اس کو حیض نہ آیا، تو اس کی عدت تین مہینے کی ہو گئی لہٰذا اب مزید پورے تین ماہ عدت کے نام سے گذارے گی۔

(۵) ابھی تین ماہ نہ گذرے تھے کہ اس بد قسمت عورت کو پھر حیض آ گیا، لہٰذا اب عدت تین حیض کی ہو گئی۔ اس لئے اب مزید تین حیض عدت کے گذارنے پڑیں گے۔

(۶) ابھی یہ تین حیض والی مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ اس کا شوہر وفات پا گیا، لہٰذا اب اس کو عدت وفات یعنی چار مہینے دس دن عدت کے گذارنے ہوں گے، یاد رہے کہ شارح نے پہلی بار والی تبدیلی کو شمار کر کے چھ تبدیلیاں ذکر کی ہیں۔

آیسة اعتدت بالاشهر ثم عاد دمها علی جاری عادتها او حبلت من زوج آخر بطلت عدتها و فسد نکاحها و استانفت بالحیض لان شرط الخلفیة تحقق الایاس عن الاصل و ذلك بالعجز الدائم الی الموت و هو ظاهر الروایة کما فی الغایة و اختاره فی الهدایة فتعین المصیر الیه قاله فی البحر بعد حکایة ستة اقوال مصححة و اقره المصنف.

ترجمہ ایک عورت ہے جس نے مہینوں سے عدت کے دن گذارے پھر درمیان ہی میں اس کا حیض واپس لوٹ آیا۔ (یعنی حیض دوبارہ جاری ہو گیا) سابقہ عادت کے مطابق زوج ثانی سے حاملہ ہو گئی تو اس کی عدت باطل ہو گئی، اور اس کا نکاح فاسد ہو گیا۔ اور وہ استیناف کرے حیض سے (یعنی دوبارہ حیض سے عدت کے دن گذارے) اس لئے کہ مہینوں سے جو

عدت گذار رہی تھی وہ عدت بالحیض کا خلیفہ اور قائم مقام کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اصل کا خلیفہ یا نائب ہونے کی شرط یہ ہے کہ آئسہ ہونا متحقق ہو جائے، اور یہ یعنی مایوس ہونا (آئسہ ہونا) دائمی عاجزی سے ثابت ہوتا ہے جس کا سلسلہ موت تک جاری رہے اور مذکورہ صورت میں دائمی عاجزی باقی نہ رہی۔ اور ظاہری روایت یہی ہے جیسا کہ غایت (نامی کتاب) میں مذکور ہے اور اسی کو ہدایہ میں بھی اختیار فرمایا ہے۔ لہٰذا اسی کے مطابق عمل کرنا متعین ہو گیا، مذکورہ چھ تبدیلیاں نقل کر کے صاحب بحر الرائق نے فرمایا ہے کہ ظاہر روایت بھی یہی ہے اور شرح اور متن میں مصنف نے اسی کو برقرار رکھا ہے اور تصحیح کی ہے۔

تشریح: آئسہ مہینوں سے عدت گذار رہی تھی ایک عورت جو حیض سے مایوس تھی، عدت مہینوں کی گذار رہی تھی کہ درمیان میں اسے حیض آنا شروع ہو گیا اور اسی انداز سے حیض آیا جیسا کہ اس کی سابق میں عادت تھی۔

یا آئسہ تھی اور عدت کے دن گذار رہی تھی کہ زوج آخر سے حاملہ ہوگئی یا عدت کے درمیان اس نے زوج ثانی سے نکاح کر لیا اور اس کے نتیجہ میں حمل ٹھہر گیا، تو حمل ٹھہر جانے اور حیض آنے کی وجہ سے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اس عورت کی عدت باطل ہو گئی، نیز نکاح ثانی بھی فاسد ہو گیا کیونکہ نکاح عدت میں ہوا، اور عورت عدت کے دن بحساب حیض پھر سے شروع کر کے پورے کرے گی۔

دوبارہ عدت شروع کرنے کی وجہ اس وجہ سے عورت جب حیض سے مایوس تھی تب اس کے لئے عدت بالاشہر کی اجازت دی گئی تھی، اس لئے اصل عدت حیض ہے اور عدت بالاشہر اس کا نائب ہے اور نائب اسی وقت کام کرتا ہے جب اصل نہ ہو، اسی لئے شرط باطل ہو گئی۔

یہی حکم ظاہر الروایۃ کا بھی ہے اور چونکہ غایت نے اس کو پسند کیا ہے اور ہدایہ میں بھی یہی مسئلہ مذکور ہے، لہٰذا اعتماد اسی پر مقرر ہو گیا۔ نیز مذکورہ چھ اقوال ذکر کرنے کے بعد، بحر الرائق نے بھی اسی طرح کا قول کیا ہے۔ نیز مصنفؒ اور شارح نے بھی اسی قول کو باقی رکھا ہے۔

آئسہ کے حیض جاری ہونے سے کیا مراد ہے آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد میں چند اقوال ہیں۔ مگر شارح نے کثرت سیلان کے معنی ذکر کئے ہیں، کیونکہ اسی قول پر فتویٰ ہے (بحر الرائق)

لکن اختار البهنسی ماختاره الشهيد انها ان رأته قبل تمام الاشهر استانفت لابعد هاقلت وهو مااختاره صدر الشريعة و ملا خسروو الباقلانی واقره المصنف فی باب الحيض وعليه فالنكاح جائز وتعتد فی المستقبل بالحيض كما صححه فی الخلاصة و غير ها وفی الجوهرة و المجتبیٰ انه الصحيح المختار و عليه الفتوىٰ وفی تصحيح القدوری و هذاالتصحيح اولی من تصحيح الهداية وفی النهر انه اعدل الروايات و تمامه فيما علقته علے الملتقى.

ترجمہ لیکن بہنسی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جس کو شہید نے اختیار فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر عورت نے مہینوں کے ختم ہونے کے بعد حیض کا خون دیکھا ہے، تو عدت از سر نو شروع کرے، نہ کہ اس کے بعد، میں کہتا ہوں کہ یہ وہی قول ہے جس کو صدر الشریقہ نے اختیار کیا ہے اور ملا خسر واور باقانی نے بھی پسند کیا ہے۔ اور باب حیض کے بیان میں اسی کو مصنف نے بھی ثابت فرمایا ہے۔ لہٰذا نکاح جائز ہوگا۔ اور اب وہ آئندہ حیض سے عدت گذارے گی، جیسا کہ خلاصہ میں اس کی تائید کی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اور کتاب الجوہرہ اور المجتبیٰ میں یہ لکھا ہے کہ یہی صحیح اور پسندیدہ قول ہے اور اسی پر فتوی ہے اور قدوری میں ہے کہ ہدایہ کی تصحیح سے یہ تصحیح اولیٰ اور بہتر ہے، اور کتاب النہر الفائق میں مذکور ہے کہ یہ قول تمام اقوال میں زیادہ معتدل ہے اور اس کی پوری تفصیل میں نے ملتقی الابحر نامی کتاب میں بیان کر دی ہے۔

فقہاء کرام کے اس مسئلے میں مختلف اقوال ہیں

وہ عورت جس کو حیض سے مایوسی ہو گئی ہو۔ اس لئے عدت مہینوں سے گذار رہی تھی کہ اس کو حیض حسب سابق عادت کے مطابق دوبارہ جاری ہو جائے تو آیا مہینے والی عدت کا شمار ہوگا یا نہیں۔ اور یہ کہ اب اس عورت کو مزید عدت کے دن گذارنے ہوں گے یا نہیں۔

اور آئسہ نے دوران عدت نکاح کر لیا

تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں بہنسی نے وہی قول اختیار کیا ہے جس کو شہید نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ تین ماہ پورے ہونے سے قبل اگر آئسہ کو حیض آنا شروع ہوا ہے تو مہینوں والی عدت باطل ہو گئی۔ اب وہ پھر سے از سر نو حیض سے عدت شروع کرے۔

اور اگر حیض کی آمد تین ماہ پورے ہو جانے کے بعد شروع ہوئی ہے، تو اس کی عدت پوری ہو گئی اس کو عدت دوبارہ گذارنے کی حاجت نہیں ہے۔

شارح کی رائے

شارح نے فرمایا: کہ شرح وقایہ میں اسی کو صدر الشریعۃ نے اور ملا خسرو اور باقانی نے بھی پسند فرمایا ہے۔ نیز مصنف نے باب الحیض میں اسی کو اختیار کیا ہے، لہٰذا اس قول کے مطابق زوج ثانی سے اس نکاح درست ہے فاسد نہیں، آئندہ اگر اس کو طلاق دیدے تو حیض سے عدت گذارے گی۔ خلاصہ وغیرہ نے اسی قول کی تائید فرمائی ہے، کتاب المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے، اور کتاب قدوری میں لکھا ہے کہ ہدایہ کے مقابلے اسی قول کی تصحیح مناسب ہے اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ یہی قول معتدل ہے۔

والصغيرة لو حاضت بعد تمام الاشهر. لا. تستانف. الا اذا حاضت في اثنائها. فتسانف بالحيض. كما تستانف. العدة. بالشهور من حاضت حيضة. او ثنتين. ثم ايست. تعرزاً عن الجمع بين الاصل والبدل.

ترجمہ اور اگر صغیرہ کو حیض آئے مہینوں کے پورے ہونے کے بعد از سرنو شروع نہ کرے، مگر جب کہ اس کو حیض آئے عدت کے درمیان میں، پس حیض سے استیناف کرے جیسا کہ عدت کا تیناب کرے مہینوں سے وہ عورت جس کو ایک یا دو حیض آئے پھر عورت آئسہ ہو جائے، احتراز کرتے ہوئے، اصل اور بدل کے اجتماع سے۔

صغیرہ کو عدت پورے ہونے کے بعد حیض آئے عورت ابھی نابالغ تھی، اور عدت مہینوں کی گذار چکی تھی، عدت کے پورے ہو جانے کے بعد اس کو حیض آگیا۔ تو اب اس کو دوبارہ عدت بالحیض گذارنے کی حاجت نہیں عدت پوری ہو چکی۔

صغیرہ کو عدت کے دوران حیض آگیا اور اگر مہینوں سے عدت کے ایام گذار رہی تھی ابھی چند روز اور باقی تھے کہ اسے حیض آنا شروع ہو گیا تو اس کو چاہئے کہ اب حیض سے ازسر نو شروع کرے، اور عدت کے تین حیض گذارے۔

عورت کو حیض آتے آتے بند ہوگیا عورت حیض سے عدت گذار رہی تھی کہ ایک یا دو حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو گیا۔ اور وہ آئسہ ہو گئی تو اب عدت دوبارہ مہینوں سے شروع کرے، اور تین ماہ پورے عدت کے نام سے گذارے، تاکہ اصل اور اس کی فروع یعنی بدل کا ایک ساتھ جمع ہونا لازم نہ آئے، اس لئے بدل پر اسی وقت عمل کرنا چاہئے جب اصل پر عمل کرنا دشوار ہو۔

والایاس سنہ للرومیة وغیرھا خمس و خمسون عند الجمھور و قیل الفتویٰ علی خمسین نھر و فی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنة و لم تحض حکم بایا سھا وعدۃ المنکوحة نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطل و کذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ و النسب بحر.

ترجمہ اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر عورت روم کی رہنے والی ہو یا اس کے غیر کی پچپن برس ہے، جمہور کے نزدیک، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور کہا گیا ہے کہ فتویٰ پچاس برس میں ہے اور بحر الرائق میں جامع صغیر سے منقول ہے کہ صغیرہ جب تیس برس کی عمر کو پہنچ گئی اور اسے حیض نہیں آیا تو اس کے آئسہ ہونے کا حکم کر دیا جائیگا اور نکاح فاسد کے ذریعہ جس عورت کا نکاح کیا گیا ہو، اس عورت کی اس کے باطل ہونے کی صورت میں کوئی عدت نہیں ہے، یہی حکم موقوفہ قبل الاجازت کا ہے یعنی جس عورت کا نکاح اجازت پر موقوف ہو تو اجازت سے پہلے اس کی کوئی عدت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ نکاح موقوف میں نسب اور عدت دونوں ثابت ہیں۔

سن ایاس عورت کس عمر میں سن ایاس کو پہونچتی ہے، یا یہ کہ اس کو آئسہ کب کہا جائے گا۔ تو اس مسئلے میں دو قول ہیں۔ اول، عورت خواہ کسی ملک کی رہنے والی ہو تمام عورتوں کی عمر جب پچپن سال کی ہو جائے تو جمہور کے نزدیک اس کو آئسہ کہا جائے گا اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے۔ دوسرا، قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس ہے (کذافی نھرالفائق) امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ روم کی عورت کا سن ایاس پچپن برس، اور اس کے علاوہ دوسرے ممالک کے لئے ساٹھ یا ستر برس ہے، مگر اس قول پر فتویٰ نہیں ہے۔ (کذافی البحرالرائق)

سن ایاس میں بحرالرائق کی رائے اور بحر الرائق کی رائے سن ایاس میں یہ ہے کہ صغیرہ جب تیس برس کی عمر کو پہنچ جائے اور اس وقت اسے حیض نہ آئے، تو اس پر ایاس کا حکم کیا جائے گا

نکاح فاسد سے اگر نکاح کیا گیا

جس عورت کا نکاح فاسد تھا، اور اسے طلاق دیدی گئی تو اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔

نکاح باطل کی عدت

نکاح فاسد کی قید سے معلوم ہوا کہ جس عورت کا نکاح باطل تھا، تو اس کی کوئی عدت نہیں ہے، نکاح باطل کی صورت یہ ہے کہ کسی منکوحہ سے جان بوجھ کر کسی نے نکاح کر لیا۔ تو یہ نکاح باطل ہے

نکاح موقوف میں عدت کا حکم

اسی طرح عورت کا نکاح اجازت پر موقوف تھا۔ ایسی حالت میں اسے طلاق دی گئی۔ تو اس کی بھی کوئی عدت نہیں ہے۔ (کذافی الاختیار) نکاح موقوف کی مثال، جیسے فضولی کسی عورت کا نکاح کر دے یا باندی اپنا نکاح کسی سے خود کر لے تو فضولی کا نکاح زوج کی اجازت پر اور باندی کا نکاح آقا کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

والموطؤاة بشبهة. ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها كما سيجئى و للموطوأة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول و تخرج باذنه فى العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطؤحتى تلزمه نفقتها و كسو تها بحر يعنى اذا لم تكن عالمة راضية كما سيجئى.

ترجمہ اور عدت اس عورت کی جس سے شبہ میں وطی کی گئی اور یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جو کسی کے نکاح میں ہو اور اس سے دوسرے آدمی نے نکاح کر لیا ہو، درانحالیکہ اس عورت کے نکاح کا اس کو علم نہ ہو جیسا کہ اس کا بیان آئندہ آئے گا، اور جس منکوحہ سے شبہ میں وطی کر لی گئی، جائز ہے کہ وہ اپنے حقیقی زوج کے پاس قیام کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ زوج کی اجازت سے عدت کے ایام میں باہر نکلے، اس لئے دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے، البتہ وطی کرنا اس سے حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اسکے ذمہ اس کا نان نفقہ اور کپڑا واجب ہے (بحر) یعنی جب کہ عورت ناواقف ہو اور راضی ہو، جیسا کہ آئندہ اس کا بیان آئے گا۔

موطوءہ بشبہ کی عدت کا حکم

اور وہ زوجہ جس سے دوسرے شخص نے کسی شبہ کی بنا پر وطی کر لی ہو، اس عورت پر عدت واجب ہے اور یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جو پہلے سے کسی کے نکاح میں ہو اور اس عورت سے دوسرے آدمی نے نکاح کر لیا ہو۔ اور نکاح کرنے والا اس کے سابقہ نکاح کا علم نہ رکھتا ہو بلکہ بے خبر ہو اس کا تفصیلی حکم اس باب کے آخر میں بیان کیا جائے گا۔

دوسرے منکوحہ بیوی سے جان بوجھ کر نکاح کر لینا

اور اگر کسی شخص نے دوسرے کی منکوحہ بیوی سے یہ جانتے ہوئے نکاح کیا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے تو اس عورت سے وطی کرنا صراحۃ زناکاری ہے اس میں عدت نہیں ہے۔

اور جس عورت سے شبہ میں وطی کی گئی ہے اس عورت کو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے مگر عدت کے نوں میں زوج اول کے گھر سے باہر نکلنا ضروری ہے، اس وجہ سے کہ نکاح دونوں کے درمیان قائم ہے اور زوج اول کے لئے ایام عدت میں اب بیوی سے وطی کرنا حرام ہے۔

اس عورت کا نان نفقہ

مگر اس کا نفقہ اور کپڑا زوج اول پر لازم ہے۔ (کذافی بحر الرائق)

زوج اول پر نفقہ کا وجوب شارح کے نزدیک

شارح کے نزدیک اس عورت کا نان نفقہ اور کپڑا اس وقت لازم ہوگا، جب کہ عورت کو علم نہ ہو اور نہ ہی راضی ہو، مطلب یہ ہے کہ نفقہ کے واجب ہونے میں دونوں قیود یا کم از کم ان میں سے ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر بیوی کو پہلے سے معلوم ہو کہ جس کے ساتھ شب زفاف میں اس کو بھیجا گیا ہے وہ اس کا زوج نہیں ہے نیز وطی کیے جانے کے وقت اس وطی پر وہ راضی بھی نہ تھی اور اس کا اظہار بھی اس وطی کرنے والے سے اس نے کر دیا ہو۔ مگر اس نے اس کی بات کا اعتبار نہ کیا ہو اور ڈرا دھمکا کر تلوار دکھلا کر زبردستی اس سے وطی کر لیا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

وام الولدفلاعدة علی مدبرة ومعتقة غیرالایسةوالحامل فان عدتهمابالاشهر والوضع الحیض للموت ای موت الواطیٔ وغیره کفرقة او متارکة لان عدة هؤلاء لتعرف براء ة الرحم وهوبالحیض ولم یکتف بحیضة احتیاطا ولااعتداد بحیض طلقت فیه اجماعا.

ترجمہ

اور ام ولد کی عدت تو اس قید کی وجہ سے مدبرہ اور معتقہ (جس کو آزاد کر دیا گیا ہو) پر عدت نہیں ہے درانحالیکہ ام ولد آئسہ نہ ہو اور نہ حاملہ ہو۔ اس وجہ سے آئسہ کی عدت مہینوں سے ہے، اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور عدت تین حیض ہے یعنی وطی کرنے والے کے وفات پا جانے سے اور اس کے غیر میں بھی (یعنی غیر موت میں بھی) عدت تین حیض ہے، جیسے فرقت (جو نکاح فاسد میں قاضی کے حکم سے فرقت واقع ہوئی ہو) یا وہ عورت جس سے وطی کرنے کے ترک کر دینے کا اظہار کیا ہو، تو ان عورتوں کی عدت تین حیض ہے نہ کہ مہینوں سے، تا کہ ان کے رحم کا بری ہونا جانا جا سکے، اور وہ حیض ہے، اور احتیاط کی وجہ صرف ایک حیض پر اکتفا نہیں کیا گیا۔

جزئیات، ام ولد کی قید کا فائدہ

عدت کے بیان کرنے میں ام ولد کی قید مذکور ہے، اس کا فائدہ یہ نکلے گا کہ باندی جس کو آقا نے مدبرہ بنا دیا ہے۔ یا وہ باندی جس کو آزاد کر دیا گیا ہے، ان دونوں کی عدت یہ نہیں ہے۔

ام ولد کے ساتھ قید ہے کہ وہ آئسہ نہ ہو اور نہ حمل سے ہو

اس طرح مصنف نے ام ولد کی عدت کے بیان کرتے وقت یہ قید بھی ذکر کی ہے کہ ام ولد نہ آئسہ ہو اور نہ حاملہ ہو کیونکہ حمل ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی اور آئسہ ہے تو اس کی عدت مہینوں سے شمار ہوگی۔

موطوءہ بشبہ کے واطی کی موت

وہ عورت جس کے ساتھ شبہ میں وطی کر لی گئی ہے، اگر یہ وطی کرنے والا مر گیا۔ تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ بشرطیکہ حمل سے نہ ہو اور آئسہ نہ ہو، یعنی وطی کرنے والے کی موت واقع ہونے کی صورت میں بھی موطوءہ بشبہ کی مدت تین حیض ہے مہینوں سے اس کی عدت نہیں ہے، نیز

اگر واطی کی موت واقع نہیں ہوئی، تب بھی تین حیض ہی عدت ہے۔

مثلاً عورت سے نکاح فاسد ہوا تھا، پھر بعد میں تفریق واقع ہو گئی بحکم قاضی، یا ایسی عورت ہے کہ شوہر نے اس سے وطی ترک کرنے کا اظہار کیا ہے۔ تو ان عورتوں کی عدت حیض سے شمار ہو گی، مہینوں سے نہ ہو گی۔ اس لئے کہ ان کی عدت صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کا رحم بری ہے اور رحم کی برأت صرف حیض سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔

استبراءِ رحم کے لئے تین حیض اگر چہ ایک حیض سے بھی استبراء رحم معلوم ہو سکتا ہے مگر احتیاطاً تین حیض واجب کئے گئے ہیں تا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

واذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجب عدة اخرى لتجدد السبب وتداخلتا والمرئى من الحيض منهما و عليها ان تتم العدة الثانية ان تمت الاولى.

ترجمہ اور وہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے اس حیض کا کوئی شمار نہ کیا جائے گا، بالاتفاق اس میں سب کا اجماع ہے اور اگر معتدہ سے شبہ میں وطی کر لی گئی، خواہ وطی طلاق دینے والے سے ہوئی تو دوسری عدت واجب ہو گی سبب کے بدل جانے کی وجہ سے، اور دونوں عدتوں میں تداخل ہو جائے گا اور عورت پر واجب ہے کہ وہ دوسری عدت کو پوری کرے اگر پہلی عدت پوری ہو چکی ہو۔

بحالت عدت وطی کر لی گئی اگر کسی شبہ کی بنا پر معتدہ سے کسی نے وطی کر لی اگر چہ یہ وطی خود طلاق دینے والے نے شبہ میں کر لی ہو تو عورت معتدہ پر دوسری عدت گذارنا واجب ہو گا اس وجہ سے کہ دونوں عدتوں کے اسباب ایک ہی ہیں یعنی وطی۔

دونوں عدتوں میں تداخل کا حکم مگر اس صورت میں پہلی عدت جو وہ گذار رہی تھی اور بعد میں وطی شبہ والی عدت، دونوں میں تداخل ہو جائے گا۔ یعنی دونوں عدتیں ایک ہی وقت میں پوری کرے گی۔ چنانچہ اس کے بعد جو حیض آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار کیا جائے گا۔

معتدہ کی عدت پوری ہو چکی تھی اور اگر اس کی عدت پوری ہو چکی تھی، پھر بعد میں وطی بشبہہ کا واقعہ پیش آیا تو اس وطی ثانی کی عدت الگ سے پوری کرنا واجب ہے۔

دونوں عدتوں میں تداخل کی مثال ایک عورت ہے جسکو اس کے شوہر نے طلاق بائنہ دیدی تھی، اس کے بعد اسکو ایک حیض آگیا۔ ایک بار حیض آجانے کے بعد اس عورت نے دوسرے سے نکاح کر لیا۔ اور نکاح کے بعد زوج ثانی نے اس سے وطی کر لی، وطی کرنے کے بعد دونوں میں تفریق واقع ہو گئی، اس عورت کو ایک بار تو حیض آ ہی چکا تھا تفریق کے بعد دو مرتبہ پھر حیض آیا۔ تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں شمار کر لئے جائیں گے۔

معتدہ سے کون سی عورت مراد ہے اس جگہ مطلقاً عدت والی عورت مراد نہیں ہے، بلکہ وہ عورت مراد ہے جس کو طلاق بائن دیدی گئی ہو اور طلاق بائن کی عدت گذار رہی ہو، تا کہ طلاق دینے والے زوج نے جو شبہ میں اس سے وطی کر لی ہے اس میں شامل ہے۔

وطی معتدہ سے طلاق رجعی کی صورت میں

اس لئے کہ اگر ایسی عورت ہے جس کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور بیوی عدت کے دن گذار رہی تھی کہ شوہر نے شبہ میں اس سے وطی کر لی تو اس وطی کو رجعت پر محمول کیا جائے گا، اور عورت کی رجعت زوج سے ثابت ہو جائے گی۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

وکذا لوبا لا شهراوبهما لو معتدة وفات فلو حذف قوله و المرئى منهما لعمهما وعم الحامل لوحبلت فعدتها الوضع الامعتدة الوفاة فلا تتغير بالحمل كمامر صححه في البدائع

ترجمہ

اور اسی طرح (یعنی دونوں عدتیں متداخل ہوں گی) اگر عورت عدت مہینوں سے گذار رہی تھی یا دونوں (عدتوں) کے ساتھ اگر پہلے سے متعدہ وفات ہو (یعنی وفات زوج کی عدت گذار رہی تھی) پس اگر مصنف اپنے قول والمرئ منهما کو اس جگہ حذف کر دیتا یعنی اس کو ذکر نہ کرتا تو حکم دونوں کو عام ہو جاتا، اور اس معتدہ کو بھی شامل ہو جاتا جو زمانہ عدت میں حاملہ ہوئی ہے، پس اس کی عدت وضع حمل ہوتی، نہ کہ معتدہ الوفات پس وہ حمل سے تبدیل نہیں ہوتی، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے اور بدائع میں اس کی تصحیح کی ہے۔

مصنف پر ایک اعتراض

جس طرح حیض کا دونوں عدتوں میں تداخل ہو جاتا ہے اسی طرح مہینوں کی دو عدتوں میں بھی ہو جاتا ہے اور یہ طے شدہ مسئلہ ہے لہٰذا اگر مصنف اپنی کتاب میں سے "المرء منهما" کی قید کو ذکر نہ کرتے، تو یہ حکم تداخل کا دونوں مذکورہ عدتوں کو شامل ہو جاتا، یعنی عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو۔

المرئ منهما کی قید کے حذف کرنے کا دوسرا فائدہ

اور اس قید کے حذف کرنے سے دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ وہ عورت جو ایام عدت میں وطی کے ذریعہ حاملہ ہو گئی، تو اس کی عدت وضع حمل ہے، خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ اس عورت پر دو عدتیں واجب تھیں، ایک عدت طلاق کی، تین حیض، اور دوسری عدت وطی بشبہ کی یعنی وضع حمل، اور اب ان دونوں عدتیں تداخل ہو گئیں، صرف وضع حمل سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی، کیونکہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آیا کرتا (کذافی الکافی) ان دونوں عدتوں میں تداخل نہ ہوگا، وہ عورت جو حمل سے ہو اس کی عدت وضع حمل ہے اور وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے، یعنی عدت وفات مہینوں سے ہے، اگر ایک عورت وضع حمل کی عدت گذار رہی تھی کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ تو اب اس کو عدت وفات بھی گذارنا چاہئے، اس مثال میں متعدہ کی دونوں عدتوں میں تداخل نہ ہوگا، جیسا کہ اس کا بیان زوجہ صغیر میں گذر چکا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ عورت کا شوہر صغیر و نابالغ ہے زوج صغیر کا انتقال ہو گیا، اور عورت عدت وفات گذار رہی تھی کہ درمیان میں وطی بشبہ کا واقع پیش آگیا، اور عورت حاملہ ہو گئی تو اس کی عدت میں تداخل نہ ہوگا، بدائع نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

و مبداء العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور وتنقضي العدة وان جهلت المرأة بهماای بالطلاق والموت لانها اجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف بالطلاق اوانكر فلو طلق امرأته ثم انكره واقيمت عليه بينة وقضى القاضي بالفرقة كان ادعته عليه في

شوال وقضی به فی المحرم فالعدة من وقت الطلاق لامن القضاء بزازية و فی الطلاق المبهم من وقت البیان .

ترجمہ اور عدت کی ابتداء طلاق کے بعد اور زوج کی وفات کے بعد فوراً بلا تاخیر شروع ہو جاتی ہے اور عدت پوری ہو جاتی ہے اگر چہ عورت ان دونوں سے واقف نہ ہو، یعنی طلاق اور زوج کی موت اس لئے کہ عدت ایک متعین مقررشدہ مدت کا نام ہے، لہٰذا مشروط نہیں ہے اس مدت کے گذرنے کا علم ہونا برابر ہے کہ زوج طلاق دینے کا اعتراف کرے یا انکار، پس اگر زوج نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر اس کا انکار کر دیا، اور اس کیخلاف ثبوت فراہم کر دیا گیا، اور قاضی نے دونوں کے درمیان فرقت کا فیصلہ کر دیا، مثلاً اگر عورت نے شوہر کے خلاف شوال کے مہینے میں دعوی دائر کیا اور اس کا محرم میں فیصلہ کیا گیا تو عدت کی ابتداء طلاق دینے کے وقت سے شمار ہو گی، فیصلہ کے دن سے شمار نہ ہو گی، اور طلاق مبہم میں عدت کی ابتداء بیان کے وقت سے شروع ہو گی۔

عدت کی ابتداء کب سے ہو گی

طلاق اور وفات زوج کے بعد فوراً بلا تاخیر عدت شروع ہو جاتی ہے، کسی چیز کا انتظار نہیں کیا جاتا۔

عورت کو طلاق دینے یا شوہر کی وفات کا علم نہ ہو سکا

زوج نے طلاق دیدی مگر اس کا علم بیوی کو نہیں ہو سکا، حتی کہ اس کی عدت کے ایام پورے گذر گئے تو اس کی عدت پوری ہو گئی عورت کو طلاق کا علم ہو یا نہ ہو۔

نیز اگر شرہر وفات پا گیا، اور چار ماہ دس دن اس کی مدت گذر گئی، مگر انتقال زوج کا علم عورت کو نہیں ہو سکا تو اس کی عدت پوری ہو گئی، عورت کو زوج کے مرنے کا علم ہو یا نہ ہو۔

شوہر طلاق دینے کے بعد انکار کر دے

اور طلاق دینے کے بعد اگر شوہر نے طلاق دینے کا انکار کر دیا، مگر عورت نے قاضی کے پاس معاملہ دائر کر کے گواہوں سے دعوے کو ثابت کر دیا اور قاضی نے تفریق کا حکم کر دیا، مثلاً عورت نے شوال کے مہینے میں طلاق کا دعویٰ دائر کیا اور قاضی نے ماہ محرم میں تفریق کا فیصلہ کیا، تو عورت کی عدت شوال ہی سے شروع ہو جائے گی۔ یعنی عدت کی ابتداء شوال سے ہو گی، جو کہ طلاق دینے کا مہینہ ہے، فیصلہ کے دن سے ابتداء کا حکم نہیں ہے۔

اگر شوہر نے مبہم طلاق دیدی

اور اگر شوہر نے مبہم غیر واضح الفاظ میں عورت کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں طلاق کی ابتداء اس وقت سے سمجھی جائے گی۔ جب شوہر نے ان مبہم الفاظ کی تشریح کر دی ہو صرف طلاق دینے سے ابتداء نہ ہو گی، مثلاً زید نے اپنی زوجہ کو شوال میں مبہم الفاظ میں طلاق دیدی مراد ظاہر نہیں کیا، پھر عورت کے گھر والوں نے شوہر سے اس کے الفاظ کی تشریح ذیقعدہ میں کرائی تو عدت کی ابتداء ماہ ذیقعدہ سے شروع ہو گی، جو کہ بیان کا مہینہ ہے۔

ولو شهدا بطلاقها ثم بعد ا یام عد لا فقضی با لفرقة فالعدة من وقت الشهادة لا القضاء بخلاف مالو قربطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوی انها من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتهمة المواضعة.

ترجمہ اور اگر دو گواہوں نے عورت کے طلاق دیئے جانے کی شہادت دی، اس کے چند روز کے بعد قاضی کے یہاں جدائی کا فیصلہ کیا گیا، تو اس صورت میں عدت طلاق کے وقت سے شمار کی جائے گی، قضائے قاضی کے وقت سے شمار نہ ہوگی، بخلاف اس صورت کے اگر شوہر نے اپنے طلاق دینے کا اقرار زمانہ ماضی سے کرلیا ہو کیونکہ فتویٰ اس پر ہے کہ عدت کی ابتداء اقرار کے وقت سے ہوگی، مطلقاً جانبین میں سے کسی کے نفع کی تہمت کی نفی کرتے ہوئے۔

اگر طلاق دینے کی شہادت پہلے اور فیصلہ بعد میں کیا جائے

مسئلہ عدت کی ابتداء کا چل رہا ہے یعنی یہ کہ عورت کی عدت کب سے شروع ہوگی، اسی کی یہ ایک مثال ہے صورت حال یہ ہے کہ زوج نے طلاق دی، اور اس کی شہادت دو گواہوں نے بھی دیدی مگر یہ طلاق و شہادت کا واقعہ شوال میں ہوا، دو ماہ بعد قاضی نے دونوں کے درمیان تفریق کا فیصلہ کیا تو ابتداء عدت کی کب سے ہوگی، تو مصنف نے فرمایا کہ عدت کی ابتداء طلاق کے وقت سے ہوگی، فیصلہ کے وقت سے نہیں۔

شوہر نے طلاق دینے کا اقرار دو ماہ قبل سے کیا

شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے ماہ رجب میں طلاق دی تھی اور یہ اقرار ماہ شوال میں کر رہا ہے، تو فتویٰ اس پر ہے کہ عدت کی ابتداء اقرار کے وقت سے ہوگی خواہ عورت اس کی تصدیق کرے یا تکذیب، یا یہ کہدے کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

فتویٰ کی وجہ دفع تہمت

وجہ اس کی یہ ہے کہ تاکہ زوجین پر کسی قسم کی تہمت نہ لازم آئے، کیونکہ اس موقع پر اس کا احتمال ہے کہ زوج وزوجہ نے اپنے کسی مفاد کی غرض سے یہ اعتراف کیا ہے، مثلاً شوہر پانچویں عورت سے نکاح کرنا چاہتا تھا، یا بیوی زوج ثانی سے اپنا نکاح کرنا چاہتی تھی، اس لئے دونوں نے مل کر صلاح کرلیا، اور زمانہ طلاق گذشتہ مہینوں میں بیان کردیا۔ اس احتمال کو دور کرنے کے لئے فتویٰ اس پر دیا گیا ہے کہ ماضی کے مہینہ کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ جس وقت اس نے اعتراف کیا ہے اسی وقت سے عدت شمار کی جائے گی، مثلاً ماہ شوال میں اقرار کیا کہ اس نے تو ماہ رجب میں طلاق دی تھی تو اس صورت میں ابتداء عدت ماہ شوال سے ہوگی، رجب سے نہ ہوگی۔

لكن ان كذبته في الاسنا د او قالت لا ادرى وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى و ان صدقته فكذلك غير انه ان وطئها لزمه مهر ثان اختيار و لانفقة و لاكسوة ولاسكنى لها لقبول قولها على نفسها خانية و فيها ابا نها ثم اقامٍ معها زمانا ان مفر ابطلاقها تنقضي عدتها لا ان منكر

ترجمہ اور اگر عورت میں اسناد میں زوج کی تکذیب کی، یا اس نے کہا لا ادری (میں نہیں جانتی) تو اقرار کے وقت سے اس پر عدت واجب ہوگی، اور عورت معتدہ کیلئے نفقہ اور سکنی کا حق حاصل ہوگا اور اگر عورت نے زوج کی تصدیق کردی تو بھی یہی حکم ہے، علاوہ اس کے اگر زوج نے اس سے وطی کرلی تھی تو اس پر دوبارہ مہر واجب ہوگا، اور نفقہ وسکنی اور کپڑا واجب نہ ہوگا، عورت کے اپنے نفس کے خلاف قول کے قبول کرلئے جانے کی وجہ سے اور اسی مدت میں اس کو بائنہ کردیا، پھر اسی کے ساتھ ایک عرصہ تک مقیم رہا، تو اگر اس کی طلاق کا اقراری ہے تو اس کی عدت پوری ہوگئی اور اگر منکر ہے تو عدت پوری نہ ہوگی۔

جزئیات اور مسائل فرعیہ

مذکورہ بالا مسئلہ میں صورت یہ ہوئی کہ زوج نے تو ماہ شوال میں یہ اقرار کیا کہ میں نے زوجہ کو ماہ رجب میں طلاق دیدی تھی، عورت نے اس اسناد کی تکذیب کر دی یا یہ کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس نے ماہ رجب میں طلاق دی یا نہیں، تو اس صورت میں اقرار کے وقت سے عدت واجب ہوگی، یعنی شوال سے نہ کہ رجب سے۔

اقرار کی صورت میں نفقہ اور سکنیٰ کا کیا حکم ہے

اور مذکورہ بالا اقرار کی صورت میں نفقہ اور سکنیٰ مرد کے ذمہ واجب ہوگا۔

عورت نے زمانہ ماضی میں طلاق دینے کی تصدیق کر دی

اور اگر عورت نے زمانہ ماضی میں طلاق دینے کی تصدیق کر دی تو پھر بھی زمانہ اقرار سے ہی عدت واجب ہوگی۔

اگر اس درمیان زوج نے وطی کر لی

ہاں اگر رجب اور شوال کے درمیان شوہر نے بیوی سے وطی کر لی ہو تو شوہر کے ذمہ دوسرا مہر بھی واجب ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ طلاق بائنہ ہو (کذا فی الاختیار) مگر اس صورت میں عورت کا نفقہ اور سکنیٰ مرد کے ذمہ واجب نہ ہوگا۔ اور نہ لباس واجب ہوگا۔ کیونکہ مذکورہ بالا صورت میں یہ لازم آیا کہ عورت نے خود اپنے نقصان کا اعتراف کر لیا ہے اور اس کو قاضی نے قبول کر لیا ہے (کذا فی الخانیہ) گویا عورت نے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ اس کی عدت گذر گئی، اور جب عدت گذر گئی تو زمانہ عدت کے حقوق بھی ختم ہو گئے۔

اگر طلاق بائن دیکر شوہر اس کے پاس مقیم رہا

اور کتاب خانیہ میں مذکور ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دیدی اور اسی کے پاس ایک عرصہ تک مقیم رہا، اس صورت میں شوہر اگر طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے تو عورت کی عدت پوری ہو گئی۔ لیکن اگر طلاق دینے کا منکر ہے تو عدت آخر نہ ہوگی۔

او فی اول طلاق جواهر الفتاویٰ ابا نها و اقام معها فان اشتهر طلاقها فیما بین الناس تنقضی والا لا و کذالو خالعها فان بین الناس واشهد علی ذلك تنقضی والا لا هو الصحیح وکذا لو کتم طلا قها لم تنقض زجرا له انتهی و حینئذ فمبدؤها من وقت الثبوت و الظهور.

ترجمہ اور کتاب جواہر الفتاوی میں کتاب الطلاق کے شروع میں مذکورہ بالا صورت کے بارے میں اس طرح مذکور ہے۔ زوج نے بیوی کو طلاق بائنہ دیدی پھر اسی کے پاس عرصہ تک قیام کیا تو اس صورت میں اگر اس کی طلاق لوگوں میں مشہور ہو گئی، تو اب اس کی عدت پوری ہو گئی، ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر اس سے اس نے خلع کیا اور وہ لوگوں میں مشہور ہو گئی، نیز اس نے اس پر لوگوں کو گواہ بنالیا۔ تو عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں۔ اور یہی صحیح ہے اور ایسے ہی اگر شوہر نے طلاق دیکر چھپائے رکھا تو عدت پوری نہ ہوگی، زجر و توبیخ کے پیش نظر اور اس صورت میں اسکی عدت کی ابتداء ظہور اور ثبوت کے وقت سے ہوگی۔

شارح نے جواہر الفتاوی کی عبارت نقل کی ہے

مذکورہ بالا مسئلہ میں جواہر الفتاوی نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دی پھر اسی کے پاس مقیم رہا،

تو اگر اس کا طلاق دینا لوگوں میں شہرت پا چکا تھا تو عدت پوری ہو گئی، اور اگر خبر مشہور نہیں ہوئی تھی تو عدت پوری نہ ہو گی، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے اور شوہر نے اپنی عورت سے خلع کر لیا ہو لوگوں کے سامنے، نیز خلع پر گواہ بھی بنا لئے تو عدت پوری ہو گئی، ورنہ نہیں، شارح فرماتے ہیں یہی قول درست ہے۔

طلاق دینے کے بعد شوہر نے طلاق کو چھپالیا

مرد نے بیوی کو طلاق دیدی مگر کسی سے ظاہر نہیں کیا، اس کو بالکل پوشیدہ رکھا تو پھر بھی اقرار کی صورت میں عدت پوری نہ ہو گی، تاکہ شوہر کو چھپانے کی سزا مل جائے اور اس صورت میں عدت کی ابتداء ثبوت فراہم ہونے اور بات ظاہر ہونے کے وقت سے شروع ہو گی۔

و مبدؤها في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما ثم لو وطئها حد جوهرة و غير ها و قيده في البحر بحثا بكونه بعد العدة لعدم الحد بوطئي المعتدة اوالمتاركته اى اظهار العزم من الزوج على ترك وطئها بان يقول بلسانه تركتك بلا وطئي ونحوو منه الطلاق و انكارالنكاح لوبحضرتها و الا لا لا مجرد العزم لومدخولة و الا فيكفى تفرق الا بدان و الخلوة في النكاح الفاسد لا توجب العدة و الطلاق فيه لا ينقص عدة الطلاق لا نه فسخ جوهرة ولا تعتد في بيت الزوج بزازية.

ترجمہ اور عدت کی ابتداء نکاح فاسد میں قاضی کی جانب سے دونوں کے درمیان تفریق کے بعد ہو گی، پھر اس کے بعد اگر زوج نے اس سے وطی کر لی تو اس پر حد جاری ہو گی (جوہرہ) اور بحر الرائق میں اس کی دلیل بیان کر کے وطی کو خاص کر دیا ہے، بعد العدۃ کیساتھ اس واسطے کہ معتدہ کے ساتھ وطی کرنے کی صورت میں حد جاری نہیں ہوتی او المتارکۃ، یا عدۃ کی ابتدائی نکاح فاسد میں متارکت کے بعد ہے، یعنی عورت سے وطی کے ترک کرنے کے عزم و ارادہ کے بعد ہے شوہر کی جانب سے بایں طور کی زوج اپنی زبان سے کہے، میں نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے یا اس قسم کے دوسرے الفاظ کہہ دے اور از قسم متارکت ہے۔ عورت کو طلاق دینا، یا نکاح فاسد سے انکار کر دینا۔ اگر طلاق کا دینا، یا نکاح سے انکار عورت کی موجودگی میں کیا ہو، ورنہ نہیں، اور اگر نکاح فاسد سے جس عورت کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے، مدخول بہا بھی ہے، تو محض ترک کے عزم سے متارکت جائز نہیں اور اگر مدخول بہا نہیں ہے تو فرق بالابدان کافی ہے اور نکاح فاسد میں خلوۃ عدت کو واجب نہیں کرتی، اور نکاح فاسد کی صورت میں طلاق دینا طلاق کے عدد کو کم نہیں کرتا، اس لئے کہ طلاق فسخ نکاح ہے (جوہرہ) اور نکاح فاسد کی مطلقہ زوج فاسد کے گھر عدت نہ گذارے۔ (بزازیہ)

عدت کی ابتداء نکاح فاسد میں

اور نکاح فاسد میں عدت کی ابتداء قاضی کی جانب سے دونوں کے درمیان تفریق کے بعد شروع ہو گی۔

نکاح فاسد کی معتدہ سے وطی کا حکم

اور نکاح فاسد جس کی تفریق قاضی نے کرادی ہے اور عورت عدت کے ایام گذار رہی ہے، عدت کے درمیان اگر زوج نے وطی کر لی، تو

شوہر پر حد جاری کی جائے گی، (کذافی الجوہرہ وغیرھا)

بحر الرائق کی رائے

اس صورت میں حد جاری کئے جانے کے مسئلے میں بحر الرائق نے بحث کرتے ہوئے دلیل دی ہے کہ اور کہا ہے کہ مذکورہ وطی عدت کے بعد کی جائے گی تب حد جاری ہوگی، کیوں کہ معتدہ سے وطی کرنے میں حد جاری نہیں ہوتی، یعنی بحر الرائق میں لکھا ہے کہ منکوحہ نکاح فاسد کی جب قاضی نے تفریق کرادی، اوراس نے عدت کے دن پورے کر لئے اس کے بعد زوج فاسد نے اس سے وطی کی تو اس پر حد جاری ہوگی، کیوں کہ بحالت عدت معتدہ سے وطی کرنے میں حد جاری نہیں ہوتی۔

عورت اگر متارکہ ہے

متارکہ وہ عورت ہے جس سے زوج نے اس عزم کا اظہار زبان سے کردیا ہوکہ میں نے تجھ کو ترک کردیا ہے، اس جگہ خاص مسئلہ منکوحہ بنکاح فاسد کا چل رہاہے منکوحہ بنکاح فاسد سے اسکے فاسد زوج نے زبان سے کہ دیا کہ میں نے تجھ کو ترک کردیا ہے اس عورت کے عدت کی ابتداء متارکت کے بعد شروع ہوگی۔

نکاح فاسد کر کے طلاق دیدینا نکاح کرنے کا انکار کردینا

نکاح فاسد کر کے عورت کو طلاق دیدی یا نکاح فاسد کر کے عورت سے نکاح کرنے کا انکار کردیا تو ان دونوں صورتوں میں اس کو عدت لازم ہے اوراس کی عدت کی ابتداء طلاق دینے کے بعد شروع ہوگی، یا نکاح سے انکار والی صورت میں انکار کرنے کے بعد شروع ہوگی۔

متارکت کے صحیح ہونے کی شرط

نکاح فاسد سے طلاق دینا۔ یا نکاح فاسد کا انکار کرنا بھی از قسم متارکت ہے، مگر شرط یہ ہے کہ طلاق یا انکار عورت کی موجودگی میں اس کے سامنے کیا جائے، اور اگر عورت کی غیر موجودگی میں طلاق وانکار ہوا ہو تو اس کی متارکت صحیح نہیں ہوگی۔

منکوحہ بنکاح فاسد اگر مدخول بہاہو

جس عورت سے نکاح فاسد کے ذریعہ نکاح ہوا ہے۔ اس کے زوج فاسد نے اس سے دخول بھی کرلیا ہے تو اب فقط ترک کرنے سے متارک نہ ہوگی اگر مدخول بہا نہیں ہے تو تفریق بالا بدان سے جدائی واقع ہو جائے گی۔

نکاح فاسد میں خلوت کا حکم

نکاح فاسد کیا۔ اوراس کے بعد عورت کے ساتھ خلوت بھی کرلی ہو خلوۃ صیحہ ہویا خلوت فاسدہ ہو اس سے عدت واجب نہیں ہوتی۔

نکاح فاسد میں طلاق دینا

اور نکاح فاسد میں عورت کو طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنی اگر دوسری مرتبہ اسی عورت سے نکاح صحیح کرے گا۔ تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا۔ اس وجہ سے کہ نکاح فاسد میں جو طلاق دی گئی ہے، وہ فسخ نکاح ہے۔ واقعی طلاق نہیں، کذافی الجوہرہ۔

نکاح فاسد میں عورت عدت کہاں گذارے

اور نکاح فاسد میں عورت زوج فاسد کے گھر عدت نہ گذارے کیونکہ حقیقۃً وہ زوج ہی نہیں تھا۔ (کذافی البزازیہ)

قالت مضت عدتی والمدۃ تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها والا تحتمله

المدة لان الامين انما يصدق فيما لا يخالفه الظاهر ثم لو بالشهور فالمقدر المذكور ولو بالحيض فاقلها لحرة ستون يوما ولامة اربعون .

ترجمہ عدت گذارنے والی عورت نے کہا کہ میری عدت پوری ہو چکی ہے، اور حال یہ ہے کہ مدت اس کا احتمال رکھتی ہے (یعنی اتنے دن گذر چکے ہیں کہ عدت ان دنوں میں پوری ہو سکتی ہے) اور زوج نے اس کی تکذیب کر دی، تو عورت کا قول قبول کیا جائے گا۔ حلف کے ساتھ، اور اگر مدت ایسی ہے کہ عدت گذرنے کا احتمال نہیں رکھتی تو عورت کا قول مقبول نہ ہو گا۔ اس وجہ سے کہ عورت امین ہے اور امین کا قول اس صورت میں مقبول ہوتا ہے، جب کہ وہ ظاہر کے خلاف نہ ہو، پھر اگر عدت بالاشہر ہو۔ یعنی عورت عدت کے ایام مہینوں کے اعتبار سے گذار رہی تھی، تو اس کی مدت وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ یعنی طلاق و فسخ نکاح میں تین تین مہینے اور وفات میں چار ماہ دس دن اور اگر عدت بالحیض ہے، تو آزاد عورت کیلئے کم از کم ساٹھ دن اور باندی کے لئے کم از کم چالیس دن۔

عدت کی مدت میں میاں بیوی میں اگر اختلاف ہو جائے

معتدہ عورت نے کہا میری عدت پوری ہوگئی، اور شوہر نے اس کی تکذیب کی، اور زمانہ اتنا گذر چکا ہے کہ عدت کے دن اس مدت میں پورے ہو سکتے ہیں، تو عورت کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہو گا۔ اور مرد کا قول رد کر دیا جائے گا۔ اور اگر مدت ایسی ہے کہ عدت کے گذرنے کا اس مدت میں احتمال نہیں ہے تو عورت کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

عورت کے قول کے معتبر ہونے نہ ہونے کی وجہ

کیونکہ عدت کے مسئلے میں عورت امین ہے اور امین کا قول قابل اعتبار اس وقت ہوا کرتا ہے جب کہ اس کا قول ظاہر کے خلاف نہ ہو، لہٰذا اگر وقت اتنا زیادہ گذر چکا ہے کہ عدت آسانی سے پوری ہو سکتی ہے، تو عورت کا قول معتبر ہو گا۔ اور اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ جس میں عدت گذر سکے، تو ظاہر کے خلاف ہونے کی وجہ سے تصدیق نہ کی جائے گی۔

معتدہ اپنی عدت مہینوں سے گذارتی ہے

اور اگر عورت اپنے عدت کے ایام مہینوں کے اعتبار سے گذار رہی ہے مثلاً وہ صغیرہ ہے یا آئسہ ہے تو اس کی مدت وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے، یعنی طلاق اور فسخ نکاح کی عدت تین تین مہینے اور وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہیں، اور باندی کیلئے دو ماہ پانچ دن۔

معتدہ اپنی عدت حیض سے گذارتی ہے

اور اگر عورت ایسی ہے جس کو حیض آتا ہے، تو اس کی مدت کم از کم آزاد عورت کے لئے ساٹھ دن ہیں۔ اور باندی کے لئے چالیس دن ہیں یہ وہ مدت ہے کہ اتنی مدت گذرنے کے بعد کہا جائے گا کہ حیض کی عدت پوری ہونے کی گنجائش ہے۔

ساٹھ دن پورے ہونے کی دلیل

فرض کیجئے۔ اول طہر واقع ہوئی، اور شوہر نے اس سے وطی نہیں کی (قبل وطی طلاق سنی کہلاتی ہے، اسی کا اعتبار کیا گیا ہے، طلاق بدعی کا اعتبار حساب میں نہیں کیا گیا یعنی قاعدے کا عمومی حساب طلاق سنی ہی سے بنایا جائے گا) اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہیں لہٰذا تین طہر کی مدت ۴۵ دن ہوئی۔ اور تین حیض باعتبار اقل مدت حیض کے فی حیض پانچ دن تو تین حیض ۵ × ۳ = پندرہ دن ہوئے، اس لئے اقل

حیض ۴۵ دن اور اقل مدت یعنی پندرہ، دونوں ملا کر ساٹھ دن ہوئے، یہ امام صاحبؒ کا قول ہے۔

چالیس دن کی مدت یقینی ہے

اور باندی کے لئے دو حیض عدت ہے اس طرح دو طہر کے تیس یوم اور دو حیض کے دس دن، تیس اور دس ملا کر مجموعہ چالیس ہو گیا۔ یہ امام صاحب کا قول ہے۔

مدت کے بارے میں صاحبین کی رائے

اقل مدت آزاد عورت کی انتالیس دن ہیں، حساب اس طرح پر ہے کہ گویا شوہر نے طہر کے آخر میں طلاق دی ہے۔ تو دو طہر کے تیس دن اور تین حیض کے اقل مدت حیض تین دن کے حساب سے تین حیض کے کل نو دن ہوئے، اور مجموعہ ۳۹ دن ہوئے، اسی طرح باندی کی کل مدت ۲۱ر دن ہے، اس تفصیل کے ساتھ کہ ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن پندرہ اور چھ کا مجموعہ اکیس دن۔ لہٰذا امام اعظمؒ کے قول کے مطابق اگر آزاد عورت ساٹھ دن گذر جانے کے بعد دعویٰ کرے کی میری عدت پوری ہوگئی۔ تو اس کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ اور اس مدت سے کم میں قبول نہ کیا جائے گا۔

مالم تدع السقط كمامر في الرجعة و مالم يكن طلاقها معلقا بولادتها فيضم لذلك خمسة وعشرين للنفاس كمامر في الحيض نكح نكاحا صحيحا معتدته ولو من فاسد وَ طلقها قل الوطئي ولو حكما وجب عليه مهر تام عليها عدته مبتدأة لانها مقبوضة في يده باالوطئي الاول لبقاء اثره وهو العدة و هذه احدى المسائل العشرة المبنية على ان الدخول في النكاح الاول دخول في الثاني .

ترجمہ

اس مذکورہ بالا اقل مدت کا اعتبار اسی وقت تک ہے جب تک کہ عورت نے ولد کے ساقط ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، جیسا کہ اس کا بیان رجعت کے باب میں گذر چکا ہے، اور نیز اقل مدت مذکورہ کا اعتبار سے اس وقت ہے جب کہ عورت کی طلاق معلق نہ ہو اس کی ولادت کے ساتھ یعنی وضع حمل کے ساتھ اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہے تو اقل مدت کے ساتھ نفاس کے پچیس دن بھی شامل کر لئے جائیں گے، جیسا کہ حیض کے بیان میں گذر چکا ہے، نکح نکاحا اور مرد نے معتدہ سے نکاح صحیح کیا، اگرچہ عورت کی عدت نکاح فاسد ہی کی وجہ سے ہو، پھر وطی کرنے سے پہلے اس کو طلاق دیدی، وطی خواہ حکماً ہو مثلاً خلوت کے بعد طلاق دی ہو، تو شوہر پر پورا مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت از سر نو واجب ہوگی، اس لئے کہ وہ عورت مرد کے قبضہ میں ہے، اول وطی کی وجہ سے، کیونکہ وطی کا اثر باقی ہے اور وہ عدت ہے۔ اور یہ یعنی مذکورہ بالا مسئلہ ان دس مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جو اس اصول پر مبنی ہیں کہ نکاح اول میں دخول کر لینا بعینہٖ نکاح ثانی میں دخول ہے۔

مذکورہ مدت کے معتبر ہونے کی شرط

ساٹھ دن حرہ کے حق میں اور چالیس دن باندی کے حق میں یا انتالیس دن حرہ کے حق میں اور اکیس دن باندی کی عدت کی مدت اس وقت قابل اعتبار سمجھی جائے گی۔ جب کہ عورت نے ولد کے ساقط ہونے کا اپنے بطن سے کوئی دعویٰ نہ کیا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ عورت کی طلاق ولادت پر معلق نہ کی گئی ہو، اگر ولادت پر معلق ہوگی تو پچیس دن نفاس کے اس مدت مذکورہ کے ساتھ اور شامل کردئے جائیں گے۔

خلاصہ بحث

حاصل یہ ہے کہ عورت نے اگر اسقاط حمل کا دعوی کیا ہے، اور بچہ کے بعض اعضاء بدن بھی اس میں بن گئے ہوں، تو اسقاط ہی سے عدت پوری ہو جائے گی، اور اگر شوہر نے یہ کہا تھا کہ اگر تو بچہ جنے گی تو تجھ کو طلاق ہے تو انقضاء عدت کی کم از کم مدت ۸۵/ دن ہے، ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور ۲۵/ دن نفاس کے۔

نفاس کی مدت

نفاس کی مدت اگرچہ متعین نہیں ہے مگر عدت کے مسئلے میں نفاس کے ۲۵/ دن مقرر ہو چکے ہیں۔

معتدہ سے مرد نے نکاح صحیح کیا پھر طلاق دیدی

مرد نے اپنی معتدہ سے نکاح صحیح کیا اس کے بعد اسے طلاق دیدی، معتدہ خواہ نکاح فاسد ہی کی وجہ سے عدت میں ہو۔ مگر یہ طلاق وطی سے پہلے دی ہے وطی خواہ وطی حکمی ہی کیوں نہ ہو، یعنی خلوت صحیح کے بعد اس نے طلاق دی ہے، تو عورت کے لئے مرد پر مہر پورا واجب ہوگا، اور عورت پر دوسری عدت از سر نو گذارنا ضروری ہوگا، کیونکہ پہلی وطی کی وجہ سے عورت اس کے قبضہ میں تھی، اس وجہ سے کہ وطی کا اثر باقی تھا اور وہ عدت ہے، اب جب اس نے اسی عورت سے نکاح صحیح دوبارہ کرلیا تو اول قبضہ دوسرے قبضہ کی جگہ ہو گیا۔

اس کی ایک مثال

اگر غاصب نے کوئی چیز غصب کی، اور شیٔ مغصوب غاصب کے قبضہ میں تھی کہ اصل مالک سے غاصب نے اس کو خرید لیا۔ تو صرف خرید لینے سے اس کو خریدی ہوئی شیٔ پر قابض سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس نے نیا کوئی قبضہ نہیں کیا۔ قبضہ تو غصب کرنے کی وجہ سے تھا مگر صرف خرید لینے کی بنا پر اس کو قابض مان لیا جاتا ہے قبضہ کے تجدید کی حاجت نہیں ہے۔

نکاح اول کی وطی نکاح ثانی کی وطی کے قائم مقام ہے

مسائل عشرہ کی تفصیل یہ ہے

ع۱ وہ ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

ع۲ ایک شخص نے نکاح فاسد کیا اور دخول بھی کرلیا، بعد دخول تفریق واقع ہوگئی، پھر اس نے اسی عدت میں نکاح صحیح کر لیا۔ اور پھر دخول سے پہلے زوجہ کو طلاق دیدی، تو عدت مستقلہ واجب ہوگی اور مہر بھی واجب ہوگا۔

ع۳ ایک شخص نے نکاح کر لیا، پھر دخول کرنے کے بعد بحالت صحت اس نے بیوی کو طلاق بائن دیدی، اس کے بعد عدت کے اندر دوبارہ نکاح کرلیا اور مرض الموت میں دخول سے پہلے طلاق بائن دیدی۔

ع۴ عورت نے اپنا نکاح غیر کفو میں کرلیا، پھر قاضی نے ولی کی درخواست پر دونوں میں تفریق کردی مگر عدت ہی کے اندر اس مرد نے دوبارہ نکاح کرلیا، مگر قاضی نے تفریق کردی اور شوہر نے قبل دخول کے طلاق دیدی۔

ع۵ ایک شخص نے صغیرہ سے نکاح کیا اور دخول کے بعد طلاق بائن دیدی اور پھر عدت کے اندر ہی نکاح ثانی کرلیا پھر صغیرہ بالغ ہوگئی اور دخول سے قبل نکاح سے ناراض ہوگئی۔

ع۶ مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول کے بعد اس کو طلاق دیدی اور عورت مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوگئی پھر عدت میں زوج نے اس سے نکاح کرلیا اور دخول سے پہلے طلاق دیدی۔

ع۷ مرد نے نکاح کیا پھر دخول بھی کیا، پھر طلاق دیدی، پھر عدت میں ہی اس سے نکاح کر لیا، اور عورت مرتد ہوگئی پھر مسلمان ہوگئی، اور اس سے عدت کے اندر نکاح کر لیا، پھر دخول سے پہلے شوہر نے طلاق دیدی۔

ع۸ مرد نے نکاح ودخول کرنے کے بعد طلاق دی، پھر عدت ہی میں نکاح کیا، پھر وہ مرتد ہوگئی، دخول سے پہلے۔

ع۹ مرد نے باندی سے نکاح کیا دخول کے بعد باندی آزاد ہوگئی، اور نکاح فسخ کرالیا۔ اور عدت میں اسی سے دوبارہ نکاح کرلیا۔ شوہر نے بعد نکاح قبل دخول اس کو طلاق دیدی۔

ع۱۰ مرد نے باندی سے نکاح کر کے دخول کے بعد طلاق دیدی پھر عدت میں دوبارہ نکاح کر لیا۔ پھر باندی آزاد ہوگئی۔ اور نکاح فسخ کرالیا دخول سے پہلے۔

مذکورہ دس مسائل میں نکاح اول کا دخول دوسرے نکاح کے دخول کے قائم مقام ہے امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورا مہر اور مستقل عدت واجب ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک مہر نصف واجب ہوگا، عدت سابقہ جو عورت پوری کر رہی تھی اسی کو پورا کرنا پڑے گا، کسی جدید مستقل عدت کی حاجت نہیں ہے (کذا فی حاشیہ المدنی ناقلا عن البحر)

وقول زفر لا عدة عليها فتحل للازواج ابطله المصنف بمايطول و جزم بان القاضي المقلد اذا خالف مشهور مذهبه لا ينفذ حكمه في الاصح كما لو ارتشى الا ان ينص السلطان على العمل بغير المشهور فيسوغ فيصير حنفيا زفر يا وهذا لم يقع بل الواقع خلافه فليحفظ ذمية غير حامل طلقها ذمي اومات عنهالم تعتد عند ابى حنيفة اذا اعتقدوا ذالك لا نا امرنا بتركهم و مايعتقدون.

ترجمہ امام زفر رحمتہ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ اس پر عدت واجب نہیں ہے اس قول کو مصنفؒ نے طویل کلام کے ذریعہ اس کو باطل کر دیا ہے اور یقین ظاہر کیا ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے امام کے مشہور قول کے خلاف فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، صحیح قول کی بنا پر جس طرح اگر رشوت لے لے، البتہ اگر بادشاہ وقت غیر مشہور پر عمل کرنے کا صراحت سے حکم جاری کر دے تو حکم جاری ہو جائے گا تو اس وقت قاضی حنفی امام زفر کے قول پر عمل کرنے والا سمجھا جائیگا۔ اور ایسا اب تک ہوا نہیں ہے، بلکہ واقعہ اس کے خلاف ہوا ہے، پس اس کو خاص طور پر یاد رکھئے۔

ایک ذمیہ عورت ہے جو حمل سے نہیں ہے، اس کو اس کے ذمی شوہر نے طلاق دیدی یا وفات پا گیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ عورت عدت نہ گذارے، جب کہ کفار ذمی اس کا اعتقاد رکھتے ہوں، یعنی عدت کے دن گذارنے کے معتقد نہ ہوں، اس لئے کہ ہم کو حکم کیا گیا ہے کہ ہم ان کو ان کے اعتقاد پر چھوڑ دیں۔

مذکورہ مسئلے میں امام زفر کی رائے اس مسئلے میں معتدہ مدخول بہا کا عدت ہی میں نکاح ہوا اور دخول سے پہلے اس کو طلاق دیدی گئی تو امام زفر کے نزدیک اس پر عدت واجب نہیں ہے، مگر مصنف نے اس قول کو طویل بحث کر کے باطل کر دیا ہے۔

قاضی مقلد اپنے امام کے خلاف فیصلہ کردے

اس مسئلے میں اگر کوئی قاضی مقلد اپنے امام کے خلاف حکم دیدے تو وہ نافذ نہ ہوگا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی قاضی رشوت لے کر قول ضعیف پر حکم دیدے تو وہ نافذ نہیں ہوتا۔

بادشاہ وقت اگر اس قسم کا حکم جاری کردے

لیکن اگر بادشاہ وقت قول ضعیف پر عمل کرنے کا حکم جاری کردے تو فیصلہ نافذ ہوگا۔ اور قاضی مقلد کو عنوان یہ دیا جائیگا کہ یہ قاضی حنفی ہے امام زفر کے قول پر فیصلہ کیا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ بادشاہ وقت نے قول ضعیف پر عمل کئے جانے کا حکم جاری کیا ہو۔

ذمیہ غیر حاملہ کی عدت

ذمی نے ذمیہ کو طلاق دی یا وفات پا گیا۔ تو اس پر کوئی عدت واجب نہیں ہے، جب کہ وہ حمل سے نہ ہو، امام اعظمؒ کے نزدیک، جب کہ ان کے مذہب واعتقاد میں عدت کا کوئی حکم نہ ہو۔

حضرت امام صاحبؒ کی دلیل

فرمایا کہ ہم کو حکم ہے کہ ان کو ان کے معتقدات پر چھوڑ دیں۔

ولو كانت الذمية حاملا تعتد بوضعه اتفاقا وقيد الولو الجى بما اذا اعتقدوها والذمية لوطلقها مسلم اومات عنها فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم يعتقده وكذالاتعتد مسبية افترقت بتباين الدارين لان العدة حيث وجبت وانما وجبت حقا للعباد والعربى ملحق بالجمار الا الحامل فلا يصح تزوجها لا لانها معتدة بل لان فى بطنها ولد ثابت النسب.

ترجمہ

اور اگر ذمیہ حاملہ ہو۔ تو وضع حمل کی عدت پوری کرے، بالاتفاق مگر الولجی نے اس کو مقید کیا ہے کہ وہ اس کا اعتقاد بھی رکھتے ہوں۔ اور ذمیہ عورت کو اگر کوئی مسلمان شوہر طلاق دیدے یا وفات پا جائے، تو بالاتفاق ذمیہ مطلقاً عدت کے دن گذارے گی، کیونکہ مسلمان اس کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اور اس طرح عدت نہ گذارے وہ ذمیہ عورت جو قید ہو کر دار الاسلام میں آگئی ہو۔ اور تباین دارین کی وجہ سے اپنے شوہر سے جدا ہو گئی ہو، اس لئے کہ جہاں عدت واجب ہوئی ہے۔ وہاں بندے کے حق کی حفاظت کیلئے واجب ہوئی ہے، اور کافر حربی کو جمادات اور حیوانات کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے، بجز حاملہ کے لہٰذا اس ذمیہ سے جو قید ہو کر دار الاسلام میں آئی ہے۔ اور حمل سے ہے نکاح جائز نہیں ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے بطن میں بچہ ثابت النسب موجود ہے۔

ذمیہ حاملہ کی عدت کا حکم

اور اگر ذمیہ حمل سے ہو تو وضع حمل کی عدت پوری کرے امام صاحب اور صاحبین کا اس میں اتفاق ہے، کیوں کہ اس کے پیٹ میں ثابت النسب بچہ موجود ہے (کذافی الہدایہ)

مشہور فقیہ الولجی کی رائے

مگر الولجی فقیہ مشہور نے اس حکم کو مقید کیا ہے، اور اگر ذمیوں کا اس کے مطابق اعتقاد ہے تو عدت واجب ہوگی، ورنہ نہیں مصنف کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے اور اول قول صحیح ہے، منح الغفار میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

ذمیہ کا شوہر کوئی مسلمان ہو اگر ذمیہ کا شوہر مسلمان ہو، اور اس نے اس کو طلاق دیدی یا وفات پاگیا، تو اس کو عدت گذارنا واجب ہے۔ مطلقاً خواہ حمل والی ہو، یا غیر حاملہ ہو، اس میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ مسلمان عدت کا معتقد ہے۔

دارالحرب سے ہی عورت قید کر کے لائی گئی ایک عورت جس کا شوہر دارالحرب میں موجود ہے، اسے مسلمان دارالاسلام میں قید کر کے لائے اور ذمی شوہر اور ذمیہ میں اس وجہ سے جدائی واقع ہوئیکہ دارالاسلام اور دارالحرب دو جدا جدا ملک ہیں۔ تو قید میں آنے والی دارالحرب کی یہ عورت عدت نہ گذارے۔

عدت واجب نہ ہونے کی دلیل اس لئے کہ عدت جہاں کہیں واجب ہوئی ہے وہ بندے کے حق کی حفاظت کیلئے مشروع ہوئی ہے، اور حربی کو شرعاً جمادات وحیوانات کے ساتھ ملادیا گیا ہے۔ مگر یہ حکم عدم وجوب عدت کا اس وقت ہے جب کہ عورت حمل سے نہ ہو۔

دارالحرب سے قید ہوکر آنے والی عورت حاملہ ہو اور اگر یہ حربی عورت حمل والی ہو تو وضع حمل کی عدت گذارنا واجب ہے، وضع حمل سے پہلے نکاح کرنا صحیح نہیں ہے۔

نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت معتدہ ہے، بلکہ اصل وجہ اس کے پیٹ کا بچہ ہے، اور وہ ثابت النسب ہے۔

كحربية خرجت الينا مسلمة او ذمية او مستامنة ثم اسلمت اوصارت ذمية لما مرانه ملحق بالجماد الاالحامل لما مر وكذا لاعدة لو تزوج امرأة الغير ووطئها عالما بذلك وفى نسخ المتن و دخل بها و لابدمنه و به يفتى ولهذا يحدمع العلم بالحرمة لانه زنا والمزنى بها لا تحر م على زوجها وفى شرح الوهبا نية لوزنت المرأة لا يقر بهازوجها حتى تحيض لا حتمال علو قها من الزنا فلا يسقے ماؤه زرع غيره فليحفظ لغرابته.

ترجمہ اسی طرح وہ حربیہ عدت نہ گذارے جو دارالاسلام میں مسلمان ہوکر یا ذمہ لے کر، یا امن لے کر آئی، اس کے بعد مسلمان ہوگئی، یا ذمیہ ہوگئی۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ حربی جانوروں اور جمادات کیساتھ ملحق ہے مگر حمل والی عورت جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح عدت نہیں ہے، اگر کسی نے دوسرے کی بیوی سے نکاح کیا اور اس سے وطی کرلی، اس حال میں کہ نکاح کرنے والا اس سے واقف تھا اور متن کے دوسرے نسخوں میں دخل بہا کے الفاظ ہیں، اور ان الفاظ کا ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتوی ہے اسی وجہ سے نکاح اور وطی کرنے والے پر حد جاری ہوگی۔ جب کہ اس قسم کے نکاح کے حرام ہونے کا اس کو علم بھی ہو، اس لئے کہ یہ تو زنا ہے اور جس سے زنا کی جائے، وہ عورت اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی۔ اور کتاب شرح وھبانیہ میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا ہو تو اس کا شوہر اسکے قریب نہ جائے۔ یہاں تک کہ اس کو حیض آجائے اس لئے کہ زنا سے علوق حمل کا احتمال ہے پس تاکہ اس کا پانی (نطفہ) دوسرے کے کھیتی کو سیراب نہ کرے پس اس مسئلے کو یاد رکھے، کیونکہ اس کا ذکر دوسری کتابوں میں کم ملے گا۔

کوئی حربی عورت مسلمان ہوکر دار الاسلام داخل ہوئی

وہ عورت جو دار الحرب کی رہنے والی ہے اس نے دار الحرب میں اسلام قبول کیا۔ اور دار الاسلام میں آگئی۔ یا کوئی ذمیہ عورت تھی، یا مستامنہ امن لے کر دار الاسلام میں آئی۔ پھر اسلام قبول کرلیا۔ یا مسلمان تھی اور بعد میں ذمیہ بن گئی۔ تو ان عورتوں پر بھی عدت واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کو جمادات اور حیوانات کے حکم میں کر دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ اس حکم کے مکلف نہیں ہیں۔

اور اگر مذکورہ بالا عورتیں حاملہ ہوں

البتہ اگر حمل والی ہوں تو ان سے نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ ثابت النسب ہے۔

غیر کی زوجہ سے نکاح پھر وطی کرنے کا حکم

ایک شخص نے دوسرے کی منکوحہ بیوی سے نکاح کرلیا۔ پھر اس کے بعد وطی بھی کرلی۔ تو اگر وہ اس نکاح اور وطی کے حرام ہونے کو جانتا ہے۔ تو اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ اس لئے کہ یہ زنا ہے۔

منکوحہ مزنیہ زوج اول کے لئے

منکوحہ عورت کے ساتھ بطریق نکاح اور وطی کسی نے زنا کرلیا۔ تو زنا کرنے والا زانی ہے۔ اور جس سے زنا کیا گیا وہ مزنیہ ہے مزنیہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حرام نہیں ہے جیسا کہ شرح وہبانیہ میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

منکوحہ مزنیہ سے زوج اول کا وطی کرنا

البتہ اس مزنیہ سے زوج اول وطی نہ کرے کیونکہ اس کے پیٹ میں زنا کے حمل کا احتمال ہے، لہٰذا جب تک ایک حیض نہ آجائے، اس سے وطی نہ کرے، تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب کرنے سے بچ جائے (شرح وہبانیہ) امام طحطاوی کی رائے یہ ہے کہ صاحب وہبانیہ کی روایت کو استحباب پر محمول کرنا چاہئے، وجوب پر نہیں تو کچھ غرابت نہ ہوگی (کذا فی حاشیہ المدنی)

بخلاف ما اذا لم يعلم حيث تحرم على الاول الى ان تنقضي العدة و لا نفقة لعدتها على الاول لانها صارت ناشزة خانية قلت يعني لو عالمة راضية كما مرفتدبرفروع ادخلت منيه في فرجها هل تعتد في البحر بحثا نعم لاحتيا جها لتعرف براء ة الرحم في النهر بحثا ان ظهر حملها نعم والا لا

ترجمہ

بخلاف اس صورت کے کہ جب نکاح کرنے والا جانتا ہو، تو اس صورت میں یہ منکوحہ اپنے پہلے شوہر پر حرام ہے یہاں تک کہ عدت کے دن پورے ہو جائیں، اور اس کی عدت کا نفقہ زوج اول پر نہیں ہے، اس لئے کہ عورت ناشزہ ہوگئی ہے، (خانیہ) میں کہتا ہوں عورت ناشزہ اس وقت ہوگی، جاننے کے ساتھ ساتھ اس سے راضی بھی ہو جیسا کہ گذر چکا ہے۔ عورت نے اپنے مرد کی منی فرج میں داخل کرلی، کیا اس پر عدت واجب ہے، بحر الرائق نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس پر صفائی رحم کی وجہ سے عدت واجب ہے، اور نہر الفائق نے اس سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کارروائی سے اگر عورت کے حمل ٹھہر جائے تو عدت وضع حمل کی واجب ہے اور اگر حمل نہیں ٹھہرا تو عدت واجب نہیں ہے۔

مسئلہ کی صورت وہی سابقہ ہے

یعنی ایک شخص نے دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کر لیا پھر وطی بھی کر لی اس عبارت میں اسی مسئلہ کی دوسری شکل کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ صورت یہ ہے کہ نکاح کرنے والے شخص کو معلوم نہ تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے چنانچہ اس نے نکاح کیا پھر وطی بھی کر لی، لہٰذا اس صورت میں یہ عورت زوج اول پر عدت پورے ہونے کی مدت تک حرام رہے گی، جب تک عورت عدت کے دن پورے کرے گی۔

اس عورت کا نان ونفقہ

اور عدت گذارنے کی مدت کا نفقہ زوج اول پر واجب نہیں کیونکہ عورت ناشزہ ہے (خانیہ)

نفقہ کے بارہ میں شارح کی رائے

شارح نے فرمایا مذکورہ صورت میں اگر اس عورت کو نکاح اور وطی کا علم تھا نیز عورت اس نکاح اور وطی پر راضی بھی تھی۔ تو ناشزہ کہلائے گی۔ اور نفقہ سے محروم رہے گی، بعد عدت کے پھر زوج اول کے پاس جاسکتی ہے اور اگر عورت راضی نہ تھی، نہ اس کو نکاح کا علم ہوا، بلکہ زبردستی اس کے ساتھ یہ کام ہوا ہے، تو عورت ناشزہ نہ ہوگی اور نفقہ بھی شوہر اول کو دینا ہوگا۔

مرد کی منی عورت نے اپنی فرج میں داخل کر لی

اور جماع کے بجائے کسی دوسرے طریقہ سے عورت نے مرد کی منی اپنی شرم گاہ میں داخل کر لی تو بحر الرائق نے لکھا ہے کہ عورت پر استبراء رحم کیلئے عدت لازم ہے۔ اور نہر الفائق نے لکھا ہے کہ منی اپنی شرم گاہ میں داخل کرنے سے اگر عورت حاملہ ہو گئی اور حمل ظاہر ہو گیا، تو وضع حمل تک عدت ضروری ہے۔ اور اگر حمل ظاہر نہیں ہوا تو اس پر عدت بھی واجب نہیں

وفی القنية ولدت ثم طلقها و مضى سبعة اشهر فنكحت اخر لم يصح اذا لم تحض فيها ثلث حيض و ان لم تكن حاضت قبل الولا دة لا ن من لا تحيض لا تحبل و فيها طلقها ثلثا ويقول كنت طلقتها واحدة و مضت عدتها فلو مضيها معلوما عند الناس لم يقع الثلث و الا يقع ولوحكم عليه بوقوع الثلث بالبينة بعد انكار ه فلو بر هن انه طلقها قبل ذلك بمدة طلقة لم يقبل بحر.

ترجمہ

اور کتاب "قنیہ" میں لکھا ہے کہ ایک عورت بچہ جنی اور اس پر سات ماہ گذر گئے اور اس نے دوسرا نکاح کر لیا۔ تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔ جب کہ ان سات ماہ کے عرصہ میں اس کو تین مرتبہ حیض نہیں آیا۔ اگرچہ ولادت سے قبل اسے حیض نہ آیا ہو۔ کیونکہ جس کو حیض نہیں آتا وہ حاملہ نہیں ہوتی اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ زوج نے بیوی کو تین طلاقیں دے دی، اور کہتا ہے کہ میں نے اس کو ایک طلاق دی تھی۔ اور اس کی عدت گذر گئی تھی۔ تو اگر اس عدت کا گذر جانا لوگوں کو معلوم ہو، تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ورنہ واقع ہو جائے گی۔ اور اگر اس پر تین طلاقوں کے وقوع کا ثبوت فراہم ہونے کی وجہ سے حکم دیدیا گیا اس کے انکار کرنے کے بعد تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اور قنیہ نامی کتاب میں مذکور ہے

اور قنیہ نامی کتاب میں مذکور ہے کہ عورت کے بچہ پیدا ہوا بچہ کی پیدائش کے بعد زوج نے تین طلاقیں دیدی۔ اور سات مہینے گذر جانے کے بعد

بیوی نے دوسرے شوہر سے اپنا نکاح کرلیا، تو یہ نکاح درست نہیں ہوا۔ ہاں اگر اس سات مہینے کی مدت میں عورت کو تین حیض بھی آچکے ہیں، تو اب نکاح درست مان لیا جائے گا۔ اور اگر اس مدت میں اس کو حیض نہیں آیا تو نکاح درست نہیں ہے۔ اگر چہ ولادت سے پہلے بھی اس کو حیض نہیں آیا تھا، کیوں کہ جس عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس کے حمل نہیں ٹھہر سکتا، لہٰذا اس کی عدت حیض سے شمار کی جائے گی، مہینوں سے عدت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اسی سلسلے کا دوسرا جزئیہ مذکورہ کتاب قنیہ ہی میں یہ بھی مذکور ہے کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دیدی مگر کہتا ہے میں نے ایک طلاق دی ہے کتاب قنیہ ہی میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ زوج نے بیوی کو تین طلاقیں دیدی اور کہتا ہے کہ میں نے اس کو ایک طلاق پہلے دے چکا تھا۔ جس کی عدت بھی گذر چکی ہے۔ اس سے شوہر کا مقصد یہ ہے کہ یہ تین طلاقیں واقع نہ ہوں۔ کیوں کہ اس کو طلاق دینے کا حق ہی نہیں تھا کیونکہ ملک نکاح اس کو حاصل نہ تھی۔ تاکہ عورت کو دوسرے زوج سے نکاح کی زحمت نہ ہو اور خود اس سے دوبارہ نکاح کرنا حلال ہو جائے۔ لہٰذا پہلی طلاق کی عدت کا گذر جانا لوگوں کو معلوم ہو، تو بعد والی تین طلاقیں واقع نہ ہوں گی۔ اور اگر لوگوں کو عدت کے ختم ہونے کا علم نہ ہو تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اور زوج ثانی سے نکاح ودخول کئے بغیر اس سے نکاح کرنا درست نہ ہوگا۔

وفیه عن الجوهرة اخبر ها ثقة ان زوجها الغائب مات اوطلقها ثلثا او اتا ها منه كتاب على يدثقة بالطلاق ان اكبر رائها انه حق فلا باس ان تعتد وتزوج وكذالو قالت امرأة لرجل طلقني زوجي و انقضت عدتي لاباس ان ينكحها وفيه عن كا في الحاكم لو شكت في و قت موته تعتد من وقت تستيقن به احتياطا وفيه عن المحيط كذبته في مدة تحتمله لم تسقط نفقتها وله نكاح اختها عملا بخبرها بقدر الا مكان ولو ولدت لاكثر من نصف حول ثبت نسبه ولم يفسد نكاح اختها في الاصح فترثة لومات دون المعتدة.

ترجمہ اور بحر الرائق میں جوہرہ نیرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بیوی کو کسی معتبر آدمی نے خبر دی کہ اس کے زوج نے اس کو تین بار طلاق دیدی ہے جب کہ شوہر غائب ہے یا یہ خبر دی کہ شوہر وفات پا گیا ہے یا عورت کے پاس کسی قابل بھروسہ آدمی کے توسط سے طلاق کا خط آیا۔ تو اگر عورت کو ظن غالب ہو جائے کہ خط شوہر کا ہے اور خبر صحیح ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے عدت کے دن پورے کرلے اور عدت گذر جانے کے بعد اپنا نکاح کرلے اور بحر الرائق میں حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو زوج کی موت کا شک ہو تو اس وقت سے عدت شمار کرے کہ جب اس کو موت کا نہ یقین ہو جائے، احتیاط اسی میں ہے۔

اور اسی میں محیط سے نقل کیا گیا ہے کہ مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی عدت کو پوری ہو جانے کی اطلاع دے چکی ہے مگر عورت اس کی تکذیب کرتی ہے اور مدت اتنی ہے کہ عدت گذرنے کی گنجائش ہے تو زوج سے عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا اور مرد کے لئے اس کی بہن سے نکاح کرلینا جائز ہے تاکہ حتی الامکان دونوں کی خبروں پر عمل ہو جائے۔ اور اگر اس نے نصف سال سے زائد مدت میں بچہ جنا تو بچے کا نسب زوج سے ثابت ہوگا، مگر بہن کا نکاح فاسد نہ ہوگا۔ صحیح قول کی بنا پر ہی بہن وارث ہوگی اگر شوہر وفات پا گیا۔ معتدہ وارث نہ ہوگی۔

جزئیات بحر الرائق میں جوہرہ کے حوالہ سے ایک جدید مسئلہ ذکر کیا گیا ہے۔ بیوی کا شوہر غائب ہے، اسی کی جانب سے ایک قابل وثوق اور معتبر شخص نے خبر دی کہ شوہر نے تین مرتبہ طلاق دیدی ہے۔ یا آکر بیوی کو یہ خبر سنائی کہ زوج وفات پا گیا ہے یا عورت کے پاس زوج کا خط آیا کسی معتبر آدمی کے ہاتھ سے جس میں عورت کو طلاق لکھی ہے، اگر عورت کو ظن غالب ہے کہ خبر یا خط صحیح ہے تو اجازت ہے کہ عورت عدت کے دن گذارے اور بعد عدت کے اپنا دوسرا نکاح کرلے۔

عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دیدی ہے اور میری عدت پوری ہو چکی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دوسرا شخص اس سے نکاح کرلے۔ مگر اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ نکاح نہ کرے، جب تک تحقیق مکمل نہ کرلے۔

دوسرا جزئیہ حاکم کے حوالہ سے بحر الرائق نے لکھا ہے کہ اگر عورت کو زوج کی وفات کی تاریخ میں شک واقع ہو جائے تو عدت اس تاریخ سے شمار کرے جس سے کہ اس کو کامل یقین حاصل ہوا ہے۔ اسی میں احتیاط ہے۔

تیسرا جزئیہ بحوالہ محیط بحر نے لکھا ہے کہ مرد نے دعویٰ کیا کہ عورت عدت پوری ہونے کی خبر دے چکی ہے، مگر عورت انکار کرتی ہے، اور اس مدت میں اتنی گنجائش ہے کہ بقول شوہر عدت گذاری جا سکتی ہے تو عورت کی عدت کا نفقہ زوج پر واجب ہوگا ساقط نہ ہوگا۔ البتہ زوج کو اجازت ہوگی کہ اسکی بہن سے نکاح کرلے۔ اس میں دونوں جانبوں کی رعایت ہے۔

اس سلسلے کا دوسرا مسئلہ مرد کیلیے اس کی بہن سے نکاح کو جائز اس لئے کیا تاکہ مرد کی بات کا معتبر ہونا ظاہر ہو جائے۔ اور عورت کا نفقہ مرد کے ذمہ واجب کیا تاکہ عورت کی بات کا معتبر ہونا ظاہر ہو جائے۔

چوتھا جزئیہ نیز اگر مطلقہ چھ ماہ سے زائد مہینوں میں بچہ جنی تو بچے کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اس کی بہن سے نکاح فاسد نہ ہوگا صحیح قول یہی ہے، لہٰذا اگر مرد مر گیا تو معتدہ وارث نہ ہوگی، بلکہ بہن وارث ہوگی۔

فصل فی الحداد

جاء من باب اعد و مد وفروروی بالجیم وهو لغة كما فی القاموس ترك الزینة للعدة وشر عا ترك الزینة و نحوها لمعتدة بائن اوموت تحدبضم الحاء وكسرها كما مرمكلفة مسلمة و لو امة منكوحة بنكاح صحیح و دخل بها بدلیل قوله اذاكانت معتدة بت اوموت و ان امرها المطلق او المیت بتركه لانه حق الشرع اظهار اللتاسف علی فوات نعمة النكاح بترك الزینة بحلی او حریر او امتشاط بضیق لاسنان والطیب وان لم یكن لها كسب الا فیه والدهن ولا بلا طیب كزیت خالص والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرة اوورس الا بعذر راجع للجمیع اذا الضرورات تبیح المظورات

فصل حداد

ترجمہ اور حداد کے معنی لغت میں جیساکہ کہ قاموس میں ہے، عدت کی وجہ سے زینت کاترک کرنااور شرعاًاس کے معنی وفات یاطلاق بائن کی وجہ سے معتدہ عورت کے لئے زینت یااس قسم کی دوسری چیزوں کاترک کرنامکلف عورت جوکہ مسلمان ہوخواہ باندی ہی ہواور نکاح صحیح سے اس کا نکاح ہوا ہو۔اور شوہر نے اس ک ساتھ دخول کرلیاہو۔جب کہ عورت طلاق بائن کی یاموت کی معتدہ ہواگرچہ طلاق دینےوالےیاوفات پانے والے نے اس کوترک کرنے کا حکم کیاہو۔اس لئے کہ حداد (یعنی ترک زینت) حق شریعت ہے جواظہار افسوس کے لئے مشروع ہواہے۔ نکاح کے فوت ہونے کی وجہ سے زینت (بناؤسنگار) کوترک کر کے زیور، ریشمی کپڑا، باریک وندانوں والی کنگھی اور خوشبو کے استعمال سے اگرچہ اس کے لئے ذریعہ آمدنی (کسب) صرف اسی میں ہواور تیل کے استعمال کرنے سے، اگرچہ تیل بغیر خوشبو کے ہو جسے خالص زیتون کا تیل، اس طرح سرپر مہندی کے لگانے، اور زرد رنگ کے کپڑے یازعفران سے رنگے ہوئے کپڑے یا وہ کپڑے جوگیرو یاورس نامی خوشبودار گھاس سے رنگے گئے ہوں۔نہ استعمال کرے ہاں البتہ اگر کوئی عذر ہو تو مضائقہ نہیں عذر کا تعلق مذکورہ تمام امور کی جانب ہے کیونکہ ضروریات محظورات کو مباح کردیتی ہیں۔

تشریح طلاق اور وفات کے بعد منکوحہ عورت کو عدت کے دن گذارنے ہوتے ہیں۔ جس طرح اس عورت کے لئے عدت کے دن گذارنا شرعاًواجب ہے اسی طرح دوسری ہدایات پربھی پابند کرنا ضروری ہے انہیں عائد شدہ پابندیوں میں سے ایک پابندی جو معتدہ عورت پر عائد ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ عورت بناؤسنگار کوترک کردے۔

حداد ترک زینت کانام لغت میں حداد ہے شرعاًاس میں کچھ اضافہ ہے جس کوماتن اور شارح نے تفصیل سے بیان کیاہے۔

شرعی حداد کسی مکلف عورت کا جو کہ منکوحہ ہواور نکاح صحیح ہواہو، خواہ عورت آزاد ہویاباندی، شوہر نے اس کے ساتھ دخول بھی کرلیاہو جب کہ عورت طلاق بائن یاوفات زوج کی عدت گذار رہی ہو۔ گو طلاق دینے والےیاوفات پانے والے نے اس کوترک کرنے کا حکم دیاہو۔

حداد حق شرعی ہے چونکہ نعمت نکاح کے زوال پرافسوس کااظہار کرنا ہے۔ اس لئے یہ ایک شرعی حق ہے۔

سوگ کرنا واجب نہیں ہے البتہ وہ آزاد عورت یاباندی جس کیساتھ نکاح فاسد ہواہویاوہ عورت جوکافر ہو۔یامسلمان ہومگر صغیرہ ہویامجنونہ ودیوانی ہویامطلقہ رجعیہ ہو،ان عورتوں پرسوگ لازم نہیں ہے۔

سوگ کے واجب ہونے کیلئے دخول کی قید کا فائدہ چنانچہ منکوحہ عورت کوسوگ کرنے کا حکم اس صورت میں واجب ہے کہ اس کیساتھ شوہر

نے دخول بھی کر لیا ہو لہٰذا محض طلاق بائنہ دینے سے جب کہ شوہر نے دخول نہ کیا ہو عورت پر سوگ لازم نہیں ہے۔

ترک زینت میں مندرجہ ذیل امور داخل ہیں

ع۱ زیورات کا استعمال کرنا۔ ع۲ سر کے بالوں پر باریک دندانے والی کنگھی سے سر پر کنگھی کرنا، خوشبو کا استعمال کرنا، بالوں میں تیل لگانا، خواہ خوشبو والا ہو یا بغیر خوشبو کے ہو۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا۔ رنگین خوشبودار کپڑے پہننا، خواہ زرد رنگ ہوں یا زعفران سے رنگے ہوئے ہوں۔ یا گیروا اور خوشبودار گھاس سے مذکورہ بالا تمام چیزیں سوگ کرنے والی عورت کے لئے منع ہیں۔ ان کا ترک کرنا لازم ہے۔

بوقت عذر ان چیزوں کے استعمال کی اجازت

ہاں اگر کوئی عذر درپیش ہو، تو چونکہ ضرورت محظورشی کو مباح کر دیتی ہے اس قاعدے سے عذر کے وقت مذکورہ چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے۔

عذر کی مثال

مثلاً جوں اور خارش کو دور کرنے کے لئے ریشمی کپڑا مفید ہے۔ یا آنکھوں میں تکلیف ہو جائے تو سرمہ لگانا مفید ہوتا ہے۔

ضروری ہدایت

سوگ کرنے والی عورت اگر آنکھ میں سرمہ لگائے۔ تو مناسب یہ ہے کہ رات میں لگالے اور صبح کو دھو ڈالے۔ اسی طرح اگر عورت کے پاس کوئی کپڑا ریشم کے علاوہ نہ ہو۔ یا رنگین کپڑے کے علاوہ دوسرا کپڑا نہ ہو۔ تو ریشمی کپڑے یا رنگین کپڑے استعمال کر سکتی ہے۔

ولاباس باسود و ازرق ومعصفر خلق لا رائحة له لا حداد علی سبعة کافرة وصغیرة ومجنونة ومعتدة عتق کموته عن ام ولده ومعتدة بنکاح فاسد او وطئی بشبهه او طلاق رجعی و یباح الحداد علی قرابة ثلثة ایام فقط و للزوج منعها لان الزینة حقه فتح و ینبغی حل الزیادة علی الثلث اذا رضی الزوج او لم تکن من وجة نهر.

ترجمہ

اور سوگ کرنے والی عورت کیلئے کوئی حرج نہیں ہے۔ سیاہ کپڑے، کرنجے کپڑے اور کسم کے رنگین کپڑے جو کہ پرانے ہوں۔ اور ان میں کسم کی خوشبو باقی نہ رہی ہو کہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور سات عورتوں پر سوگ نہیں ہے، عورت کافرہ[۱] ہو، یا صغیرہ[۲]، مجنونہ[۳]، اور وہ عورت[۴] جو آزاد ہونے کی عدت گذار رہی ہو۔ اسی طرح جیسے آقا ام ولد کو چھوڑ کر فوت ہو جائے۔ اور وہ عورت[۵] جو نکاح فاسد کی عدت میں ہو۔ یا وہ عورت[۶] جس سے شبہ میں وطی کی گئی۔ اور وہ وطی شبہ کی عدت گذار رہی ہو۔ مطلقہ[۷] رجعیہ اور حداد مباح ہے کسی قرابت دار پر فقط تین دنوں کے لئے اور شوہر اس کو منع کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ عورت کی زینت اس کا حق ہے اور مناسب ہے کہ سوگ کا منانا تین دن سے زائد بھی حلال ہو۔ اگر شوہر راضی ہو یا عورت شادی شدہ نہ ہو۔ نہر

سوگ والی عورت کے لئے بعض رنگوں کی اجازت

سیاہ رنگ کے کپڑے یا کسم کے رنگین اور پرانے کپڑے جن میں کسم کی خوشبو باقی نہ ہو۔ نیز

رنگے کپڑے سوگ والی عورت استعمال کر سکتی ہے۔

وہ عورتیں جن پر سوگ واجب نہیں

اس قسم کی سات عورتیں ہیں جن پر مرد کے انتقال کرنے پر سوگ لازم نہیں ہے۔ جا زوجہ کافرہ ہو یا صغیرہ ہو، یا مجنونہ اور دیوانی ہو یا وہ عورت ہو جو آزاد ہونے کی عدت بسر کر رہی ہو چنانچہ مولی ام اولد کو چھوڑ کر وفات کر گیا تو ام ولد پر سوگ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اس عورت پر سوگ واجب نہیں جو شبہ سے وطی کئے جانے کی عدت گذار رہی ہو، اسی طرح وہ عورت جو مطلقہ رجعیہ ہو، پر بھی سوگ واجب نہیں۔

سوگ واجب نہ ہونے کی دلیل

مذکورہ عورتوں پر سوگ واجب نہ ہونے کی وجوہ جداگانہ ہیں مثلاً کافرہ، صغیرہ اور مجنونہ پر سوگ اس لئے نہیں کیونکہ وہ احکام شرعی کی مکلف ہی نہیں ہیں۔ اسی طرح ام ولد یونکہ غلامی کی قید سے آزاد ہوئی ہے۔ اس لئے اس کے افسوس کا کیا موقع اور وطی بشبہ یا وہ منکوحہ جس سے نکاح فاسد کیا گیا تھا۔ اس پر سوگ اس لئے نہیں ہے کیوں کہ ان سے نعمت نکاح کا زوال نہیں ہوا۔ بلکہ ایک معصیت سے خدا نے چھٹکارا دیدیا ہے۔ اور وہ عورت جس کو طلاق رجعی دیدی گئی ہے۔ اس کو تو حکم ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ زینت اور سنگار کرے۔ تاکہ اس کا شوہر اس کی جانب مائل ہو جائے۔ اور اس سے رجعت کر لے۔

قرابت دار کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

اور قرابت والے کی وفات پر اہل خاندان اور قرابت داروں کیلئے صرف تین دن کے سوگ کرنے کی اجازت ہے، لیکن اگر بیوی کا شوہر راضی ہو اور اجازت دے تو اس سے بھی زائد دنوں کا سوگ کر سکتی ہے، اسی طرح وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو تین دن سے زائد کا سوگ کر سکتی ہے۔ (کذافی نہر الفائق)

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، صحیحین میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ عورت جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زائد کسی کے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار ماہ اور دس دن اور فتح القدیر میں اس طرح ہے کہ اس حدیث کے مطابق تین دن سے زائد غیر ازواج کی موت میں ترک زینت حرام ہے۔

شوہر کو سوگ سے روکنے کا اختیار

آیا زوج کو اس کا حق ہے کہ وہ قرابت دار کی وفات پر اپنی بیوی کو سوگ کرنے سے روک دے تو یہ جائز نہیں یعنی شوہر کو تین دن کے سوگ کرنے سے بیوی کو روکنے کا حق نہیں ہے۔ شارح نے فتح القدیر کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ شوہر بیوی کو روک سکتا ہے۔ تو فتح القدیر کی جانب یہ نسبت صحیح نہیں ہے، فتح القدیر میں صاف مذکور ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں بیوی کیلئے کسی قرابت دار کی موت پر تین دن سے زائد سوگ کرنا حرام ہے۔ (فتح القدیر)

نہر الفائق کی رائے

البتہ کتاب نہر الفائق میں یہ عبارت موجود ہے۔ مگر صاحب نہر الفائق کا سوگ کرنے والی عورت کے لئے کہنا کہ بیوی کو بشرط اجازت زوج تین دن کا سوگ کرنا جائز ہے۔ یا یہ قید لگانا کہ عورت شادی شدہ نہ ہو، تو وہ تین دن کے اندر سوگ کر سکتی ہے تو حدیث کے اطلاق کے خلاف ہے۔

امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ عورت کو سوگ کرنا حلال نہیں ہے، اپنے باپ، بیٹے، بھائی یا ماں کی وفات پر یعنی تین دنوں کا سوگ ان کے نزدیک صرف بیوی کے لئے خاص ہے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

وفی التاتارخانیة ولا تعذر فی لبس السواد و ھی آثمة الا الزوجة فی حق زوجھا فتعذر الی ثلثه ایام قال فی البحر و ظاھره منعھا من السواد تاسفا علی موت زوجھا فوق الثلث و فی النھر لو بلغت فی العدة لزمھا الحداد فیما بقی والمعتدة ای معتده کانت عینی فتعم معتده عتق ونکاح فاسد.

ترجمہ اور فتاویٰ تاتار خانیہ میں مذکور ہے کہ عورت سیاہ کپڑوں کے پہننے میں معذور نہیں ہے اور وہ گنہگار ہوگی۔ البتہ بیوی شوہر کے حق میں تو وہ تین دن تک معذور ہے۔ اور بحر الرائق نے لکھا ہے۔ اس کا ظاہری کلام عورت کو منع کرتا ہے۔ سیاہ کپڑوں کے پہننے سے اپنے شوہر کی موت کے افسوس پر تین دن سے زائد اور کتاب نہر الفائق میں لکھا ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اس پر باقی عدت کے دنوں میں سوگ کرنا واجب ہے اور معتدہ جس قسم کی بھی معتدہ ہو لہٰذا معتدہ عتق اور نکاح فاسد کی معتدہ دونوں کو سوگ کا حکم عام ہو گیا۔

سوگ کے مسئلے میں تاتار خانیہ کی رائے اور فتاویٰ تاتار خانیہ میں مذکور ہے کہ عورت ماتم کے نام پر سیاہ کپڑوں کے پہننے پر معذور نہیں ہے اگر سیاہ کپڑے پہنے گی تو گنہگار ہوگی۔ البتہ بیوی اپنے شوہر کے سوگ میں ہے تو وہ تین دن تک معذور ہے۔

بحر الرائق کی رائے صاحب بحر نے کہا ہے کہ تاتار خانیہ کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو سیاہ کپڑے پہننا ممنوع ہے اپنے زوج کے مرنے پر تین دن سے زیادہ۔

سیاہ پوشی میں شارح کی رائے ابھی شارح نے لکھا تھا کہ سیاہ کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور تاتار خانیہ سے معلوم ہوا کہ سیاہ پوشی جائز نہیں، تو مطابقت دونوں اقوال میں اس طرح کی جاسکتی ہے کہ عورت نے شوہر کے انتقال سے پہلے اگر سیاہ کپڑے رنگ لئے تھے، تو اب ان کپڑوں کو اس کے مرنے کے بعد پہن سکتی ہے اور اگر مرنے کے بعد ماتم کی تقریب میں رنگا ہو تو جائز نہیں۔

کتاب نہر الفائق کی رائے زوجہ صغیرہ عدت وفات گذار رہی تھی اس درمیان میں وہ بالغ ہو گئی تو عدت کے باقی دنوں میں اس کو سوگ کرنا چاہئے۔

معتدہ مطلقہ کو نکاح کا پیغام دینا یعنی نکاح کا پیغام دینا عدت والی عورت کو منع ہے۔ خواہ کوئی بھی معتدہ ہو۔ یعنی باندی تھی، آزاد ہونے کے بعد والی عدت گذار رہی ہے، یا نکاح فاسد سے چھٹکارہ کے بعد والی عدت گذار رہی ہو بہر صورت ان عورتوں کو پیغام نکاح دینا ممنوع ہے۔

واما الخالیه فتخطب اذا لم یخطبھا غیره و ترضی به فلو سکتت فقولان تحرم خطبتھا بالکسر وتضم وصح التعریض کارید التزوج لومعتدة الوفاة لا المطلقة اجماعا لا فضائه

الی عداوہ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطئی بشبھۃ نھر لکن فی القھستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج.

ترجمہ اور بہر حال وہ عورت جو عدت سے خالی ہو تو اس سے خطبہ (پیغام نکاح) دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ دوسرے نے پیغام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو۔ اور اگر خاموش رہی تو پس دو قول ہیں۔ اس کو پیغام دینا حرام ہے اور تعریض صحیح ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں نکاح کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اگر عورت وفات کی معتدہ ہو، نہ کہ طلاق کی معتدہ سے بالاتفاق۔ کیونکہ یہ طلاق دینے والے سے دشمنی کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ آزادی پانیوالی معتدہ اور نکاح فاسد کی معتدہ اور شبہ میں وطی کی جانیوالی معتدہ سے (نہر) لیکن قہستانی نے مضمرات سے نقل کیا ہے کہ تعریض کی بناء خروج پر ہے۔

عدت والی عورت کو پیغام نکاح کے مسائل اور وہ عورت جو عدت میں ہو اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے عدت والی کوئی عورت بھی ہو (کذا فی العینی)

معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور وہ باندی جو اپنے آزاد ہونے کی عدت بسر کر رہی ہو یا وہ عورت جس سے نکاح فاسد کیا گیا ہو، اور پھر جدائی کرا دی گئی ہو۔ اور عدت گذار رہی ہو ان دونوں سے بھی پیغام نکاح دینا حرام ہے۔

اگر عورت عدت سے خالی ہو البتہ وہ عورت جو عدت سے خالی ہو۔ تو اس کو پیغام نکاح دیا جا سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کو دوسرے آدمی نے پیغام نکاح نہ دے رکھا ہو۔ اور وہ اس سے راضی نہ ہو گئی ہو۔ اور اگر دوسرے نے پیغام دیا اور عورت رضامند ہو چکی ہے پھر کسی کو پیغام مزید بھیجنا جائز نہیں ہے۔

پیغام بھیجنے پر عورت نے سکوت اختیار کیا ہو اور نکاح کے پیغام کو سنکر عورت نے اگر سکوت اختیار کیا ہاں اور نہ میں کوئی جواب نہیں دیا تو اس میں دو قول ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ پیغام دینا درست ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

پیغام نکاح کے بارہ میں حدیث دراصل مذکورہ اقوال کی بناء اس حدیث پر ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ** اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر تم میں سے کوئی شخص نکاح کا پیغام نہ دے۔

خطبہ کی لفظی تحقیق بعض اہل لغت خطبہ خاء کے کسرہ کے ساتھ اور بعض نے خاء کے ضمیر کے ساتھ اس کو پڑھا ہے۔

اشارۃً پیغام دینے کا جواز اگر عورت وفات زوج کی عدت گذار رہی ہو تو اس کو اشارہ پیغام نکاح کا دینا جائز ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے میں نکاح کا ارادہ کرتا ہوں، میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

اور اگر عورت مطلقہ ہو
اگر عدۃ گذارنے والی عورت کسی کی مطلقہ ہے، اور عدت طلاق گذار رہی ہے تو اشارۃً بھی پیغام نکاح نہ بھیجے کیوں کہ یہ طلاق دینے والے سے عداوت کی طرف لے جانے والا ہے۔

تعریضاً پیغام نکاح
نکاح کے پیغام کے گول مول اور ذو معنی الفاظ کا اظہار کرنا۔
مطلقہ سے تعریض نکاح مطلقاً ممنوع ہے بالا جماع

معتدہ عتق و معتدہ نکاح فاسد سے اشارۃ اور گول مول الفاظ میں نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کو پیغام نکاح بھیجنے میں کسی سے عداوت کا اندیشہ نہیں ہے۔

پیغام نکاح کے سلسلے میں قہستانی کی رائے
لیکن قہستانی نے کتاب مضمرات سے نقل کر کے یوں لکھا ہے کہ عورت سے گول مول الفاظ میں یا اشارۃ پیغام نکاح دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ عورت گھر سے باہر نکلتی ہو۔ کیوں کہ گھر کے اندر جا کر تعریض نکاح جائز نہیں ہے۔ اور معتدہ وفات کو چھوڑ کر کسی معتدہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا درست نہیں ہے اس لئے تمام عدت والی عورتوں کا نفقہ مرد پر فرض ہے معتدۂ وفات کے علاوہ لہٰذا جب عدت والی عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں تو پیغام نکاح تعریضاً کسی طرح دیا جا سکتا ہے۔

ولا تخرج معتدة رجعي وبائن باى فرقة كانت على مافي الظهيرية و لو مختلعة على نفقة عدتها في الاصح اختيار او على السكنى فيلزمها ان تكترى بيت الزوج معراج لوحرة او امة مبوأة و لو من فاسد مكلفة من بيتها اصلا لاليلا و لا نهاراً ولا الي صحن دار فيها منازل لغيره و لو باذنه لانه حق الله تعالى بخلاف نحو امة لتقدم حق العبد .

ترجمہ
اور معتدہ رجعیہ ہو یا معتدہ بائنہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ جدائی کسی طریقہ سے بھی واقع ہوئی، جیساکہ کتاب ظہیریہ میں مذکور ہے، اگر چہ عورت نے اپنی عدت کے نفقہ کے عوض مرد سے خلع کیا ہو۔ صحیح قول کی بناء پر (کذا فی الاختیار) یا سکنی (رہائش) کے بدلے اس نے خلع کیا ہو۔ پس عورت کو لازم ہے کہ شوہر کا گھر کرایہ پر لے لے۔ (معراج) اور گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے اگر عورت حرہ ہو یا ایسی باندی ہو جس کے آقا نے رہنے کے لئے مکان دے رکھا ہو، اگر چہ عدت نکاح فاسد ہی کی کیوں نہ ہو۔ بہر حال عورت گھر سے باہر نہ نکلے۔ نیز معتدہ مکلفہ بھی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے وہ گھر جس میں وہ عدت سے پہلے رہتی تھی۔ نہ رات کو نہ دن کو اور نہ اس صحن کی جانب نکلے جہاں دوسروں کے گھر واقع ہوں۔ اگر چہ زوج نے اس کو نکلنے کی اجازت دیدی ہو، کیونکہ گھر سے باہر نہ نکلنے کا حکم اللہ کا حق ہے۔ لہٰذا اس حق کو زوج باطل نہیں کر سکتا۔ حق تعالی نے ارشاد فرمایا ان کو ان کے گھروں سے باہر مت نکالو اور وہ عورتیں خود بھی باہر نہ نکلیں۔

معتدہ عورت کے گھر سے نکلنے کے مسائل
اور معتدہ رجعیہ اور معتدہ بائنہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ (کذا فی الظہیرہ)

اور اگر عورت نے اپنی عدت کے بدلے خلع کیا ہو
گھر سے باہر نکلنے کی اجازت اس عورت کو بھی نہیں جس نے شوہر سے عدت کے نفقہ کے

بدلے خلع کیا ہو۔ صحیح قول یہی ہے۔ (کذافی الاختیار)

نیز اگر عورت نے سکنی کے بدلے خلع کر لیا ہو تو عورت کے ذمہ واجب ہے کہ زوج کا گھر کرایہ پر حاصل کرے اور اسی میں عدت کے دن گذارے۔ بہر حال گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ (کذافی المعراج)

گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت

معتدہ حرہ کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے نیز اس باندی کے لئے بھی باہر نکلنا منع ہے۔ جس کو اس کے آقا نے رہنے کے لئے مکان دے دیا ہو۔

عدت اگر نکاح فاسد کی ہے

تو بھی عدت والی عورت کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر آقا نے باندی کی رہائش کے لئے کوئی گھر نہیں دے رکھا تو اس کو عدت کے دنوں میں نکلنا جائز ہے۔ خواہ خالص باندی ہو یا مدبرہ ہو، یا ام ولد اور یا مکاتبہ ہو۔ اس لئے کہ اس پر مولیٰ کی خدمت واجب ہے (بحر الرائق)

مکلّف عورت کے لئے باہر نکلنے کا حکم

اسی طرح وہ عورت جو مکلفہ ہو عدت کے زمانے میں اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ جس گھر میں وہ عدت سے پہلے رہتی تھی۔ اصلاً یعنی نہ رات میں نہ دن میں۔

معتدہ گھر کے صحن میں نکل سکتی ہے یا نہیں

نیز نہ گھر کے اس صحن میں نکل کر آئے گھر میں زوج کے علا وہ دوسرے لوگوں کے مکانات واقع ہوں۔

زوج باہر نکلنے کی اجازت دیدے

اور اگر معتدہ کو اس کے زوج نے باہر نکلنے کی اجازت دیدی ہے۔ تو بھی عورت کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ باہر نکلنے کا مسئلہ قرآن سے ثابت ہے۔ حق تعالیٰ نے معتدہ عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے اور زوج کو اس عورت کو باہر نکالنے سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ اوپر آیت میں گذر چکا ہے۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کا حق ہے۔ اور زوج اللہ تعالیٰ کے حق کو باطل نہیں کر سکتا۔

معتدہ اگر باندی ہو

اور اگر عدت گذارنے والی خالص باندی ہے۔ یا ام ولد یا مکاتب یا مدبرہ بہر حال کوئی بھی ہو۔ اس کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے آقا کی خدمت کرتی ہے۔ اور بندے کا حق مقدم ہے۔

و معتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج لخروج حتی لو کان عند ها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها الخروج فتح و جوز فی القنیة خروجها لاصلاح ما لا بدلها منه کزراعة و لا و کیل لها.

ترجمہ

وفات زوج کی معتدہ عورت نکلے دن میں اور رات میں اور رات کا اکثر حصہ گھر میں گذارے، اس لئے کہ اس کا اپنا نفقہ خود اسی کے ذمہ ہے، لہٰذا باہر نکلنے کی محتاج ہے۔ یہاں تک کہ اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ کفایت کر سکتا ہے تو وہ مطلقہ کی طرح ہو جائے گی۔ پس اس کے لئے باہر نکلنا حلال نہ ہوگا۔ اور کتاب قنیہ میں جائز رکھا ہے۔ اس کے لئے خروج کو اپنے ضروری امور کی انجام دہی کیلئے مثلاً کھیتی باڑی اور اس کے لئے کوئی وکیل نہ ہو۔

وفات کی عدت گذارنے والی عورت

آیا وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہے، اس کو باہر نکلنا درست ہے؟ تو کتاب فتح القدیر میں مذکور ہے کہ وفات کی عدت گذارنے والی عورت دن اور رات میں باہر نکل سکتی ہے، مگر رات کا اکثر حصہ بھی گھر میں گذارے۔ اس لئے کہ اس کا اپنا نفقہ خود اسی کے ذمہ ہے۔ وارث اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس لئے اس کو شرعاً نکلنے کی ضرورت درپیش ہے تاکہ اپنے لئے معاش کا انتظام کرے۔

اگر معتدہ عورت کے پاس کچھ سرمایہ ہو

وفات کی عدت گذارنے والی عورت کے پاس اگر بقدر کفایت نفقہ کچھ مال ہو تو اس کے لئے بھی باہر نکلنے کی ممانعت ہے۔ یہ بھی مطلقہ عورت کی طرح گھر سے باہر نہیں نکل سکتی۔ (کذافی الفتح القدیر)

اس مسئلے میں صاحب قنیہ کی رائے

اور قنیہ میں معتدہ وفات کے لئے اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے باہر نکلنا جائز ہے جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ اور اس کے پاس کوئی وکیل یا نوکر بھی نہ ہو، مثلاً کھیتی باڑی کا کام یا ان کی دیکھ بھال وغیرہ۔

طلقت او مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت اليه فورا لوجوبه عليها و تعتدان اى معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه و و لا تخرجان منه الا ان تخرج او ينهدم المنزل او تخاف انهدامه اوتلف مالها اولا تجذكراء البيت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لا قرب موضع اليه وفي الطلاق الى حيث شاء الزوج و لولم يكفها نصيبها من الدار اشترت من الاجانب مجتبى وظاهره وجوب الشراء الوقادرة او الكراء بحر واقره اخوه والمصنف قلت لكن الذى رأيته بنسخة المجتبى استترت من الاستتار فليحرر.

ترجمہ بیوی کو طلاق واقع ہوئی۔ یا اس کا شوہر وفات پا گیا۔ اس حال میں کہ وہ ملاقات کیلئے اپنے رہائش کے مکان سے باہر گئی ہوئی تھی۔ تو خبر پاتے ہی فوراً اس گھر میں واپس آجائے۔ اس لئے کہ واپس آنا اس کے اوپر واجب ہے، اور دونوں عدت کے دن گذاریں، یعنی معتدہ طلاق اور معتدہ وفات اپنے اس گھر میں جہاں عدت واجب ہوئی ہے اور اس مکان سے باہر نہ نکلیں لیکن اس وقت جب باہر نکال دی جائیں۔ یا مکان گر جائے یا گر جانے کا اندیشہ ہو۔ یا اس مکان میں مال ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو یا اس قسم کی کوئی ضرورت درپیش آجائے۔ تو باہر نکل سکتی ہے۔ اس مکان کی جانب جو اس مکان سے زیادہ قریب ہو اور طلاق کی عدت کی صورت میں اس مکان میں جا سکتی ہے جہاں شوہر کی منشا ہو اور اگر عورت کیلئے عورت کا اپنا حصہ مکان کا کافی نہ ہو۔ تو اس مکان کے ارد گرد کا حصہ خریدے (مجتبیٰ) اور اس میں ظاہر یہ ہے کہ اگر خریدنے پر قادر ہو تو مکان کا خرید لینا واجب ہے، یا کرایہ پر لے لے (بحر) اور صاحب بحر کے بھائی۔ اور مصنف کتاب نے اس صورت کو مسلم رکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے مجتبیٰ کے دونوں نسخوں میں جو لکھا ہوا دیکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ لفظ اشترت کے بجائے استرت ہے۔ (اشترت یعنی عورت خریدے اور استرت کا مصدر اشتتار ہے یعنی پردہ کرنا مطلب یہ کی عورت پردہ ڈال لے۔

عورت گھر سے باہر تھی اور زوج مرگیا

بیوی برائے ملاقات یا دوسری ضرورت سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا۔ یا اس کے شوہر نے اس کو طلاق دیدی۔ تو خبر پاتے ہی فوراً اپنے رہائشی گھر واپس پہونچ جائے اس لئے کہ عدت گذارنے کے لئے اس گھر میں قیام ضروری ہے۔

اولیاء کے لئے ہدایت

اور معتدہ طلاق یا معتدہ وفات دونوں اسی گھر میں عدت کے دن گذاریں اور اولیاء کو چاہئے کہ ان کو اس گھر سے باہر نہ نکالیں۔

عدت والا مکان گرجائے، یا خستہ ہوجائے

عدت والی عورت کو عدت کے مکان سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ مگر اس صورت میں کہ وارث یا اولیاء ان کو باہر نکال دیں۔ یا پھر مکان گر جائے۔ یا اتنا خراب ہو جائے کہ گرنے کا اندشیہ ہو، یا ایسا ہے کہ اس گھر میں اس کے سامان کے ضائع اور خراب ہو جانے کا ڈر ہو۔ یا اس گھر کا کرایہ طلب کیا جاتا ہو۔ اور معتدہ عورت کرایہ دینے کے قابل نہ ہو، تو مذکورہ ضرورتوں کی وجہ سے عورت اس گھر سے جو گھر زیادہ سے زیادہ قریب مل جائے۔ وہاں منتقل ہو جائے۔ یہ حکم معتدہ وفات کا ہے۔ اور معتدۂ طلاق کو اگر مذکورہ ضرورتیں پیش آجائیں۔ تو وہاں قیام کرے جہاں اس کا شوہر چاہے۔

معتدہ کیلئے وہ حصہ مکان اگر کافی نہ ہو

اور عدت وفات گذارنے والی عورت کیلئے اگر وہ گھر کافی نہ ہو۔ جو اس کے حصہ میں ملا ہے تو دوسروں سے مکان خرید لے (المجتبیٰ) شارح فرماتے ہیں کہ مجتبیٰ کا ظاہری کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کے ذمہ مکان خریدنا واجب ہے اگر اس کو قدرت حاصل ہو۔ یا کرایہ دینے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے (کذافی بحر الرائق) اس مسئلے کو صاحب بحر کے بھائی یعنی نہر الفائق کے مصنف نے اور خود مصنف نے اپنی شرح میں تسلیم کیا ہے۔

شارح کی رائے بسلسلہ خریداری مکان

شارح نے فرمایا میں نے جو دونوں نسخے المجتبیٰ کے دیکھے ہیں ان میں لفظ اشترت کے بجائے استرت ہے اول کے معنی خریدنے کے ہیں اور دوسرے لفظ کے معنی ستر پردہ کرنے۔ کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ مکان اگر کافی نہ ہو تو عورت پردہ ڈال لے۔

حلبی اور شیخ رحمتی محشی کی رائے

یہ ہے کہ المجتبیٰ میں لفظ استرت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ مکان رہائش کے لئے ناکافی بلکہ تنگ ہے ضروریات پوری نہیں ہوتیں اگر اس تنگی میں مکان میں پردہ ڈال لے گی۔ تو اور تنگ ہو جائے گا بلکہ المجتبیٰ کی پوری عبارت یہ ہے۔ اشترت من الاجانب واولاد الکبار، یعنی عورت مکان کو اجنبیوں اور اولاد کبار سے خرید لے اور کتاب کا مطلب یہ ہوگا کہ معتدہ اپنے شوہر کی بڑی اولاد سے بھی پردہ کرے، باوجودیکہ شوہر کی بڑی اولاد سے پردہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ عورت کے محرم ہیں۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

ولا بد من سترة بينهما في البائن لئلا يختلي بلا اجنبية و مفاده ان الحائل يمنع الخلوة المحرمة وان ضاق المنزل عليهما او كان الزوج فاسقا فخروجه اولى لان مكثها واجب لا مكثه و مفاده و جوب الحكم به ذكره الكمال وحسن ان يجعل القاضي بينهما امرأة ثقة

ترزق من بيت المال بحر عن تلخيص الجامع قادرة على الحيلولة بينهما وفي المجتبى الا فضل الحيلولة بسترة لو فاسقا فبا مرأة.

ترجمہ اور طلاق بائنہ کی صورت میں عورت اور مرد کے درمیان پردے کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اجنبیہ کے ساتھ مرد کی خلوت نہ ہو اور اس کا مفاد یہ ہے کہ درمیان کا پردہ حرام شدہ خلوت سے روک دیگا۔ اور اگر مکان دونوں پر تنگ ہو اور شوہر فاسق و فاجر ہے تو شوہر کا گھر سے باہر نکل جانا بہتر ہے، اس لئے کہ عورت کا تو اس گھر میں عدت گذارنے کے لئے ٹھہرنا واجب ہے نہ کہ مرد کا۔ اور اس کا فائدہ حکم واجب ہونا ہے، مرد کے حق میں اس کو کمال نے ذکر کیا ہے، اور مستحب یہ ہے کہ قاضی دونوں کے درمیان کوئی قابل بھروسہ عورت بیت المال کی جانب سے مقرر کردے، (بحر الرائق ناقلا عن تلخیص الجامع) اور وہ عورت مرد عورت کے درمیان حائل ہونے پر قادر ہو اور المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ پردہ کا حائل ہونا زیادہ بہتر ہے۔

متعدہ کو گھر میں پردہ کا حکم عورت جب طلاق بائن کی عدت گذار رہی ہو تو میاں بیوی کی رہائش گاہ کے درمیان واجب ہے کہ کوئی پردہ کر دیا جائے۔ چونکہ طلاق بائن کی وجہ سے شوہر اب بیوی کے حق میں اجنبی بن گیا ہے اور دو اجنبی مرد عورت میں خلوت حرام ہے۔

حائل کی تفسیر دونوں کے درمیان جو چیز پردے کا کام دے سکے مثلاً کوئی دیوار، یا ٹاٹ، چٹائی وغیرہ کا پردہ کردینے سے دونوں کا اختلاف رک جاتا ہے، اس لئے یہی کافی ہے۔ درمیان میں اس قسم کا پردہ ڈال دینے سے حرام خلوت سے نجات مل جائے گی۔

عدت کا گھر تنگ ہو اور شوہر فاسق فاجر ہو اور اگر عدت گذارنے کا گھر چھوٹا اور تنگ ہے کہ دونوں کی رہائش آپس میں اختلاط کے بغیر دشوار ہے اور شوہر حلال و حرام میں امتیاز نہیں کرتا ہے تو مرد کا مکان سے باہر چلا جانا بہتر ہے۔

گھر سے باہر عورت چلی جائے یا مرد کو جانا چاہئے چوں کہ عدت کے گھر میں عورت کا قیام کرنا واجب ہے اس لئے مرد کو باہر نکل جانا چاہئے۔

بیت المال سے قاضی کوئی معتبر عورت متعین کردے مرد و عورت کے درمیان میں اختلاط سے بچانے کیلئے کسی قابل وثوق ایسی عورت کو نگراں مقرر کردے جو دونوں کو غلط ملط سے روک سکے، اور اس کا خرچہ بیت المال سے ادا کرے۔

صاحب المجتبیٰ کی رائے اور المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دونوں کے درمیان پردہ حائل کردیا جائے، اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کردی جائے تاکہ وہ دونوں کے درمیان حائل رہے۔

قال و لهما ان يسكنا بعد الثلث في بيت واحد اذا لم يلتقيا التقاء الا زواج و لم يكن فيه خوف فتنة انتهى وسئل شيخ الاسلام عن زوجين افترقا لكل منهما ستون سنة و بينهما اولاد تتعذر عليهما مفار قتهم فيسكنا ن في بيتهم ولا يجتمعان في فراش ولا يلتقيان التقاء

الازواج هل لهم ذلك قال نعم و اقره المصنف ابا نها اومات عنها فی سفرلو فی مصر وليس بينهما وبين مصر ها مدة سفر رجعت ولو بين مصرها و بين مقصد ها اقل مضت

ترجمہ کتاب المجتبیٰ کے مصنفؒ نے فرمایا، مرد وعورت کیلئے تین حیض گذر جانے کے بعد جائز ہے کہ ایک گھر میں قیام کریں جب کہ دونوں میاں بیوی کی طرح نہ ملتے ہوں۔ اور اس قیام میں دونوں کے درمیان کسی فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اور شیخ اسلام سے دریافت کیا گیا دونوں میاں بیوی میں جدائی ہوگئی، اور دونوں میں سے ہرایک کی عمر ساٹھ ساٹھ برس کی ہے اور دونوں سے اولاد بھی ہے کہ دونوں پران سے جدائی متعذر اور دشوار ہے، پس دونوں انہیں کے گھر میں رہتے ہیں۔ (سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں) اور دونوں ایک فراش پر جمع نہیں ہوتے۔ اور نہ میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ کیاان کیلئے یہ جائز ہے تو جواب دیا کہ ہاں اور اسی کو مصنف نے برقرار رکھا ہے شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دیدی، یا بحالت سفر فوت ہوگئی اگر چہ شہر میں ہی فوت ہوا ہو اور نہ ہو اس کے اور عورت کے شہر کے درمیان مدت سفر کی تو عورت اپنے شہر میں واپس لوٹ ائے، اور اگر عورت کے شہر اور اس جگہ میں سفر کی مدت ہو اور جہاں جاتی ہے وہاں سے تین منزل سے کم ہے تو وہیں چلی جائے۔

المجتبیٰ کے مصنف کاان مرد وعورت کا قیام کے بارہ میں ایک اور قول

مجتبیٰ کے مصنف نے فرمایا: عدت طلاق گذر جانے کے بعد مرد وعورت (یعنی میاں بیوی) دونوں ایک مکان میں قیام کر سکتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی کی طرح ملتے جلتے نہ ہوں۔

میاں بیوی کی طرح ملنے کی صورت

مثلاً عورت اپنا سر اور اپنے ہاتھ مرد کے سامنے برہنہ نہ کرتی ہو۔ اور دوسری شرط یہ بھی ہے کہ دونوں کے درمیان کسی فتنہ میں واقع ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔

شیخ الاسلام سے ایک سوال

کسی نے حضرت شیخ الاسلامؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ میاں بیوی جن کے درمیان طلاق وغیرہ سے تفریق واقع ہو گئی ہو، اور عدت بھی گذر گئی ہو دونوں کی عمر یں ساٹھ ساٹھ برس کی ہیں، دونوں سے اولاد بھی ہے اور ان کیلئے اولاد کو چھوڑنا بہت دشوار ہے دونوں اولاد والے گھر میں رہتے ہیں مگر ایک فراش پر جمع نہیں ہوتے نہ آپس میں میاں بیوی کی طرح اختلاط کرتے ہیں، کیاان کااس طرح کا رہنا درست ہے؟

شیخ الاسلام کا جواب

آپ نے فرمایاہاں، نیز مصنف نے بھی اسی جواب کو برقرار رکھا ہے۔

عورت گھر سے باہر ہے تو عدت کہاں گذارے

شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دیدی، یا اس کو چھوڑ وفات پا گیا۔ اور حال یہ ہے کہ بیوی باہر سفر میں ہے اسکی ایک صورت یہ ہے کہ اس مقام میں اور عورت کے گھر میں اتنا فاصلہ ہے کہ تین دن سفر میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی مدت مسافت میں ہے، تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے اور عدت کے دن پورے کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ

مسافت تین دن سے کم کی ہے تو پھر گھر واپس آجانا ضروری ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کے درمیان اور اس منزل جہاں کا ارادہ کر کے جا رہی ہے اس کے درمیان تین دن کی مسافت ہے تو اس منزل کو جائے یا اپنے گھر کو اس میں اسے اپنے گھر واپس آکر عدت گذارنا چاہئے۔ اور اگر وہ منزل دور ہے اور گھر اس کے مقابلے قریب ہے تو اپنے گھر واپس آجائے۔ اور یہیں پر آکر عدت کے دن پورے کرے اور اگر وہ منزل قریب ہے بمقابلے اس کے گھر کے تو اسی منزل کو چلی جائے۔ حاصل یہ ہے کہ اس مقام سے منزل قریب ہے تو منزل کو جانا چاہئے۔ اور گھر قریب ہے تو گھر واپس لوٹ آنا چاہئے۔ بہر حال جو جگہ زیادہ قریب ہو وہاں چلا جانا چاہئے۔

وان كانت تلك اى مدة السفر من كل جانب منها و لا يعتبر ما فى ميمنة و ميسرة فان كانت فى مفازة خيرت بين رجوع ومضى معها ولى اولا فى الصورتين والعود احمد لتعتد فى منزل الزوج و لكن ان مرت بما يصلح للاقامة كما فى البحر وغيره زاد فى النهر وبينه وبين مقصد ها سفر اوكانت فى مصر اوقرية تصلح للا قامه تعتد ثمة ان لم تجد محر ما اتفاقا و كذا انوجد ت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان كان

ترجمہ اور اگر اس جگہ سے دونوں جانب (یعنی گھر اور مقصد جہاں جا رہی تھی) مدت سفر کی ہے اور وہ جو اس کے داہنی اور بائیں جانب ہے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ پس اگر وہ جنگل میں ہو تو عورت کو اختیار دیا گیا ہے رجوع اور مقصد کو جانے کے درمیان اس کے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں، مگر واپس لوٹ آنا زیادہ بہتر ہے تاکہ عورت زوج کے گھر میں عدت کے دن گذارے۔ اور اگر عورت گھر سے جانے یا گھر کو واپس آنے میں ایسی جگہ سے گذری جو جگہ کہ اس کے قیام کرنے کیلئے جیسا کہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔ اور نہر الفائق میں اس قید کا اضافہ ہے کہ اس کے اور اس کے مقصد کے درمیان سفر کی مدت ہو۔ یا عورت ایسے شہر یا گاؤں میں ہو جو اس کے قیام کرنے کے قابل ہے تو وہیں عدت گذارے، اگرچہ کوئی محرم نہ پائے بالاجماع اور یہی حکم ہے اگر کوئی محرم موجود ہو امام کے نزدیک پھر محرم کے ساتھ باہر نکلے اگر موجود ہو۔

جزئیات عورت راستے میں تھی کہ اس کو طلاق بائنہ مل گئی، یا شوہر وفات پا گیا تو اسے اپنی عدت کے دن کہاں گذارنا چاہئے۔ آیا اپنے شوہر کے گھر واپس آجائے یا اس منزل کو چلی جائے جہاں وہ جا رہی تھی۔ اور درمیان میں یہ حادثہ پیش آگیا۔ یا پھر اسی مقام میں قیام کر لینا چاہئے۔

تو ماتن مصنفؒ نے فرمایا اور اگر جائے حادثہ سے دونوں جانب یعنی شوہر کا گھر اور منزل مقصود جہاں وہ جا رہی تھی یہ دیکھا جائے کہ درمیان میں کتنے دن کی مسافت ہے آیا مسافت سفر کی ہے یا نہیں اگر دونوں جانب مدت سفر ہے یعنی اس مقام حادثہ سے زوج کا گھر بھی تین منزل کی دوری پر واقع ہے یا اس سے زیادہ ہے۔ اور وہ مکان مقصود جہاں جا رہی تھی اور وہ بھی تین ہی منزل کے فاصلے پر واقع ہے یا زیادہ ہے تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ جائے وقوع حادثہ جنگل ہے یا کوئی شہر۔

اگر جائے حادثہ کوئی جنگل ہے تو اس صورت میں عورت کو اختیار ہے دونوں میں سے چاہے جہاں چلی جائے یعنی زوج کے

گھر یا منزل مقصود، اور اگر جائے حادثہ کی دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی شہر ہے اور حادثہ کا وقوع جنگل میں پیش آیا ہے تو اس دائیں اور بائیں کا کچھ اعتبار نہیں ہے عورت کیساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو۔

اور اگر وطن کو جانے میں سفر کی مدت نہ ہو تو عورت پر وطن واپس آجانا واجب ہے اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو۔ اور اگر جائے حادثہ اور دونوں جانبوں کے درمیان سفر کے مدت کا فاصلہ ہو تو عورت کو دونوں میں سے کسی جانب جانے کا اختیار ہے محرم ساتھ ہو یا نہ ہو۔

عورت کو گھر واپس آجانا بہتر ہے

اور اس صورت میں کہ جائے حادثہ سے دونوں ہی جانب برابر ہوں تو اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ عورت وطن واپس آجائے یہی مستحب ہے تاکہ عورت عدت کے دن اپنے شوہر کے گھر گذار سکے۔

درمیان میں کوئی جگہ قابل رہائش ہو تو عورت عدت کہاں گذارے

جائے حادثہ سے وطن جانے میں درمیان میں کسی ایسے مقام سے گذر ہوا جہاں اس کے قیام اور عدت گذارنے کے لئے زیادہ سہولت اور آسانی ہے یہ مقام خواہ گاؤں ہو یا شہر ہو البتہ جنگل نہ ہو۔ اس پر نہر الفائق نے ایک قید کا مزید اضافہ کیا ہے کہ اس درمیانی جگہ اور عورت کے وطن کے درمیان سفر کی مدت بھی ہو تو اس عورت کو اسی مقام پر عدت گذار لینا چاہئے۔ اگر سفر میں کوئی محرم ساتھ میں نہ ہو تو۔ امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا اس بارہ میں اتفاق ہے اور اگر محرم ساتھ میں ہو تو بھی وہیں عدت گذارنا چاہئے۔ امام صاحب کے نزدیک اس میں صاحبین کا اختلاف ہے عدت کے دن پورے کرنے کے بعد پھر اس مقام سے باہر نکلے یعنی اپنے وطن جائے چاہے منزل مقصود کو جائے اگر محرم ساتھ میں ہو۔ اور اگر محرم ساتھ میں نہ ہو تو تین منزل یا اس سے زائد مسافت کا سفر عورت کو بلا محرم کے طے کرنا ممنوع اور حرام ہے تاوقتیکہ اس کو اس کا محرم آکر اپنے ساتھ میں نہ لے جائے یا پھر عورت وہاں پر کسی سے نکاح کرلے۔

نہر الفائق کی قید کا فائدہ

اور اوپر نہر الفائق نے جو قید زیادہ کی تھی اس کا مفاد یہ ہے کہ درمیان والے مقام اور زوج کے گھر کے درمیان مدت مسافت سے کم کا فاصلہ ہے، تو عورت کے لئے اسی مقام پر عدت کو پورا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ عورت کو اختیار ہے چاہے تو منزل مقصود کو چلی جائے (کذا فی حاشیہ الطحطاوی)

وتنتقل المعتدة المطلقة بالبادية فتح مع اهل الكلاء فى محفة او خيمة مع زوجها ان تضررت بالمكث فى المكان الذى طلقها به فله ان يتحول بها والا لا وليس للزوج المسافرة با لمعتده ولو عن رجعي بحر.

ترجمہ

اور جگہ تبدیل کرتی رہے وہ معتدہ عورت جس کو جنگل میں طلاق دی گئی ہے (کذا فی فتح القدیر) چارہ اور گھاس والوں کے ساتھ کسی ڈولی یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر اس مقام میں کہ جہاں زوج نے طلاق دی ہے قیام جاری رکھنے میں کوئی نقصان ہو تو مرد کے لئے اجازت ہے کہ اس کو لے کر اس جگہ سے منتقل ہو جائے ورنہ نہیں۔

معتدہ طلاق بائنہ کی عدت گذارنے کی جگہ اگر جنگل میں ہو

مطلقہ بائنہ کیلئے جائز ہے کہ اس مقام سے منتقل ہو جائے جہاں وہ عدت کے دن بسر کر رہی تھی۔ اگر یہ جگہ جنگل میں واقع ہو۔

اس مسئلے کی ایک مثال

مثلاً طلاق دینے کا واقعہ ان لوگوں میں پیش آیا جو کسی آبادی میں مستقل رہنے کے بجائے جنگل جنگل اور بستی بستی چلتے پھرتے رہتے ہیں کہ جہاں کوئی گھاس پانی اور دانہ وغیرہ ملا وہاں قیام کیا۔ اور جب یہ چیزیں ختم ہو گئیں تو وہاں سے کوچ کر کے دوسری جگہ قیام کرتے ہیں، یہی ان کا مستقل دستور ہے طلاق بائن دینے کا واقعہ انہیں لوگوں میں پیش آیا تو شارح نے فرمایا فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مطلقہ معتدہ بائنہ اگر ان لوگوں میں سے ہو تو وہ خیمہ والوں کے ساتھ جگہ تبدیل کر سکتی ہے اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ مگر شرط یہ ہے کہ جس مقام میں یہ رہتی ہے زوج کے منتقل ہونے کے بعد عورت کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں شوہر کے لئے اجازت ہے کہ جب وہ اس قبیلہ کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر جا کر قیام کرے تو اپنے ہمراہ عورت کو بھی لے جائے۔

و مطلقة الرجعي كالبائن فيما مر غير انها تمتنع من مفارقة زوجها في مدة سفر لقيام الزوجية بخلاف المبانة كما مر فروع طلب من القاضي ان يسكنها بجواره لا يجيبه و انما تعتد في مسكن المفارقة ظهيرية قبلت ابن زوجها فلها السكنى لا النفقة تاتار خانية .

ترجمہ

اور مطلقہ رجعیہ کا حکم وہی ہے جو مطلقہ بائنہ کا ہے۔ ان تمام صورتوں میں جو اوپر گذر چکی ہیں علاوہ اس صورت کے کہ اس درمیان والی جگہ سے جہاں اس نے طلاق دی ہے اس جگہ اور زوج کے مکان کے درمیان فاصلہ مدت سفر ہو تو عورت وزوج سے جدا ہونے سے روک دیا جائے گا۔ رشتہ زوجیت کے برقرار ہونے کی وجہ سے بخلاف بائنہ کے، طلب من القاضی شوہر نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ وہ بیوی کو اپنے ہی پڑوس میں رکھے گا۔ تو قاضی اس کو قبول نہ کرے۔ بے شک عورت عدت کے دن مکان مفارقت میں پورے کرے۔ ظہیریہ عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کو شہوت سے چوم لیا تو اس کے لئے رہائش کا گھر واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے تتار خانیہ۔

مطلقہ رجعیہ عدت کہاں گذارے ظہیریہ کی رائے

اور کتاب ظہیرہ میں مذکور ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق رجعیہ دی گئی ہے۔ عدت کے مسئلہ میں مطلقہ بائنہ ہی کی طرح ہے۔ تمام ان صورتوں میں جو اوپر بیان کی گئی ہیں مثلاً طلاق رجعی۔ اس حالت میں دی گئی کہ عورت درمیان سفر میں تھی زوج کے گھر سے اپنے والد کے گھر جا رہی تھی تو اب اس کو عدت گذارنے کے لئے والد کے گھر جانا چاہئے۔ یا زوج کے گھر واپس آجانا چاہئے۔ یا اسی مقام پر قیام کر لینا چاہئے۔ جس مقام پر طلاق دی گئی ہے۔

یہ وہاں موجود تھی پھر وہ مقام شوہر کے گھر سے زیادہ دور ہے یا اس کے والد کا گھر جہاں وہ جا رہی تھی۔ اور آیا درمیان کی مسافت مدت سفر کی ہے یا نہیں نیز یہ کہ اس مقام کے قریب کوئی ایسا مقام ہے جہاں عورت کے لئے عدت گذارنے میں

سہولت ہے۔ وغیرہ ان تمام صورتوں میں مطلقہ رجعیہ کا وہی حکم ہے۔ جو اوپر مطلقہ بائنہ کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ کی عدتوں کے حکم میں فرق

صرف فرق اس قدر ہے کہ اگر طلاق رجعی جنگل میں دی گئی ہے۔ اور جنگل اور زوج کے مکان اور اس مقام کے درمیان جہاں یہ جارہی تھی۔ درمیان میں سفر کی مدت ہو تو مطلقہ رجعیہ کو اپنے شوہر سے جدا ہونے کی اجازت نہیں ہے بلکہ جہاں شوہر جائے وہیں اس کو چلی جانا چاہئے اس لئے کہ ابھی زوجیت کا رشتہ برقرار ہے مگر مطلقہ بائنہ میں چونکہ رشتہ زوجیت کا منقطع ہو گیا تھا اس لئے وہ شوہر سے جدا ہو سکتی ہے۔

مسائل جزئیہ۔ شوہر نے مطالبہ کیا کہ عورت عدت اس کے گھر گذارے

طلاق دینے کے بعد شوہر نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ مطلقہ عدت اس کے پڑوس میں گذارے جب کہ وہ مکان طلاق دینے کے مکان کے پڑوس میں واقع ہے تو قاضی اس کی درخواست کو منظور نہ کرے بلکہ حکم دے کہ عدت اسی جگہ گذارے گی۔ جہاں اس کو طلاق دی گئی ہے۔ (ظہیریہ)

بیوی نے شوہر کے لڑکے کو بوسہ دے دیا

اور اگر بیوی نے اپنے شوہر کے لڑکے کو شہوت سے بوسہ دیدیا اور اس کی وجہ سے دونوں میں تفریق واقع ہوگئی اور عورت کے ذمہ عدت واجب ہوگئی اس صورت میں شوہر پر عدت کے دن گذارنے کے لئے مکان دینا واجب ہے مگر نفقہ دینا واجب نہیں۔ (تتارخانیہ)

لا تمنع معتدة نكاح فاسد من الخروج مجتبى قلت من عن البزازية خلافه لكن في البدائع له منعها لتحصين مائه ككتابية و مجنونة و ام ولد اعتقتها فليحفظ.

ترجمہ نکاح فاسد والی معتدہ عورت کو روکا نہ جائے گا باہر نکلنے سے (مجتبیٰ) شارح نے کہا میں کہتا ہوں بزازیہ کی روایت اس کے برخلاف اوپر گذر چکی ہے مگر کتاب البدائع میں مذکور ہے کہ شوہر کیلئے اس عورت کو روکنے کا حق حاصل ہے، اپنے نطفہ کی حفاظت کی وجہ سے جس طرح روکنا جائز ہے۔ کتابیہ، مجنونہ، اور اس ام ولد کو جسے اس نے آزاد کیا ہے۔ اس کو یاد رکھو۔

نکاح فاسد سے معتدہ عورت کے لئے عدت کا مسئلہ

زوج اپنی اس بیوی کو جس سے نکاح فاسد کیا تھا۔ پھر بعد میں اس سے تفریق ہوگئی اور وہ عدت کے دن گذار رہی ہے اپنے گھر سے باہر نکلنے سے روک نہیں سکتا۔ (مجتبیٰ)

شارح کی رائے

شارح نے فرمایا بزازیہ کی روایت اس کے برخلاف سابق میں گذر چکی ہے۔ البتہ کتاب البدائع میں لکھا ہے کہ نکاح فاسد کی معتدہ کو گھر سے باہر جانے سے شوہر روک سکتا ہے، تاکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کر سکے۔ جس طرح نطفہ کی حفاظت کی غرض سے شوہر مجنونہ، کتابیہ اور اس ام ولد کو جس کو اس نے آزاد کیا ہے۔ روک سکتا ہے۔

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ثبوت نسب کے احکام کے بیان میں مشتمل ہے۔

اکثرمدة الحمل سنتان لخبر عائشة رضی الله عنها کما مرفی الرضاع و عند الائمة الثلثة اربع سنین واقلها ستة اشهر اجماعا.

ترجمہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو برس ہے جنابہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی وجہ سے جس کا ذکر باب الرضاعۃ میں گذر چکا ہے، اور تینوں اماموں کے نزدیک چار سال ہے اور اقل مدت حمل چھ ماہ ہے، بالاتفاق۔

حمل کی اکثر مدت عام طور سے حمل کی مدت دو برس ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت باب الرضاعۃ میں مذکور ہو چکی ہے اور تینوں اماموں کے نزدیک چار برس ہے۔

سنن دارقطنی کی روایت اکثر مدت حمل کے بارہ میں سنن دار قطنی نے ابن مبارک کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت نقل فرمائی ہے حضرت عائشہؓ کی روایت یہ ہے۔ حمل دو برس سے زائد نہیں ٹھہرتا۔ غزل کے سایہ کے گردش کے مانند، یعنی جتنی دیر چرخی کا سایہ گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسی طرح حمل بھی دو برس سے زیادہ نہیں ٹھہرتا۔ اس روایت میں کمال سرعت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ مگر یہ اثر ہے مرفوع حدیث نہیں ہے۔ لیکن چوں کہ مسئلہ مدت کی تعیین کا ہے جس میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے۔ لہٰذا یقیناً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ تعین آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کے بعد ارشاد فرمایا ہوگا۔

اس مسئلے میں بیہقی کی رائے اور بیہقی نے حضرت ولید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کو حضرت امام مالک کے سامنے ذکر کیا۔ تو حضرت نے جواب میں فرمایا:۔ سبحان اللہ، دیکھوں محمد بن عجلان کی بیوی تین مرتبہ بارہ برس میں جنی ہے۔ ہر لڑکا چار برس میں گویا مدت حمل دو برس سے بڑھ کر چار برس بھی ہو سکتی ہے۔ مگر یہ استدلال تام نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ روایت کے معارض نہیں ہو سکتا۔ نیز پیٹ کا پھول جانا یا بڑھ جانا۔ اور حیض کا بند ہو جانا بھی حمل کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ طہر کئی کئی برس تک بند ہو سکتا ہے۔ اور جہاں تک پیٹ کے پھولنے کی بات ہے تو ریاح کے اجتماع یا دوسرے فاسد مادے کے جمع ہو جانے سے بھی پیٹ پھول جاتا ہے اور حمل کی طرح پیٹ میں حرکت بھی ہوتی جاتی ہے حالانکہ وہ حمل نہیں ہوتا۔ (فتح الباری)

اقل مدت حمل اور حمل کی کم سے کم مدت بالاتفاق چھ ماہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے چاروں امام اس میں متفق ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

حمله و فصاله ثلثون شهرا:۔ یعنی لڑکے کا حمل اور اس کی جدائی تیس مہینے ہے۔ اس آیت میں حمل اور فصال کو ایک جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کی مدت کو الگ الگ تفصیل سے نہیں ذکر فرمایا۔ پھر دوسری آیت میں فصال کی مدت دو برس ذکر فرمائی گئی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حمل کی مدت چھ ماہ ہے۔

فيثبت نسب ولد معتدة الرجعي ولو بالاشهر لا يا سها بدائع وفاسد النكاح فى ذلك كصحيحه قهستانى فان ولد ت لاكثرمن سنتين لو لعشرين سنة فاكثر لاحتمال امتداد طهر ها وعلوقها فى العدة مالم تقربمضى العدة والمدة تحتمله.

ترجمہ پس معتدہ رجعی کے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا۔ اگر چہ عورت مہینوں کے ذریعہ اپنی عدت شمار کر رہی ہو۔ آئسہ ہونے کی وجہ سے۔ اور نکاح فاسد اس مسئلہ میں مانند نکاح صحیح کے ہے۔ (کذافی القہستانی) اگر چہ معتدہ رجعی دو سال سے زائدہ میں بچہ جنی ہو گو بیس برس یا اس سے زائد مدت کے بعد بچہ جنے اس لئے کہ طہر میں امتداد کا احتمال ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اس کا علوق عدت میں ہوا ہو، جب تک عورت عدت کے گذرجانے کا اقرار نہ کرے اور مدت اس کا احتمال رکھتی ہے

معتدہ رجعیہ کے بچے کے نسب کا ثبوت اور عورت طلاق رجعی کی عدت گذار رہی تھی کہ اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے بچے کا نسب طلاق دینے والے سے ثابت ہوگا۔ اگر چہ آئسہ ہونے کی وجہ سے عورت عدت مہینوں سے ہی کیوں نہ گذار رہی ہو۔ (کذافی البدائع)

نکاح فاسد نکاح صحیح کے برابر ہے اور ثبوت نسب کے معاملے میں نکاح فاسد نکاح صحیح کے مانند ہے (کذافی القہستانی) اگر چہ معتدہ رجعیہ طلاق کے بعد دو برس سے زائد میں لڑکا جنی ہو اگر چہ بیس برس یا اس زائد عرصہ کے بعد جنی ہو تو بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کا احتمال ہے کہ طہر کی مدت دراز ہوگئی ہو اور اس کا احتمال ہے کہ حمل عدت کے اندر قرار پایا ہو مثلاً طلاق کے بعد اس کو اٹھارہ برس تک مسلسل طہر رہا حیض بالکل نہیں آیا تو عدت اس کی اب تک برقرار ہے۔ پھر عدت میں زوج نے وطی کر لی۔ اور حمل ٹھہر گیا۔ اور دو برس میں بچہ پیدا ہو گیا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی طلاق دینے والے زوج کا شمار ہوگا جب تک عورت نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو جب کہ مدت انقضائے عدت کا احتمال رکھتی ہو۔

وكانت الو كادة رجعة لو فى الاكثر منهما اولتمامها لعلوقها فى العدة لافى الاقل للشك وان ثبت نسبه كما يثبت بلاد عوة احتياطا فى مبتوتة جاء ت به لاقل منها من وقت الطلاق لجواز وجوده وقته ولم تقر بمضيها كما مر.

ترجمہ اور ولادت رجعت ہوگی۔ اگر مطلقہ بچہ جنے دو سال سے زائد میں یا پورے دو سال میں نطفہ کے علوق کی وجہ سے عدت میں اور دو سال سے کم مدت میں اگر بچہ جنی ہے تو ولادت سے رجعت نہ سمجھی جائے گی۔ شک کی وجہ سے اگر چہ بچے کا نسب زوج سے ثابت ہوگا۔ جیسے نسب ثابت ہوتا ہے، بغیر نسب کی دعویٰ کے مبتوتہ میں اگر بچے کو جنی ہے دو سال سے مدت

طلاق کے وقت سے اس لئے جائز ہے کہ بچہ طلاق دینے کے وقت موجود رہا ہو۔ جب کہ عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کر چکی ہو۔

اگر دو سال یا دو سال سے زائد میں بچہ جنے

مطلقہ رجعیہ اگر دو برس میں یا اس سے زائد میں بچہ جنی تو یہ ولادت مطلقہ کے حق میں رجعت شمار کی جائے گی کیوں کہ سمجھا جائے گا، کہ یہ حمل اس کے عدت کے زمانے میں قرار پایا ہے، اور شوہر اس سے وطی کر چکا ہے۔

دو سال سے کم مدت میں اگر بچہ جنی

مطلقہ رجعیہ اگر دو برس سے کم مدت میں بچہ جنے تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی اگرچہ بچہ کا نسب زوج سے ثابت ہوگا کیونکہ اس میں شک ہے کہ آیا اس کا نطفہ عدت میں بر قرار پایا۔ یا طلاق سے پہلے ہی قرار پا چکا تھا اور دو سال سے زائد میں بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ بعد طلاق بوقت عدت یہ نطفہ قرار پایا۔

مبتوتہ کے بچہ کا نسب

زوج نے بیوی سے خلع کر لیا یا طلاق بائن دیدی یا تین طلاقیں دیدی اور اس سے وطی کر چکا تھا اس عورت کو مبتوتہ کہا جاتا ہے اس عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا طلاق دینے کے بعد دو برس سے کم مدت میں تو اس بچے کا نسب زوج سے ثابت ہوگا کیونکہ جائز ہے کہ بوقت طلاق بچہ عورت کے پیٹ میں پہلے سے موجود رہا ہو، اس نسبت کے ثبوت میں زوج کے دعوی کی حاجت نہیں ہے۔

خلاصہ کلام

نسب کے ثبوت میں احتمال علوق پر بھی نسب کو ثابت مان لیا جاتا ہے تاکہ لڑکا ضائع نہ ہو، اس کے بر خلاف رجعت کے ثبوت میں احتمال کافی نہیں ہے، بلکہ یقین کا ہونا ضروری ہے اس لئے بچے کی ولادت میں دو برس کی کم مدت میں ولادت سے نسب ثابت ہو جاتا ہے، مگر رجعت ثابت نہیں ہوتی۔

دو برس کم مدت میں شرط یہ ہے کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو اور اگر انقضائے عدت کا عورت نے اقرار کر لیا، اس کے بعد دو برس کی مدت سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہو تو نسب زوج سے ثابت نہ ہوگا۔ ہاں انقضائے عدت کے اقرار کے

مبتوتہ کے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا

بعد چھ ماہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا اس لئے کہ شرعاً عورت کی تکذیب کی جائے گی، مگر یہ حکم صرف مبتوتہ کیلئے خاص ہے، اور اگر عورت مدخول بہا نہ ہو اور جدائی کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے زائد میں بچہ جنی ہے تو ثابت النسب نہ ہوگا چھ ماہ سے کم مدت میں جنی تو نسب ثابت ہوگا (کذافی البرجندیہ) اور شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے لکھا ہے کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ ماہ میں بچہ جنے تو لڑکے کا نسب ثابت ہوگا۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

وان لتمامهما لا يثبت النسب وقيل يثبت لتصور العلوق فى حال الطلاق وزعم فى **الجوهرة** انه الصواب الابدعوته لا نه لانه التزمه وهى شبهة عقد ايضا.

ترجمہ اور **مبتوتہ** اگر بچہ جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہ ہوگا (قدوری) اور ضعیف قول یہ ہے کہ نسب ثابت ہوگا اس لئے کہ ممکن ہے بچہ کا علوق طلاق کی حالت میں ہوا ہو۔ اور جوہرہ نے لکھا ہے کہ یہی قول صحیح ہے "الا بدعوة

الخ"اور مجوبہ سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا پورے دو سال کی ولادت سے مگر زوج کے دعویٰ نسب سے ثابت ہوگا کیونکہ اس نے اس کو لازم کرلیا ہے اور یہاں پر عقد کا شبہ بھی موجود ہے۔

مبتوتہ کی تعریف وہ عورت جس کو اس کے شوہر نے طلاق بائن دی۔ یا اس سے خلع کرلیا۔

مبتوتہ کے بچے کا نسب اگر دو برس پورے ہونے پر مبتوتہ بچہ جنی تو اس بچے کا نسب زوج سے ثابت ہوگا مگر یہ قدوری کی روایت ہے۔

نسب ثابت نہ ہونے کی دلیل اس لئے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آئے گا طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور طلاق سے پہلے اگر حمل کو مان لیا جائے تو مدت حمل دو برس سے زیادہ ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ بچہ طلاق کے بعد کا ہے۔

مبتوتہ کے بچے کے نسب کے بارہ میں دوسرا قول دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پورے دو سال میں بچہ پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا۔ کیوں کہ احتمال ہے کہ بچہ بحالت طلاق قرار پایا ہو۔ اور زوال زوجیت سے پہلے کا حمل ہو یہی مذہب قاضی خاں کا بھی ہے اور مصنف جوہرہ نے اس قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ قدوری کی رائے میں سہو واقع ہوا ہے۔

صاحب بحرالرائق کی رائے یہ اس مسئلے میں دونوں قسم کے اقوال ہیں اور نسب ثابت نہ ہونے کے بارے میں متون میں اتفاق ہے مثلاً کنز وانی صدر الشریعہ مجمع البحرین نے یہی لکھا ہے

زوج مبتوتہ کے لڑکے کا خود ہی مدعی ہو اگر مبتوتہ سے بچہ کی ولادت پورے دو برس میں ہوئی ہے تو اس کا نسب زوج سے ثابت نہ ہوگا لیکن اگر شوہر خود ہی بچے کا دعویٰ کردے تو نسب ثابت مان لیا جائے گا۔ اس لئے کہ شوہر نے خود اقرار کرلیا ہے اور ابھی نکاح کا شبہ بھی ہے۔

ایک اعتراض زیلعی نے اعتراض کیا ہے کہ مبتوتہ کی وطی میں عدت میں ہونے کا شبہ در حقیقت شبہ بالفعل ہے، اور شبہۃ الفعل سے نسب ثابت نہیں ہوتا، تو زوج کے محض دعوی سے نسب کیونکر ثابت ہوگا۔

الجواب زیلعی کے مذکورہ بالا اعتراض کا بحر الرائق میں جواب دیا گیا ہے کہ اس جگہ صرف شبہۃ الفعل ہی نہیں ہے بلکہ شبہۃ العقد بھی موجود ہے۔ لہٰذا دعویٰ نسب کو ثابت کرنے والا ہو سکتا ہے۔ (کذا فی حاشیہ المدنی)

والا اذا ولدت تو آمین احدهما لاقل من سنتين والاخر لاكثر والا اذا ملكها فيثبت ان ولدت لاقل من ستة اشهر من يوم الشراء ولو لاكثر من سنتين من وقت الطلاق و كطلاق سائر اسباب الفرقة بدائع لكن في القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوة مشروطة فی الولاد ة لاكثر منهما وان لم تصدقه المرأة فی رواية وهی الا وجه فتح.

ترجمہ

اور مبتوبہ کا نسب ثابت نہ ہوگا، مگر جب کہ دو بچے توآم جنی ہو، دونوں میں سے ایک بچہ دو برس سے کم مدت میں اور دوسرا دو برس سے زائد میں۔ اور ولد مبتوتہ کا ثابت النسب نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ زوج مبتوتہ کا مالک ہو جائے۔ اگر خریدنے کے بعد چھ ماہ سے کم میں بچہ جنی ہو اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زائد میں بچہ جنی ہو اور طلاق بائن کے حکم میں ہیں فرقت کے تمام اسباب (بدائع) لیکن قہستانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ان امور میں سے اکثر میں زوج کی جانب نسب کا دعویٰ کرنا مشروط ہے اگرچہ عورت اس کی تصدیق نہ کرے ایک روایت میں اور یہی صحیح ہے۔ (فتح)

مبتوتہ کے بچے کے نسب کے ثبوت کے دیگر جزئیات

دو برس میں اگر مبتوتہ سے بچہ پیدا ہوا ہے، تو نسب ثابت نہ ہوگا، مگر اس صورت میں کہ مبتوتہ نے دو توآم بچے جنے ہوں، جن میں سے ایک بچہ دو برس سے کم میں جنی ہو اور دوسرا بچہ دو برس سے زائد میں جنی ہو۔

توام بچے جننے کی ایک مثال

مثلاً مبتوتہ پہلا بچہ بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا بچہ ستائس ماہ میں تو دونوں ثابت النسب ہوں گے کیونکہ پہلا بچہ تو بلاشرط دعویٰ نسب کے ثابت النسب ہے جب پہلا بچہ ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی کے ثابت النسب ہوگا۔ کیوں کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

ثابت النسب ہونے کی ایک اور صورت

یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ پورے دو سال میں پیدا ہونے والا بچہ مبتوتہ کا ثابت النسب نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ زوج اس مبتوتہ کا مالک ہو جائے، مثلاً یہ عورت منکوحہ باندی تھی زوج نے اس کو طلاق بائنہ دیدی۔ پھر اسکو خرید لیا تو بلادعویٰ زوج اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر خریدنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنی ہے تو طلاق کے دو برس کے بعد جنی ہو مگر بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔ (عالم گیریہ)

تفریق کے دیگر اسباب میں نسب کا حکم

زوجہ صغیرہ تھی، اس کو خیار بلوغ حاصل تھا یا زوجہ باندی تھی اس کو آزادی مل جانے کی وجہ سے خیار عتق حاصل ہے۔ زوجہ کا نکاح غیر کفو میں کیا گیا اس لئے عورت کو شوہر کا نسب معلوم ہونے پر خیار کفو حاصل ہے۔ شوہر مرتد ہو گیا تو عورت کو خیار ارتداد حاصل ہے۔ ان اسباب کی بنا پر زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہو جاتی ہے مصنف نے فرمایا جو حکم طلاق بائن کا ہے وہی حکم ان اسباب کا بھی ہے یعنی جس طرح طلاق بائن کے بعد مبتوتہ سے پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کا حکم اوپر ذکر کیا گیا ہے، وہی حکم ان تمام اسباب کے نتیجہ میں واقع ہونے والی جدائی کا بھی ہے۔

ثبوت نسب میں قہستانی کی رائے

مگر شرح طحاوی سے نقل کرتے ہوئے قہستانی نے لکھا ہے کہ نسب کے ثابت ہونے میں زوج کا دعوی کرنا شرط ہے جبکہ بچہ دو سال سے زائد مدت میں پیدا ہوا ہو، اور اگر پورے دو برس میں ولادت ہوئی ہے تو دعویٰ کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے بغیر دعویٰ کے نسب ثابت ہوگا۔

ثبوت نسب میں عورت کی تصدیق

پورے دو برس کی ولادت میں مبتوتہ میں زوج کے دعوی سے نسب ثابت ہوگا، اگر عورت شوہر کی تصدیق نہ بھی کرے اور یہی صحیح ہے۔

(کذا فی فتح القدیر)

وَیثبت نسب ولد المطلقة ولو رجعیا المراهقة المدخول بها وکذا غیر المدخولة ان ولدت لاقل من الاقل.

ترجمہ اور مراہقہ مطلقہ کے ولد کا نسب ثابت ہوگا۔ اگرچہ رجعیہ ہی کیوں نہ ہو اور یہی حکم ہے غیر مدخول بہا کا بھی بشرطیکہ کم سے کم مدت حمل میں بچہ جنی ہو۔

مراہقہ سے پیدا ہونے والا بچہ عورت مراہقہ نکاح میں تھی، شوہر نے اس کو طلاق دیدی طلاق خواہ رجعی دی ہو، تو اس لڑکے کا نسب زوج سے ثابت ہوگا مراہقہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ حمل کی مدت میں سے کم سے کم مدت میں ولادت ہوئی ہو۔

اقل مدت حمل کم مدت حمل چھ ماہ ہے اور کثر مدت حمل ساڑھے پانچ مہینے ہے۔ اور ایک قول کے مطابق صرف پانچ ماہ اقل مدت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ستہ سے پہلے اگر کم مدت میں بھی بچہ ہوگا تو وہ ثابت النسب شمار ہوگا۔

مراہقہ کی عمر اور مراہقہ وہ لڑکی ہے جو وطی کے لائق ہوگئی ہو۔ مگر بالغ ہونے کی نشانیاں ابھی ظاہر نہ ہوئی ہوں۔ نو برس کی ہو یا زائد کی۔ مگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی سے ولادت متصور نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اس میں نطفہ نہیں ہوتا۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

غیر المقرة بانقضاء عدتها وکذا المقرة ان ولدت لذلک من وقت الاقرار اذالم تدع حبلا فلو ادعته فکبالغة لاقل من تسعة اشهر مذ طلقها لکون العلوق فی العدة والالا لکونه بعدها لصغرها یجعل سکوتها کاقرار بمضی عدتها.

ترجمہ اور جس مراہقہ نے عدت کے پورے ہونے کا اقرار نہیں کیا اسی طرح اقرار کرنے والی اگر اس نے بچہ جنا اقرار کے وقت سے جب کہ اس نے حمل کا دعوی نہ کیا ہو پس اگر دعوی کیا ہو تو پس اس کا حکم بالغہ کی طرح ہے لاقل من تسعة اشهر مراہقہ نے جو حمل کی اقرار کرنے والی نہ ہو، طلاق کے وقت سے نو ماہ سے کم میں بچہ جنی اس لئے کہ علوق نکاح کے زمانے میں ہو چکا ہے یا پھر عدت کے زمانے میں ہوا ہے ورنہ نہیں اس لئے ولادت اس کے بعد ہوئی ہے اس لئے کہ مراہقہ کا سکوت صغیرہ ہونے کی وجہ سے مانند اقرار کرنے کے ہے عدت گذارنے کا۔

مراہقہ نے عدت کے ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا بچہ اس مراہقہ لڑکی کے پیدا ہوا جس نے اپنی عدت کے گذر جانے کا اقرار نہیں کیا تو اس کے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا۔ نیز اسی طرح اس مراہقہ کے لڑکے کا بھی نسب ثابت ہوگا جس نے عدت کے ختم ہونیکا اقرار کر لیا ہو اور بچہ اقرار کے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہو۔

اگرچہ مراہقہ نے حمل کا دعویٰ نہ کیا ہو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہ کیا ہو۔ اگر اس نے حمل کا دعوی کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے۔ جو بالغہ عورت کا ہے۔

مراہقہ غیر مقرہ نو ماہ سے کم میں بچہ جنے

نیز وہ مراہقہ لڑکی جس نے حمل کا اقرار نہیں کیا اور اس سے بچہ پیدا ہو گیا۔ تو اس کے لڑکے کا نسب ثابت ہے جب طلاق سے نو ماہ کی مدت سے کم میں اس نے لڑکا جنا ہو۔ کیوں کہ مان لیا جائے گا کہ حمل بحالت نکاح قرار پاچکا تھا یا پھر جب وہ عدت کے دن گذار رہی تھی تب حمل قرار پا گیا تھا۔ لیکن اگر نو ماہ پورے ہونے پر یا نو ماہ سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو ثابت النسب نہ ہو گا۔ کیونکہ احتمال ہے کہ قرار حمل عدت کے گذر جانے کے بعد ہوا ہو۔

دلیل اس کی یہ ہے

چونکہ مراہقہ ہے، اور کم عمر ہے اس لئے اس کا سکوت قابل اعتبار ہے اس لئے اس کے سکوت کو انقضائے عدت کے قائم مقام مان لیا جائے گا۔

خلاصہ بحث مراہقہ

ولد کے نسب ثابت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مراہقہ کو کم عمر ہونے کی وجہ سے حیض نہیں آیا۔ اس لئے عدت گذارنے کا صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ وہ تین ماہ گذار لے اس لئے طلاق کے بعد جب تین ماہ گذر گئے تو اس کی عدت ختم ہو گئی۔ اور اب جب کہ چھ ماہ میں بچہ تولد ہوا ہے۔ تو جان لیا گیا کہ عدت کے بعد علوق ہوا ہے اور نو عمر ہونے کی وجہ سے اس کے سکوت کو قائم مقام اقرار کے تسلیم کر لیا گیا۔ لہٰذا جب طلاق کے بعد تین ماہ عدت کے گذر گئے۔ اس کے چھ ماہ کے بعد اس سے بچہ پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ حمل عدت کے بعد ہوا ہے اس لئے ولد کا نسب ثابت نہ ہو گا۔

فلوادعت حبلا فهي ككبيرة في بعض الاحكام لاعترافها بالبلوغ و يثبت نسب ولد معتدة الموت لاقل منهما من وقته اى الموت اذاكانت كبيرة ولوغيرمدخول بها.

ترجمہ

پس اگر مراہقہ نے حمل کا دعویٰ کیا تو وہ کبیرہ کے مانند ہو گی بعض احکام میں بلوغ کے اقرار کرنے کی وجہ سے اور معتدۃ الموت کے لڑکے کا نسب ثابت ہے جب کہ ان دونوں مدتوں سے کم میں جنی ہو۔ مرنے کے وقت سے جب کہ عورت کبیرہ ہو۔ اگر چہ وہ غیر مدخول بہا ہو۔

اور اگر مراہقہ حمل کا دعویٰ کرے

پس اگر مراہقہ نے حمل کا دعویٰ کر دیا تو وہ بالغہ کے برابر ہے، کیونکہ اس نے بلوغ کا اقرار کر لیا ہے۔

بحرالرائق کی رائے

بحر الرائق نے لکھا ہے کہ اگر مراہقہ نے حمل کا دعویٰ طلاق بائن میں کیا ہے اس کے بعد دو برس سے کم میں ولادت ہوئی۔ اور اگر طلاق رجعی ہوئی تھی اور طلاق رجعی کے بعد ستائس مہینے سے کم میں ولادت ہوئی۔ تو اس کا لڑکا ثابت النسب ہو گا۔ (کذافی غایۃ البیان)

معتدۃ الوفات کے بچے کا نسب کا مسئلہ

معتدۃ الوفات کے بچے کا نسب ثابت ہے اگر شوہر کی وفات سے دو برس سے کم میں بچہ جنی ہو، مگر شرط یہ ہے کہ عورت کبیرہ ہو۔ اگر چہ وہ مدخول بہا نہ ہو۔ کیونکہ بچہ کا نسب فراش عقد سے ثابت ہوتا ہے دخول او اجتماع زوجین سے نہیں۔

اما الصغيرة فان ولدت لاقل من عشرة اشهر وعشرة ايام ثبت والالا لو اقرت بمضيها بعد اربعة اشهر وعشر فولدته لستة اشهر لم يثبت و اماالأيسة فكحائض لان عدة الموت

بالاشهر للكل. الا الحامل زيلعي.

ترجمہ
اور موت کی عدت گذار نے والی عورت اگر صغیرہ ہو اور دس ماہ دس دن سے کم میں بچہ جنے تو نسب ثابت ہے ورنہ نہیں۔ اگر کبیرہ یا مراہقہ نے چار مہینے کے بعد عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار کیا تو نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور بہر حال وہ معتدہ جسے حیض سے مایوسی ہو چکی ہو۔ تو اس کا حکم وہی ہے۔ جو حائضہ کا ہے کیونکہ موت کی عدت سب عورتوں کے لئے مہینوں سے شمار ہوتی ہے۔

صغیرہ عدت وفات میں بچہ جنے
اور اگر عدت وفات گذارنے والی عورت صغیرہ لڑکی ہو اور دس ماہ دس دن سے کم مدت میں بچہ جنے تو اس کے بچے کا نسب مرنے والے سے ثابت ہوگا

دلیل۔ اس لئے کہ دس ماہ دس دن سے کم میں بچہ پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انقضائے عدت سے پہلے حمل موجود تھا۔ اس لئے کہ چار ماہ دس دن عدت وفات کے ہو گئے اور باقی چھ ماہ اقل مدت حمل کے ہیں، لیکن اگر دس ماہ دن دن پورے ہونے کے بعد ولادت ہوئی تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ کیوں کہ حمل عدت کے گذر جانے کے بعد رونما ہوا ہے۔

عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار کرلیا
اور اگر چاہ ماہ دس دن گذر جانے کا اقرار کر لیا۔ اس کے بعد چھ ماہ کی مدت میں بچہ کا تولد ہوا۔ تو اس بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔

آیسہ کی عدت وفات
اور موت کے عدت میں آیسہ (جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو) حائضہ عورت کے برابر ہے اس لئے کے عدت وفات تمام عورتوں کے لئے مہینوں کے حساب سے شمار ہوتی ہے البتہ حاملہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ (کذانی ذکر حاشیہ)

وان ولدت لاكثر منهما من وقته لا يثبت بدائع و لو لهما فكالا كثر بحر بحثا و كذا المقرة بمضيها لو لاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اكثرها من وقت البت للتيقن بكذبها.

ترجمہ
اور اگر معتدہ وفات، وفات کے بعد دو برس سے زائد میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا۔ (بدائع) اور اگر پورے دو سال میں جنی ہے تو بھی یہی حکم ہے (کذانی البحر، اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب اس معتدہ وفات کا بھی جو اقرار کر نے والی ہو عدت کے ختم ہو جانے کا۔ اگر اقرار کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر اس نے بچہ جنا ہو اور اگر جدائی کے وقت سے دو برس سے کم مدت میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا۔ عورت کے کذب کے یقینی ہونے کی وجہ سے۔

معتدہ وفات دو برس سے زائد مدت میں بچہ جنی
اور اگر معتدہ وفات زوج کے مرنے کے بعد دو برس سے زائد میں بچہ جنی ہے تو اس بچے کا نسب مرنے والے سے ثابت نہ ہوگا۔ (کذانی البدائع) اور اگر پورے دو برس میں جنی تو اسکا حکم بھی یہی ہے۔ یعنی نسب ثابت نہ ہوگا (کذانی البحر)

معتدہ نے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار کرلیا
اسی طرح اس عورت کے بچے کا نسب بھی ثابت ہوگا۔ جس نے عدت کے ختم ہو جانے کا اقرار کر لیا ہو۔ بشرطیکہ

اقرار کے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہو۔

فرقت کے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا

میاں بیوی میں جدائی واقع ہو گئی۔ جدائی واقع ہونے کے وقت سے دو برس سے کم مدت میں اس کے لڑکا پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو گا۔ اس لئے کہ عورت کا جھوٹی ہونا ثابت ہو گیا مگر شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے کے چار یا پانچ مہینے میں بچہ جنے تو معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں بچہ تھا۔ مگر اس نے عدت کے گذر جانے کا غلط اقرار کر لیا تھا۔ اس لئے کہ چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کی پیدائش ممکن نہیں ہے۔

حاصل بحث

عدت کی اقرار کرنے والی عورت کے بچے کے نسب کے ثابت ہونے میں دو شرطیں ہیں۔ اول شرط یہ ہے کہ اقرار سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو دوسری شرط یہ ہے کہ جدائی کے وقت سے دو برس سے کم عرصہ میں بچہ پیدا ہو۔ اگر دو سال سے زائد میں بچہ جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہو گا۔ اگر چہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر اندر ہی بچہ پیدا ہوا ہو۔

مثلاً فراق واقع ہونے کے بائیس مہینے کے بعد اس نے انقضائے عدت کا اقرار کیا۔ پھر وقت اقرار کے تین ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہ ہو گا۔ اس لئے کہ مذکورہ دونوں شرطوں سے دوسری شرط نہیں پائی گئی۔ اگر چہ پہلی شرط پائی جاتی ہے۔

والالا یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار و یثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة واکتفیا بالقابلة قیل وبرجل او حبل ظاهر وهل تکفی الشهادة بکونه ظاهرا فی البحر بحثا نعم.

ترجمہ

ورنہ ثابت نہ ہو گا نسب اس لئے کہ احتمال ہے کہ اسکے اقرار کے بعد حدوث حمل ہوا ہو اور اس عورت کے ولد کا نسب ثابت ہے جو موت یا طلاق کی معتدہ ہو۔ اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو۔ حجت تامہ کے ساتھ نسب ثابت ہو گا۔ اور صاحبین رحمہما اللہ نے صرف دائی یعنی قابلہ کی گواہی معتبر مانی ہے ثبوت نسب میں اور ایک روایت صاحبین کی یہ ہے کہ ایک مرد کی گواہی کافی ہے یا پھر حمل ظاہر سے نسب ثابت ہو گا۔ اور آیا حمل کے ظاہر ہونے کی شہادت کافی ہے۔ بحر میں اس بارہ میں بحث ہے۔

عدت کے ختم ہونے کا اقرار کرنے والی معتدہ کے بچہ کا نسب

اگر اقرار کے وقت سے پورے چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہو گا۔ اسی طرح تفریق کے وقت سے پورے دو برس سے زائد میں عدت کے ختم ہونے کا اقرار کرنے والی عورت نے بچہ جنا تو بچہ کا نسب ثابت نہ ہو گا۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ قرار حمل عدت کے ختم ہونے کے بعد ہوا ہو۔

معتدہ وفات یا معتدہ طلاق کے بچہ کا نسب

معتدہ موت یا معتدہ طلاق کے بچہ کا نسب ثابت ہے۔ اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنی طلاق والی عورت کے بچے کا اس کے شوہر نے انکار کر دیا۔ یا وفات پانے والے زوج کے وارثوں نے اس بچے کا انکار کر دیا ہو۔ یعنی یہ کہہ دیا ہو کہ اس عورت نے بچہ نہیں جنا۔ اور معتدہ نے بچہ کے جننے کا دعویٰ کیا ہو۔ تو اس کا ثبوت پوری دلیل سے ہو گا۔ یعنی دو مرد بچہ کے پیدا ہونے کی گواہی دیں۔ یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں اس کی گواہی دیں تو نسب ثابت ہو گا۔ یہ امام صاحب کا قول ہے۔

مگر صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ صرف دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب کے لئے کافی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف ایک مرد کی گواہی ثبوت نسب کے لئے کافی ہے۔

یا حمل ظاہر ہو تو نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے مراد ہے کہ چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو اور مفتی ابو سعود نے کہا ہے کہ حمل ظاہر سے مراد یہ ہے کہ حمل کی نشانیاں اس قدر ظاہر ہوں۔ کہ حمل پیٹ میں ہونے کا گمان غالب ہو جائے۔ اور بحر الرائق نے لکھا ہے کہ حمل کے ظاہر ہونے کی شہادت نسب کیلئے مثبت ہے کیونکہ ادھر تو عورت کے بچہ پیدا ہوا۔ ادھر شوہر نے حمل کا انکار کیا تھا۔ اس لئے ثابت کرنے کے لئے شہادت ضروری ہوگی۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

اواقرار الزوج بہ بالحبل ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل اوتصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین وانما یثبت النسب فی حق غیرھم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بھم بان شہد مع المقرر جل اخر وکذ الوصدق المقر علیہ الورثۃ و ھم من اھل التصدیق فیثبت النسب و لاینفع الرجوع.

ترجمہ یا زوج کے اقرار سے کہ یہ حمل میرا ہے۔ نسب ثابت ہوگا۔ اور اگر اس نے اس کی تعیین کا انکار کیا۔ تو بالاتفاق دائی جنائی کی شہادت کافی ہوگی۔ جس طرح دائی جنائی کہ گواہی اس معتدہ رجعیہ میں کافی ہے جو دو برس سے زائد میں بچہ جنی ہو۔ نہ کہ دو برس سے کم میں۔ یا نسب ثابت ہوگا بعض وارثوں کے اقرار سے، تو پس اقرار کرنیوالوں کے حق میں نسب ثابت ہوگا۔ یا ثابت ہوگا نسب غیر مقربین کے حق میں حتی کہ تمام لوگوں کے حق میں اگر شہادت کا نصاب سب کے حق میں ثابت ہو جائے، بایں صورت کہ اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا مرد شہادت دے، اسی طرح سب کے حق میں نسب ثابت ہوگا۔ اگر بقیہ ورثہ اقرار کرنے والے کی تصدیق کر دیں۔ درانحالیکہ وہ تصدیق نہ کرنے کے اہل ہوں تو پس نسب ثابت ہوگا۔ اور رجوع نفع نہ دے گا۔

زوج حمل کا اقرار کرتا ہو اور اگر حمل کا زوج اقرار کرتا ہو تو نسب زوج سے ثابت ہوگا۔

اگر تعیین ولد میں انکار ہو اور اگر زوج یا زوجہ ورثہ تعیین ولد میں انکار کرتے ہوں۔ مثلاً یہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں ہے تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہوگی۔

اس میں حضرات صاحبین اور امام صاحب کا اتفاق ہے۔

معتدۂ رجعیہ کے ولد میں دائی جنائی کی گواہی اگر معتدہ رجعیہ دو برس سے زائد عرصہ میں بچہ جنے اور دائی جنائی اس کی شہادت دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی۔

معتدہ رجعیہ دو برس سے کم میں بچہ جنے اور معتدہ رجعیہ اگر دو برس سے کم مدت میں بچہ جنے تو نسب بشرطیکہ زوج اس سے انکار کرتا ہو۔ بلکہ حجت تامہ ضروری

ہوگی۔ یعنی یہ کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی۔

نسب کا ثبوت وارثوں کی تصدیق سے

شوہر نے معتدہ سے ولادت کا انکا کیا۔ اور انتقال کر گیا۔ اسکے مرنے کے بعد وارثوں نے ولادت کی تصدیق کر دی۔ تو فقط اقرار کرنے والوں کے حق میں بچہ کا نسب ثابت ہوگا مگر تمام ورثہ کے حق میں نسب ثابت نہ ہوگا لہٰذا اقرار کرنے والے ورثہ اپنے اپنے حصہ سے اس بچہ کو وارثت کا حصہ دیں گے۔ انکار کرنے والے نہ دیں گے۔

ولادت کا انکار کرنے والے اور اقرار نہ کرنے والوں کے حق میں نسب کا ثبوت

اور اقرار نہ کرنے والوں کے حق میں نسب ولد کا ثابت ہوگا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں نسب ثابت ہوگا۔ اگر شہادت کا نصاب پورا ہو جائے ان میں سے مثلاً اقرار کرنے والے وارث کے ساتھ دوسرے مرد نے بھی گواہی دی یا باقی ورثہ بھی اقرار کرنے والے وارث کی تصدیق کریں اور یہ تصدیق کے اہل بھی ہوں تو اس صورت میں معتدہ کے ولد کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

اہلیت تصدیق

تصدیق کی اہلیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ عاقل و بالغ ہوں۔

بعد تصدیق ولد کا انکار کر دینا

اگر تصدیق کرنے بعد وارثوں نے ولد کے نسب کا انکار کر دیا تو اب یہ انکار نفع نہ دے گا۔ بلکہ لڑکے کو وارثت میں حصہ دینا پڑیگا۔

والا یتم نصابها لا یشارك المکذبین وهل یشترط لفظ الشهادة ومجلس الحکم الاصح لا نظراً لشبهة الاقرار وشرطو العدد نظر الشبهة الشهادة ونقل المصنف عن الزیلعی مایفید اشتراط العدالة ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لاتشترط العدالة ممالا ینبغی قلت وفیه انه کیف تشترط العدالة فی المقر اللهم الا ان یقال لاجل السرایة فتامل ولیراجع.

ترجمہ

اور اگر شہاد کا نصاب پورا نہ ہو تو ولد مکذبین کے ساتھ وراثت میں شریک نہ ہوگا۔ اور آیا شہادت دیتے وقت شہادت کا لفظ اور قاضی کی مجلس کا حکم بھی شرط ہے یا نہیں، تو صحیح قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ شبہ اقرار کی طرف نظر کرتے ہوئے۔ (رعایت کرتے ہوئے) اور فقہاء نے شرط قرار دیا ہے۔ شہادت میں عدد کی شہادت کے شبہ کی رعایت کرتے ہوئے۔ اور مصنف نے امام زیلعی سے نقل کیا ہے کہ وہ چیز جو عدالت کی شرط کا فائدہ دیتی ہے۔ پھر کہا ہے کہ پس ہمارے شیخ کا قول اور مناسب ہے کہ شرط نہ کی جائے عدالت کی شرط کی اور نہ اس چیز کی جو مناسب نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اقرار کرنے والے میں عدالت کی شرط کیونکر لگائی جا سکتی ہے۔

اگر شہادت کا نصاب پورا نہ ہو

یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں وارثوں میں سے ولد کی تصدیق نہ کریں۔ اس کے بجائے صرف ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کرے تو معتدہ کا لڑکا مکذبین کے ساتھ وراثت میں شریک نہ ہوگا۔ بلکہ ان وارثوں سے حصہ لے گا جو اس کا اقرار کرنے والے ہوں گے۔

وارثوں کی شہادت میں لفظ شہادت کی شرط

اور کیا ولد کی شہادت دیتے وقت وارث شہادت کا لفظ بھی ادا کریں گے، اور یا قاضی کے حکم کرنے کی مجلس میں بھی شرط ہے تو صحیح قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اقرار کا شبہ بھی پایا جاتا ہے۔

شہادت میں تعداد کی شرط

ولد کے اقرار نسب میں فقہاء کے نزدیک تعداد شرط ہے شہادت کے مشابہ ہونے کی وجہ سے۔

ورثاء کی تصدیق کی دو حدیثیں ہیں

ایک اقرار کی حیثیت کے مشابہ ہونا۔ دوسرے شہادت کی حیثیت کے مشابہ ہونا اور چونکہ اقرار میں نہ لفظ شہادت کی شرط ہے اور مجلس قاضی کی۔ لہٰذا نسب ولد کی تصدیق میں بھی شرط نہیں ہے۔ اور چونکہ شہادت میں عدد ضروری ہے تو تصدیق میں بھی عدد لازم ہے۔

گواہوں میں عدالت شرط ہے یا نہیں

مصنف نے اپنی شرح میں زیلعی کا قول نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہوں میں عدالت شرط ہے۔ یعنی اقرار کرنے والے وارثوں کا عادل ہونا شرط ہے۔ اس کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے عدالت کی شرط کو غیر مناسب بتایا ہے۔

ولو ولدت فاختلفا فی المدة فقالت المرأة نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لها بلایمین وقالا تحلف وبه یفتی کما سیجئی فی الدعوی وهو ای الولد ابنه لشهادة الظاهر لها بالولادة من نکاح حملا لها علی الصلاح قال ان نکحتها فهی طالق فنکحها فولدت لنصف حول منذ نکحها الزمه نسبه احتیاطا لتصور الوطئی حالة العقد ولم ولدته لاقل منه لم یثبت و کذا لا کثر ولو بیوم لکن بحث فیه فی الفتح واقره فی البحر.

ترجمہ اگر عدت والی عورت نے بچہ جنا اس کے بعد میاں بیوی میں اختلاف ہو گیا۔ مدت میں عورت نے کہا تو نے مجھ سے چھ ماہ ہو گئے جب نکاح کیا تھا۔ اور شوہر نے اس سے کم کا دعویٰ کیا۔ تو عورت کا قول معتبر ہو گا۔ بغیر قسم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے حلف لی جائے گی۔ اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کتاب الدعویٰ میں اس کا بیان آئیگا۔ اور وہ یعنی ولد زوج کا بیٹا ہے عورت کے لئے ولادت کی ظاہری شہادت سے عورت کو نیک سیرت گمان کرتے ہوئے۔

میاں بیوی میں اختلاف بعد ولادت

عدت والی عورت سے بچہ پیدا ہوا۔ عورت نے کہا چھ ماہ ہو گئے جب تو نے نکاح کیا تھا۔ مگر چھ ماہ سے کم ہونے یعنی چار یا پانچ مہینے کا دعویٰ شوہر نے کیا۔ تو عورت کا قول معتبر ہو گا۔ اور اس سے قسم بھی نہیں لی جائے گی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا۔ عورت سے قسم لی جائے گی۔ اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ جیسا کہ کتاب الدعویٰ میں اس کا بیان آئے گا۔

لڑکا زوج ہی کا ہے

اور وہ لڑکا جو معتدہ عورت چھ ماہ میں جنی ہے اسی مرد کا بیٹا ہے کیونکہ ظاہری حالت اسی کی شاہد ہے کہ ولادت نکاح کے بعد ہوئی ہے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے۔

ترجمہ۔ایک شخص نے کہاکہ اگر میں نے اس سے نکاح کیا تو پس وہ طلاق والی ہے۔پس اس شخص نے اس عورت سے نکاح کرلیا۔پس اس کے نکاح کرنے کے نصف سال کے بعد اس عورت نے بچہ جنا تو اس کے لئے نسب ہوگیا۔احتیاطاً وطی کے ممکن ہونے کی وجہ سے نکاح کی حالت میں اور اگر اس سے کم میں بچہ جنی تو ثابت نہ ہوگا۔اسی طرح نصف سال سے زائد میں بھی نسب ثابت نہ ہوگا۔اگرچہ ایک دن بھی زائد ہوگیا۔مگر فتح القدیر نے اس پر بحث کی ہے اور بحرالرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

نسب کے ثبوت کا ایک اور مسئلہ

ایک شخص نے کسی عورت کے بارے میں یہ کہاکہ اگر میں اس عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے۔پھر اس سے نکاح کرلیا۔اور نکاح سے پورے چھ ماہ میں اس سے بچہ پیدا ہوا۔تو لڑکے کا نسب مرد پر لازم ہوگا۔احتیاطاً اس لئے کہ ممکن ہے کہ عین ایجاب وقبول کے وقت اس نے جماع کرلیا ہو۔اور انزال اور اختتام نکاح دونوں ایک ساتھ ہوئے ہوں۔اس صورت عمل سے وطی نکاح کے بعد لازم نہیں آتی۔

اگر یہ بچہ چھ ماہ سے ایک دن کم میں پیدا ہوا

لیکن اگر چھ ماہ کے پورے ہونے سے ایک دن بھی کم میں بچہ جنے گی تو نسب ثابت نہ ہوگا۔اس لئے کہ نطفہ نکاح سے پہلے قرار پاچکا ہو اور قبل نکاح قرار حمل سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر چھ ماہ سے ایک دن زائد میں بچہ جنی

اسی طرح مذکورہ بالا صورت میں اگر چھ ماہ گذرنے کے ایک دن بعد لڑکا پیدا ہوا تو بھی نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا مگر اس مسئلے میں صاحب فتح القدیر نے بحث کی ہے اور بحرالرائق نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

فتح القدیر کی بحث

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جب مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ ماہ سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہونے کی صورت میں نسب کی نفی کرنا احتیاط کے خلاف ہے اور یہ خیال کرنا کہ قرار حمل طلاق واقع ہونے کے بعد ہوا ہے۔یہ بعید بات ہے اس لئے کہ عام عادت ولادت کی نو ماہ ہے۔

ولزمه مهرها لجعله واطئا حكما و لا يكون به محصنا نهايه علق طلاقها بولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة تامة خلافالهما كما مر ولو اقر المعلق مع ذلك بالحبل او كان ظاهرا طلقت بالولادة بلا شهادة لاقراره بذلك و اماالنسب ولوازمه كا مومية الولد فلا يثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا بحر.

ترجمہ

اور عورت کا مہر اس کے ذمہ واجب ہوگا۔اس لئے کہ اس کو حکماً وطی کرنے والا مان لیا گیا ہے مگر اس حکمی وطی سے شوہر محصن نہ ہوگا۔ایک شخص نے اسکی طلاق کو اس کی ولادت کے ساتھ معلق کردیا تو ایک عورت کی شہادت سے عورت مطلقہ نہ ہوگی۔بلکہ حجت تامہ سے طلاق واقع ہوگی اس میں صاحبین کا اختلاف ہے، جیساکہ گذر چکا ہے اور اگر طلاق کو معلق بالنکاح کرنے والے شوہر نے حمل کا اقرار کرلیا۔یا حمل ظاہر تھا تو عورت مطلقہ ہوجائے گی۔بغیر شہادت کے شوہر کے اقرار کرنے کی وجہ سے اس کا اور بہر حال نسب اور اس کے لوازم مثلاً عورت کا اس بچے کی ماں ہونا تو وہ دائی جنائی کی شہادت کے بغیر ثابت نہ ہوگا۔بالاتفاق بحر۔

اگر طلاق کو ولادت پر معلق کر دیا

اگر مرد نے عورت کی طلاق کو اس کی ولادت (بچہ جننے پر) پر معلق کر دیا۔ تو صرف ایک عورت کی گواہی سے طلاق واقع نہ ہو گی۔ بلکہ ولادت کے متعلق پوری تحقیق کرنے کے بعد طلاق واقع ہو گی۔ مگر صاحبین کے نزدیک ایک عورت کی شہادت سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ جیسا کہ اوپر اس کا بیان آ چکا ہے۔

ایک عورت کی گواہی کے ساتھ حمل کا اقرار کر لیا

طلاق کو معلق کرنے والے نے ایک عورت کی موجودگی میں حمل کا اقرار کیا یا حمل خود ظاہر ہو گیا۔ تو ولادت سے عورت کو طلاق پڑ جائے گی۔ اور شہادت کی حاجت نہ ہو گی۔ کیونکہ شوہر نے حمل کا اقرار کر لیا تھا۔ البتہ نسب کا ثبوت اور اس کے لوازم مثلاً اس عورت کا بچے کی ماں ہونا تو ان کا ثبوت دائی جنائی کی شہادت سے ہو گا۔ اس مسئلے میں امام صاحب صاحبین کا اتفاق ہے۔ (کذا فی البحر)

قال لامته ان کانب فی بطنك ولد اوان کا ن بك حبل فهو منی فشهدت امرأة ظاهره یعم غیر القابلة بالولادة فهی ام ولده اجماعا ان جائت به لاقل من نصف حول من وقت مقالته وان لاکثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته قید بالتعلیق لانه لوقال هذه حامل منی ثبت نسبه الی سنتین حتی ینفیه غایة.

ترجمہ

آقا نے اپنی باندی سے کہا۔ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو۔ اس حال میں کہ اس کے حمل تھا۔ تو پس وہ مجھ سے ہے۔ پس ایک عورت نے ولادت کی گواہی دی بظاہر عورت سے عام مراد ہے۔ دائی جنائی ہو یا دوسری عورت ہو۔ تو وہ باندی اس کی ام ولد ہے بالاتفاق اگر وہ اس کے کہنے کے بعد نصف سال کی کم مدت میں بچہ جنی ہو۔ اور اگر اس کے قول کے بعد نصف سال سے زائد میں جنی تو نہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ اس کا علوق اسکے کہنے کے بعد ہوا ہو مصنف نے اس کے قول کو تعلیق کیساتھ مقید کیا ہے کیوں کہ اگر وہ کہتا کہ یہ حمل میرا ہے تو اس کا نسب ثابت ہوتا اور دو برس تک یہاں تک کہ وہ اس کی نفی کر دیتا۔

اگر آقا نے کہا جو تیرے پیٹ میں ہے وہ میرا لڑکا ہے

مولیٰ نے اپنی باندی سے کہا۔ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو وہ میرا ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ باندی حمل سے ہے اس کے بعد ایک عورت نے خواہ وہ دائی جنائی ہو۔ یا کوئی عام عورت نے گواہی دی کہ بچہ پیدا ہو گیا۔ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔

ام ولد ہونے کی شرط

مگر شرط یہ ہے کہ بچہ کی ولادت نصف سال سے کم مدت میں ہوئی ہو۔ کیونکہ اگر نصف سال سے زائد مدت میں ولادت ہوئی تو احتمال اس کا بھی ہے کہ علوق اقرار کے بعد ہوا ہے اس لئے وہ ام ولد نہ ہو گی۔

آقا اگر کہے کہ یہ حمل میرا ہے

تو اس صورت میں بچہ دو برس میں بھی پیدا ہوتا تو نسب اُس سے ثابت ہوتا جب تک کہ آقا اس کی نفی نہ کر دیتا۔ (کذا فی غایۃ البیان)

قال لغلام هو ابنی ومات المقرفقالت امه المعروفة بحرية الاصل والسلام وبانها ام الغلام انا امراته وهوابنه يرثانه استحسانا فان جهلت حريتها اوامو ميتهالم ترث وقوله فقال وارثه انت ام ولد ابی قيد اتفاقی اذا لحكم كذلك لولم يقل شئيا اوكان صغيرا كما فی البحر اوكنت نصرانية وقت موته ولم يعلم اسلامها وقته اوقال وارثه كانت زوجة له وهی امه لا ترث فی الصور المذكورة و هل لها مهرالمثل قيل نعم.

ترجمہ ایک شخص نے ایک لڑکے کے بارے میں کہاکہ وہ میرا بیٹا ہے اور اقرار کرنے والا وفات پا گیا۔ پس اس کی ماں نے کہا جس کا اصل سے آزاد ہونا، مسلمان ہونا، یہ کہ یہ اس کی ماں ہے، تینوں چیزیں مشہور ہیں کہاکہ میں اس کی بیوی ہوں اور یہ اس کا بیٹا ہے تو دونوں وارث ہوں گے۔ استحسانا، پس اگر ماں کا آزاد ہونا مجہول ہو یا اس کا باندی ہونا مجہول ہو۔ تو عورت وارث نہ ہو گی۔ اور مصنف کا قول پس اسکے وارث نے کہا تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ جملہ قید اتفاق ہے۔ اس وجہ سے کہ حکم اسی طرح برقرار ہے اگر اس نے کچھ نہ کہا ہوتا۔ یا وہ صغیرہ ہوتا جیساکہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔ یا اس نے کہاکہ تو اس کے مرنے کے وقت نصرانیہ تھی۔ حال یہ ہے کہ اس کا مسلمان ہونا اس وقت مشہور نہ ہوا ہو۔ یا اس کے وارثوں نے کہا یہ اس کی زوجہ تھی اس حال میں کہ وہ باندی تھی تو مذکورہ صورتوں میں وارث نہ ہو گی۔ اور کیا اس کیلئے مہرمثل واجب ہے تو کہا گیا ہے کہ ہاں۔

وراثت کے مختلف مسائل ایک شخص نے کسی لڑکے کے بارہ میں کہاکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اور اس کے بعد اقرار کرنے والا مر گیا۔ پس اس کی وہ ماں نسلاً آزاد مسلمان ہے۔ اور اس عورت کا اس لڑکے کی ماں ہونا بھی مشہور ہے۔ یہ کہاکہ میں اس مرنے والے کی بیوی ہوں۔ اور یہ اس کا لڑکا ہے تو استحساناً دونوں وارث ہوں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ عورت کی عمر اتنی ہو کہ اس سے اس عمر کا لڑکا پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہ ہو اور مرد کی تکذیب بھی نہ کرتا ہو۔

عورت کا آزاد ہونا مشہور نہ ہو پس اگر اس عورت کا آزاد ہونا یا باندی ہونا مجہول ہو تو وارث نہ ہو گی۔

اگر وارث نے کہاکہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے تو یہ قید اتفاق ہے کیونکہ حکم وہی تھا اگر وہ کچھ بھی نہ کہتا یا لڑکا صغیر ہوتا۔

وارث نے کہا تو اس کے مرنے کے وقت نصرانی تھی اگر وارث نے کہا تو اس کے مرنے کے وقت نصرانی تھی (یعنی مسلمان نہیں تھی) حالانکہ اس عورت کا مسلمان ہونا معلوم نہ ہو یا وارثوں نے کہا اس کے مرنے کے وقت یہ اس کی بیوی تھی مگر باندی تھی۔ تو ان صورتوں میں عورت وارث نہ ہو گی۔

اس عورت کا مہر کا حکم البتہ اس عورت کو مہرمثل دیا جائے گا۔ مہر تاشی اور فتح القدیر مہر کے وجوب کے قائل ہیں مگر اتقانی نے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ (کذا فی النہر الفائق)

زوج امته من عبده فجاءت بولد فادعاه المولی يثبت نسبه للزوم فسخ النكاح وهو

لا يقبل الفسخ وعتق الولد وتصير الامة ام ولده لا قراره ببنوته واموميتها ولدت امته الموطؤة له ولد اتوقف ثبوت نسبه على دعوته لضعف فراشها كامة مشتركة بين اثنين استولدهاواحدعبارة الدرراستولداها ثم جاء ت بولدلايثبت النسب بدونها لحرمة وطئها كام ولد كاتبها مولا ها وسيجئى فى الاستيلاد ان الفراش على اربع مراتب.

ترجمہ آقا نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا۔ پس اس کے بعد وہ بچہ جنی پس اس کا دعویٰ کیا اس کے مولیٰ نے تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا اور لڑکا آزاد ہوگا۔ اور وہ اس کی ام ولد بن جائے گی۔ کیوں کہ اس نے بچہ کے بیٹا ہونے اور باندی کے ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس کی موطوہ باندی نے بچہ جنا تو اس کے نسب کا ثبوت موقوف رہے گا۔ اس کے دعوی پر اس کے فراش ضعیف ہونے کی وجہ سے ایسے ہی جیسے ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو۔ اور اس سے ایک نے بچہ پیدا کرایا ہو اور دور کی عبارت اس طرح ہے کہ اس نے بچہ پیدا کرایا۔ پھر وہ لڑکا جنی تو بغیر دعویٰ کے نسب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے وطی حرام ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی ام ولد ہو جس کو اس کے آقا نے مکاتب بنایا ہو۔ اور استیلاد کے بیان میں آئے گا۔ کہ فراش کے چار مراتب ہیں۔

باندی سے پیدا شدہ بچے کے نسب کا مسئلہ

آقا نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام کر دیا۔ اس کے بعد باندی سے بچہ پیدا ہوا۔ تو آقا نے اس بچے کا دعویٰ کر دیا۔ یعنی یہ کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تو اس بچے کا نسب آقا سے ثابت نہ ہوگا۔

بچے کا نسب آقا سے نہیں ہوگا

اس لڑکے کا نسب آقا سے ثابت نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس سے لازم آئے گا کہ غلام سے نکاح فسخ ہو جائے، حالانکہ نکاح تام ہونے کے بعد فسخ نہیں ہوتا۔

پیدا ہونے والا لڑکا آزاد ہوگا یا غلام

اور باندی سے جو لڑکا غلام کے نکاح کی حالت میں پیدا ہوا ہے۔ وہ لڑکا آزاد ہوگا۔ باندی آقا کی ام ولد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مولیٰ نے ولد کے بیٹا ہونے اور باندی کے ماں ہونے کا اقرار کیا ہے۔

مدخولہ باندی سے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ کس کا ہے

مالک کی مدخولہ باندی نے لڑکا جنا تو اس لڑکے کا نسب مالک کے دعویٰ پر موقوف رہے گا۔ یعنی مالک کے دعویٰ کے بغیر لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ باندی کا فراش ضعیف ہے۔ اس کے برخلاف ام ولد ہے کہ ام ولد کا فراش قوی ہے اگر ام ولد سے بچہ پیدا ہوگا تو مولیٰ کے دعوی کے بغیر لڑکے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا مگر نفی کرنے سے نسب کی نفی بھی ہو جائے گی۔ کیونکہ ام ولد کا فراش باندی سے قوی ہوتا ہے مگر منکوحہ سے ضعیف ہوتا ہے۔

باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو

ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھی ان میں سے ایک نے کہا اس سے جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ وہ میری وطی سے پیدا ہوا ہے مگر کتاب الدرر میں عبارت اس طرح ہے کہ ان دونوں نے اولاد کی خواہش کی۔ اس کے بعد مشترک لونڈی نے

ایک لڑکا جنا۔ تو لڑکے کا نسب بغیر دعویٰ کے ثابت نہ ہوگا۔

مشترک لونڈی کے بچہ کے نسب کے دعویٰ کی ضرورت

اگر باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو ان دونوں آدمیوں کا اس باندی سے وطی کرنا حرام ہے۔ اب اگر اس سے بچہ پیدا ہوا اور دونوں میں سے ایک نے یا دونوں نے لڑکے کی خواہش کی تو دعویٰ کے بغیر اس لڑکے کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ استیلاد کے بیان میں عنقریب آئے گا کہ فراش کے چار مراتب ہیں۔

فراش کے چار مراتب میں سے پہلا مرتبہ ضعیف ہے

لونڈی کا وہ فراش کہ اس کا لڑکا بغیر دعوی کے ثابت النسب نہ ہو۔ دوسرا مرتبہ متوسط ہے، یعنی ام الد کا فراش کہ اس کا لڑکا دعویٰ نسب کے بغیر ثابت النسب ہے مگر نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے۔ تیسرا مرتبہ قوی ہے۔ منکوحہ اور معتدہ رجعی کا فراش کہ ان دونوں کے لڑکوں کا نسب دعوی کے بغیر ثابت النسب ہے اور لعان کے بغیر ان کی نفی نہیں ہو سکتی۔ چوتھا مرتبہ اقوی ہے معتدہ بائنہ کا فراش کہ اس کا لڑکا ثابت النسب ہے۔ اس کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی۔ کسی طرح سے بھی کیونکہ نفی لعان پر موقوف ہے اور معتدہ بائنہ میں لعان کی شرط نہیں پائی جاتی۔

وقد اکتفو 'بقیام الفراش بلادخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینھا سنة فولدت لستة اشھر مذتزوجھا لتصورہ کرامة واستخداما فتح. لکن فی النھر الاقتصارعلی الثانی اولی لان طی المسافة لیس من الکرامة عند نا قلت لکن فی عقائد التفتاز انی جزم بالاول تبعالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبة کانت تزور واحدامن الاولیاء ھل یجوز القول بہ فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاھل الولایة جائز عند اھل السنة ولا لبس بالمعجزة لانھا اثر دعوی الرسالة وباد عائھا یکفر فورافلاکرامة وتمامہ فی شرح الوھبانیة من السیر عندقولہ ومن لولی قال طی مسافة یجوز جھول ثم بعض یکفر واثباتھا فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ھذا القول بنص محمدا نا نومن بکرامات الاولیا.

ترجمہ اور تحقیق کہ اکتفاء کیا ہے فقہاء نے قیام فراش کو بغیر دخول کے جیسے کسی مغرب میں رہنے والے آدمی کا کسی مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کر لینا۔ اور ان دونوں کے درمیان پورے ایک سال کی مسافت کی دوری کا ہونا پس اس سے نکاح کرنے کے چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوا۔ اس لئے کہ بذریعہ کرامتہ یا استخدام کے وطی ممکن ہے (فتح القدیر) مگر کتاب نہر الفائق میں مذکور ہے کہ دوسری صورت پر اکتفاء کرنا اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ مسافت کو لپیٹ دینا کرامت نہیں ہے میں کہتا ہوں عقائد تفتازانی میں صورت اول کو جزم سے لکھا ہے مفتی ثقلین کا اتباع کرتے ہوئے بلکہ اس حکایت کے بارہ میں ان سے سوال کیا گیا کہ کعبہ معظمہ فلاں ولی کی زیارت کو جاتا تھا۔ کیا یہ کہنا درست ہے تو جواب دیا کہ خرق عادت بطور کرامت کے اہل ولایت سے جائز ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک اور اس کا معجزہ سے کوئی التباس نہیں ہے۔ اس لئے کہ معجزہ دعوائے رسالت کے بعد

ہوتا ہے اور رسالت کے دعویٰ سے ولی کی تکفیر فوراً کر دی جائے گی۔ پس معجزہ میں کرامت کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اس کا پورا واقعہ سیرت کی کتاب شرح وہبانیہ میں اس قول کے پاس مذکور ہے قول یہ ہے "من الولی قال طے مسافة الخ" کہ جو ولی کے لئے طے مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعض علماء اس کو کافر کہتے ہیں اور کرامت کو ثابت کرنا ہر خرق عادت امر میں اگرچہ وہ طے مسافت ہو۔ یا اس کے علاوہ ہو اس لئے نجم الدین عمر نسفی سے منقول ہے یعنی اس قول کی تائید امام محمد کے اس قول سے کی ہے ہم کرامات اولیاء کی تصدیق کرتے ہیں۔

شوہر مغرب میں اور بیوی مشرق میں

تو ان سے جو بچہ پیدا ہو گا اس کا حکم کیا ہے مرد و عورت میں رشتہ نکاح قائم ہوا۔ جب کہ دونوں میں سے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں رہتا ہے۔ اور بعد نکاح چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا۔ تو اس لڑکے کا نسب ثابت ہو گا صاحب فراش ہونے کی وجہ سے۔

صاحب فراش یا قیام فراش

کے معنی یہ ہے کہ عقد کے سبب وطی کا حلال ہونا اگرچہ دخول حقیقی یا حکمی نہ ہوا ہو۔

بچے کے ثابت النسب ہونے کی دلیل

اس لئے کہ وطی بطور کرامت یا استخدام کے ممکن ہے (از زانی فتح القدیر) یعنی ممکن ہے کہ نکاح کے بعد بطور کرامت یا کسی جن کو تابع بنا کر شوہر مغرب سے مشرق ساعۃ واحدہ میں پہنچ جائے۔ اور بیوی سے وطی کرے اس بارہ میں طحطاوی کی رائے یہ ہے کہ بہتر ہے کہ چھ ماہ اور ایک ساعت میں ولادت فرض کی جائے تاکہ اس ساعت میں شوہر کا پہنچنا عقلاً ممکن ہو سکے۔

نہر الفائق کی رائے

یہ ہے کہ وطی کے امکان کو استخدام والی صورت میں فرض کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے اس لئے دور دراز مسافت کو تھوڑے عرصہ میں طے کر لینا کرامات میں داخل نہیں ہے البتہ شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے پہلی صورت کا یقین کیا ہے یعنی وقت قلیل میں طویل مسافت کو طے کرنا کرامت میں داخل ہے مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کی اتباع کرتے ہوئے۔

ایک عجیب وغریب حکایت

عمر نسفی مذکور سے سوال کیا گیا ہے کہ یہ حکایت جو بیان کی جاتی ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کے لئے جاتا تھا۔ کہنا جائز ہے کہ نہیں تو مفتی ثقلین نے جواب دیا کہ خرق عادت بطریق کرامت اہل ولایت کے لئے جائز ہے اہل سنت والجماعۃ۔ کے نزدیک۔

کرامت اور معجزہ میں کوئی التباس نہیں ہے

کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ جب معجزہ اور کرامت دونوں خرق عادت ہیں تو ان میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ معجزہ رسالت کے دعوی کے بعد نبی ورسول سے صادر ہوتا ہے اور اگر کوئی ولی رسالت کا دعویٰ کرے تو فوراً کافر ہو جاتا ہے اور جب کافر ہو گیا تو کرامت کہاں باقی رہ گئی۔ بلکہ وہ تو محض استدراج ہے اسکی پوری تفصیل شرح وہبانیہ میں کتاب السیر کے باب میں اس قول کے پاس درج ہے کہ جو طے مسافت کو ولی کے لئے جائز رکھے وہ جاہل ہے پھر علماء اس کو کافر کہتے ہیں مگر امام نجم الدین عمر نسفی خارق عادت امر کے صدور کو چاہے وہ طے مسافت ہی ہو۔ یا اسکے علاوہ ہو جائز مانتے ہیں اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا قول

ہے کہ ہم کرامات اولیاء کی تصدیق کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پیر سے ہو تو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پیر سے ہو تو وہ کرامت ہے۔اور اگر کسی کافر یا فاسق کے ذریعہ ہو تو وہ استدراج اور مکرو فریب ہے۔

غاب عن امرائه فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیه الامام وعلیه الفتوی کما فی الخانیة والجوهرة والکافی وغیر ها وفی حاشیة شرح المنارلابن الحنبلی وعلیه الفتوی ان احتمله الحال لکن فی اخر دعوی المجمع حکی اربعة اقوال ثم افتی بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملک بانه المستفرش حقیقة فالولد للفراش الحقیقی وان کان فاسداوتمامه فیه فراجعه.

ترجمہ مرد اپنی عورت سے غائب ہوگیا تو عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا۔اور اس دوسرے شوہر سے اولاد پیدا ہوئی۔ پھر زوج اول واپس آگیا۔ تو یہ اولاد زوج ثانی کی ہوں گی اس مذہب کی بناء پر جس کی طرف امام صاحب نے رجوع فرمایا ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ خانیہ۔کافی جوہرہ وغیرہ میں مذکور ہے اور المنار کی شرح جو ابن حنبلی نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کے قول اول جس پر فتویٰ نہیں ہے یہ ہے کہ یہ اولاد پہلے زوج کی ہوگی۔ کیونکہ نکاح باقی تھا۔اور ابن حنبلی کی کتاب شرح المنار کے حاشیہ میں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتویٰ ہے بشرطیکہ ظاہر حال اسکا احتمال رکھتا ہو۔دلیل یہ ہے کہ حقیقت میں صاحب فراش زوج ثانی ہی ہے اور عورت اس کے تصرف میں ہے تو لڑکے کا نسب فراش حقیقی کے لئے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے۔اور اس کی پوری تفصیل مجمع البحرین میں مذکور ہے۔

شوہر غائب ہوگیا بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا تو اولاد کس کی ہوگی

شوہر غائب ہوگیا اس کے بعد عورت نے اپنا نکاح دوسرے شوہر سے کرلیا۔اور اس سے اولاد پیدا ہوئی اس کے بعد زوج اول واپس آگیا۔ تو یہ اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی۔اسی پر فتویٰ ہے اور امام اعظم نے اسی قول کی جانب رجوع فرمایا ہے (کذافی التجنیس) اور اسی پر فتویٰ ہے کمافی الخانیہ والجوہرہ والکافی وغیرہ۔

امام صاحب کا قول اول جس پر فتویٰ نہیں ہے

زوج اول کا نکاح باقی ہے طحطاوی نے لکھا ہے کہ مذکورہ مسئلے میں زوج ثانی کے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی کے پورے چھ ماہ یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو۔

عورت کس کی ہے اولاد کس کی

مذکورہ بالا مسئلے میں زوجہ بہر حال زوج اول ہی کی ہے مگر اولاد زوج ثانی کی لہٰذا جب زوج اول آجائے گا تو عورت اسی کو دلادی جائے گی۔ اس میں امام صاحب اور صاحبین کا اتفاق ہے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

فروع: نکح امة فطلقهافشرا هافولدت لاقل من نصف حول مذشراها لزمه والالا الاالمطلقة قبل الدخول والمبانة بثنتین فمذطلقها لکن فی الثانیة یثبت لسنتین فاقل.

ترجمہ ایک مرد نے دوسرے کی باندی سے نکاح کر لیا۔ پھر اس کو طلاق دیدی پھر اس کو خرید لیا۔ پس وہ خریدنے کے بعد نصف سال سے کم میں بچہ جنی تو نسب اس سے لازم ہوگا۔ ورنہ نہیں لیکن وہ عورت جس کو قبل دخول طلاق دیدی گئی ہو اور وہ عورت جسکو دو طلاق دیکر بائنہ کیا گیا ہو۔ تو وہاں ابتدائے طلاق سے ولادت کا اعتبار ہوگا۔ نہ کہ ابتدائے خرید سے بغیر اقرار کی شرط کے لیکن ثانی صورت میں نسب ثابت ہوتا ہے دو سال یا اس سے کم مدت میں۔

خریدنے کے چھ ماہ بعد باندی سے بچہ پیدا ہوا ہو اور اگر خریدنے کے چھ ماہ بعد باندی کے بچہ پیدا ہوا یا چھ ماہ سے زائد میں پیدا ہوا۔ تو لڑکے کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوگا۔ ہاں اگر اقرار کرلے کہ بچہ میرا ہے تو اسی کا لڑکا شمار ہوگا۔

نسب ثابت نہ ہونے کی دلیل اس لئے خرید کردہ باندی سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے وہ ولد مملوکہ ہے نہ کہ ولد منکوحہ یا ولد معتدہ کیونکہ خریدنے کے بعد صرف چھ ماہ یعنی اقل مدت حمل پائی جا رہی ہے تو ثبوت نسب کے لئے اقرار کرنا شرط ہے۔

باندی منکوحہ تھی اس کو طلاق دیدی جائے طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں منکوحہ باندی کو طلاق قبل دخول دی ہے یا بعد دخول کے دی ہے اور طلاق بائن دی گئی ہے تو طلاق دینے کے بعد اگر چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ ثابت النسب ہے نیز دخول سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں اگر طلاق سے چھ ماہ سے کم میں ولادت ہوئی تو لڑکا ثابت النسب ہوگا۔

اقرار نسب کی شرط باندی کو دوبارہ طلاق بائن دی گئی تو اس کے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا۔ خواہ بچہ دو برس میں پیدا ہوا یا دو برس سے کم میں اور اس صورت میں طلاق کے بعد چھ ماں کی مدت کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ بعد طلاق دو برس یا دو برس سے کم مدت میں بچہ جنی ہے تو ثابت النسب ہوگا۔

ثبوت نسب کی دلیل اس لئے کہ دو طلاقیں باندی کے حق میں طلاق مغلظ ہیں۔ اب شوہر کے لئے حرام ہوگئی۔ اس لئے خریدنے کے بعد اس سے وطی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کے حمل کو حمل کے بعد اوقات کی جانب پھیرا جائے گا۔ یعنی طلاق سے پہلے کی طرف۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول مذ شراھا فی المسئلتین۔

ترجمہ اور طلاق رجعی میں بچہ کا نسب مطلقاً ثابت ہوتا ہے بشرطیکہ اس کو خریدنے سے چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو۔ دونوں مسئلوں میں۔

لڑکے کے نسب کے ثابت ہونے کا مسئلہ طلاق رجعی کے بعد مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق رجعی دیدی اور اس کو طلاق رجعی دینے کے بعد اس باندی کو خرید لیا پھر اس باندی سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت ہو گیا یا نہیں۔

تو فرمایا۔ کہ طلاق رجعی دینے کے بعد چاہے کتنی مدت میں یعنی دو برس یا اس سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا ہے تو بچے کا نسب مرد سے ثابت ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ بچہ کی ولادت خرید نے کے صرف چھ ماہ کے اندر اندر ہوئی ہو دونوں صورتوں میں

دونوں صورتیں کونسی مراد ہیں اس جگہ دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ جس کو دخول کے بعد ایک طلاق بائن دی اس کے بعد اسکو خرید لیا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ باندی منکوحہ کو طلاق رجعی دی پھر اسکو خرید لیا۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ مرد نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا۔ پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو خرید لیا تو دو حال سے خالی نہیں۔

۱۔ طلاق قبل دخول دی ہے　　۲۔ طلاق بعد دخول دی ہے۔

پھر بعد دخول طلاق دینے کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ طلاق رجعی دی ہے　　۲۔ طلاق بائن دی ہے

پھر طلاق بائن کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ طلاق بائن ایک طلاق دے کر دی ہے تو یہ بینونت صغری ہے　۲۔ طلاق بائن دو طلاقیں دے کر دی ہے تو یہ طلاق بینونت کبری کہلاتی ہے بخلاف حرہ عورت کہ کہ اس کے حق میں بینونت کبری تین طلاق کے بعد ہوا کرتی ہے دو طلاق سے نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا صورتوں میں اگر طلاق قبل دخول دی تو اس صورت میں طلاق اور ولادت چھ ماہ سے کم مدت میں ہے اور نکاح سے پورے چھ ماہ یا زائد میں بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ ثابت النسب ہوگا۔

اور نکاح سے چھ ماہ کی مدت سے کم ہے یعنی بچہ کی ولادت نکاح کے بعد سے چھ مہینے سے کم مدت میں ہوئی ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ایک طلاق بائن دی اور دخول کے بعد دی ہے تو دیکھا جائے گا کہ بچے کی ولادت خرید نے کے چھ ماہ سے کمتر میں ہوتی ہے اور ولادت و طلاق میں دو برس سے کم مدت ہے تو بھی نسب ثابت ہے۔

چوتھی صورت ولادت اور خرید میں پورے چھ ماہ یا زائد کی مدت کا فاصلہ ہے تو مرد پر اس کا نسب لازم نہیں ہے ہاں اگر ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہے تو نسب ثابت ہوگا۔

پانچویں صورت ہے یہ کہ مرد نے طلاق رجعی دی تھی۔ ولادت اور خرید میں چھ ماہ سے کم مدت ہے اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت ہے۔ بہر صورت نسب ثابت ہوگا۔

(کذافی حاشیہ المدنی)

وكذا لو اعتقها بعد الشراء ولو باعها فولدت لاكثر من الاقل مذباعها فادعاه هل يفتقر لتصديق المشترى قولان.

ترجمہ: اسی طرح اگر غیر کی باندی سے نکاح کیا پھر اس کو خریدنے کے بعد آزاد تو نسب ثابت ہوگا پس اگر اسکو فروخت کر دیا۔ پھر وہ جنی اقل مدت سے زائد میں جب سے اس کو بے چاہے۔ پس اس کا دعویٰ کیا تو کیا مشتری کی تصدیق کی احتیاج ہوگی تو اس میں دو قول ہیں۔

باندی کے بچے کے نسب کے ثبوت کی ایک اور صورت

ایک شخص نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا۔ اس کے بعد اسی باندی کو خرید لیا۔ اور خریدنے کے بعد پھر اس کو فروخت بھی کر دیا۔ اس کے بعد اس باندی کے بچہ پیدا ہوا۔ اقل مدت حمل ۶ ماہ سے زائد مدت میں ابتداء بیع سے اس کے بعد بائع نے اس لڑکے کا دعویٰ کر دیا۔ تو آیا اس صورت میں مشتری (خریدنے والے) کی تصدیق کی حاجت ہے یا نہیں تو اس مسئلے میں دو قول ہیں۔

قول اول

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خریدنے والے کی تصدیق کی حاجت ہے اس کی تصدیق کے بغیر بائع سے نسبت ثابت نہ ہوگا۔ اگرچہ بائع دعویٰ ہی کیوں نہ کرے۔

قول اول کی دلیل

اس وجہ سے کہ خریدنے کی وجہ سے نکاح باطل ہو گیا۔

دوسرا قول امام محمد کا ہے۔ مشتری کی تصدیق کی حاجت نہیں ہے (کذافی عالم گیریہ)

مات عن ام ولده اواعتقها فولدت لدون سنتين لزمه ولاكثر لا الا ان يدعيه ولو تزوجت فى العدة قولدت لسنتين من عتقه اوموته ولنصف حول فاكثر مذتزوجت وادعياه معا كان للمولى اتفاقا لكونها معتدة بخلاف مالوتزوجت ام الولد بلا اذنه فانه للزوج اتفاقا.

ترجمہ: آقا مر گیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اس کو مولیٰ نے آزاد کر دیا۔ پھر وہ بچہ جنی دو برس سے کم مدت میں تو نسب لڑکے کا لازم ہوگا۔ اور زائد میں جنی تو نسب لازم نہ ہوگا۔ لیکن یہ کہ مولیٰ اس کے نسب کا دعویٰ کرے۔ اور اگر ام ولد نے اپنا نکاح کر لیا عدت کے زمانے میں پس آزاد ہونے کے بعد پورے دو برس میں بچہ جنی یا مولیٰ کی وفات کے بعد دو برس میں بچہ جنی۔ اس کے نکاح کرنے کے بعد نصف سال یا زائد میں جنی اور دونوں نے ایک ساتھ بچے کے نسب کا دعویٰ کیا تو بچہ مولیٰ کا شمار ہوگا۔ بالاتفاق کیوں کہ وہ معتدہ تھی بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا ہو تو اس صورت میں بالاتفاق بچہ زوج کا ہوگا۔

آقا ام ولد کو چھوڑ کر مر گیا یا اس کو آزاد کر دیا

مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک باندی جو کہ ام ولد ہے اس کو چھوڑ کر اس کا مالک وفات پا گیا۔ یا مالک نے اس کو آزاد کر دیا۔

پھر آقا کے مرنے یا آزاد کرنے کے بعد ام ولد بچہ جنی دو برس کی مدت سے کم میں تو بچے کا نسب آقا سے لازم ہوگا۔ اور اگر دو سال سے زائد میں بچہ جنی تو نسب آقا کو لازم نہ ہوگا۔ ہاں اگر آزاد کرنے کے بعد آقا لڑکے کا دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہوگا۔

ام ولد نے عدت کے اندر نکاح کرلیا

مذکورہ بالا صورت میں یعنی یہ کہ ام ولد کے آقا نے اس کو آزاد کردیا۔ یا آقا کی وفات ہوگئی اور ام ولد نے بحالت عدت اپنا نکاح کرلیا۔ اور آزاد ہونے کے دو برس اور نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے ایک ساتھ بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بالاتفاق یہ بچہ مولیٰ کا ہوگا۔ کیونکہ ام ولد مولیٰ کی عدت میں تھی۔

ام ولد نے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرلیا

اور ابتداء نکاح کے چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا پھر مولیٰ اور زوج دونوں نے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو لڑکا زوج کا ہوگا بالاتفاق۔

ولو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من سنتين مذ بانت ولاقل من الاقل مذتزوجت فالولد للاول لفساد نكاح الاخر ولا لاكثر منهما مذ بانت ولنصف حول مذتزوجت فالولد للثاني ولو لاقل من نصفه لم يلزم الاول ولا الثاني والنكاح صحيح.

ترجمہ اور اگر معتدہ بائنہ نے اپنا نکاح کرلیا۔ پھر بائنہ ہونے کے دو برس میں اور نکاح کرنے کے اقل مدت حمل سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو لڑکا پہلے کا ہے۔ دوسرے سے نکاح کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور اگر نصف سال سے کم میں پیدا ہوا۔ تو پہلے اور دوسرے میں سے کسی کو لازم نہ ہوگا۔ اور نکاح صحیح مانا جائے گا۔

معتدہ بائنہ نے نکاح کرلیا پھر اس سے دو برس میں لڑکا پیدا ہوا

ایک عورت کسی کے نکاح میں تھی شوہر نے اسکو طلاق بائن دیدی۔ اور یہ عورت عدت گذار رہی تھی کہ اس نے اپنا دوسرا نکاح کرلیا۔ اب اس دوسرے نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں جب کہ طلاق بائن کے دو برس ہوچکے ہیں۔ اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ زوج اول کا ہوگا اس لئے کہ نکاح ثانی فاسد ہے کیوں کہ نکاح ثانی عدت میں کیا تھا۔

معتدہ طلاق بائنہ نے نکاح کیا اور دو برس میں بچہ جنی

اور اگر مذکورہ بالا معتدہ طلاق بائن واقع ہونے کے بعد دو برس سے زائد مدت میں بچہ جنی تو نسب اس بچے کا نہ زوج اول سے لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی سے۔

نسب ثابت نہ ہونے کی دلیل

زوج اول نسب اس واسطے ثابت نہیں ہوا کیونکہ حمل کی اکثر مدت گذر چکی ہے اور زوج ثانی سے نسب اس لئے دشوار ہوگیا۔ کیونکہ کم از کم مدت حمل سے بھی کم ہے اور زوج ثانی سے نکاح کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ طلاق بائن کے دو برس گذرنے کے بعد بچہ ہوا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ عورت کے پیٹ میں نہیں تھا لہٰذا حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا لازم نہیں آیا اس لئے نکاح درست ہے۔

ولو لاقل منهما ولنصفه ففی عدة البحر بحثا انه للاول لكنه نقل هنا عن البدائع انه للثانی معللابان اقدامها علی التزوج دلیل انقضاء عدتها حتی لو علم بالعدة فالنكاح فاسد وولد ها للاول ان امكن اثباته منه بان تلد لاقل من سنتین مذ طلق اومات.

ترجمہ اور اگر بچہ جنی معتدہ بائنہ دو سال سے کم میں اور پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق نے باب العدت میں بحث کر کے لکھا ہے کہ بچہ زوج اول کا ہے لیکن یہاں بدائع سے منقول ہے کہ بچہ زوج ثانی کا ہے اور علت بیان کی ہے کہ زوجہ کا اقدام کرنا اس کی عدت کے ختم ہو جانے کی دلیل ہے اور اگر معلوم ہو جائے کہ عدۃ ابھی موجود تھی تو نکاح فاسد ہے اور اس کا لڑکا زوج اول کا ہے اگر ممکن ہو نسب کا ثابت کرنا زوج اول سے بایں طور کہ دو برس سے کم مدت میں بچہ جنی ہو۔ جب سے اس نے طلاق دی ہے یا زوج وفات پا گیا ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ عورت نے نکاح کیا پھر اس کو اس کے زوج نے طلاق بائنہ دیدی یا اس کا شوہر وفات پا گیا۔ وفات پانے یا طلاق بائنہ پا جانے کے بعد اس عورت نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا۔ اور اس دوسرے نکاح کے بعد اس سے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ زوج اول کا ہے یا اس کا نسب زوج ثانی کی جانب شمار ہو گا؟

تو اس بچہ کی ولادت کی اگر صورت یہ ہوئی کہ دو برس سے کم میں بچہ پیدا ہوا۔ جب کہ نکاح ثانی کئے ہوئے چھ ماہ پورے ہو چکے ہیں۔ تو بحر الرائق نے اس مسئلے میں بحث کی ہے اور کہا ہے کہ زوج اول سے بچے کا نسب شمار ہو گا۔ مگر اس جگہ بدائع کی عبارت جو نقل کی گئی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ بچہ زوج ثانی کا ہے۔

زوج ثانی سے بچے کے نسب کے ثابت ہونے کی دلیل صاحب بدائع نے یہ لکھا ہے کہ عورت کا دوسرے نکاح کا اقدام کرنا۔ اس کی دلیل ہے کہ وہ زوج اول کی عدت پوری کر چکی تھی لہٰذا زوج اول کی عدت پوری ہونے بعد نکاح کیا ہے، اور نکاح کے چھ ماہ کے بعد ولادت ہوئی ہے لہٰذا نسب بچے کا زوج ثانی سے معتبر ہو گا۔

اگر نکاح ثانی عدت میں کیا گیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ نکاح ثانی زوج اول کی عدت میں ہوا ہے۔ تو نکاح فاسد ہے اور لڑکے کا نسب زوج اول سے ثابت ہو گا اگر زوج اول سے نسب کا ثابت کرنا ممکن ہو جس کی صورت یہ ہے کہ عورت معتدہ دو برس سے کم مدت میں بچہ جنی ہو خواہ طلاق بائن کے بعد یا زوج کے وفات پا جانے کے بعد۔

ولو نكح امراء ة فجاء ت بسقط مستبين الخلق فان لاربعة اشهر فنسبه للثانی وان لاربعة الایوما فنسبه للاول وفسد النكاح الكل من البحر.

ترجمہ ایک شخص نے کسی عدت والی عورت سے نکاح کیا پس وہ عورت ایسا نو مولود بچہ جنی جس کے اعضاء بدن ظاہر ہو چکے تھے۔ پس اگر یہ ولادت چار ماہ میں ہوئی ہے تو بچہ دوسرے شوہر کا ہے۔ اور چار ماہ سے ایک دن کم میں ولادت ہوئی ہے تو بچے کی نسبت زوج اول کی جانب ہو گی۔ اور نکاح ثانی فاسد ہو گا یہ پوری عبارت بحر الرائق کی ہے۔

معتدہ عورت سے بچہ کی ولادت چار ماہ میں

ایک شخص نے معتدہ عورت سے نکاح کیا بعد نکاح پورے چار ماہ میں بچہ ساقط ہو گیا۔ مگر اعضاء بدن پورے ظاہر ہو چکے تھے تو اس بچے کا نسب زوج ثانی سے ثابت ہو گا۔

اسقاط چار ماہ سے ایک دن کم میں ہوا

اور اگر یہ اسقاط حمل پورے چار ماہ سے ایک دن کم میں ہوا ہے تو بچے کا نسب زوج اول سے ثابت ہو گا اور نکاح ثانی فاسد ہو گا۔
(بحر الرائق)

قلت وفی مجمع الفتاوی ونکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل.

ترجمہ شارح نے کہا کتاب مجموع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس سے نسب اس بچے کا ثابت نہ ہو گا۔ اور عدت واجب نہ ہو گی اس لئے کہ نکاح باطل ہے۔

مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے

کسی غیر مسلم (کافر) نے مسلمان عورت سے نکاح کیا۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب کافر سے ثابت نہ ہو گا۔ اور عدت بھی واجب نہ ہو گی۔ اس لئے کہ مسلمان کا نکاح کافر سے باطل ہے۔

ایک شخص نے زنا کیا پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا

اور اگر مرد نے عورت کے ساتھ زنا کیا اور عورت بطریق زنا حاملہ ہو گئی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر وہ پورے چھ ماہ میں بچہ جنی تو اگر پورے چھ ماہ یا زائد میں بچہ جنی تو اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہو گا اور اگر چھ ماہ سے کم مدت میں جنی تو اس بچے کا نسب مرد سے ثابت نہ ہو گا۔ البتہ اگر مرد نسب کا دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرا بیٹا زنا سے ہے۔

مرد نے کہا یہ میرا بیٹا زنا سے ہے

تو نسب ثابت نہ ہو گا۔ نیز یہ لڑکا اس کا وارث بھی نہ ہو گا۔
(کذا فی الینابیع)

مرد نے محرم عورت سے نکاح کیا تو بچہ کا نسب

اگر مسلمان مرد نے کسی ایسی عورت سے نکاح کر لیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا پھر اس سے بچہ پیدا ہوا۔ تو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک بچہ ثابت النسب ہو گا۔ اور صاحبین کے نزدیک بچہ ثابت النسب نہ ہو گا۔ دلیل یہ ہے کہ محارم سے نکاح امام صاحب کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک باطل ہے (کذا فی الظہیریہ)

کیا اشارہ کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے مرد کو بات کرنے کی قدرت ہے مگر بچہ کے نسب کا اقرار اس نے اشارہ سے کیا۔ زبان سے اقرار نہیں کیا۔ تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔
(ھکذا فی العالمگیریہ)

باب الحضانته

بچوں کی پرورش کے احکام

بفتح الحاء وکسر ها تربیة الولد تثبت للام النسبیة ولوکتابیة او مجوسیة ولو بعد الفرقة الا ان تکون مرتدة فحتی تسلم لا نها تحبس اوفاجرة فجور ایضیع الولد به کزنا وغنا وسرقة و نیاحة کما فی البحر بحثا قال المصنف والذی یظهر العمل باطلا قهم کما هو مذهب الشافعی ان الفاسقة بترك الصلوة لا حضانة لها وفی القنیة الام احق بالولد ولوسیئة السیرة معروفة بالفجور مالم یعقل ذلك.

ترجمہ لفظ حضانت حال کے فتحہ کے ساتھ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے جس کے معنی بچوں کی پرورش کرنے کے ہیں۔ حضانت ثابت ہے ماں کے لئے جو کہ حقیقی ہو۔ اگرچہ وہ کتابیہ ہو یا مجوسیہ اور اگرچہ تفریق واقع ہونے کے بعد ہو (بہر حال حق حضانت ماں کو حاصل ہے البتہ اگر ماں مرتد ہو گئی ہو۔ تو اسلام قبول کرنے تک اس کو حق حضانت حاصل نہیں رہے گا) اس لئے کہ وہ قید کردی جائے گی۔

یا ماں فاجرہ ہو اور ایسا فسق وفجور کرتی ہے کہ اس سے لڑکا ضائع ہو جائے۔ جیسے زنا، گانا اور چوری اور نوحہ گری جیسا کہ کتاب بحر الرائق میں مذکور ہے۔ اور نہر الفائق میں مصنف نے فرمایا جو عمل باطلاق فقہاء ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ وہ امام شافعی رحمتہ اللہ کا مذہب ہے کہ فاسقہ عورت وہ ہے کہ جو نماز ترک کرتی ہو اس کے لئے حق حضانت نہیں ہے اور کتاب القنیہ میں مذکورہ ہے کہ ماں لڑکے کے لئے زیادہ حق دار ہے۔ اگرچہ وہ برے کام کرنے والی ہو۔ اور فسق وفجور کی عادت اس کی مشہور ہو جب تک کہ بچے کو فسق وفجور کا شعور نہ ہو۔

حضانت کی لغوی تحقیق لفظ حضانت حاء کے فتحہ وکسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ جس کے معنی لڑکے کی پرورش کرنا ہے۔

باب الحصانتہ میں بچوں کی پرورش کے احکام کو بیان کیا جائے گا۔ مگر قاموس اور صراح لغت کی کتابوں میں حضانت کو حاء کے کسرہ کے ساتھ لکھا ہے۔ مگر شارح نے مصباح بحر الرائق اور نہر الفائق کا اتباع کرتے ہوئے فتحہ اور کسرہ دونوں اختیار فرمایا ہے۔ حاضنہ وہ عورت جو بچے کی پرورش کر رہی ہو۔

شروط حضانت پرورش کی کچھ شرطیں ہیں:۔ جن کو تفصیل سے رملی نے لکھا ہے۔ پرورش کرنے والی عورت آزاد ہو۔ امانت دار ہو۔ پرورش کرنے پر قادر ہو۔ اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہ ہو۔ اور اگر

پرورش کرنے والا کوئی مرد ہو تو اس کے لئے بھی یہی شرطیں ہیں۔ سوائے آخری شرط کے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

حضانت کا حق حقیقی ماں کو حاصل ہے

حق حضانت نسبی (حقیقی) ماں کو حاصل ہے۔ اگرچہ ماں کتابیہ مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ شوہر سے اس کی جدائی بھی ہو چکی ہو۔

حقیقی ماں مرتد ہوگئی

اور اگر حقیقی ماں مرتد ہو گئی (ایعاذ باللہ) تو پھر اس کو پرورش کرنے کا حق نہیں کیونکہ مرتد ہونے کے جرم میں اس کو قید کر دیا جائیگا۔ جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلے۔ پھر قیدی ہونے کی حالت میں وہ بچے کی پرورش کس طرح کر سکتی ہے۔

ماں اگر مجوسیہ ہو

اور ماں اگر مجوسیہ ہے تو اس کو بھی حق حضانت حاصل ہے۔ اور اگر مجوسیہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ لڑکے کے ماں باپ دونوں پہلے مجوسی تھے۔ پھر باپ مسلمان ہو گیا، مگر عورت مجوسی ہی رہی تو بھی حق پرورش اسی کو حاصل رہے گا۔ اس لئے کہ بچے سے ماں کی محبت فطری اور پیدائشی ہے کافرہ ہو یا مسلمہ ہے۔

ماں اگر فاسقہ فاجرہ ہو

اور اگر حقیقی ماں فاسقہ فاجرہ ہو۔ اور اگر گناہ بھی ایسا کرتی ہو جس سے بچے کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً زنا، چوری، گانا، نوحہ گری وغیرہ (اس کی تفصیل بحر الرائق میں مذکور ہے، اور نہر الفائق میں بھی) کیونکہ عورت جب حرام کاری یا چوری یا گانے بجانے اور نوحہ کرنے کی عادی ہو گی۔ تو وہ اپنے گھر میں نہ ٹھہر سکے گی۔ بلکہ ادھر ادھر گھومتی پھرے گی۔ اور بچہ کی دیکھ بھال نہ کر سکے گی۔

مصنف نے اپنی شرح میں یہ کہا ہے کہ عام فقہاء نے جس برائی کو حضانت کے لئے مانع قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ جو عورت نماز کو ترک کرنے کی عادی ہو اس کو پرورش کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ مگر کتاب قنیہ میں بصراحت مذکور ہے کہ ماں اگرچہ فاسقہ و فاجرہ ہی کیوں نہ ہو اور فسق و فجور میں اگرچہ شہرت یافتہ ہو۔ بہر حال حق پرورش ماں کو حاصل ہے جب تک کہ بچے کو فسق و فجور کا شعور نہ ہوا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضانت کا دارومدار یہ ہے کہ بچہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ تو عورت کتابیہ ہو یا مجوسیہ ہو یا فاسقہ لڑکے کی پرورش کرتی ہے تو اس کو حق حضانت حاصل رہے گا۔

مفتی ابو سعید نے لکھا ہے کہ مطلق فجور حضانت کو ساقط نہیں کرتا۔ جب تک کہ لڑکے کے ضائع ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔

عزمی زادہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

او غیر مامونة ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا او تکون امة او ام ولد اومدبرة اومکاتبة ولدت ذلک الولد قبل الکتابة لا شتغالھن بخدمة المولی لکن ان کان الولد رقیقا کن احق به لا انه للمولی مجتبی او متزوجة بغیر محرم له الصغیر.

ترجمہ یا لڑکے کی ماں مامون نہ ہو۔ اس کو المجتبیٰ میں ذکر کیا ہے۔ بایں طور کہ وہ ہر وقت باہر نکل جاتی ہو، اور بچے کو گھر میں چھوڑ جاتی ہو۔ یا ماں امتہ (باندی) ہو۔ یا ام ولد ہو یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو۔ اس بچے کو مکاتبہ ہونے سے پہلے جنی ہے۔ ان کے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے لیکن اگر لڑکا رقیق (غلام) ہو۔ تو یہی اس کی پرورش کی زیادہ حقدار ہوں گی۔

کیونکہ وہ لڑکا خود مولیٰ ہی کا ہے (مجتبیٰ) یا ماں نے نکاح کر لیا ہو۔ صغیر کے نامحرم کے ساتھ (تو ماں کو حق حضانت حاصل نہیں)

حق حضانت کی مزید شرائط

یا لڑکے کی ماں پر اطمینان ہو جس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ ہمہ وقت گھر سے باہر جاتی رہی اور بچے کو تنہا گھر پر چھوڑ جاتی ہے۔ خواہ گھر سے باہر جانے کی وجہ کوئی ضرورت ہو جیسے مزدوری کھیتی باڑی کے کام۔ یا بغیر ضرورت کے نکلتی ہو جیسے عورت دائی جنائی ہو یا مُردوں کو نہلانے والی ہو۔

ماں اگر باندی ام ولد مدبرہ یا مکاتبہ ہو

اور اگر بچے کی ماں کسی کی باندی ہے۔ یا ام ولد ہے یا مدبرہ ہے یا ایسی مکاتبہ ہے جس نے مکاتبہ ہونے سے پہلے اس بچے کو جنم دیا ہو۔ تو ان کو بھی حضانت کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے آقا کی خدمت سے ہی فرصت نہیں۔ تو یہ اپنی اور اپنے بچے کی دیکھ بھال کس طرح کر سکتی ہیں۔

بچہ اگر مولیٰ کا غلام ہے

ہاں اگر بچہ اس کے مولیٰ کا غلام ہے۔ یعنی ماں جس کی باندی ہے۔ اس کا بچہ اس مرد کا غلام ہے۔ تو اس صورت میں حق حضانت ماں (باندی) کو یعنی مذکورہ سب کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہ اپنے آقا کی خدمت کرتی ہیں۔ اور بچہ بھی آقا ہی کا ہے اس لئے بچے کی پرورش میں کوئی کمی نہ واقعہ ہوگی۔

اعتراض

مصنف نے مکاتبہ کو بھی دوسری باندیوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ مکاتبہ پر آقا کی خدمت واجب نہیں ہے۔

الجواب

مکاتبہ کو حق حضانت سے محروم کرنے کی وجہ اس طرح بیان کی جائے کہ حضانت ایک قسم کی ولایت ہے اور مکاتبہ ہو یا دوسری باندی۔ ان کو جب اپنے نفس کی ولایت حاصل نہیں۔ تو یہ دوسرے کی والی کیوں کر بن سکتی ہیں۔ مکاتبہ پر خدمت مولیٰ کی اگرچہ واجب نہیں۔ مگر مکاتبہ چونکہ اپنی خود مالک نہیں۔ نہ اس کو کسی چیز کی ملکیت اور ولایت حاصل ہے اس لئے دوسرے کی ولدیت کا بدرجہ اولیٰ حق حاصل نہ ہوگا۔

اگر بچہ کی ماں نے صغیر کے نامحرم سے نکاح کر لیا

اور اگر اس ولد کی ماں نے صغیر کے نامحرم سے اپنا نکاح کر لیا تو ماں کو بچے کی حضانت کا حق حاصل نہیں۔ اس واسطے کہ مرد اجنبی لڑکے کی پرورش پر راضی نہ ہوگا۔

اگر صغیر کے محرم کے ساتھ کیا ہے

اگر بچے کی ماں نے اس کے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہے مثلاً بچے کے چچا کے ساتھ نکاح کر لیا۔ تو حق حضانت ساقط نہ ہوگا۔ اس جگہ محرم سے محرم نسبی مراد ہے۔ محرم رضاعی مراد نہیں ہے۔

او ابن ان تربيه مجانا و الحال ان الاب معسر والعمة تقبل ذلك اى تربيته مجانا ولا تمنعه عن الام قيل للام اما ان تمسكيه مجانا او تدفعيه للعمة على المذهب وهل يرجع العم او العمة على الاب اذا ايسر قيل نعم مجتبى والعمة ليست بقيد فيما يظهر وفى المنيه تزوجت ام صغير تو فى ابوه وارادت تربيته بلا نفقة مقدرة واراد وصيه تربيته بها دفع اليها لا اليه

ابقاء لما له وفي الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیته بنفقة والتزمه ابن عمه مجانا و لا حاضنة له فله ذلك.

ترجمہ یاماں مفت پرورش کرنے سے انکار کردے اور حال یہ ہے کہ بچے کا باپ تنگدست بھی ہے اور بچے کی پھوپھی (باپ کی بہن) اس کو قبول کرتی ہو یعنی بچے کی مفت بلا عوض پرورش کرنے کو اور وہ بچے کو اس کی ماں کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں ہے۔ تو ماں سے کہا جائے گا کہ یا تو تو اس بچے کو مفت میں بلا عوض کے پرورش کرنے کیلئے روک لے یا پھر اس کو اس کی پھوپھی کو دیدے۔ مذہب مختار کی بنا پر اور کیا چچا یا پھوپھی باپ سے پرورش کی رقم واپس لے سکتے ہیں جب کہ وہ مالدار ہو تو مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ ہاں وہ رقم واپس لے سکتے ہیں اور لفظ عمہ یعنی پھوپھی کی قید احترامی نہیں ہے بلکہ ہر وہ عورت پرورش کرنے کے لئے لے سکتی ہے جو ماں کے علاوہ ہو اور کتاب المنیۃ میں مذکور ہے کہ صغیر کی ماں نے اپنا نکاح کر لیا۔ اس کے باپ کے مرنے کے بعد۔ اور ارادہ کیا اس کی پرورش کرنے کا بلا کسی معاوضہ معینہ کے اور اس کے وصی نے ارادہ کیا بچے کی پرورش کرنے کا تو بچے کو اس کی ماں کو دیا جائے گا نہ کہ اس کے وصی کو۔ اور الحاوی نامی کتاب میں مذکور ہے کہ بچے کی ماں نے کسی اجنبی مرد سے اپنا نکاح کر لیا اور بچے کی تربیت کا مطالبہ نفقہ کے عوض میں کیا اور اس کے چچازاد بھائی نے مفت میں پرورش کو اپنے لئے لازم کیا۔ حالانکہ اس بچے کیلئے کوئی دوسری پرورش کرنے والی نہیں ہے تو بچہ ابن عم کو دیدیا جائے گا۔ (حق حضانت) اس کو حاصل ہوگا۔

بچہ کی ماں مفت پرورش کرنے سے انکار کردے

اگر بچے کی حقیقی ماں مفت میں بچے کی پرورش کرنے سے انکار کردے۔ حالانکہ بچے کے باپ کی استطاعت اجرت دینے کی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ایک غریب آدمی ہے۔ اور پھوپھی پرورش کرنے کے لئے راضی ہو۔ یعنی بچے کی مفت میں پرورش کرنے کو قبول کرتی ہے۔ اور وہ بچے کو اس کی ماں کے پاس آنے جانے سے منع بھی نہیں کرتی۔ تو بچے کی ماں سے کہا جائے گا کہ یا تو تم اپنے بچے کی مفت میں پرورش کرو۔ یا پھر اسکی پھوپھی کو دیدو۔ صحیح مذہب یہی ہے۔

پرورش پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا مسئلہ

وہ اخراجات جو چچا یا پھوپھی نے بچے کی پرورش میں خرچ کئے ہیں۔ کیا وہ بچے کے باپ سے واپس لے سکتے ہیں۔ اگر باپ مالدار ہو تو کتاب مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ ہاں وہ رقم واپس لے سکتے ہیں۔

عمہ کی قید کا فائدہ

پرورش کے باب میں عمہ (چچی یا پھوپھی) کی قید کی ضرورت نہیں بلکہ ہر اس عورت کو اجازت ہے جو بلا قیمت اور اجرت مانگے مفت میں بچے کی پرورش کرنے پر رضامند ہو اور باپ کو قیمت ادا کرنے کی وسعت نہ ہو۔

چھوٹے بچے کی ماں نکاح کرلے تو پرورش کا حق کس کو حاصل ہوگا

بچہ کا باپ وفات پا گیا۔ اور ماں نے دوسرا نکاح کر لیا۔ اور وہ چاہتی ہے کہ اپنے بچہ کی خود پرورش کرے مگر چھوٹے بچہ کا وصی یہ چاہتا ہے کہ پرورش وہ کرے۔ تو حضانت کے لئے بچہ کو اس کی ماں کے حوالے کیا جائے گا۔ وصی کو نہ دیا جائے گا تاکہ صغیر کا مال محفوظ رہے۔

وصی وہ شخص جس کو بچہ کے والد نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرے بعد اس بچے کی پرورش فلاں شخص کرے۔

ماں نے کسی اجنبی مرد سے نکاح کرلیا تو بچے کی پرورش کون کریگا

اگر بچے کی ماں نے اپنا نکاح رشتہ دار کے علاوہ دوسرے مرد سے کرلیا اور اپنے نفقہ کے بجائے بچے کی پرورش کی خدمت انجام دینے کا مطالبہ کیا اور اس کا التزام بچے کے چچازاد بھائی نے مفت میں اپنے اوپر لازم کیا حالانکہ بچے کے لئے کوئی دوسری عورت پرورش کرنے والی نہیں ہے تو ابن عم کو اختیار ہے۔

ولاتجبر من لها الحضانه عليها الا اذا تعينت لها بان لم يا خذ ثدي غير ها اولم يكن للاب ولا للصغيرمال به يفتى خانية وسيجئى فى النفقة واذا السطت الام حقها صارت كمية اومتزوجة فتنتقل للجدة بحر. ولا تقدر الحاضنة على الطال حق الصغير فيها حتى لو اختلعت على ان تترك ولدها عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانه حق الولد فليس لها ان تبطله بالشرط و ان لم يوجد غير ها اجبرت بلا خلاف فتح و هذا يعم مالو وجدوا متنع من القبول بحر و حينئذ فلا اجرة لها جوهرة.

ترجمہ اور مجبور نہ کی جائے گی۔وہ عورت جس کو حضانت کا حق حاصل ہے حضانت پر لیکن جب وہ عورت اس کیلئے متعین ہو جائے بایں طور کہ بچہ دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا سوائے اس عورت کے یا پھر بچے کے والد اور خود بچے کے پاس کوئی مال نہ ہو (دونوں غریب ہوں) اور اسی پر فتوی ہے اور اس کا بیان نفقہ کے باب میں آئے گا۔اور جب بچہ کی ماں اپنا حق حضانت ساقط کردے اور ہوگئی ایسی جیسی مرگئی ہو یا کسی سے اس کی شادی کردی گئی ہو تو حق حضانت دادی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور پرورش کرنے والی قادر نہیں ہے صغیر کے حق کے باطل کرنے پر حضانت میں۔حتی کہ اگر اس نے خلع کیا اس شرط پہ کے چھوڑے رہیگا اس کے لڑکے کی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔کیونکہ وہ بچے کا حق ہے۔پس پرورش کرنیوالی کے لئے اس کو باطل کرنے کا حق نہیں ہے۔اور اگر دوسرا حضانت کیلئے دستیاب نہیں ہو تو بالاتفاق اس کو مجبور کیا جائے گا۔اور یہ حکم عام ہے اس صورت کو بھی کہ حضانت کرنے والا دستیاب ہو مگر قبول کرنے سے انکار کردے اور اس صورت میں اس کے لئے کوئی اجرت نہیں دی جائے گی۔

عورت کو حضانت کیلئے مجبور نہیں کیا جاسکتا

وہ عورت جس کو شرعاً حق حضانت حاصل ہے۔پرورش کے لئے اس پر جبر نہ کیا جائے گا۔مگر اس صورت میں کہ حضانت کرنے والی متعین ہو جائے مثلاً بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا صرف اسی عورت کا دودھ پیتا ہے تو اسی کو مجبور کیا جائے گا۔

عورت کو حضانت کیلئے مجبور کیا جاسکتا

اور اگر بچہ یا بچے کا باپ دونوں غریب ہوں اور ان کے پاس مال نہ ہو تو اسی عورت کو پرورش کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے۔پورا بیان باب النفقہ میں آئے گا۔

جب عورت اپنا حق حضانت ساقط کر دے

اور ماں نے جب اپنا حق حضانت ساقط کر دیا تو اب یہ ایسی ہی ہو گئی۔ جیسا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہو یا اس نے دوسرے شوہر سے اپنا نکاح کر لیا ہو لہٰذا اب حق حضانت دادی کی جانب منتقل ہو جائے گا۔

ماں اپنے بچے کے حق کو باطل نہیں کر سکتی

اور پرورش کرنے والی عورت کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ صغیر کے حق کو باطل کر دے اور وہ حق جو صغیر کا اس کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔ حتی کہ اگر بیوی نے شوہر سے اس شرط پر خلع کیا کہ وہ بچے کو ساتھ نہ لے جائے گی۔ بلکہ زوج کے پاس چھوڑ جائے گی تو خلع صحیح ہو گا۔ اور پرورش نہ کرنے کی شرط باطل ہو جائے گی۔

حق حضانت بچے کا حق ہے

اس لئے کہ پرورش کا حق بچے کا ہے۔ اس لئے عورت کو اس حق کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ نیز اگر ماں کے علاوہ دوسری کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو تو عورت کو پرورش کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (کذافی فتح القدیر) ماں کے علاوہ دوسری عورت پرورش کے لئے نہیں پائی جاتی۔ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل ہے کہ ماں کے علاوہ دوسری عورت موجود ہو مگر حضانت کو قبول نہ کرتی ہو (کذافی البحر) اس صورت میں ماں کوئی اجرت پرورش کرنے کی نہ پائے گی۔ یعنی اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو۔ یا ہو تو مگر پرورش کرنے کو قبول نہ کرتی ہو۔ تو ماں کو پرورش کرنا پڑے گا۔ اور اس کو کوئی اجرت نہ دی جائے گی۔ (جوہرہ)

وتستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة و لا معتدة لا بيه وهى غير اجرة ارضاعه ونفقته كما فى البحر عن السراجية خلافا لما نقله المصنف عن جواهر الفتاوى وفى شرح النقاية للباقلانى عن البحر المحيط سيئل ابو حفص عمن لها امساك الولد وليس لها مسكن مع الولد فقال على الاب سكنا هما جميعا وقال نجم الائمة المختار ان عليه السكنى فى الحضانة وكذا ان احتاج الصغير الى خادم يلزم الاب به.

ترجمہ

اور مستحق ہے پرورش کرنے والی حضانت کی اجرت کی جب کہ وہ اس کے باپ کی نہ منکوحہ ہو اور نہ اس کی معتدہ ہو اور دودھ پلانے کی اجرت اسکے نفقہ کے علاوہ ہو گی۔ جیسا کہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔ اور سراجیہ سے منقول ہے کہ گرچہ اس کے خلاف ہے جس کو مصنف نے جواہر الفتاویٰ سے نقل کیا ہے اور باقانی کی شرح نقایہ میں بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کے بارہ میں جس کو بچے کے روک لینے کا حق ہے۔ مگر اس کے پاس بچے کے ساتھ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ باپ کے ذمہ ان دونوں کا سکنی واجب ہے یعنی رہنے کے لئے مکان کا انتظار کرنا۔ اور نجم الائمہ نے فرمایا۔ مختار یہ ہے کہ اس پر حضانت میں سکنی ہے۔ اسی طرح اگر بچہ خادم کا ضرورت مند ہو تو باپ پر یہ بھی واجب ہے۔

پرورش کرنے والی اجرت کی مستحق ہے

پرورش کرنیوالی عورت اگر بچے کے باپ کی معتدہ یا منکوحہ نہ ہو تو وہ حضانت کی اجرت کی مستحق ہے۔ بشرطیکہ بچہ منکوحہ یا معتدہ کے بطن سے پیدا ہوا ہو۔ اور اگر معتدہ یا منکوحہ کی سوت کا بچہ ہے تو بھی اجرت کا مستحق ہو گی۔ (کذافی الزیلعی)

نفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت، اور پرورش کی اجرت علاحدہ علاحدہ ہیں چنانچہ دودھ پلانے کی اجرت یا نفقہ کے مصارف پرورش کی اجرت میں محسوب نہ ہوں گے۔ (کذا فی البحر)

بچہ کے والد پر تین چیزیں واجب ہیں

حضانت کی اجرت، دودھ پلانے کی اجرت اور بچے کے نفقہ کی اجرت۔ (شرنبلالی)

حضانت کے متعلق ابوحفص سے ایک سوال

ابوحفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کے بارے میں جس کو چھوٹے بچے کے رکھنے کا حق حاصل ہے مگر اس عورت کے پاس کوئی ایسا مکان نہیں ہے جس میں وہ اس بچے کو رکھ سکے۔

پرورش کرنے والی عورت کیلئے مکان کی ضرورت

تو ابوحفص نے جواب دیا کہ باپ پر دونوں کے رہنے کے لئے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ کا قول یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا پرورش کے دنوں میں واجب ہے۔

بچے کے لئے خادم کی ضرورت

اور اگر بچے کے لئے خادم کی ضرورت ہو تو باپ پر خادم کا انتظار کرنا بھی واجب ہے۔

وفی کتب الشافعية مؤنة الحضانة فی مال المحضون لوله مال والافعلی من تلزمه نفقته قال شيخنا وقواعد ناتقتضيه فيفتی به ثم حرر ان الحضانه کالرضاع والله تعالی اعلم ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل اواسقطت حقها اوتزوجت باجنبی ام الام و ان علت عند عدم اهلية القربی ثم الام الاب و ان علت بالشرط المذکور.

ترجمہ

پرورش کے جملہ اخراجات محضون وہ بچہ جس کی پرورش کی جارہی ہے) کے مال سے کی جائے گی اگر بچے کے پاس مال موجود ہو۔ ورنہ اس کے ذمہ ہوگا۔ جس پر اس کا نفقہ واجب ہے۔ شارح نے فرمایا ہمارے شیخ خیر الدین نے فرمایا۔ احناف کے قواعد بھی اسی کے متقاضی ہیں۔ لہذا اسی پر فتوی دینا چاہئے۔ اس کے بعد تحریر فرمایا۔ کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے۔ پھر ماں کے بعد بایں طور کہ حقیقی ماں مر جائے۔ یا حضانت کو قبول نہ کرے۔ یا اپنا حق حضانت ساقط کر دے یا کسی اجنبی مرد سے نکاح کرلے۔ تو ماں کی والدہ کو حضانت حاصل ہوگا۔ اگر چہ اوپر کی ہو۔ یعنی نانی کی ماں اوپر تک قرابت داروں کے موجود نہ ہونے کے وقت۔ اس کے بعد باپ کی ماں یعنی بچے کی دادی اور اوپر تک مذکورہ شرط کے مطابق۔

پرورش کے مسئلے میں شوافع کی رائے

شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر بچے کے پاس مال ہو جو اس کو وراثت سے ملا ہو۔ تو پرورش اسی مال سے کی جائے گی اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو اس کی حضانت کا صرفہ اس شخص پر واجب ہے جس پر اس بچے کا نفقہ واجب ہے۔

شیخ خیر الدین رملی کی رائے

علماء احناف کے ضوابط بھی اسی کے مقتضی ہیں۔ لہذا اسی پر فتوی دینا چاہئے۔

حضانت و رضاعت کا فرق

راجح قول احناف کا یہی ہے کہ پرورش اور دودھ پلانے میں کوئی فرق نہیں ہے جس کو دودھ پلانے کا حق ہے اسی کو پرورش کا بھی جس طرح رضاعت وراثت کی طرح وارثوں پر واجب ہے اسی طرح حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے۔

ماں کے بعد حق حضانت کس کو حاصل ہے

پھر ماں کے بعد یعنی اگر حقیقی ماں کا انتقال ہو گیا یا ماں فاسقہ فاجرہ ایسی ہے کہ بچہ اس سے مامون نہیں ہے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے یا ماں نے حضانت کو قبول نہ کیا یا پھر ماں نے اپنے حق حضانت کو ساقط کر دیا، یا بچے کی ماں نے دوسرے کسی اجنبی مرد سے اپنا نکاح کر لیا تو حضانت کا حق ام الام کو حاصل ہے۔ یعنی نانی کو خواہ نانی بعیدہ ہی کیوں نہ ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی ہو۔ مگر نانی قریبہ کے موجود نہ ہونے پر نانی بعیدہ کو حضانت کا حق حاصل ہوگا۔ چنانچہ اگر نانی اجنبی کے نکاح میں ہو تو نانی کو حق حضانت نہ پہنچے گا بلکہ نانی کی ماں کو پہنچ جائے گا۔

باپ کی ماں کو یعنی دادی کو حق حضانت

پھر نانی کے بعد حق حضانت باپ کی ماں یعنی دادی کو پہنچے گا۔ خواہ دادی قریب کی ہو یا دادی چند واسطوں سے بعید ہو مذکورہ بالا شرط کے مطابق یعنی دادی بعیدہ کو حق حضانت اس وقت پہونچے گا جب کہ دادی قریبہ میں اہلیت پرورش کرنے کی نہ ہو۔

وامام اب الام فتوخرعن اما الاب بل عن الخالة ايضا بحر ثم الاخت لاب وام ثم لام لان هذالحق لقرابة الام ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوين ثم لام ثم لاب ثم الخالات كذلك اى لابوين ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ ثم العمات كذلك.

ترجمہ اور نانی کی ماں مؤخر کی جائے دادی سے بلکہ خالہ سے بھی (کذافی بحر الرائق) پھر حقیقی بہن پھر ماں شریک بہن۔ اس لئے کہ یہ (حق حضانت) ماں کی قرابت سے حاصل ہوتا ہے پھر خالائیں اس ترتیب کے مطابق پھر پھوپھیاں اسی طرح پر۔

پرورش کے حقوق کی ترتیب نانا کی ماں دادی سے مؤخر ہے

پرورش کے معاملے میں نانا کی ماں دادی سے موخر ہے یعنی پرورش پہلے دادی پھر اس کے بعد درجہ نانا کی ماں کا ہے۔ فرض کیجئے بچے کے رشتہ داروں میں اس کے نانا کی ماں زندہ ہے اور باپ کی ماں دادی زندہ ہے تو دادی بچے کے قریب ہے۔ اور نانا کی ماں بچے سے بعید ہے۔ اس لئے دادی کو حق حضانت حاصل ہوگا۔

حقیقی بہن، علاتی بہن، اور اخیافی بہن میں حضانت کی ترتیب

پھر دادی کے بعد بچے کی حقیقی بہن کو حق حضانت حاصل ہے اس کے بعد اخیافی بہن یعنی بچے کی ماں اور بہن کی ماں ایک ہوں اور باپ دونوں کے الگ الگ ہوں۔ اور اخیافی بہن کے بعد درجہ سوتیلی بہن کو حاصل ہے یعنی علاتی بہن کو کیونکہ حق حضانت ماں کی قرابت کے لحاظ سے رکھا گیا ہے لہٰذا جو ماں سے قریب ہوگی اس کو باپ کے قریب والی پر مقدم رکھا جائیگا سوتیلی بہن کے بعد حقیقی بہن کی بیٹی کو حق حاصل ہوگا۔

حق حضانت میں بہنوں کی ترتیب حقیقی بہن پھر اخیافی بہن، پھر علاتی بہن کو پھر حقیقی بہن کی بیٹی کو حق حاصل ہے۔

سوتیلی بہن کی بیٹی اور خالہ میں کون مقدم ہے پھر سوتیلی بہن یعنی باپ شریک علاتی بہن کی بیٹی کو خالہ پر اولیت حاصل نہیں ہے خالہ مقدم ہے سوتیلی بہن کی بیٹی پر صحیح قول کی بنا پر۔ (کذافی فتاوی قاضی خاں)

ماں کے بعد خالہ کا درجہ حقیقی بہن کے بعد خالاؤں کے مراتب ہیں۔ مگر ترتیب وہی رہے گی۔ پہلے حقیقی خالہ پھر مادری خالہ، پھر سوتیلی خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی۔ پھر بچے کے بھائی کی بیٹیاں۔

حق حضانت میں پھوپھی کا درجہ بھتیجی کے بعد درجہ پھوپھی کا ہے۔ پہلے سگی پھوپھی۔ پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی۔

ثم خالة الام كذلك ثم خالة الاب كذلك ثم عمات الامهات و الاباء بهذا الترتيب.

ترجمہ حق حضانت پھوپھیوں کے بعد بچے کی ماں کی خالہ کو حاصل ہے، مذکورہ ترتیب کے مطابق یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ۔ پھر مادری خالہ۔ سوتیلی خالہ کو پرورش کا حق حاصل ہے۔ پھر ماں کی خالہ کے بعد درجہ باپ کی خالہ کا ہے پہلے سگی خالہ باپ کی پھر باپ کی مادری خالہ۔ پھر باپ کی سوتیلی خالہ، پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں۔ (فتح القدیر)

حق حضانت میں مذکورہ بالہ ترتیب کی وجہ پرورش کا حق اصل میں ماں کو حاصل ہے اسی لئے حضانت کے مسئلے میں ماں کی قرابت کا لحاظ رکھا گیا ہے ماں کی قرابت باپ کی قرابت پر مقدم ہے۔ (کذافی الاختیار)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یارسول یہ میرا بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کا ظرف تھا۔ اور میری چھاتی اس کے دودھ کی مشک تھی۔ اور میری گود اس کا گہوارہ اور جھولہ تھا۔ اس لڑکے کے باپ نے مجھ کو طلاق دی ہے اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھ سے چھین لے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس کو روکنے میں تو زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب تک تو دوسرا نکاح نے کرلے۔ اور شرح مختار میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی ام عاصم کو طلاق دیدی اور بچے کو لینا چاہا۔ تو دونوں میں جھگڑا ہوا اور مقدمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اس کی رال لڑکے کے واسطے بہتر ہے تیری شہد سے۔ پھر لڑکا عورت کو دیدیا۔ پرورش کے واسطے اور اس روایت کی اصل موطا امام مالک اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ (کذافی فتح القدیر)

اور سنن ابی داؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ لیکر آئے۔ تو حضرت جعفر طیار نے فرمایا۔ میں اس بچی کو پالوں گا۔ میں احق ہوں میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے پاس ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں احق ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے پاس ہیں۔ اور وہ اس کی ہیں پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا احق ہوں کہ میں اس کو مکہ مکرمہ سے لیکر آیا ہوں۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبیہ (بچی) تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کے پاس رہے گی۔ اس واسطے کہ خالہ ماں کے برابر ہے۔

ثم العصبات بترتیب لارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلك ثم العم ثم بنوہ واذا اجتمعوا فلا ورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق و معتوہ وابن عم لمشتہا ۃ وھو غیر مامون ثم اذا لم تکن عصبة فلذوی الارحام فتدفع للاخ لام ثم لابنہ ثم للعم لام ثم للخال لابوین ثم لام بر ھان وعینی بحر فان تساووافا صلحھم ثم او رعھم ثم اکبر ھم ولاحق لولد عم وعمة و خال و خالة لعدم المحرمیة.

ترجمہ پھر وراثت کی ترتیب کے مطابق پرورش میں عصبات کا درجہ ہے۔ للہٰذا پس پہلے باپ مقدم ہے پھر اس کے بعد دادا ہے، پھر حقیقی بھائی پھر باپ شریک بھائی (یعنی علاتی بھائی) پھر اس کے بیٹے اسی ترتیب کے مطابق پھر چچا پھر اس کے بیٹے اور اگر تمام کے تمام رشتہ دار موجود ہوں تو وہ جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ پھر وہ جو زیادہ عمر والا علاوہ فاسق اور معتوہ کے اور علاوہ ابن عم کے (چچا کا لڑکا) جب کہ بچی مشتہات ہو اور ابن عم مامون نہ ہو۔ پھر جب عصبات موجود نہ ہوں تو پرورش کا حق ذوی الارحام کو پہونچتا ہے۔ پس بچہ اخیافی بھائی کو دیا جائے گا پھر ماں کی جانب چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذانی البحر ناقلاً عن البرہان اور العینی پس اگر سب برابر ہوں تو ان میں جو زیادہ صاحب ہو۔ پھر وہ جو صالح ہو۔ پھر وہ جو زیادہ ان میں پرہیزگار ہو۔ پھر اس کو جو عمر میں بڑا ہو۔ اور چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حضانت کا حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ وہ نامحرم ہیں ان سے اس بچی کا نکاح جائز ہے۔

حق حضانت وراثت کی ترتیب پر

پھر مذکورہ بالا عورتوں کے بعد عصبات کو حق حاصل ہوتا ہے جس ترتیب سے ان کو وراثت میں حق ملتا ہے۔ چنانچہ عصبات میں سب سے پہلے وراثت کا مال باپ کو پھر دادا کو پھر حقیقی بھائی کو پھر سوتیلے بھائی کو بھتیجے کو ملتا ہے۔ حضانت میں بھی یہی ترتیب باقی رہے گی۔ اسی طرح حقیقی بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے لڑکے پر مقدم ہے۔ اس کے بعد درجہ چچا کا آتا ہے اور چچا کے بعد اس کے بیٹوں کا اور ان بیٹوں میں حقیقی بیٹا سوتیلے بیٹے پر مقدم ہے۔

اگر چند رشتے دار ایک درجہ کے جمع ہوں

اور اگر حضانت کے مستحق ایک ہی درجہ کے چند افراد جمع ہوں مثلاً حقیقی بھائی یا منفی چچا تو ان میں جو زیادہ پرہیزگار ہو اس کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور اگر دونوں پرہیزگاری میں برابر ہوں۔ تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے۔ (کذانی الاختیار شرح مختار) مگر وہ عصبہ جو فاسق و فاجر ہو یا معتوہ یعنی بد حواس ہو حضانت کے لائق نہیں ہیں۔ نیز ابن عم یعنی چچا کا بیٹا اس صغیرہ کی پرورش کا مستحق نہیں ہے جو کہ مشتہات ہو اور ابن عم پر اطمینان نہ ہو۔

پرورش پر عصبات کے بعد ذوی الارحام کا درجہ

پھر جب اس بچے کا کوئی رشتہ دار پرورش کے لئے ذوی الارحام میں حقدار نہ ہو تو مادری بھائی کو صغیرہ دیدی جائے گی۔ اور اگر مادری بھائی نہ ہو۔ تو اس کے بیٹے کو پھر مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو دیا جائے گا۔ (کذا فی البحر ناقلا عن البرہان والعنی)

چند افراد ذوی الارحام کے مساوی ہوں

پھر اگر متعدد ذوی الارحام اگر ایک درجہ کے ہوں۔ جیسے تین ماں شریک بھائی موجود ہوں تو ان میں ترتیب اس طرح قائم ہوگی۔ پہلے اس کو جو صغیرہ کے لئے زیادہ کار آمد ہو۔ پھر اس کو جو پرہیز گار ہو پھر جو عمر میں زائد ہو۔

مندرجہ ذیل افراد کو حق حضانت حاصل نہیں

چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو پرورش کا حق نہیں کیوں کہ نامحرم ہیں ان سے نکاح جائز ہے۔

والخاضنة الذمية ولو مجوسية كمسلمة مالم يعقل دينا ينبغي تقديره بسبع سنين لصحة اسلامه حينئذ نهر او الى ان يخاف ان يالف الكفر فينزع منها وان لم يعقل دينا بحر و الحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه اى الصغير و كذا بسكناها عند المبغضين له لما فى القنية لو تزوجت الام باخر فامسكته ام الام فى بيت الراب فللاب اخذه.

ترجمہ اور پرورش کرنے والی جو کہ ذمیہ ہو۔ اگر چہ وہ مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو مسلمہ عورت کے برابر ہے جب تک بچہ مذہب کو سمجھتا نہ ہو۔ نہر الفائق میں لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس مقرر کی جائے۔ باپ کے اسلام کے صحیح ہونے کی وجہ سے۔ یا یہاں تک کہ بچہ کے کفر سے مانوس ہونے کا خوف ہو تو بچے کو اس سے لے لیا جائے گا۔ اگر چہ صغیر دین کو نہ سمجھتا ہو۔ (کذا فی البحر)

اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے صغیر کے نامحرم کے ساتھ نکاح کر لینے سے۔ اسی طرح حق حضانت کا ساقط ہو جاتا ہے۔ حاضنہ کے سکونت اختیار کر لینے سے جس سے صغیر بغض رکھتا ہے یا اس کو ناپسند کرتا ہے اس کو اسی اجنبی کے گھر پر رکھا تو باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ نانی سے بچے کو لے آئے اس وجہ سے کہ اجنبی مرد اپنی بیوی کی اس اولاد سے جو پہلے شوہر سے ہو غالباً خوش نہیں ہوا کرتا۔

پرورش کرنے والی ذمیہ عورت مسلمہ کے مساوی ہے

اور حاضنہ ذمیہ اگر چہ وہ مجوسیہ ہی کیوں نہ ہو مسلمان عورت کے برابر ہے۔ جب تک لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو (نہر الفائق) نے لکھا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس مقرر کی جائے۔ اس لئے کہ سات برس میں بچہ اسلام مذہب کے قابل ہو جاتا ہے۔

باپ کو بچے کے دین میں خطرہ لاحق ہو جائے

اگر باپ کو خطرہ معلوم ہو کہ بچہ کفر سے محبت کرنے لگے گا یعنی کافرہ عورت کی صحبت سے جب بچہ کے کفر

سے مانوس ہونے کا خطرہ ہو اگرچہ بچہ ابھی دین کو سمجھتا نہ ہو۔ تو بھی باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بچے کو واپس لے لے۔

ماں کے نکاح ثانی کرنے سے حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے

اگر حاضنہ نے کسی ایسے صغیرہ مرد سے نکاح کرلیا جو صغیرہ کے لئے نامحرم تھا تو حق خصانت ساقط ہو جاتا ہے، نیز اگر حاضنہ نے سکونت اختیار کرلی کسی ایسے مرد کے گھر میں جس کو صغیر ناپسند کرتا ہے۔ یا اس سے بغض رکھتا ہے تو بھی حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔

کتاب القنیہ کی رائے

اگر ماں نے کسی ایسے اجنبی مرد سے نکاح کرلیا۔ پھر اس کو صغیرہ کی نانی نے رکھ لیا اور اسی اجنبی کے گھر رہتی ہے تو باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ نانی سے بچہ کو لے آئے۔ اس لئے کہ اجنبی شوہر عام طور پر بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کو پسند نہیں کرتا۔

وفی البحر قد ترددت فیما لوامسكته الخالة ونحو ها فی بیت اجنبی عازبة والظاهر السقوط قیاسا علی مامر لكن فی النهر والظاهر عدمه للفرق البین بین زوج الام و الاجنبی قال والرحم فقط كابن العم كالاجنبی وتعود الحضانه بالفرقة البائنة لزوال المانع.

ترجمہ اور کتاب بحر الرائق میں مذکور ہے کہ میں اس حکم میں متردد ہوں کہ اگر صغیرہ کو خالہ یا اس کی مانند کوئی دوسری پرورش کرنے ولی اجنبی کے گھر رکھے۔ حالانکہ خالہ بغیر زوج کے مجرد ہے مگر ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالہ کا حق حضانت ساقط ہے جیسا کہ اوپر اس کا ذکر آچکا ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے اور صاحب نہر نے کہا ہے کہ صرف قرابت داری جس میں محرمہ نہیں جیسے چچا کا بیٹا اجنبی کے برابر ہے یعنی صغیر کی ماں اگر صغیر کے ابن عم سے نکاح کرے گی تو حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔ اور حق حضانت واپس آجاتا ہے اگر اجنبی زوج نے حاضنہ کو طلاق بائنہ دیدی ہو۔ اس لئے کہ مانع دور ہو گیا ہے۔

صاحب بحر الرائق کا تردد

اور صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ مجھے اس بارہ میں تردد ہے کہ پرورش کرنے کیلئے بچے کی خالہ یا اس کے مانند کوئی دوسری عورت بچے کو اجنبی کے گھر میں سکونت کرائے۔ تو بظاہر حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

حق حضانت عود کر آتا ہے

اگر حاضنہ کو اس کے دوسرے شوہر نے طلاق بائنہ دیدی تو اس کا حق حضانت عود کر آتا ہے اس لئے کہ حضانت کے حق کے ساقط ہونے کی جو وجہ تھی یعنی نکاح ثانی تو وہ طلاق بائن سے دور ہو گیا۔ لہٰذا حق حضانت عود کر آئے گا اور اگر زوج ثانی یعنی اجنبی نے حاضنہ کو طلاق رجعی دی ہے تو حق حضانت عود نہ کرے گا کیونکہ عورت فی الجملہ اس کے نکاح میں ہے اور وہ رجوع کر سکتا ہے۔

والقول لها فی نفی الزوج وكذا فی طلیقة ان ابهمته لا ان عینته والحاضنة اما او غیر ها احق به بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه بفتی لانه الغالب.

ترجمہ اور قول عورت کا معتبر ہوگا۔ زوج کی نفی میں یعنی شوہر کی نفی کرنے کی صورت میں اسی طرح اس کے طلاق دینے میں بھی (یعنی زوج ثانی نے طلاق دیدیا ہے اس کا دعوی عورت نے کیا اور زوج اول نے اس کا انکار کیا تو عورت

کا قول معتبر ہوگا) اور اگر مبہم بیان کیا تو نہیں۔ اگر اس کو معین ذکر کیا۔ اور حاضنہ (پرورش کرنے والی) ماں ہو یا اس کے علاوہ دوسری کوئی عورت ہو۔ لڑکے کے لئے زیادہ حقدار ہے لڑکے کو اپنے پاس رکھنے کے بارے میں) یہاں تک بچہ عورتوں سے مستغنی ہو جائے۔ اور اس کی مقدار سات برس مقرر کی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے اس لئے کہ مستغنی ہونے کی یہ عمر غالب ہے (یعنی عام طور پر بچہ جب سات برس کا ہو جاتا ہے تو وہ عورت سے مستغنی ہو جاتا ہے اپنے ہاتھ سے منہ ہاتھ دھو لیتا۔ اپنے کپڑے پہن لیتا اپنی پیشاب پاخانے کی ضرورت پوری کر لیتا اپنے ہاتھوں سے کھا پی لیتا ہے۔

پرورش کے مسائل کا بیان جاری ہے

اس مخصوص صورت میں عورت کا قول معتبر ہے

مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت ہے جس کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی تھی۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوا تھا۔ عورت نے پرورش کرنے کا مطالبہ کیا تو زوج نے یہ کہہ دیا کہ تو نے تو اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہے مگر عورت نے نکاح ثانی کی نفی کر دی مگر زوج کے دعویٰ کے گواہ بھی موجود نہیں ہیں تو اس صورت میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔ اور عورت سے حضانت (پرورش) کا حق ساقط نہ ہوگا۔

زوجہ نے بعد طلاق دوسرا نکاح کیا پھر طلاق ہوگئی

اور اگر زوجہ نے بعد طلاق اپنا نکاح کر لیا پھر بعد میں کہا کہ زوج ثانی نے مجھ کو طلاق دیدی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول صورت یہ ہے کہ زوجہ نے زوج ثانی کو مبہم الفاظ میں بیان کیا۔ یعنی کہا کہ میں نے کسی سے اپنا نکاح کر لیا تھا تو اس نے مجھ کو طلاق دیدی ہے تو اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا اور اس کو حق حضانت حاصل ہوگا۔ اور اگر تعین کر کے کہا یعنی یہ کہا کہ میں نے زید سے نکاح کر لیا تھا اور اس نے مجھے طلاق دیدی ہے تو طلاق کا دعویٰ اس صورت میں مقبول نہ ہوگا۔ جب تک کہ عورت اپنے دعویٰ پر گواہ پیش نہ کر دے۔ یا پھر زید طلاق دینے کا اقرار کر لے۔ اس لئے کہ اس صوت میں صاحب حق ایک متعین شخص ہے لہٰذا بغیر شہادت یا اقرار زوج ثانی کے عورت کا قول معتبر نہ ہوگا۔

پرورش کرنے والی بچے کو اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے

پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی دوسری عورت ہو بچے کو اپنے پاس رکھنے کی مستحق ہے جب تک بچہ کو ماں کی حاجت نہ رہے اور جب بچے کو ماں کی حاجت نہ رہے اور وہ عورتوں سے مستغنی ہو جائے تو عورت کو اسے اپنے پاس رکھنے کا حق نہیں ہے۔ اور مستغنی ہونے کی عمر سات برس مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ اکثر و بیشتر بچہ اس عمر میں پہونچ کر عورتوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

سات برس کی تعیین پر شارح کی رائے

شارح نے فرمایا کہ یہ تعیین صاحب خصاف کی ہے۔ اور صاحب قدوری نے کہا ہے کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے

اور بول و براز سے خود فراغت ہو طہارت حاصل کر لے تو وہ عورتوں سے مستغنی ہو گیا۔ مگر بقول شارح ان دونوں اقوال میں کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا اپنے ہاتھ سے کھا پی لیتا اور استنجاء وغیرہ کر لیتا ہے۔

و لو اختلفا فی سنه فان اکل و شرب و لبس و استنجیٰ وحده دفع الیه و لو جبرا و الا لا و الام و الجدة لام او لاب احق بها بالصغیرة حتی تحیض ای تبلغ فی ظاهر الروایة.

ترجمہ اور اگر ماں اور باپ دونوں بچے کی عمر میں اختلاف کریں (مثلاً ماں کہتی ہے چھ برس کا ہے اور باپ کہتا ہے کہ سات برس کا ہے) تو اگر بچہ اپنے آپ تنہا کھاتا، پیتا او استنجا کر لیتا ہے تو بچہ کو باپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگر چہ باپ پر جبر ہو۔ ورنہ تو نہیں۔ اور والدہ کی ماں (یعنی نانی) اور والد کی ماں یعنی دادی زیادہ حق دار ہے پرورش کرنے کے حق میں بچی کے لئے یہاں تک کہ بچی کو حیض آنے لگے۔ یعنی صغیرہ بالغ ہو جائے ظاہر روایت میں۔

صغیر کے ماں باپ اس کی عمر میں اختلاف کریں

اگر بچے کے ماں باپ دونوں اسکی عمر میں اختلاف کریں۔ ماں کہتی ہے بچے کی عمر چھ برس ہے۔ اور باپ کہتا ہے کہ اس کی عمر سات برس ہو گئی ہے تو قاضی بچے کے حال کو دیکھے پس اگر لڑکا خود اپنے ہاتھ سے کھاتا پیتا اور استنجاء کر لیتا ہے نیز کپڑے پہن اتار لیتا ہے۔ تو بچہ باپ کو دلا دیا جائے گا خواہ باپ پر جبر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر مذکورہ کام خود نہیں کر پاتا۔ باپ پر جبر نہ کیا جائے گا کہ وہ بچے کو لے جائے۔ قاضی ماں اور باپ میں سے کسی سے قسم نہ لے بلکہ بچے کی حالت دیکھ کر فیصلہ کر دے وجہ یہ ہے کہ جب بچہ پرورش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ تو باپ کے ذمہ اس کی تعلیم و تربیت نماز وغیرہ سکھانا واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر بچہ کھانا، پینا، لباس، استنجاء وغیرہ ضروریات کو خود انجام نہیں دے پاتا تو بچے کو باپ کے حوالے نہ کیا جائے۔

بچے کی نانی اور دادی پرورش کی مستحق ہیں

اور بچے کی نانی او دادی صغیرہ کو پرورش کیلئے رکھنے کی زیادہ حقدار ہیں یہاں تک کہ بچی کو حیض آنے لگے۔ یا وہ بالغ ہو جائے۔ یعنی اس کو احتلام وغیرہ ہونے لگے یا پھر عمر اتنی ہو جائے کہ جس عمر میں یہ چیزیں صغیرہ سے ہونے لگتی ہیں۔

حقدار ہونے کی دلیل

اس واسطے کے لڑکی کو پرورش کی عمر گذر جانے کے بعد ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو آداب سکھائے جائیں۔ جیسے کپڑا سینا، تاگا بنانا، کھانا پکانا وغیرہ دیگر وہ امور جن کو عورت زیادہ بہتر کرا سکتی ہے بمقابلے مرد کے نیز جب صغیرہ بالغ ہو جاتی ہے تو وہ عفت و حفاظت میں بھی ضرورت مند ہے اور باپ ان امور کی دیکھ بھال پر زیادہ قادر نہیں ہو سکتا بہ نسبت ماں نانی اور دادی کے۔ (کذافی بحر الرائق)

ولو اختلفا فی حیضها فالقول للام بحر بحثا و اقول ینبغی ان یحکم بسنها و یعمل بالغالب و عند مالك حتی یحتلم الغلام وتزوج لصغیرة ویدخل بها الزوج عینی و غیر هما احق بها حتی تشتهی و وقدر بتسع وبه یفتی وبنت احد عشر مشتهاة اتفا قا زیلعی.

ترجمہ اگر ماں اور باپ دونوں صغیرہ کے حیض جاری ہونے میں اختلاف کریں تو قول ماں کا معتبر ہو گا (مثلاً ماں کہتی ہو اس کو ابھی حیض نہیں آیا۔ اور باپ کہتا ہو کہ آتا ہے) تو ماں کا قول معتبر ہو گا (بحر الرائق) باعتبار بحث کے اور امام مالک

کے نزدیک غلام (لڑکا) بالغ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کو احتلام نہ ہونے لگے۔ اور جب تک صغیرہ کا نکاح ہو جائے اور شوہر اس کے ساتھ دخول کرلے (مجتبیٰ) اور دادی و نانی کے علاوہ اس کی زیادہ حقدار ہیں یہاں تک کہ صغیرہ مشتہات ہو جائے اور اس کی مقدار نو برس مقرر کی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور گیارہ سال کی لڑکی بالاتفاق مشتہات ہے۔ (زیلعی)

ماں و باپ صغیرہ کے حائضہ ہونے میں اختلاف کریں

ماں کہتی ہے کہ صغیرہ کو اب تک حیض نہیں آیا۔ اور باپ کہتا ہے اس کو حیض آتا ہے تو قول ماں کا معتبر ہوگا (کذافی بحر الرائق) اور اس میں ایک بحث ہے۔

عورت کے قول کے معتبر ہونے میں بحث ہے

عورت مذکورہ بالا صورت میں حیض آنے کی منکر ہے اور منکر کا قول معتبر ہوتا ہے۔

شارح کی رائے

مگر شارح کی رائے یہ ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جائے۔ اور عمل کیا جائے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہونچ گئی کہ جس میں عام طور پر حیض آنے لگتا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر اب تک حیض کی عمر کو نہیں پہنچتی تو ماں کا قول معتبر ہوگا۔ (صاحب نہر الفائق)

اور شیخ رحمتی محشی نے کہا اس مسئلے میں علماء کو بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب ماں باپ میں اختلاف واقع ہو تو صغیرہ سے دریافت کرنا چاہئے۔ اگر وہ بالغ ہونے کا اقرار کرے تو تصدیق کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ امین ہے اور ماں باپ کو اس کی کیا خبر۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

صغیرہ کے بلوغ میں امام مالکؒ کی رائے

امام مالکؒ کے نزدیک صغیرہ کے لئے اس کی ماں اور نانی زیادہ حقدار ہیں۔ کہ صغیرہ کو اپنے پاس رکھیں یہاں تک کہ صغیرہ کو احتلام ہو یا اس کا نکاح ہو اور زوج اس سے وطی کرنے لگے۔ (کذافی العینی)

ماں نانی دادی کے علاوہ دیگر عورتوں کو روکنے کا حق

اور ماں نانی و دادی کے علاوہ دوسرے عورتوں کو صغیرہ کے روکنے کا حق مشتہات تک ہے۔

یعنی صغیرہ لائق شہوت اور رغبت کے قابل ہو جائے اور اس کے لئے نو برس کی عمر مقرر ہوئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (یہ فقیہ ابو اللیث کا قول ہے) اور گیارہ برس کی لڑکی بالاتفاق مشتہات ہے۔ (کذافی الزیلعی)

خلاصہ بحث یہ نکلا کہ

ماں اور نانی کے پاس صغیرہ کو رکھنے کا حکم بلوغ تک رکھنے کا ہے اور ان کے علاوہ مثلاً خالہ پھوپھی کے پاس نو برس تک حکم ہے۔ بلوغ تک نہیں۔ اس لئے کہ عورتوں کے تعلیم و تربیت سینا پرونا بغیر خدمت لینے کے ممکن نہیں ہے۔ اور خدمت لینے کا حق ماں، نانی اور دادی کو حاصل ہے خالہ اور پھوپھی وغیرہ کو خدمت لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

وعن محمد ان الحکم فی الام والجدة کذلک و به یفتی لکثرة الفساد زیلعی و افاد انه لا تسقط الحضانة بتزوجها ما دامت لاتصلح للرجال الافی روایة عن الثانی اذا کان یستانس بها کما فی القنیة

ترجمہ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک روایت ماں اور نانی کے بارے میں بھی اسی طرح کی ہے اور فساد کی کثرت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ بھی ہے (زیلعی) اور مصنف کے اس قول نے کہ صغیرہ کی حضانت کا مستحق تا حد مشتہات ہے۔ اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ صغیرہ کے نکاح کر دینے سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا۔ جب تک وہ مردوں کے قابل نہ ہو جائے، مگر ایک روایت میں ابو یوسفؒ سے یہ ہے کہ جب زوج صغیرہ زوجہ کے رکھنے پر رضامند ہو جائے اور اس کے ساتھ مانوس ہو جائے۔ تو حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قنیہ میں لکھا ہے۔

صغیرہ کی حضانت کے متعلق امام محمدؒ کی ایک روایت

حضرت امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت جو ظاہر روایت کے خلاف ہے یہ ہے کہ ماں اور نانی کی حضانت کا بھی یہی حکم ہے یعنی جس طرح پھوپھی اور خالہ کے پاس صغیرہ نو برس کے بعد پرورش میں نہیں رہ سکتی اسی طرح نو برس کے بعد ماں اور نانی کی پرورش میں بھی نہیں رہ سکتی فتویٰ بھی بصراحت اسی قول پر ہے۔

کتاب نقایہ کی رائے

نقایہ میں لکھا ہے کہ ایک روایت امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ بھی امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے موافق ثابت ہے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

نو برس کے بعد حق حضانت کے متعلق شارح کی رائے

نو برس کے بعد صغیرہ کو ماں کے پاس رکھنا بظاہر اس صورت میں ہے کہ باپ نے اس کو طلاق دیدی ہو۔ اور وہ کسی دوسری جگہ علاحدہ رہتی ہو۔ لیکن اگر ماں مطلقہ نہ ہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اس سے صغیرہ کو جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

صغیرہ کے نکاح سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا

اور اوپر مصنف نے کہا ہے کہ صغیرہ میں حضانت کا حق تا حد مشتہات ہے۔ اس سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ اگر صغیرہ کا نکاح کر دیا جائے تو محض نکاح کر دینے سے حق حضانت ساقط نہیں ہوتا جب تک کہ صغیرہ شوہر کے پاس رہنے کے قابل نہ ہو جائے۔

امام ابو یوسف کے حضانت کے بارہ میں ایک روایت

مگر امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ جب صغیرہ اس قابل ہو جائے کہ زوج اس سے موانست کر سکتا ہے۔ اور زوج اس کو اپنے بس میں رکھنے پر راضی بھی ہو جائے تو حضانت کا حق ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ صغیرہ مشتہات نہ ہو۔ (کذافی الشینہ)

زوج کے موانست سے کیا مراد ہے

موانست سے یہ مراد ہے کہ صغیرہ اس قابل ہو چکی ہو کہ زوج کا تنہائی میں اس سے جی لگتا ہو۔

طحطاوی محشی کی رائے:۔ امام طحطاوی نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کی یہ روایت ضعیف ہے اس لئے کہ مذہب معتمد کے خلاف ہے یعنی نو برس تک حق حضانت کسی طرح ساقط نہیں ہوتا۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

وفی الظهیریة امرأة قالت هذا ابنك من بنتی وقد ماتت امه فاعطنی نفقته فقال صدقت لكن امه لم تمت وهی فی منزلی واراد اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امه وتحضره فتاخذه لانه اقر بانها جدته و حاضنته ثم ادعی حقیة غیر ها وذا محتمل فان احضر الاب امرأة فقال هذه ابنتك وهذا ابنی منها وقالت الجدة لا ماهذه ابنتی و قد ماتت ابنتی ام هذا الولد فالقول للرجل والمرأة التی معه ویدفع الصبی الیهما لان الفراش لهما فیکون الولد لهما.

ترجمہ اور فقہ کی مشہور کتاب الظہیر یہ میں مذکورہ ہے کہ کسی عورت نے ایک شخص سے کہا یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی ہے اور اس لڑکے کی ماں مر گئی ہے۔ (یعنی میری بیٹی مر گئی) پس دے تو مجھ کو اس لڑکے کا خرچ تو اس مرد نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ لیکن اس کی ماں مری نہیں ہے اور وہ میرے گھر میں موجود ہے اور ارادہ کیا اس لڑکے کے لینے کا تو اس کو منع کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ قاضی اس کی ماں کو جانے اور ماں قاضی کے پاس حاضر ہو۔ اس کے بعد وہ شخص اس لڑکے کو لے جائے۔ اس لئے کہ اس نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ عورت اس کی نانی ہے اور اس کی پرورش کرنے والی ہے۔ پھر اس نے دعویٰ کیا اس کے غیر کے زیادہ مستحق ہونے کا اور یہ دعویٰ زیادہ حقدار ہونے کا محل ہے۔ پس اگر باپ اس عورت کو حاضر کر دے اور کہہ دے کہ یہ تیری لڑکی ہے اس سے یہ میرا بیٹا ہے اور نانی نے کہا کہ یہ میری لڑکی نہیں ہے اور میری لڑکی جو کہ اس لڑکے کی ماں ہے۔ وہ مر گئی ہے پس قول مرد کا معتبر ہوگا اور اس عورت کا جو مرد کے ساتھ اس کے گھر میں ہے اور بچہ ان دونوں کو دیدیا جائے گا کیوں کہ ان دونوں کے لئے فراش ثابت ہے تو لڑکا بھی انہیں دونوں کو ملے گا۔

حق حضانت کے بارہ میں ایک خاص جزئیہ

کتاب ظہیر یہ فقہ کی معتبر اور مشہور کتاب ہے اس میں یہ جزئیہ مذکور ہے ایک عورت نے ایک شخص سے کہا یہ تیرا بیٹا ہے اور میری بیٹی سے ہے اور میری لڑکی کا انتقال ہو گیا ہے لہٰذا اس لڑکے کا خرچہ تو مجھ کو دے کیوں کہ ماں کے بعد بچے کی پرورش کا حق نانی کو حاصل ہے مرد نے جواب دیا تو نے سچ کہا ہے، یہ میرا لڑکا ہے مگر اس کی ماں کا انتقال نہیں ہوا ہے۔ وہ تو میرے گھر میں موجود ہے اور اس نے اس لڑکے کو لے لینے کا ارادہ کیا تو اس کو روک دیا جائے گا۔ یہاں تک قاضی ماں کی معلومات کرے اور عورت (یعنی ماں) قاضی کے پاس حاضر ہو۔ اس کے بعد اس لڑکے کو لے جائے کیوں کہ لڑکا مرد کو نہ دیا جائیگا۔ اس لئے کہ مرد نے اس عورت کے نانی اور پرورش کنندہ ہونے کا اقرار کرلیا ہے۔ اس کے بعد احق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ماں اور نانی دونوں ہی موجود ہوں تو حضانت کا زیادہ حق ماں کو حاصل ہے نانی کو نہیں۔ اور احق ہونے کا مذکورہ دعویٰ صادق بھی ہوسکتا ہے اور کاذب بھی۔ لہٰذا اگر باپ نے ایک عورت کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا۔ اور پہلی والی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے۔ اور یہ میرا بیٹا ہے اس کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ اور نانی نے یہ کہہ دیا کہ یہ تو میری لڑکی نہیں ہے۔ میری لڑکی یعنی اس لڑکے کی ماں تو وفات پا گئی ہے۔ تو اس صورت میں مرد اور اس عوت کا قول معتبر ہوگا۔ جس کو مرد نے پیش کیا ہے اور اسکے ہاتھ ہے اور یہ لڑکا انہیں دونوں کو دلا دیا جائے گا۔ اس لئے کہ دونوں کا فراش ثابت ہے۔ لہٰذا بظاہر حال یہ لڑکا انہیں دونوں مرد و عورت کا ہے۔

کزوجین بینهما ولد فادعی الزوج انه ابنه لامنها بل من غیرها وعکست فقالت هو ابنی لامنه حکم بکونه ابنالهما لم قلنا وکذالو قالت الجدة هذا ابنك من بنتی المیتة فقال بل من غیرها فالقول له ویاخذ الصبی منها وکذا الو احضر امرأة وقال ابنی من هذه لا من بنتك وکذبته الجدة و صدقتها المرأة فالاب اولی به لانه لما قال هذا ابنی من هذه المرأة فقد انکر کونها جدة فیکون منکر الحق حضانتها و هی اقرت له بالحق انتهی ملخصا.

ترجمہ جیسے مثال کے طور پر میاں بیوی کے درمیان ایک لڑکا ہے (یعنی ان دونوں کے پاس ہے) پھر زوج نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے۔ اس سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ دوسری عورت سے ہے اور بیوی نے اس کے برعکس کہا پس عورت نے کہا یہ تو میرا بیٹا ہے۔ مگر اس زوج سے نہیں ہے تو فیصلہ کیا جائے گا بچہ دونوں کا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے کہ اسی طرح اگر نانی نے کہا یہ تیرا لڑکا ہے میری بیٹی سے جو کہ مر چکی ہے تو مرد نے کہا بلکہ یہ لڑکا اس عورت کے علاوہ سے ہے تو قول مرد کا معتبر ہوگا۔ اور مرد لڑکے کو اس سے لے لے گا اسی طرح اگر مرد نے ایک عورت کو حاضر کیا اور کہا میرا بیٹا اس عورت سے ہے۔ نہ کہ تیری بیٹی سے۔ اور نانی نے اسکی تکذیب کر دی (مرد کے قول کو جھوٹا بتایا) اور اس عورت نے مرد کی تصدیق کر دی۔ تو باپ اس لڑکے کیلئے اولی ہے کیوں کہ جب مرد نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو اس نے گو نا دعوی کرنے والی عورت کے نانی ہونے کا انکار کر دیا ہے لہذا وہ اس کے حق حضانت کا منکر ثابت ہوا۔ اور جدہ نے اس کے سچ ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ خلاصہ ختم ہوا۔

چھوٹے بچے کے بارے میں باپ نے کہا میرا بیٹا ہے مگر دوسری عورت سے ہے

مثلاً میاں بیوی کے پاس ایک بچہ ہے زوج نے دعوی کیا یہ میرا بیٹا ہے۔ اور دوسری عوت سے پیدا ہوا ہے اس زوجہ سے نہیں پیدا ہوا۔ اور زوجہ نے اس کے برعکس دعوی کیا کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر زوج اول سے ہے اس شوہر سے نہیں مگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہیں ہے تو حکم کیا جائے گا کہ یہ لڑکا دونوں کا ہے۔

لڑکا دونوں کا ہے اس کی دلیل

چونکہ بیوی اس کی فراش ہے یعنی اس سے وطی جائز ہے اس لئے ظاہر حال یہی ہے کہ یہ لڑکا ان دونوں کا ہے۔

نانی نے ایک شخص سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور میری لڑکی سے ہے

اسی طرح نانی نے ایک شخص سے کہا کہ یہ لڑکا تیرا ہے اور میری لڑکی سے ہے اور اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس شخص نے جواب میں کہا یہ میرا بیٹا ہے مگر تیری بیٹی سے نہیں ہے بلکہ دوسری عورت سے ہے اس صورت میں زوج کا قول معتبر ہوگا۔ نیز زوج لڑکے کو اس عورت سے لے لیگا۔

زوج نے ایک عورت کو حاضر کیا اور کہا یہ لڑکا میرا اس عورت سے ہے

اسی طرح اگر شوہر نے ایک عورت کو پیش کیا

اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے تیری لڑکی سے نہیں ہے۔ اور نانی نے مرد کے قول کے تکذیب کی۔ مگر اس عورت نے جسنو اس نے پیش کیا ہے مرد کی تصدیق کردی کہ ہاں یہ لڑکا اس مرد کا میرے پیٹ سے ہے۔ تو اس صورت میں حضانت کا حق باپ کو حاصل ہے۔

لڑکے کا مستحق باپ ہے، دلیل اس وجہ سے کہ جب مرد نے کہا یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ کہ تیری لڑکی سے تو مرد نے بچے کی نانی ہونے کا انکار کیا لہٰذا اس کے حق حضانت کا بھی انکار کیا۔ دوسری طرف وہ عورت جو اپنے آپ کو لڑکے کی نانی بتلارہی ہے مرد کے حق کا یہ کہہ کر اقرار کرچکی ہے کہ تیرا یہ بیٹا ہے لہٰذا لڑکا باپ کا اس عورت سے ہوگا جس کو باپ بتارہا ہے۔ (ظہیریہ)

لاخيار للولد عند نا مطلقا ذكر او انثى خلافا للشافعي قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فيخير بين ابويه و ان اراد الانفراد فله ذلك مويد زاده معزيا للمنية.

ترجمہ ہمارے نزدیک (احناف کے نزدیک) صغیر کو اختیار نہیں ہے۔ مطلقاً خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو۔ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اس لئے کہتا ہوں یہ حکم (اختیار نہ ہونے کا) بلوغ سے پہلے ہے بہر حال بالغ ہونے کے بعد تو پس ولد مختار ہے، ماں باپ میں سے کسی کے پاس رہے اگر صغیر بالغ ہونے کے بعد تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو اس کو اس کی اجازت ہے۔ اس مسئلے کو موئید زادہ نے ذکر کیا ہے۔ اور کتاب منیہ کی جانب اس قول کو منسوب کیا ہے۔

لڑکا ماں کے پاس رہے یا باپ کے بچہ اگر نو عمر صغیر ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو ہمارے نزدیک (یعنی احناف کے نزدیک) ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس اس کا اختیار ولد صغیر کو نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کا اختلاف اس مسئلے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدت حضانت (پرورش کے دن) گذر جانے کے بعد صغیر کو اختیار ہے چاہے وہ باپ کے پاس رہے یا ماں کے پاس رہے۔

شارح کی رائے ہمارے نزدیک صغیر کا عدم اختیار بالغ ہونے سے پہلے ہے یعنی جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اس کو ماں باپ میں سے ایک کے پاس رہنے کو اختیار کرنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ جب ولد بالغ ہو جائے تو اس کو اختیار حاصل ہے کہ چاہے ماں کے پاس رہے یا باپ کے پاس رہے۔

بالغ ہونے کے بعد لڑکا تنہا رہنا چاہتا ہے اور اگر ولد بالغ ہونے کے بعد ماں باپ سے الگ تنہا رہنا چاہتا ہے تو جائز ہے اسی کو موئید زادہ نے لکھا ہے۔ اور کتاب صنیہ کی جانب قول کو منسوب فرمایا ہے لکھا ہے کہ لڑکے کا تنہا رہنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس میں رشید ہونے کی شان پائی جاتی ہو اور اگر تنہا رہنے میں فساد کا خطر ہو تو لڑکا باپ ہی کے پاس رہے۔ (کذافی الولجیہ)

امام شافعیؒ کی دلیل امام ترمذی کی حدیث ہے ایک عورت جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میرا زوج میرے بیٹے کو لئے جارہا ہے حالانکہ میرا لڑکا میرے لئے کنویں سے پانی بھر کر لاتا ہے۔

میری خدمت کرتا ہے تو حضرتؐ نے لڑکے سے فرمایا یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے جس کو تو چاہتا ہے اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہی اس کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے۔

احناف کا جواب

علماء احناف اس دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں۔ مذکورہ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اس لئے کہ برتن لے کر کنواں تک جانا پھر کنویں سے پانی کھینچنا۔ اور بھرا ہوا برتن لے کر گھر واپس آنا۔ اور گھر کے دوسرے کام باہر سے پورے کرنا اس کے بالغ ہونے کی دلیل ہے۔ پھر نابالغ بچہ وہیں رہنا پسند کرے گا۔ جہاں اسکو کھیلنے کودنے اور گھومنے پھرنے کو آسانی سے مل سکے اور کوئی منع کرنے والا نہ ہو۔ البتہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے۔ (کذا فی الهدایہ، وحاشیہ المدنی)

و افاده بقوله بلغت الجارية مبلغ النساء ان بكرا ضمها الاب الى نفسه الا اذا دخلت فى السن و اجتمع لها رأى فتسكن حيث احبنت حيث لا خوف عليها وان ثيبا لا يضمها الا اذالم تكن مامونة على نفسها فللاب والجد ولاية الضم لا لغير ها كما فى البتداء بحر عن الظهيرية.

ترجمہ

اور بالغ ہونے کا حکم مصنف نے اپنے اس قول سے بیان فرمایا ہے کہ پہونچ گئی لڑکی عورتوں کے مقام پر (یعنی بالغ ہو گئی) لہٰذا اگر وہ باکرہ ہے تو باپ اس کو اپنے پاس رکھے۔ لیکن جب وہ داخل ہو جائے کبر سنی میں (یعنی لڑکی کی عمر زیادہ ہو جائے) اور اسکی عقل کامل ہو جائے۔ تو سکونت اختیار کرے جہاں وہ چاہے (جہاں پسند کرے ماں کے پاس یا باپ کے پاس) اس وجہ سے کہ اب اس پر کوئی حرف نہیں رہا۔ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو (یعنی اس کا ایک بار نکاح ہو چکا ہو) تو اپنے پاس نہ رکھے لیکن جب کہ ثیبہ اپنے نفس پر مامون نہ ہو۔ تو پس باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل ہے۔ ان دونوں کے علاوہ نہیں جیسے کہ ابتداء میں ولایت ان دونوں کو حاصل تھی۔ (بحر الرائق۔ ناقلاً عن الظہیریہ)

بالغ ہونے کے بعد لڑکی کس کے پاس رہے گی

اس عبارت میں مصنفؒ نے لڑکی کے بالغ ہونے کا حکم بیان کیا ہے لڑکی جب عورتوں کی عمر کو پہونچ جائے یعنی بالغہ ہو جائے۔ تو اگر وہ کنواری (باکرہ) ہے تو باپ لڑکی کو اپنے پاس رکھے۔

بالغہ لڑکی کو باپ اپنے پاس کیوں رکھے

وجہ یہ ہے کہ باکرہ بالغہ فاسق فاجر آدمیوں کے مکر و فریب کو نہیں جانتی۔ اس لئے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تو باپ اس قسم کے فتنوں سے لڑکی کی حفاظت اچھی طرح کر سکتا ہے اور موقعہ پر دوسرے لوگوں سے تعاون آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔

بالغہ ثیبہ کا کیا حکم ہے

اور اگر لڑکی کا ایک مرتبہ نکاح ہو چکا ہے۔ اور وہ ثیبہ ہو گئی۔ تو اس کو اختیار ہے۔ باپ کے گھر رہے یا ماں کے گھر قیام کرے۔ بشرطیکہ اس کو عقل کامل حاصل ہو گئی ہو۔ یعنی سوجھ بوجھ اچھی طرح حاصل ہو گئی ہو۔ تو اب اس پر مردوں کے فتنہ کا خوف نہیں رہا۔

دخول فی السن سے کیا مراد ہے

لڑکی کی عمر زیادہ ہو جائے۔ یعنی وہ بڑی ہو جائے۔ اور اس کو عقل و سمجھ آ جائے (کذا فی حاشیہ المدنی، ناقلاً عن الوجیز و کفایۃ المحتفظ)

لڑکی اگر ثیبہ ہو تو باپ اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں

اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی اس کا نکاح ایک مرتبہ ہو چکا ہو تو اس کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ ہاں اگر ثیبہ کی ذات پر باپ کو اطمینان نہ ہو۔ فتنہ و فساد میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو تو باپ اور دادا کو ولایت حاصل ہے کہ وہ لڑکی کو اپنے پاس رکھیں۔

لڑکی بالغہ ثیبہ کو غیر اولیاء اپنے پاس رکھ سکتے ہیں یا نہیں

بالغہ ثیبہ کو باپ اور دادا کو خوف فتنہ فساد کی وجہ سے اپنے پاس رکھنے کی ولایت ہے۔ مگر دوسرے اولیاء و رشتہ داروں کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ باپ اور دادا جس طرح بچپن میں اس کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت رکھتے تھے اسی طرح بالغہ ہونے کے بعد بھی فتنہ کے خوف سے رکھ سکتے ہیں۔ (کذا فی البحر الرائق ناقلاً عن الظہیریہ)

والغلام اذا عقل و استغنی برأیہ لیس للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن ماموناً علی نفسہ فلہ ضمہ لدفع فتنۃ او عار و تادیبہ اذ اوقع منہ بشئی و لا نفقۃ علیہ الا ان یتبرع بحر والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکروان لم یکن لہا اب ولاجد ولکن لہا اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسد او ان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا.

ترجمہ

اور لڑکا جب عقل والا ہو جائے اور ایسا ہوشیار ہو جائے کہ وہ مستغنی ہو جائے (دوسرے کا محتاج نہ رہے) تو باپ کو اسے اپنے پاس رکھنے کی ولایت نہیں ہے۔ لیکن جب کہ وہ اس کے نفس پر مامون نہ ہو (یعنی باپ کو اپنے بیٹے پر اعتماد نہ ہو) تو اس کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل ہے، فتنہ کو دفع کرنے کے لئے اور شرم و حیاء کو دور کرنے کے لئے نیز بچہ کو ادب سکھانے کے لئے اور باپ کو ادب سکھانے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر اس سے کوئی چیز سرزد ہو (یعنی کوئی برا کام صادر ہو) اور باپ پر اس کا (بڑے لڑکے کا) نفقہ واجب نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ وہ تبرع اور احسان کرے۔

لڑکا جب عقل مند اور اپنی رائے پر کام کرنے کے قابل ہو جائے

لڑکے کو جب عقل کامل ہو جائے اور اس کو اپنی صواب دید پر کام کرنے کا سلیقہ حاصل ہو جائے اور کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ اور ایسا ہوشیار ہو جائے کہ اب وہ مستغنی ہے تو ایسے ہونہار، ہوشیار، عقل کامل لڑکے پر باپ کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت حاصل نہیں ہے۔

اگر عقل مند بالغ لڑکے پر باپ کو اطمینان نہ ہو

البتہ اگر عاقل بالغ لڑکے پر باپ کو اطمینان و اعتماد نہ ہو مثلاً امرد ہو۔ خوبصورت ہو، فاسق ہو، تو اس صورت میں باپ کو اختیار ہے کہ وہ لڑکے کو اپنے پاس رکھے۔ تاکہ فتنہ و فساد کو دفع کر سکے اور ننگ و عار اور شرم و حیا سے بچ سکے۔

باپ کو تادیب کا حق حاصل ہے

عاقل و بالغ لڑکے کو باپ تادیب کر سکتا ہے اگر اس سے کوئی برا کام صادر ہو۔

عاقل، بالغ لڑکے کا نفقہ باپ پر

اور باپ کے ذمہ عاقل، بالغ لڑکے کا خرچہ ونفقہ واجب نہیں ہے، بشرطیکہ بالغ لڑکا کسب سے عاجز نہ ہو۔ البتہ تبرع اور احسان کے طریق پر جو چاہے دے سکتا ہے۔ (کذافی حاشیہ البحرالرائق وحاشیہ المدنی)

مذکورہ مسائل میں دادا بمنزلہ باپ کے ہے

مذکورہ مسائل میں جو حقوق باپ کو حاصل ہیں وہی حقوق دادا کو بھی حاصل ہیں۔

اگر لڑکی کا باپ اور دادا نہ ہوں

اور اگر بالغہ لڑکی کے باپ ہو نہ دادا مگر اس کا بھائی یا چچا موجود ہے تو اس کو اختیار ہے کہ بالغہ کو اپنے پاس رکھے مگر شرط یہ ہے کہ بھائی یا چچا جو اس کو رکھ رہا ہے۔ مفسد نہ ہوں۔

اس جگہ مفسد سے کیا مراد ہے

اس مقام پر مفسد سے فاسق و فاجر مرداد ہے مفسد فی المال مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب مال کے فساد کا ڈر ہو۔ تو کسی امانت دار کے پاس مال رکھ دینا کافی ہوتا ہے۔ ہاں اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو ان کو بالغہ لڑکی کو پاس رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہی حکم دوسرے عصبات کا بھی ہے یعنی نیک صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے فاسق و فاجر کو اختیار نہیں ہے　　(کذافی حاشیہ المدنی)

فان لم يكن لها اب ولاجد ولا غيرهما من العصبات او كان لها عصبة مفسد فالنظر فيها الى الحاكم فان كانت مامونةخلاهاتتفرد بالسكنى والاوضعهاعند امرأة امينةقادر على الحفظبلا فرق فى ذلك بين بكر وثيب لانه جعل ناظر اللمسلمين ذكره العينى وغيره واذا بلغ الذكور حد الكسب يدفعهم الاب الى عمل ليكتسبو اا و يؤجرهم وينفق عليهم من اجرتهم بخلاف الا ناث ولو الاب مبذرايدفع كسب الابن الى امين كما فى سائر الاملاك مؤيد زاده معزيا للخلاصة.

ترجمہ

پس اگر بالغہ لڑکی کے باپ اور دادا موجود نہ ہوں اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے عصبات بھی نہ ہوں یا اس کے عصبہ تو موجود ہیں۔ مگر مفسد اور فاسق ہیں۔ تو حفاظت و نگرانی کی ذمہ داری حاکم کی جانب منتقل ہو گی پس اگر بالغہ لڑکی مامون ہو فتنہ و فساد سے تو تنہا رہائش اختیار کرے۔ ورنہ تو اس لڑکی کو کسی ایسی کے پاس رکھ دے جو امانت دار اور اسکی حفاظت و نگرانی کرنے پر قدرت رکھتی ہو۔ بغیر فرق کے باکرہ و ثیبہ کے درمیان اس لئے کہ حاکم شرعاً مسلمانوں کا نگراں مقرر کیا گیا ہے۔ (اس کو عینی نے ذکر کیا ہے) اور جب لڑکے کمانے کھانے کی عمر کو پہنچ جائیں (اور ابھی بالغ نہ ہوں) تو باپ ان کو کام میں لگا سکتا ہے۔ تاکہ وہ کما کر پیسہ پیدا کریں۔ یا پھر ان سے مزدوری اور ملازمت کرا کے اور ان کی اجرتوں سے ان پر خرچ کرے۔ بخلاف لڑکیوں کے اور اگر باپ فضول خرچ ہو تو لڑکے کی کمائی کسی امانت دار کے سپرد کی جائے جس طرح دوسری

املاک کا حکم ہے (موید زادہ نے خلاصہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔

لڑکی کی نگرانی حاکم کے ذمہ واجب ہے

بالغہ لڑکی کے اگر باپ دادا موجود نہ ہوں اور دوسرے عصبات اور ذی رحم محرم بھی موجود نہ ہوں، یا پھر عصبات مفسد ہوں تو پھر آخر میں لڑکی کی نگرانی حاکم کے سپرد ہے۔ حاکم کو ایسی لڑکیوں کے بارہ میں فکر کرنا چاہئے۔ لہٰذا اگر لڑکی مامونہ ہے یعنی فساد اور بگڑنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو اس کو اختیار دیدے کہ جہاں چاہے رہے۔

حاکم کسی امانت دار عورت کے سپرد کردے

اور اگر فساد کا خوف ہو تو حاکم اس لڑکی کو کسی ایسی عورت کے پاس رکھ دے جو امانت دار بھی ہو۔ اور حفاظت و نگرانی کی صلاحیت و قدرت بھی رکھتی ہو۔

حاکم کے سپرد کرنے کی وجہ

جب کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو یا موجود ہو تو فاسق فاجر ہوں تو ایسے وقت میں لڑکیوں کی نگرانی خواہ وہ باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں کی ذمہ داری حاکم کو اس لئے سپرد کی گئی ہے کیونکہ شرعاً حاکم اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانوں کی دیکھ بھال کرتا رہے تاکہ وہ ان مفاسد سے بچتے رہیں ذکرہ عینی فی شرح الکنز نیز زیلعی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

جب لڑکا حد کسب کو پہنچ جائے

اور لڑکا جب کمانے کھانے کی حد تک پہونچ جائے اور خود کسب کرنے کے قابل ہو جائے اور کسب کرنے لگے تو باپ اس کو کسب کیلئے کام پر لگا سکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی کسب سے مال پیدا کرے۔ یا پھر ان سے نوکری یا مزدوری کرائے۔ اور ان کی اجرت سے ان پر خرچ کرے۔ مگر لڑکی سے کسب نہیں کرا سکتا۔ ان کا خرچہ تو باپ کے ذمہ واجب ہے۔ جب تک کہ ان کا نکاح نہ کردے، اگرچہ لڑکیاں ملازمت اور مزدوری کرنے پر قادر ہی کیوں نہ ہوں۔

باپ اگر فضول خرچی کرتا ہو

اور اگر باپ فضول خرچ ہو۔ اور لڑکوں کی کمائی کو ضائع کرتا ہو اور بیہودہ طریق پر خرچ کر دیتا ہو۔ تو لڑکے کی کمائی ہوئی رقم یا مال کسی امین (امانت دار) کے پاس جمع کی جائے۔ جس طرح چھوٹے بچے کا مال امین کے پاس سپرد کرنے کا حکم ہے۔ اگر باپ فضول خرچ ہو اس کی مؤید زادہ نے صراحت کی ہے اور کتاب خلاصہ کی جانب منسوب کیا ہے۔

لیس للمطلقة بائنا بعد عدتها الخروج بالولد من بلدة الی اخری بینهما تفاوت فلو بینهماتفاوت بحیث یمکنه ان یبصرولده ثم یرجع فی نهاره لم تمنع مطلقا لانه کالانتقال من محله الی اخری شمنی الا اذا انتقلب من القریة الی المصروفی عکسه لا لضرر الولد بتخلقه باخلاق اهل السواد الااذاکان ماانتقلت الیه وطنهاو قد نکحا ثم ای عقد علیها فی وطنها ولو قریة فی الاصح الادار الحرب الا ان یکون مستا منین.

ترجمہ اور مطلقہ بائنہ کیلئے عدت کے بعد لڑکے کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا جائز نہیں ہے۔ جن دونوں شہروں کے درمیان تفاوت ہو (یعنی زیادہ فرق و فاصلہ ہو) پس اگر دونوں شہروں کے درمیان تفاوت کثیر نہ ہو۔ بایں طور کہ اس کیلئے (باپ کیلئے) ممکن ہو اس دن جانا۔ اور لڑکے کو دیکھ کر واپس گھر لوٹ آنا۔ تو عورت کو مطلقاً روکا نہ جائے گا (دوسرا شہر خواہ عورت کا گھر ہو یا نہ ہو) اس لئے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک شہر کے ایک محلے سے دوسرے محلے جانا اور واپس آجانا (شمنی) مگر جب کہ مطلقہ بائنہ لڑکے کو گاؤں سے شہر کو لے جائے اور اس کے برعکس میں (یعنی شہر سے گاؤں لے جانا) جائز نہیں اس لئے کہ اس میں لڑکے کا نقصان ہے کہ وہ گاؤں والوں کے اخلاق سیکھ جائے گا۔ اور اختیار کرے گا۔ لیکن اس صورت میں کہ جس جگہ وہ منتقل ہوئی ہے اس کا وطن ہو۔ اور زوج نے وہیں اس سے نکاح بھی کیا تھا۔ اگرچہ وہ گاؤں ہی کیوں نہ ہو۔ صحیح قول کی بناء پر لیکن دار الحرب میں نہیں لے جاسکتی۔ لیکن اگر زوج اور زوجہ دونوں دار الحرب کے رہنے والے تھے اور دار الاسلام میں امن لے کر رہتے رہے ہوں۔

کیا مطلقہ بائنہ اپنے لڑکے کو دوسری جگہ لے جاسکتی ہے

مطلقہ بائنہ عدت ختم ہونے کے بعد لڑکے کو ایک شہر سے دوسرے شہر نہیں لے جاسکتی۔ جب کہ دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو۔

اگر دونوں شہروں کا فاصلہ قریب ہو

اور اگر دونوں شہروں میں تفاوت (فاصلہ) کم ہو بایں طور کہ باپ اسی دن جا کر بچے کو دیکھ کر اپنے شہر واپس آسکتا ہو۔ تو مطلقہ بائنہ لڑکے کو بعد عدت اپنے ساتھ لے جاسکتی ہے اس لئے کہ یہ سمجھ لیا جائے گا کہ جس طرح شہر میں ایک محلے سے دوسرے محلے لے جانے کی اجازت ہے اور ایک دن میں آمد و رفت ہو سکتی ہے اسی طرح ان دونوں شہروں میں بھی ممکن ہے عورت کو اجازت ہے کہ وہ لڑکے کو لے جائے اس کو منع نہ کیا جائے گا۔ خواہ عورت اپنے وطن لے گئی ہو یا دوسری جگہ اس کو روکا نہ جائے گا (کذا فی الشمنی)

اگر دونوں شہروں میں تفاوت ہو

لیکن اگر دونوں شہروں میں فرق ہے لیکن اتنا فاصلہ ہے کہ باپ وہاں جا کر بچے کو دیکھ کر اسی روز اپنے شہر کو واپس لوٹ کر نہیں آسکتا تو پھر مطلقہ بائنہ کو لے جانا جائز نہیں ہے باپ کو منع کرنے کا حق ہے۔

مطلقہ بائنہ بعد عدت اپنے بچے کو گاؤں سے شہر لے جانا چاہتی ہے

اور اگر مطلقہ بائنہ اپنے بچے کو عدت ختم کر کے گاؤں سے شہر لے جانا چاہے تو اجازت اس لئے ہے کہ شہر میں بچے کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا۔ وہاں تعلیم کے بہتر مواقع ہوتے ہیں اس لئے لے جانے میں بچہ کا فائدہ ہے۔

اور اگر شہر سے گاؤں لے جانا چاہے

اور اگر شہر چھوڑ کر کسی گاؤں میں لے جانا چاہتی ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ گاؤں لے جانے میں بچہ کا نقصان ہے کیونکہ گاؤں میں گنواروں بلا پڑھے لکھے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اور بچہ بھی گنوار ہو جائے گا۔ نیز سلیقہ اور تعلیم و تربیت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

گاؤں اگر مطلقہ کا وطن ہو

اور مطلقہ بائنہ جس گاؤں میں بچہ کو لے جانا چاہتی ہے اگر وہ اس عورت کا اپنا وطن ہو چنانچہ اس کا نکاح بھی وہیں سے ہوا تھا تو صحیح قول یہی ہے کہ عورت اپنے بچے کو وہاں لے جاسکتی ہے

اگر مطلقہ کا وطن دار الحرب میں واقع ہو

اور اگر مطلقہ کا وطن دار الحرب میں واقع ہو تو بچہ کو وہاں لے جانا درست نہیں ہے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں کافر ہوں۔ اور ان کا وطن دار الحرب میں ہو دار الاسلام میں وہ امن لیکر (مسامن بن کر) قیام کئے ہوئے تھے۔ تو اس صورت میں عورت کے لئے بچے کو اپنے ساتھ دار الحرب لے جانا درست ہے۔

وهذا الحكم في الام المطلقة فقط اما غيرها كجدة وام ولد اعتقت فلاتقدر على نقله لعدم العقد بينهما الا باذنه كما يمنع الاب من اخراجه من بلد امه بلا رضا ها ما بقيت حضانتها فلو اخذ المطلق ولده منها لتزوجها جاز له ان يسافر به الى ان يعود حق امه كما في السراجية وقيده المصنف في شرحه بما اذا لم يكن له من ينتقل الحق اليه بعدها وهو ظاهر.

ترجمہ

اور اگر صغیر کو دوسری جگہ لے جانے کا یہ حکم صرف ماں کے حق میں ہے۔ جس کو باپ نے طلاق بائن دیدی ہے۔ بہر حال اسکے علاوہ دوسری عورتیں، مثلاً نانی، دادی اور وہ ام ولد جس کو آزاد کر دیا گیا ہو۔ تو وہ صغیرہ کے لے جانے کی مجاز نہیں ہیں۔ اس لئے کہ دونوں میں یعنی عورت اور مرد کے درمیان عقد نکاح نہیں ہے۔ لیکن اس کی اجازت سے (یعنی باپ کی اجازت سے) جس طرح باپ کو روکا جائے گا بچے کو ماں کے شہر سے بغیر اس کی اجازت کے۔ پس اگر طلاق دینے والے نے اپنے لڑکے کو اس سے (مطلقہ بائنہ سے) لے لیا اس لئے کہ اس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہے تو باپ کیلئے جائز ہے کہ بچے کو لیکر سفر کرے۔ لیکن اگر ماں کا حق (حضانت کا حق) عود کر آئے (تو نہیں لے جاسکتا) جیسا کہ سراجیہ میں مذکور ہے مگر اس کو مصنف نے مقید کیا ہے کہ جب اس کیلئے کوئی عورت ایسی نہ ہو جس کی طرف اس کا حق (حضانت) منتقل ہوا ہو۔ اس کے بعد اور یہ ظاہر ہے۔

باہر لے جانے کی اجازت صرف ماں مطلقہ کو حاصل ہے

لیکن ماں کے علاوہ جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہو گئی ہے۔ یہ عورتیں بچے کو باہر لے جانا چاہیں تو ان کو اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان میں اور بچے کے باپ کے درمیان عقد نکاح نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اگر باپ ان کو اجازت دیدے تو لیجا سکتی ہیں۔ جب تک بچہ ماں کی پرورش میں ہو۔

ماں نے شادی کر لی تو باپ اپنے بچے کو لیجانے کا مجاز ہے

اور اگر طلاق دینے والے زوج نے اپنے لڑکے کو اس لئے لے لیا کہ بچے کی ماں مطلقہ بائنہ نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہے۔ تو جائز ہے اور باپ اپنے بچے کو سفر میں لیجا سکتا ہے۔

اگر ماں کا حق حضانت عود کر آئے

لیکن اگر مطلقہ بائنہ جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا تھا زوج ثانی سے طلاق لے لے۔ تو حق حضانت پھر ماں کو دوبارلوٹ کر آجاتا ہے یہ حق اس کو حاصل ہو جائے تو اب اس صورت میں باپ کو اجازت نہیں ہے کہ ماں کے پاس سے بچہ کو سفر میں لے جائے۔ اسلئے کہ پرورش کے حق کو جو مانع تھا۔ یعنی نکاح ثانی وہ اب ختم ہو چکا ہے۔ اور یہ حق حضانت پھر ماں کو دوبارہ مل گیا ہے۔　(کذافی السراجیہ)

بچے کو لے کر سفر کرنے کی اجازت مذکورہ پر مصنف کی رائے

اور جواز سفر کو مصنف نے مقید کیا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کے ماں کے بعد کسی دوسری عورت کی طرف حضانت کا حق منتقل نہ ہوا ہو۔ تب باپ بچے کو لے کر سفر کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں اور یہ قید بالکل واضح ہے جس میں کسی قسم کا تردد اور شک نہیں ہے۔

کتاب شرنبلالی کی رائے

کتاب شرنبلالی میں دلیل کے ساتھ وہ روایت منقول ہے جو سراجیہ کی روایت کے خلاف ہے کہ باپ کو اپنے چھوٹے بچے کو محل اقامت سے باہر لے جانا استغناء صغیر سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اگر چہ ماں کی حضانت باقی نہ رہی ہو اس لئے کہ اس کا احتمال موجود ہے کہ نکاح کرنے کی وجہ سے ماں کا حق حضانت جو ختم ہو گیا ہے۔ ممکن ہے وہ دوبارہ واپس آجائے۔ مثلاً زوج ثانی طلاق دیدے یا وفات پاجائے۔

و فی الحاوی له اخراجه الی مکان یمکنها ان تبصر ولدها کل یوم کما فی جانبها فلیحفظ قلت وفی السراجیة اذا سقطت حضانة الام واخذه الاب لایجبر علی ان یر سله لها بل هی اذا ارادت ان تراه لاتمنع من ذلك. و افتی شیخنا الرملی بانه یسافر به بعدتمام حضانتها و بان غیر الاب من العصبات کالاب وعزاه للخلاصة والتاتارخانیة .

ترجمہ

اور کتاب حاوی میں مذکور ہے کہ باپ کو جائز ہے کہ بچہ کو لے جانا ایسے مقام کی جانب کہ اس کی ماں کے لئے ممکن ہو بچے کو روزانہ دیکھنا جس طرح عورت کی جانب میں یہی حکم تھا پس اس مسئلہ کو یاد رکھو۔ اور کتاب سراجیہ میں مذکور ہے کہ جب ماں کی حضانت ساقط ہو جائے اور باپ اس کو لے لے تو باپ کو مجبور نہ کیا جائے گا کہ وہ بچہ کو اس کی ماں کے پاس بھیجا کرے بلکہ عورت جب اس بچے کو دیکھنے کا ارادہ کرے تو اس سے منع نہ کی جائے گی۔ اور ہمارے شیخ رملی نے فتویٰ دیا ہے کہ ماں کی حضانت ختم ہونے کے بعد باپ صغیر کو لے کر سفر کر سکتا ہے اور یہ کہ باپ کے علاوہ دیگر عصبات مثل باپ کے ہیں۔ صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں خلاصہ اور تاتارخانیہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

مدت حضانت میں صغیر کو باہر لے جانے کی باپ کو اجازت ہے یا نہیں

اس بارہ میں مصنف نے مختلف فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

حاوی کی رائے

اور کتاب حاوی میں لکھا ہے کہ اگر ماں نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا تو اپنے باپ صغیر بچے کو اپنے شہر سے دوسرے ایسے شہر میں لے جا سکتا ہے۔ جہاں عورت کیلئے یہ ممکن ہو کہ وہ اپنے بچے کو روزانہ دیکھ

سکے۔ جیسے شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے میں لے جانے سے روزانہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے اجازت ہے اس قید کو یاد رکھنا چاہئے۔

کتاب السراجیہ کی رائے

سراجیہ میں لکھا ہے کہ جب ماں کی حضانت ختم ہو گئی اور باپ نے اس کو لے لیا تو اب باپ پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا کہ وہ بچے کو روزانہ ماں کے پاس بھیجا کرے۔ بلکہ جب خود ماں بچے کے دیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کو روکا نہ جائے گا۔

شیخ رملی کا فتویٰ

ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے فتویٰ دیا ہے کہ ایام حضانت پورے ہو جانے کے بعد باپ کو اجازت ہے کہ وہ بچے کو لے کر سیر کرے اور اس کا بھی فتویٰ دیا ہے کہ دوسرے عصبات باپ کے برابر ہیں صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں مگر بچی کو عصبہ غیر محرم اپنے پاس نہیں رکھ سکتا (خلاصہ تاتارخانیہ)

فرع :۔ خرج بالولد ثم طلقها فطالبته بردہ ان اخرجه باذنها لا یلزمه ردہ وان بغیر اذنها لزمه کما لو خرج به مع امه ثم ردها ثم طلقها فعلیه ردہ بحر واللہ تعالی اعلم

ترجمہ

بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہے کہ شوہر بچے کو لے کر سفر میں گیا۔ پھر اس نے بیوی کو طلاق دیدی تو عورت نے اس بچے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اگر اس کو عورت کی اجازت سے لے گیا تھا تو مرد کے ذمہ اس کی واپسی لازم (واجب) نہیں ہے اور اگر بغیر اجازت بچے کو لے گیا تھا تو شوہر پر اس کی واپسی لازم ہے اسی طرح جیسے کہ جب مرد بچے کو اس کی ماں سمیت لیکر باہر گیا۔ پھر عورت کو واپس کر دیا اور اس کو طلاق دیدی تو شوہر پر اس کا واپس کرنا واجب ہے۔

صغیر کو باپ لے کر سفر کر سکتا ہے یا نہیں

بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا مقام بصرہ میں پھر اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد مرد اس بچہ کو کوفے لے گیا پھر عورت کو اس نے طلاق دیدی تو عورت نے مطالبہ کیا کہ اس کا لڑکا یعنی میرا لڑکا میرے پاس واپس بھیج دے تو اگر مرد اس لڑکے کو عورت کی اجازت سے لے گیا تھا تو اس کو بصرہ میں واپس عورت کے پاس بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ عورت سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو کوفہ جا کر اپنے بچے کو دیکھ لے۔ اور اگر شوہر اس کی اجازت کے بغیر کوفہ لے گیا تھا تو صغیر کو ماں کے پاس بصرہ واپس بھیجنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر ماں اور بچہ دونوں کو بصرہ سے کوفہ لے گیا تھا پھر وہاں سے ماں کو بصرہ واپس کر دیا اور پھر اس کو طلاق دیدی تو مرد پر لازم ہے کہ وہ بچے کو بصرہ واپس بھیج دے۔　(کذافی حاشیہ المدنی)

باب النفقة

نفقہ کے احکام کا بیان

هی لغة ماينفقه الانسان علی عياله وشرعا هی الطعام والکسوة والسکنی وعرفا هی الطعام

ترجمہ نفقہ کے لغوی معنی ہیں۔ وہ چیز جس کو مرد اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ اور نفقہ کے شرعی معنی کھانا کپڑا اور مکان کے ہیں۔ (کذافی منح الغفار نفقہ کے یہ معنی باعتبار استعمال غالب کے ہیں۔ مگر فتح القدیر میں نفقہ کے معنی اس طرح بیان کئے گئے ہیں اصطلاح شرع میں ، نفقہ کس چیز کا نام ہے۔ اس معین خرچ کا جس سے وہ شی باقی رہے تو اس عام تعریف سے جانوروں کا بھی نفقہ شامل ہو گیا۔

نفقہ کے عرفی معنی اور عرف عام میں نفقہ صرف طعام (کھانے) کا نام ہے اسی لئے بہت سی فقہ کی کتابوں میں نفقہ لکھ کر اس پر کسوہ اور سکنی کا عطف کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ نفقہ اور چیز ہے اور کپڑا اور مکان دوسری چیزیں ہیں۔ جو کہ نفقہ میں شامل نہیں ہیں۔

نفقہ شارح کی نظر میں جو نفقہ قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت ہے تو قرآن نے اس بارے میں ارشاد فرمایا۔ رزق اور کسوہ بیویوں کا شوہروں پر واجب ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا۔ ''واسكنوهن حيث سكنتم'' جہاں تم رہتے ہو وہاں اپنی عورتوں کو رکھو اور ارشاد فرمایا'' لينفق ووسعة من سعته ''اور چاہئے کہ کہ وسعت والا اپنی وسعت وطاقت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو۔ تو جس قدر خدائے تعالی نے اس کو دیا ہے اتنا خرچ کرے'' لايكف الله نفسا الاوسعها ''اللہ تعالی کسی جان پر طاقت سے زیادہ حکم نہیں فرماتا نیز صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع میں خطبہ کے اندر فرمایا بیویوں کا تم پر رزق واجب ہے دستور کے موافق اور وجوب نفقہ پر اجماع بھی ہے۔ (کذافی فتح القدیر)

ونفقة الغير تجب علی الغير باسباب ثلثة زوجية و قرابة و ملك بدأ بالاول لمناسبة مامراولانها اصل الولد فتجب للزوجة بنكاح صحيح فلو بان فساده اوبطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر.

ترجمہ غیر کا نفقہ غیر پر واجب ہے تین سبب سے اول سبب زوجہ ہونا دوسرا سبب قرابت داری تیسرا سبب مالک ہونا جیسے باندی۔ غلام وغیرہ کا نفقہ اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ان جانوروں کا نفقہ جو تمہاری ملکیت میں ہوں واجب ہے پس بیوی کا نفقہ صحیح نکاح کی وجہ سے واجب ہے پس اگر نکاح کے بعد اس کا فاسد ہونا یا باطل ہونا ظاہر ہوا تو جو نفقہ اس نے خرچ کیا ہے وہ واپس لے لے۔ بحر

وجوب نفقہ کا پہلا سبب زوجہ ہونا پس بیوی کا نفقہ واجب ہے جب کہ اس سے نکاح صحیح ہوا ہو۔ لہٰذا نکاح کا فاسد ہونا بعد میں ظاہر ہوا مثلاً جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ کسی کی عدت میں تھی یعنی معتدۃ الغیر سے نکاح کر لیا۔ تو یہ نکاح فاسد ہے۔

اگر نکاح باطل ہونا ظاہر ہوا نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ جس عورت سے اس کا نکاح ہوا ہے وہ عورت اس کی رضاعی بہن ہے تو نکاح باطل ہو جائے گا لہٰذا نکاح کا فاسد ہونا یا نکاح کا باطل ہونا بعد میں ظاہر ہوا۔ تو جو نفقہ اس نے خرچ کر دیا ہے وہ عورت سے واپس لے سکتا ہے۔ (کذا فی بحر الرائق)

نفقہ واپس لینے کی وجہ جب نکاح کا فاسد یا باطل ہونا معلوم ہوا تو از روئے شرع وہ اس کی بیوی نہیں لہٰذا اس کا نفقہ بھی واجب نہیں۔ البتہ نکاح فاسد میں عدت واجب ہے مگر نکاح باطل میں عدت واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ عورت پر عدت نہیں ہے۔

امام طحطاوی کی رائے امام طحطاوی نے فرمایا کہ بحر الرائق میں نفقہ کا واپس لینا ذکر نہیں کیا گیا مگر صرف نکاح باطل کی صورت میں اور شبلی نے نکاح فاسد میں نفقہ واپس لینے کی رائے دی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے نفقہ مقرر کیا گیا ہو۔ لیکن اگر قاضی کے حکم کے بغیر از خود نفقہ دیا ہو تو واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ یہی حکم عالمگیری میں بھی مذکور ہے۔ (کذا فی حاشیہ المدنی)

علی زوجها لانها جزاء الاحتباس و کل محبوس لمنفعة غیره تلزمه نفقته کمفت وقاض ووصی زیلعی و عامل و مقاتله قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربة.

ترجمہ نفقہ شوہر پر اس لئے واجب ہے کہ یہ احتباس کا بدلا ہے یعنی اس کو روکے رکھنے کا بدلہ ہے اور ہر وہ شخص جو دوسرے کے نفع کیلئے روکا گیا ہو اس کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہے، جیسے مفتی اور قاضی اور عامل جو زکوٰۃ وصدقات کے وصول کرنے پر مامور ہوں (زیلعی) اور وہ مجاہدین جو دشمن کو دفع کرنے کیلئے تعینات ہوں اور وہ مضارب جس نے مضاربتہ کا مال لیکر سفر کیا ہو۔

نکاح فاسد میں زوجہ کا نفقہ کیوں واجب ہے جس عورت سے نکاح فاسد ہوا ہے اس عورت کا نفقہ شوہر پر اس وجہ سے واجب کیا گیا ہے کہ کیونکہ وہ بیوی کو اپنے پاس روک کر رکھتا ہے اور نفقہ احتباس روک رکھنے کا بدلہ ہے کیونکہ روکنے کی صورت میں زوج پر عورت کی خبر گیری اور ضروریات کی تکمیل ضروری ہے وجوب نفقہ کی یہ عقلی دلیل ہے۔ اور دلیل نقلی وہ آیات ہیں جن میں نفقہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اس کے وجوب پر اجماع بھی ہے۔

کیا جس کو دوسرے کے نفع کے لئے روکا گیا ہو اس کا نفقہ واجب ہے

بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نفقہ احتباس کا (روکنے کا) بدلا ہے چونکہ بیوی شوہر کے گھر محبوس ہوئی ہے لباس کی تلاش کو نہیں جاسکتی اس لئے شوہر پر اس کی خبر گیری اور ضروریات کی تکمیل واجب ہے وجوب نفقہ کی یہ عقلی دلیل ہے اور جہاں تک دلیل نقلی کا تعلق ہے تو سابق میں وہ آیات واحادیث ذکر کی جاچکی ہیں جن میں عورت کے لئے نفقہ کے واجب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اس کے وجوب پر اجماع بھی ہے۔

جس کو کام کیلئے روکا جائے کیا اس کا نفقہ واجب ہے

اور جس شخص کو کسی منفعت کیلئے روکا جائے تو روکنے والے پر اس شخص کا یعنی محبوس کا نفقہ واجب ہے جیسے مفتی، قاضی اور عامل جو زکوۃ وصدقات کے وصول کرنے پر مامور ہو تو ان کا نفقہ اس قدر کہ جو ان کے اور ان کے اہل وعیال کے لئے کفایت کرے واجب ہے اور یہ نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات وغیرہ مسلمانوں کے کاموں کیلئے مصروف اور محبوس ہوتے اس وجہ سے وہ الگ سے کسب معاش نہیں کر سکتے۔

وصی کا نفقہ میت کے مال سے

اسی طرح وصی کا نفقہ میت کے مال سے ادا کرنا واجب ہے اس وقت تک جب تک وہ صغیر کی ضروریات کے پورا کرنے میں مصروف رہے (کذافی الزیلعی)

مجاہدین کا نفقہ بیت المال سے

اسی طرح مجاہدین کا نفقہ بیت المال میں واجب ہے اس لئے کہ وہ دین کے دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

مسئلہ مضاربت بھی اس میں داخل ہے

اسی طرح وہ شخص جو کسی کا مال لے کر سفر میں جائے تاکہ اس مال کو نفع میں فروخت کر دے اس نفع میں اس کو بھی شریک کیا۔ تو یہ شخص مضارب ہے اس معاملے کو مضاربتہ کہا جاتا ہے جب مضارب سفر کرے گا تو اس کا نفقہ بھی مالک یعنی رب المال پر واجب ہوگا۔

ولا یرد الرھن لحبسه لمنفعتهما و لو صغیرا جدافی ماله لاعلی ابیه الا اذا کان ضامنها کما مر فی المهر لایقدر علی الوطئی لان المانع من قبله او فقیرا ولو کانت مسلمة او کافرة او کبیرة او صغیرة تطیق الوطئ اوتشتهی للوطئی فیما دون الفرج حتی لولم تکن کذلك کا ن المانع منها فلا نفقة کما لو کان صغیرین.

ترجمہ اور اس موقعہ پر رہن کا اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ رہن میں مال کو دونوں کے نفع کیلئے روکا جاتا ہے زوجہ اگرچہ صغیر ہی ہو مگر زوجہ کا نفقہ اس پر واجب ہوگا۔ اس کے مال میں نہ کہ صغیر کے باپ پر مگر اس صورت میں کہ باپ نفقہ کا ضامن ہو جیسے کہ مہر کے بیان میں گذر چکا ہے۔ اگرچہ صغیر اتنا چھوٹا ہو کہ وہ وطی کرنے پر قادر نہ ہو کیونکہ وطی سے مانع صغیر کی جانب سے پایا گیا۔ یا کہ صغیر فقیر ہو۔ نیز زوجہ کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی مسلمہ ہو یا کافرہ ہو یا کبیرہ (بڑی عمر والی)

ہو صغیرہ (نو عمر بچی) ہو جو وطی کے لائق نہ ہو۔ سواء فرج کے باقی بدن سے بوس وکنار اور استفادہ کے قابل ہو۔ یہاں تک کہ اگر صغیرہ اس قابل بھی نہ ہو (یعنی بوس وکنار کے قابل بھی نہ ہو) تو وطی سے مانع صغیرہ (عورت) کی جانب سے پایا گیا لہٰذا اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔ جس طرح کہ اگر دونوں صغیرہ ہوں تو نفقہ واجب نہیں ہوتا۔

اعتراض یہ ہے کہ جب نفقہ واجب ہونے کے لئے یہ قاعدہ طے ہوا کہ جب کوئی شخص غیر کے نفع کیلئے محبوس ہو تو غیر پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے تو اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا غلام یا گھوڑا کسی کے پاس رہن رکھ دے تو جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے اس پر امر (یعنی تھن) پر اس کا نفقہ واجب ہونا چاہئے۔ حالانکہ غلام وگھوڑے کا نفقہ راہن (رہن رکھنے والے پر) پر واجب ہے مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے) واجب نہیں ہے۔

الجواب شارح نے اس اعتراض کا جواب تحریر کیا ہے شئی مرہون کا نفع صرف رہن رکھنے والے امرتہن کا ہی نہیں ہے بلکہ رہن رکھنے الے (یعنی راہن) اور جس کے پاس رہنے رکھا گیا ہے (یعنی مرتہن) دونوں ہی کا فائدہ ہے رہن رکھنے والے کا مفاد یہ ہے کہ رہن رکھنے کی بدولت اس کو قرض مل گیا اور جس کے پاس رہن رکھا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ رہن کے بعد اس کو اپنے دیئے ہوئے قرض کے وصول ہونے کی تسکین کا فائدہ ہے لہٰذا جب دونوں ہی کا نفع ہے تو جس کا اعتبار ختم ہوگیا۔ لہٰذا رہن رکھنے والے پر اپنے غلام یا گھوڑے کا نفقہ الگ ہونے کے اعتبار سے واجب ہوگا مرتہن پر واجب نہ ہوگا۔

شوہر ایک چھوٹا بچہ ہے تو زوجہ کا نفقہ کس پر واجب ہوگا بیوی کا نفقہ زوج پر واجب ہوگا زوج خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ مگر صغیر کے مال سے نفقہ ادا کیا جائے گا صغیر کے باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں۔

اگر باپ صغیر کے نفقہ کا ضامن ہے اور اگر باپ صغیر کے نفقہ کا ضامن ہو تو پھر زوجہ کا نفقہ اس صورت میں باپ پر واجب ہوگا۔ اس کا بیان باب المہر میں بھی ہو چکا ہے۔

زوج اتنا چھوٹا ہو کہ وطی کرنے پر قادر نہ ہو زوج اگرچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ وطی کرنے پر قادر نہ ہو مگر پھر بھی زوج کا نفقہ صغیر پر ہی واجب ہوگا اس لئے کہ بچپن کی وجہ سے وطی میں رکاوٹ زوج صغیر کی جانب سے ہوئی ہے۔

زوجہ صغیرہ وطی کے قابل نہ ہو اور اگر بیوی نو عمر ہو اور وطی کے قابل نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

بیوی مسلمہ یا کافرہ یا کبیرہ یا صغیرہ ہو تو نفقہ زوج پر واجب ہے یا نہیں اسی طرح اگر بیوی مسلمان ہو یا کافر ہو یا کبیرہ ہو جو وطی کے قابل نہیں ہے یا پھر ایسی ہے کہ فرج کے علاوہ دیگر حصہ بدن سے اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے مثلاً بوسہ لینا اپنے سے چمٹانا اس کو دیکھ کر فرحت وخوشی واطمینان حاصل ہونا وغیرہ تو ان صورتوں میں زوج پر اس کا نفقہ واجب ہے۔

زوجین میں سے ہر ایک صغیر ہوں

اور اگر میاں بیوی اتنے چھوٹے ہوں کہ دونوں ہی وطی کرنے کرانے کے قابل نہیں ہیں تو اس صورت میں زوجہ صغیرہ کا نفقہ زوج صغیر پر واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس عورت کی جانب سے اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرنا نہیں پایا گیا۔

زوج پر نفقہ واجب نہ ہونے کی ایک صورت

زوج وزوجہ دونوں بہت ہی صغیر ہوں اس صورت میں مانع وطی اگرچہ دونوں طرف سے پایا جاتا ہے لیکن صغیر کا مانع وطی ہونا قابل اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا صغیرپن کالعدم ہے اور صغیرہ کا مانع وطی ہونا برقرار ہے تو باوجود یہ کہ مانع صغیرہ کی جانب سے موجود ہے مگر نفقہ کی مستحق نہ ہوگی۔ (کذا فی منح الغفار ناقلاً عن النہایہ)

مصنف ماتن پر ایک اعتراض

اس موقع پر شارح نے مصنف پر ایک معمولی سا اعتراض وارد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے " ولو کانت مسلمة الخ" کے الفاظ جو تحریر فرمائے ہیں ان کو چاہئے تھا کہ سواء کانت مسلمۃ تحریر کرتے، جیسا کہ ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔

فقيرة اوغنية موطوأة اولا كان كان الزوج صغيرا اوكانت رتقاء اوقرناء او معتوهة اوكبيرة لاتوطأ وكذا صغيرة تصلح للخدمة اوللاستئناس ان امسكها فى بيته عند الثانى و اختاره فى التحفة ولو منعت نفسها للمهر دخل بها اولا ولو كله مؤجلا عن الثانى وعليه الفتوىٰ كما فى البحر و النهر و ارتضاه محشى الاشباه لانه منع بحق فتستحق النفقة.

ترجمہ

بیوی محتاج ہو یا مالدار ہو مدخول بہا ہو یا نہ ہو مثلاً اگر زوج صغیر ہو یا عورت رتقاء ہو یا قرناء ہو۔ یا معتوہ، یا اتنی بڑی بوڑھی ہو کہ اس سے وطی نہ کی جاسکتی ہو۔ اور اسی طرح زوجہ صغیرہ جو خدمت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو یا استیناس کے کہ اگر زوج نے اس کو اپنے گھر میں روک لیا ہو۔ ثانی کے نزدیک (امام ابویوسفؒ کے نزدیک) اور کتاب تحفہ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور زوج کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اس نے شوہر کو اپنے آپ سے وطی کرنے سے منع کر دیا ہو۔ مہر معجّل لینے کی وجہ سے اگرچہ پورا مہر موجل ہو امام ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کتاب بحر الرائق اور نہر الرائق میں مذکور ہے اور کتاب الاشباہ کے محشی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اس لئے یہ اس کا واجب شدہ حق ہے لہٰذا اس کے باوجود وہ نفقہ کی مستحق ہوگی۔

جزئیات، نفقہ کے واجب ہونے کے مسائل

بیوی محتاج ہو یا مالدار ہو مدخول بہا ہو یا نہ ہو، بایں صورت کہ زوج نابالغ بچہ (یعنی صغیر) ہو یا عورت کی شرمگاہ بند ہو، زائد گوشت شرم گاہ میں پیدا ہو جانے کی وجہ سے یا شرم گاہ میں کسی ہڈی کے نکل آنے کی وجہ سے۔

اعتراض، رتقاء اور قرناء کی صورت میں زیادتی عورت کی جانب سے ہے

اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ عورت جو رتقاء ہے (یعنی اس کی شرمگاہ میں گوشت بڑھ گیا ہے جس کی وجہ سے سوراخ بند ہو گیا ہو۔ یا اس کی فرج میں ہڈی نکل آئی ہو جس کی وجہ سے جماع کے قابل نہیں رہی تو اس صورت میں زیادتی عورت کی جانب

سے پائی گئی لہٰذا عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہونا چاہیے۔

الجواب قیاس کا تقاضا اگر چہ یہی تھا مگر جب کہ زوج اس سے بوسہ لے سکتا اور ماسواء فرج کے استفادہ کر سکتا ہے تو مطلقاً انتفاع پایا گیا نیز اسے اپنے گھر روک سکتا ہے۔ اس لئے انتفاع اور حبس دونوں پائے گئے لہٰذا نفقہ واجب ہوگا۔

اگر عورت مدہوش یا بہت زیادہ بوڑھی ہو تو اس کا نفقہ

بیوی کا نفقہ واجب ہے خواہ وہ بے ہوش ہو یا اتنی بوڑھی ہو کہ وطی کے قابل نہ ہو نیز اسی طرح اس نو عمر بیوی کا نفقہ بھی بذمہ زوج واجب ہے جو خدمت کرنے اور موانست کے قابل ہو (یعنی اس سے کام لیا جا سکتا ہو اس کو قریب بیٹھا کر تنہائی کی وحشت دور کی جا سکتی ہو۔ اس سے انس حاصل کیا جا سکتا ہو) اگر شوہر اس کو اپنے گھر میں رکھے گا تو نفقہ واجب ہوگا امام ابو یوسف کے نزدیک صاحب تحفہ نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔ اور صاحب ایضاح نے بھی (کذافی البحر الرائق)

مہر کے مطالبہ کی غرض سے اگر عورت نے شوہر کو جماع کرنے سے روک دیا

بیوی کا نفقہ واجب ہے اگر چہ اس نے شوہر کو جماع کرنے سے اس لئے روک دیا ہو کہ اس نے شوہر سے اپنا مہر معجّل کا مطالبہ کیا ہو۔ اور شوہر نہ دے رہا ہو اس میں تینوں اماموں کا اتفاق ہے خواہ مدخول بہا ہو یا نہ ہو خواہ پورا کا پورا مہر موجل ہی کیوں نہ ہو تب بھی عورت کے روکنے سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک۔

امام ابو یوسفؒ نے دلیل یہ دی ہے کہ شوہر نے جب مہر کو مؤجل کر دیا اور کچھ تھوڑا حصہ مہر کا بھی بیوی کو بالفعل نہ دیا تو

امام ابو یوسفؒ کی دلیل

اپنے حق استمتاع کے سقوط سے وہ خود ہی راضی ہو گیا امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں مذکور ہے اور الاشباہ کے مصنف نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے اس لئے کہ مہر وصول کرنے کے لئے مورث کا جماع سے روک دینا ایک حق واجبی ہے لہٰذا وطی سے منع کرنے کے باوجود شوہر سے نفقہ کی مستحق ہوگی۔

بقدر حالهما به يفتي ويخاطب بقدر وسعه والباقي دين الى الميسرة ولو موسرا و هي فقيرة لا يلزمه ان يطعمها مما يا كل به يندب.

ترجمہ بیوی کا نفقہ واجب ہے دونوں کی مالی حالت کے مطابق اور اسی پر فتویٰ ہے اور زوج نفقہ دینے کا مخاطب (مکلّف) ہوگا۔ اپنی وسعت کے مطابق اور باقی زوج پر قرض رہے گا۔ اس کی وسعت تک کیلئے اگر زوج مالدار ہے اور زوجہ محتاج (غریب) ہے تو شوہر پر لازم (واجب) نہیں ہے کہ زوجہ کی اپنی وسعت (مالداری کے معیار) کے مطابق اس کو کھانا دے بلکہ مستحب اور مندوب ہے۔

زوجہ کا نفقہ زوج وزوجہ کی حیثیت کے مطابق واجب ہے

اور نفقہ واجب ہے کہ زوجین کی وسعت کے مطابق اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(کذافی الہدایہ)

جزئیات زوج وزوجہ دونوں مالدار ہیں تونفقہ اور زوجین میں سے ہرایک صاحب وسعت اور مالدار ہیں تو فراخی والا نفقہ واجب ہوگا۔

زوج غریب زوجہ مالدار ہو اور اگر زوج کی مالی حالت کمزور ہے اور بیوی مالدار اور صاحب حیثیت ہے تو زوج بیوی کی حیثیت کے مطابق نفقہ دینے کا مکلف ہے مگر جب تک وہ غریب ہے اپنی طاقت کے مطابق نفقہ دیتا رہے اور باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا۔ جب اس کو وسعت حاصل ہوگی وہ قرض اس کو ادا کرنا پڑے گا

شوہر مالدار اور بیوی غریب ہو لیکن اگر شوہر تو مالدار صاحب حیثیت ہے مگر بیوی محتاج اور غریب ہے تو شوہر پر واجب نہیں ہے کہ وہ بیوی کو اسی معیار کا نفقہ دے جو اس کی حیثیت ہے یعنی جو وہ خود کھاتا ہے وہی کھانا اور اسی معیار کا بیوی کو بھی کھانا دینا واجب نہیں ہے البتہ مستحب اور مندوب ضرور ہے۔

خلاصہ کلام حاصل یہ ہے کہ جب میاں بیوی کی مالی حالت یکساں نہ ہو، ایک صاحب وسعت اور دوسرا مفلس اور غریب ہو۔ تو وہاں متوسط درجہ کا نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورتوں سے کم محتاج عورتوں سے زائد (کذافی الدرر) اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے یعنی نفقہ کے وجوب زوجین میں سے دونوں کی رعایت ہے یہ خصاف کا قول ہے اور امام کرخی نے فرمایا کہ نفقہ کہ وجوب میں زوج کی حالت کا اعتبار ہے زوجہ کی حالت کا اعتبار نہیں ہے۔ اور یہی ظاہرالروایۃ ہے نیز امام شافعی رحمتہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت ہے لینفق ذو سعتہ من سبعتہ کہ مقدوروالا اپنی مقدرت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو وہ اس کے موافق دے قول مفتی بہ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عقبہ نے کہا یارسول اللہ !ابوسفیان بخیل آدمی ہے مجھ کو اس قدر نہیں دیتا جو مجھ کو اور میرے لڑکے کو کافی ہو۔ لیکن اگر میں اس کو بتائے بغیر از خود لے لوں تو پھر مجھے کفایت کر سکتا ہے تو آپ نے فرمایا لے لیا کرو جو تم کو اور تمہارے لڑکے کو کفایت کرے۔ دستور کے موافق (یعنی اوسط درجہ کا نفقہ لے لیا کرو نہ کم نہ زیادہ) تو اس روایت میں حضرتؐ نے بیوی کی حالت کی بھی رعایت کا لحاظ فرمایا۔ اور زوجین کی حالت کی رعایت کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ محتاج زوج اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے اور جو اس کی مقدرت وطاقت سے زائد ہے وہ اس پر دین (قرض رہے گا) جب اس کو وسعت حاصل ہوگی تو ادا کرے گا۔

ولوهي في بيت ابيهااذا لم يطا لبها الزوج بالنقلةبه يفتي وكذا اذاطالبها ولم تمنع او امتنعت للمهر اومرضت في بيت الزرج فان لها النفقة استحساناًلقيام الاحتباس وكذا الو مرضت ثم اليه نقلت اوفي منزلها بقيت ولنفسها ما منعت وعليه والفتوى كما حرره في الفتح.

ترجمہ زوجہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے اگرچہ بیوی اپنے باپ کے گھر میں مقیم ہو جبکہ زوج نے عورت سے وہاں سے منتقل ہونے کو نہ کہا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی حکم ہے جب زوج نے اس سے طلب کیا اور اس نے منع نہ کیا ہو۔ اور اگر عورت مہر کی وجہ سے وطی سے رُک گئی یا زوج کے گھر رہتے ہوئے بیمار ہوگئی۔ تو بیشک اس کے لئے استحساناً نفقہ کا استحقاق

ہے اس لئے کہ احتباس موجود ہے (یعنی عورت سسرال میں مقیم ہے) اسی طرح اگر بیوی اپنے باپ کے گھر بیمار ہوگئی پھر شوہر کے گھر منتقل ہوگئی یا اپنے گھر میں مقیم رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے نہیں روکا تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ اس کو فتح القدیر نے لکھا ہے۔

جزئیات زوج نے بیوی کو اپنے گھر بلایا اور اس نے آنے سے انکار کر دیا

اور اگر زوج نے بیوی کو اپنے گھر بلایا مگر بیوی نے اس کے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اور انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے مہر کا مطالبہ کیا تھا اور شوہر نے مہر نہیں دیا اس لئے وہ شوہر کے گھر نہیں آئی تو بھی زوج پر اس کا نفقہ واجب ہے

عورت بیمار ہوگئی

اور اگر عورت بیمار ہوگئی اور بیماری کی وجہ سے وہ جماع کے قابل نہ رہی ہو اس لئے وطی سے رک گئی تو بھی زوج سے نفقہ کی مستحق ہے اس لئے کہ جب عورت شوہر کے گھر رہتی ہے اور بیمار ہے تو احتباس پایا گیا نیز مرد عورت سے دوائی جماع (بوس و کنار وغیرہ) کا نفع حاصل کر سکتا ہے نیز گھر کی حفاظت بھی کر رہی ہے لہٰذا شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہے۔

زوجہ اپنے والد کے گھر ہے اور بیمار ہے

اور اگر عورت بیمار ہے اور اپنے والد کے گھر میں مقیم ہے مگر شوہر کو اس کے پاس آنے سے کوئی مانع نہیں ہے تو بھی نفقہ واجب ہے اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ اس کو فتح القدیر میں ذکر کیا ہے۔

وفی الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم يمكن نقلها بمحفة ونحوها فلها النفقة والالا كما لا يلزمه مداواتها لا نفقة لاحد عشر مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة موت ومنكوحة فاسد اوعدته وامه لم تبوا وصغيرة لا توطأ وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعي.

ترجمہ اور فقہ کی مشہور کتاب الخانیہ میں مذکور ہے کہ بیوی مرد کے پاس رہتے ہوئے بیمار ہوگئی۔ اس کے بعد وہ اپنے والد کے گھر چلی آئی۔ تو اگر ممکن نہ ہو تو عورت کا واپس شوہر کے گھر آنا کسی ڈولی یا رکشہ وغیرہ میں۔ تو عورت کیلئے نفقہ کا حق ہے۔ ورنہ نہیں جس طرح اس کے ذمہ اس کا علاج نہیں ہے۔ اور مرد کے ذمہ گیارہ قسم کی عورتوں کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ مرتدہ، وہ عورت جو زوج کے ابن کا بوسہ دینے والی ہو۔ وفات کی عدت گزارنے والی، نکاح فاسد کی عدت گزارنے والی، اور وہ عورت جس سے نکاح فاسد ہوا ہو۔ وہ منکوحہ باندی جس کے آقا نے باندی کے لئے علاحدہ مکان نہ دیا ہو۔ عورت صغیرہ جو وطی کئے جانے کے قابل نہ ہو اور وہ عورت جو شوہر کے گھر سے بلا عذر شرعی کے باہر چلی گئی ہو۔ اور یہ ناشزہ ہے یہاں تک کہ زوجہ کے گھر واپس لوٹ کر آجائے۔ اگرچہ زوجہ کی واپسی شوہر کے سفر میں جانے کے بعد ہوئی ہو اسمیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

بیمار عورت کا نفقہ زوج پر واجب ہے

فقہ کی معتبر اور مشہور کتاب الخانیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے گھر بیمار ہوگئی۔ اور بیماری کی حالت میں اپنے باپ

کے گھر چلی آئی۔ اس کے شوہر نے اس کو اپنے گھر بلایا۔ حالانکہ وہ اس قدر بیمار تھی کہ ڈولی وغیرہ میں بھی نہیں لائی جاسکتی۔ تو وہ عورت نفقہ کی مستحق ہے۔

عورت بیمار ہو مگر ڈولی وغیرہ میں آسکتی ہو

اور اگر وہ ڈولی وغیرہ میں زوج کے گھر پہونچ سکتی ہے اور اس کے باوجود شوہر کے گھر نہیں آئی۔ تو اب وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے۔

بیمار عورت کے علاج کی ذمہ داری

شوہر پر زوجہ مریضہ کا علاج کرانا واجب نہیں اور نہ طبیب اور فصد کی فیس ہی واجب ہے۔ (کذا فی العالمگیریہ)

گیارہ قسم کی عورتوں کا نفقہ زوج پر واجب نہیں

شوہر پر گیارہ قسم کی عورتوں کا نفقہ واجب نہیں۔
۱۔ بیوی مرتد ہو گئی ہو۔ ۲۔ وہ عورت جس نے شوہر کے لڑکے کا بوسہ لے لیا ہو۔ ۳۔ نکاح فاسد سے جس عورت کا نکاح ہوا ہو۔ ۴۔ نکاح فاسد کی معتدہ۔ ۵۔ زوجہ ایسی باندی ہو کہ اس کے آقا نے اس کو علاحدہ مکان نہ دیا ہو۔ ۶۔ زوجہ اتنی نو عمر ہو کہ وہ وطی کے قابل نہ ہو نہ خدمت اور موانست ہی کے قابل ہو۔ ۷۔ وہ زوجہ جو بلا عذر شرعی شوہر کے مکان سے باہر چلی گئی ہو۔ ۸۔ اس عورت کو شریعت میں ناشزہ کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے شوہر کے گھر واپس لوٹ کر آجائے تو ناشزہ نہ رہے گی۔ اگرچہ واپسی شوہر کے سفر پر چلے جانے کے بعد ہی عمل میں آئی ہو۔ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

ناشزہ شریعت میں کونسی عورت ہے

وہ زوجہ جو بلا عذر شرعی شوہر کے گھر سے باہر چلی گئی ہو جب تک زوج کے گھر واپس نہ لوٹ آوے گی۔ اس کو ناشزہ ہی کہا جائے گا۔ اور اس کا نفقہ زوج پر واجب نہ ہو گا۔ ہاں جب شوہر کے گھر واپس آجائیگی۔ خواہ شوہر اپنے گھر سے باہر سفر پر چلا گیا ہو۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ عورت اگر زوج کے سفر پر چلے جانے کے بعد واپس لوٹ کر آئی ہے۔ تو وہ ناشزہ ہی کہلائے گی۔ اور اس کا نفقہ زوج پر واجب نہ ہو گا۔ تا آنکہ وہ سفر سے اپنے گھر واپس لوٹ کر آجائے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی من حاشیۃ البحر للرملی)

نشوز کے لغوی معنی

نشوز کے لغوی معنی نافرمانی، ناموافقت کے ہیں۔ اور فقہ کی اصطلاح میں خروج ناحق اور منع نفس کے یہ تفسیر حضانت سے منقول ہے۔ (کذا فی البحر)

والقول لها في عدم النشوز بيمينها وتسقطبه المفروضة لا المستد انة في الاصح كالموت قيد بالخروج لانها لو مانعته من الوطئى لم تكن ناشزه وشمل الخروج الحكمي كأن كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهي كالخارجة مالم تكن سألته النقلة.

ترجمہ اور عورت کا قول معتبر ہے خارج نہ ہونے میں قسم کے ساتھ اور نشوز کے سبب ساقط ہوتا ہے، وہ نفقہ جو فرض تھا نہ کہ وہ نفقہ جو ذمہ میں قرض تھا صحیح قول کی بناء پر جیسے موت ہو جانے کی صورت میں نفقہ فرض ساقط ہو جاتا ہے مگر قرض والا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ اور مصنف نے ناشزہ کو خروج کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس لئے کہ عورت اس کو وطی سے مانع ہوئی گھر میں رہتے ہوئے۔ تو وہ ناشزہ نہیں ہے اور ناشزہ کا خروج، خروج حکمی کو شامل ہے مثلاً گھر عورت کا ہو مگر اس نے مرد کو

اپنے پاس آنے سے روک دیا ہو۔ تو یہ خروج کرنے والی کی مانند ہے جب تک عورت نے شوہر سے نقلی مکان کا سوال نہ کیا ہو۔

نشوز میں زوجہ کا قول معتبر ہے نہ کہ مرد کا

اور عدم خروج میں عورت کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ مثلاً اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ عورت ناشزہ ہے بلا عذر شرعی گھر سے باہر چلی گئی تھی۔ اور اس پر اس کے لئے کوئی گواہ نہیں ہے لیکن عورت نشوز کی منکر ہے اور اس پر قسم کھاتی ہے تو زوجہ کا قول معتبر ہوگا۔ چنانچہ عورت کو غیر ناشزہ مان لیا جائے گا۔ اور مرد پر اس کا نفقہ واجب ہوگا۔

نشوز سے کون سا نفقہ ساقط ہوتا ہے

اور عورت کے ناشزہ ہونے سے وہ نفقہ ساقط ہو جاتا ہے جو فرض ہو اور اگر بصورت قرض اس کے ذمہ پہلے سے واجب تھا تو وہ ساقط نہیں ہوتا۔ اصح قول کی بنا پر

موت سے زوجہ کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے

اسی طرح جیسے بیوی کا نفقہ کی کوئی مقدار مقرر ہو گئی اور اس پر چند ماہ گذر گئے۔ اور بیوی نے وہ نفقہ نہ پایا۔ اس کے بعد زوجہ نے گھر سے خروج کیا تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا۔ اور اگر زوج کی اجازت سے اس نے بقدر نفقہ کسی سے قرض لے لیا ہے یا قاضی کے حکم سے اس نے قرض لے لیا ہے۔ اور پھر گھر سے خروج کیا ہو تو یہ نفقہ ساقط نہ ہوگا شوہر کو دینا پڑے گا۔ نیز یہی حکم موت کا بھی ہے کہ اس کا نفقہ مفروضہ موت سے ساقط ہو جائے گا۔ مگر قرض لیا ہوا ساقط نہ ہوگا۔ (کذافی حاشیہ المدنی ناقلاً عن الذخیرہ)

ناشزہ حکمی کا حکم

اور ناشزہ کا حکم خروج حکمی یعنی وہ عورت جو حکماً ناشزہ ہو۔ مثلاً مکان تو عورت ہی کا ہے۔ مگر عورت شوہر کو اپنے پاس آنے سے روک دے تو اس صورت میں عورت خارج ہونے والی کے حکم ہے۔ اس کا نفقہ شوہر پر لازم نہ ہوگا جب تک بیوی نے شوہر سے نقلی مکان کا سوال نہ کیا ہو۔ مطب یہ ہے کہ بیوی اپنے گھر میں رہتے ہوئے شوہر سے کہے کہ مجھے دوسرے مکان میں لے چل اس گھر میں نہ رہوں گی۔ اور شوہر نے اس پر توقف کیا ہو۔ اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

ولو كان فيه شبهة كبيت السلطان فامتنعت منه فهى ناشزة لعدم اعتبار الشبهة فى زماننا بخلاف ما اذا خرجت من بيت الغصب او ابت الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبى بعثه لينقلها فلها النفقة .

ترجمہ

شوہر جس مکان میں منتقل ہونا چاہتا ہے اس میں شبہ سے معلوم نہیں مال حرام سے بنوایا ہے یا حلال مال سے اس لئے عورت نے اس مکان میں جانے سے انکار کر دیا ہو۔ تو عورت ناشزہ ہے اس لئے کہ شبہ پر ہمارے یہاں کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔ اس کے برخلاف اگر زوجہ نے غصب کئے ہوئے مکان سے خروج کیا یا بیت مغصوب پر جانے سے انکار کیا اور وہاں جانے سے رُک گئی یا شوہر کیساتھ سفر میں جانے سے رک گئی یا کسی اجنبی مرد کے ساتھ جانے سے رک گئی جس کو شوہر نے بھیجا تھا کہ وہ عورت کو پہنچا آئے تو ان صورتوں میں عورت کے لئے نفقہ کا استحقاق ہے۔

مکان مشتبہ ہے معلوم نہیں حلال مال سے بنایا حرام سے

اور اگر بیوی ایسے مکان میں جانے سے رک گئی جس کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ مال حرام سے بنایا حلال مال سے مثلاً بادشاہ کا گھر تو عورت ناشزہ ہے۔ اس لئے ہمارے زمانے میں شبہ کا اعتبار نہیں ہے یعنی زمانہ ماضی میں اس کثرت سے بددیانتی ہوئی ہیں کہ آدمی کو شبہات سے بچنا محال ہو گیا ہے اس لئے شبہ پر ہمارے نزدیک کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔ عورت اگر اس گھر میں جانے سے رک گئی تو وہ ناشزہ ہے البتہ شبہات سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ گرزوۃ کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور محض مستحب کی وجہ سے کسی فرض کو چھوڑنا بڑی ہی ناسمجھی کی بات ہے۔

عورت زوج کے ساتھ غصب کئے ہوئے مکان میں مقیم تھی

پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کردہ ہے یہ سن کر بیوی گھر سے نکل گئی تو اب وہ ناشزہ نہ ہوگی کیونکہ اس کا نکلنا عذر شرعی سے ہوا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے ہی سے غصب کئے ہوئے مکان میں رہتا ہے۔ اور وہیں اس نے بیوی کو بلایا عورت نے اس گھر میں جانے سے انکار کر دیا۔ عورت ناشزہ شمار نہ ہوگی۔

مرد عورت کو باہر سفر میں لے جانا چاہتا ہے

اور اگر شوہر بیوی کو اپنے ہمراہ باہر کہیں سفر میں لے جانا چاہتا ہے مگر عورت نے سفر میں جانے سے انکار کر دیا تو عورت ناشزہ نہیں ہے اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے فتوی اسی پر ہے کیونکہ عورت کی مرضی کے بغیر اس کو سفر میں لیجانے کا شوہر کو حق نہیں ہے۔

شوہر سفر میں ہے اور اجنبی مرد سے عورت کو بلایا

اگر شوہر سفر میں ہے اور اس نے ایک اجنبی آدمی کو بھیجا کہ بیوی کو لے آؤ مگر عورت نے اجنبی نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ تو بھی ناشزہ نہیں ہے اس کا نفقہ زوج پر لازم ہے کیونکہ نامحرم مرد کیساتھ عورت کا سفر میں جانا جائز نہیں ہے۔

سفر کی مدت صرف دو منزل ہے اور عورت جانے سے انکار کرتی ہے

اور اگر سفر کی مسافت کم ہے۔ یعنی دو منزل یا اس سے بھی کم ہے اور عورت نامحرم کیساتھ جانے سے انکار کرتی ہے۔ تو وہ ناشزہ ہے اس کو نفقہ کا استحقاق نہ ہوگا۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

و کذا لو آجرت نفسها لارضاع صبی وزوجها شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزة ولوسلمت نفسها باللیل دون النهاراوعکسه فلا نفقهة لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبه عرف جواب واقعة فی زماننا بانه لوتزوج من المحترفات التی تکون بالنهار فی مصالحها وباللیل عنده فلا نفقة لها انتهی قال فی النهر وفیه نظر.

ترجمہ اسی کی طرح عورت ناشزہ نہیں ہے اگر اس نے اپنے آپ کو اجرت پر مقرر کر دیا، کسی بچے کے دودھ پلانے کے لئے حالانکہ اس کا شوہر ایک شریف اور سنجیدہ آدمی ہے (جو بیوی کی ملازمت، کو پسند نہیں کرتا) اور عورت گھر سے باہر

نہیں نکلی۔اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں عورت ناشزہ ہے۔اور اگر عورت نے اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ رات میں کیا مگر دن میں نہیں حوالے کرتی۔یااس کے برعکس کرتی ہے تو اس کے لئے نفقہ کا استحقاق پر اس کی سپردگی کی کمی کی وجہ سے مجتبیٰ میں بیان کیا گیا ہے۔اور اسی کے مطابق جواب جاری ہے۔ان واقعات میں جو ہمارے زمانے میں پیش آرہے ہیں وہ یہ کہ اگر مرد نے ایسی عورت سے شادی کی جو پیشہ ور ہے (مثلاً دائی جنائی وغیرہ) جو دن کے اوقات میں اپنے پیشہ میں مصروف رہتی اور رات میں شوہر کی خدمت میں رہتی ہو تو اس کے نفقہ کا استحقاق نہیں ہے،اس کو نہر الفائق میں بیان کیا ہے،مگر اس میں نظر ہے۔

پیشہ ور عورت ناشزہ ہے یا نہیں

اسی طرح اس عورت کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے جس نے کسی بچے کو دودھ پلانے کی ملازمت کرلی ہو اور اس کا شوہر ایک شریف آدمی ہے جس کو شرم آتی ہے کہ اس کی بیوی کسی کے لڑکے کو دودھ پلانے کی ملازمت کرے۔گو بیوی دودھ پلانے کیلئے گھر سے باہر نہیں جاتی۔بلکہ گھر میں رہ کر ہی دودھ پلادیتی ہے تو اس صورت میں عورت ناشزہ نہیں ہے۔مگر دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس عمل سے بھی عورت ناشزہ ہو جاتی ہے۔اسی قول کو دوسرے حاشیہ لکھنے والوں نے قوی کہا ہے۔اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو پھر عورت اپنے شریف شوہر کو شرمندہ کیوں کرتی ہے۔

بیوی رات کو شوہر کے پاس رہتی اور دن کو اپنا پیشہ انجام دیتی ہے

اور اگر بیوی نے اپنے آپ کو رات میں شوہر کے سپرد کیا اور دن کو اپنا کام انجام دیتی ہے یا اس کے برعکس کرتی ہے یعنی دن میں شوہر کے پاس اور رات کو اپنا کام انجام دیتی ہے تو اس صورت میں بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں اس لئے سپرد کرنے میں عورت نے کوتاہی کی ہے۔

کتاب المجتبیٰ کی رائے

اور مشہور کتاب المجتبیٰ میں مذکور ہے کہ اس جواب سے اس واقعہ کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔جو ہمارے زمانے میں پیش آیا۔اگر کوئی شخص کسی پیشہ ور عورت سے شادی کرلے۔مثلاً دائی جنائی ہے یا مردوں کو غسل دینے والی وغیرہ جو دن کو اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے۔اور رات کو اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے۔تو اسکا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔اس لئے کہ تسلیم میں نقص ہے۔انتہی کلام المجتبیٰ۔

کتاب نہر الفائق کی رائے

اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ اس جواب میں ہم کو اشکال ہے۔مگر اس کو نقل نہیں کیا گیا۔

مصنف کی رائے

فیہ نظر کہا تو مگر اس کی تفصیل کوئی ذکر نہیں فرمائی طبی بخشی نے لکھا ہے کہ دائی نائی اور غسل دینے والی عورتیں معذور ہیں۔اس کے برخلاف وہ عورتیں جو بلا عذر رات میں یا دن میں اپنے آپ کو شوہر کے سپرد نہ کریں۔وہ نفقہ کی مستحق ہیں شیخ رحمتی نے کہا دائی جنائی کا کام عذر شرعی نہیں ہے۔کیونکہ اس کا خرچہ جب شوہر کے ذمہ ہے تو اس کو کسب کرنے کی کیا ضرورت ہے لہٰذا زوج کو منع کرنے کا حق ہے۔

امام طحاوی کی رائے

عورت خواہ منحوسہ ہو یا محبوسہ چاہے حاجت مند اگر چہ معذور ہیں مگر زوج کے ذمہ ان کا نفقہ ساقط ہے۔ اس کو شوہر کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے لہٰذا ان کے نزدیک عذر کا پایا جانا عورت کی سپردگی کے سلسلے میں نفقہ کو واجب نہیں کرتا۔

و محبوسة و لو ظلما الااذاحبسها هو بدين له فلها النفقة فى الاصح جوهرية و كذا لو قدقدرعلى الوصول اليها فى الحبس صيرفية كحبسه مطلقا لكن فى تصحيح القدورى لو حبس فى سجن السلطان فالصحيح سقوطها.

ترجمہ اور وہ عورت جس کو قید کر دیا گیا ہو زوج کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہے۔ اگر چہ اسے ظلماً قید کیا گیا ہو لیکن اس صورت میں کہ خود زوج نے بیوی کو اپنے قرض کی وجہ سے مقید کیا ہو۔ تو اس صورت میں عورت کے لئے اس کا نفقہ صحیح قول کی بناء پر زوج کے ذمہ واجب ہے (جوہرہ) اس طرح اگر عورت کے قید خانہ میں ہوتے ہوئے اس کے پاس وصل کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ (کذانی الصیرفیتہ) جس طرح اس صورت میں کہ زوج قید خانے میں مقید ہو تو زوج پر مطلقاً نفقہ زوجہ کا واجب ہے خواہ زوج کو ناحق قید کیا گیا ہو یا کسی جرم کی وجہ سے قید خانہ میں بھیجدیا گیا ہو۔ لیکن قدوری کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ زوج اگر بادشاہ کی قید میں ہے تو صحیح یہ ہے کہ نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر عورت مقید کر دی جائے تو اس کا نفقہ زوج کے ذمہ واجب ہے یا نہیں

قیدی عورت کا نفقہ شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔ اگر چہ عورت کو ناجائز ظلم وزیادتی ہی سے ناحق مقید کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ اس کے مقید ہونے کی وجہ سے زوج اس کے وصل پر قادر نہیں ہے۔ اور عورت زوج کے قبضہ اور احتباس میں نہیں ہے۔

اگر اپنے کسی قرض کی وجہ سے زوج نے عورت کو قید کرادیا

ہاں اگر خود زوج ہی نے اپنے کسی قرض کی وجہ سے اپنی بیوی کو قید کرادیا ہے تو اس صورت میں مطلقاً اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے خواہ شوہر اس کے پاس پہونچ سکتا ہو یا نہ پہونچ سکتا ہو صحیح قول یہی ہے۔ (کذانی الجوہرہ)

شوہر قید خانہ میں ہو اور عورت گھر پر

بیوی شوہر کے گھر پر موجود ہے مگر شوہر اس کا جیل میں مقید ہے تو اس صورت میں زوجہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے چاہے شوہر کو ظلماً قید کیا گیا ہو۔ یا کسی ضرر کی وجہ سے اور عورت اس کے پاس پہونچ سکتی ہو یا پہونچ نہ سکتی ہو اس لئے کہ احتباس کرنا اور تسلیم نہ کرنا عورت کی جانب سے نہیں پایا گیا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ زوجہ شوہر کے گھر پر موجود ہو۔ اس کے باہر چلے جانے پر شوہر راضی بھی نہیں۔ لہٰذا شوہر کا احتباس قائم ہے۔

امام قدوری کی رائے

صاحب قدوری نے لکھا ہے کہ شوہر اگر بادشاہ کے قید خانہ میں ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہے۔

طحطاوی اور مدنی محشی کی رائے

امام طحطاوی اور مدنی محشی نے تصریح کی ہے کہ قدوری میں یہ مسئلہ قاضی خاں سے نقل کیا گیا ہے حالانکہ فتاوی عالمگیری میں اس کے خلاف مذکور ہے لہٰذا مسئلے کے نقل کرنے میں صحیح قدوری سے غلطی ہوئی یا پھر صاحب نہر الفائق سے یہ غلطی ہوئی ہے اور شارح نے وہیں سے انکا قول نقل کیا ہے جو کہ صحیح مذاہب کے بھی خلاف ہے اور صریح روایت کے بھی کی زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجودیکہ وہ جماع پر قادر نہ ہو۔ اس واسطے کی عورت کی طرف سے تسلیم سے مانع نہیں ہے تو محبوس سلطانی میں بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگا۔

مصنف شارح کی رائے

مشاہیر قاضی خاں اور فتاوی عالم گیری کو میں نے خود ہی دیکھا ہے واقعتاً اس میں قدوری کی رائے کے خلاف مذکور ہے قاضی خاں کی عبارت اصل یہ ہے کہ **ان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفو افیه والصحیح انها تستحق النفقة** یعنی اگر زوج بادشاہ کی قید میں ظلماً مقید کر دیا گیا ہو۔ تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ زوجہ نفقہ کی مستحق ہے اور فتاوی عالمگیری میں بھی بعینہٖ یہی عبارت مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب

وفی البحر عن مآل الفتاویٰ ولو خیف علیها الفساد تحبس معه عند المتاخرین و مریضة لم تزف ای لا یمکنها الانتقال معه اصلا فلا نفقة لها وان لم تمنع نفسها لعدم التسلیم تقدیرا بحر ومغصوبة کر ها و حاجة ولونفلا لامعه ولو بمحرم لفوات الاحتباس ولو معه فعلیه نفقة الحضر خاصة لا نفقة السفر ولا الکراء امتنعت المرأة من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بها علة فعلیه ان یاتیها بطعام مهیا.

ترجمہ

اور کتاب مال الفتاویٰ سے نقل کر کے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر بیوی پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کی جاوئے۔ زوج کے ساتھ متاخرین کے نزدیک اور اُس بیمار عورت کا نفقہ زوج کے ذمہ واجب نہیں ہے جو بسبب بیماری کے شوہر کے گھر نہیں آئی۔ اسی طرح اس زوجہ کا نفقہ بھی واجب نہیں جس کو شوہر سے زبردستی کسی نے چھین لیا ہو۔ اور اس بیوی کا نفقہ بھی زوج پر واجب نہیں جو عورت حج کرنے گئی ہے مگر زوج کے ساتھ نہیں گئی اگرچہ اپنے کسی محرم کے ساتھ میں گئی ہو۔ اور حج نفلی ہو احتباس کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ اور اگر سفر حج میں زوج اس کے ساتھ ہے تو شوہر کے ذمہ صرف حضر کا نفقہ واجب ہے سفر کا نفقہ واجب نہیں اور کرایہ سفر کا بھی واجب نہیں عورت شوہر کے گھر میں چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے رک گئی تو عورت اگر اس گھر خاندان سے ہے کہ جس گھر میں عورتیں اس قسم کا کام انجام نہیں دیتیں یا عورت کو کوئی عذر ہے تو شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ بیوی کو تیار شدہ کھانا لا کر کھلائے۔

نفقہ کے متعلق مال الفتاویٰ کی رائے

اور مال الفتاویٰ سے بحر الرائق نے نقل کیا ہے کہ اگر بیوی پر کسی فساد کا اندیشہ ہو تو شوہر کے ساتھ اس کو بھی اس کے شوہر کے ہمراہ قید میں بھیج دیا جائے۔ متاخرین کے نزدیک عام اس سے کہ شوہر کو خود بیوی نے اپنے کسی فرض کی وجہ سے شوہر کو جیل میں بھجوایا ہو یا کسی دوسرے آدمی نے مگر شرط یہ ہے کہ جیل میں اجنبی لوگ نہ ہوں۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

عورت اس قدر بیمار ہے کہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتی

اور وہ عورت جو کسی بیماری کی وجہ سے اپنے گھر سے شوہر کے گھر نہیں پہونچ سکی۔ تو اس عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔ اگر چہ عورت اپنے شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرتی ہو۔ مگر پھر بھی اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں اس واسطے عورت کی جانب سے تقدیراً تسلیم نہیں پایا گیا۔ (کذافی البحر)

جس عورت کو زبردستی چھین لیا گیا ہو

اور وہ عورت جس کو کسی نے زبردستی غصب کر لیا ہو اس کا نفقہ زوج پر واجب نہیں مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مغصوبہ (غصب کی ہوئی عورت) کا نفقہ شوہر پر لازم ہے اور اگر غصب کرنے والے کے ساتھ عورت خوشی سے چلی گئی تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا نفقہ شوہر سے ساقط ہے۔ (کذافی حاشیہ المدنی)

حج میں جانے والی عورت کا نفقہ بذمہ زوج واجب نہیں

اور اگر عورت جو اپنے کسی محرم کو ساتھ لیکر حج کو چلی گئی تو اس کا نفقہ بھی زوج کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر شوہر کے ساتھ سفر حج کو گئی ہے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے مگر وہ نفقہ جو حضر میں واجب ہے مصارف سفر اور سفر کے معیار کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ عورت اگر حج فرض کو ادا کرنے کے لئے گئی ہے تو زوج کے ذمہ نفقہ واجب ہو گا۔

حلبی محشی کی رائے

شارح کے لئے لازم تھا کہ اپنی عبارت میں لو لفظ کے بجائے لو فرضا تحریر فرماتے اس لئے کہ عورت اگر حج فرض ادا کرنے کیلئے سفر کرے تو شوہر کے ذمہ اس کے نفقہ کے وجوب و عدم وجوب میں اختلاف ہے مگر حج نفل کے لئے جانے میں تو بالاتفاق عورت کا نفقہ ساقط ہے شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔

میاں بیوی دونوں ایک ساتھ حج کو گئے

اور اگر مرد و عورت دونوں ایک ساتھ سفر حج میں گئے تو حضر کا نفقہ زوج پر واجب ہے سفر کا نفقہ نہیں یعنی گھر میں قیام کے زمانے میں جو نفقہ شوہر پر واجب ہے وہی نفقہ سفر میں دے گا سفر کا خرچہ کرایہ اور نفقہ زوج پر واجب نہیں ہے۔ (کذافی الدر)

بیوی نے شوہر کے گھر آٹا پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کیا

اگر عورت نے شوہر کے گھر پر چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے انکار کیا۔ تو اس موقع پر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا عورت ان لوگوں میں سے ہے جن کے گھروں پر عورتیں یہ کام نہیں کرتیں۔ اونچے خاندان زمیں زادے یا عورت کو کوئی ایسی بیماری لاگو ہے کہ جس کی وجہ سے وہ کھانا پکانے سے معذور ہے تو زوج پر واجب ہے کہ وہ بیوی کو پکا پکایا کھانا تیار کرا کے دے۔

والا بان کانت ممن تخدم نفسها وتقدر علی ذلك لا یجب علیه ولا یجوز لها اخذ الاجرة علی ذلك لوجوبه علیها دیانة ولو شریفة لانه علیه الصلوٰة والسلام قسم الاعمال بین علی و فاطمة فجعل اعمال الخارج علی علی رضی الله عنه والداخل علی فاطمة رضی

الله تعالى عنها مع انها سيدة نساء العالمين.

ترجمہ اور اگر نہیں ہے۔ بایں طور کہ عورت ان عورتوں میں سے ہے جو اپنے کام خود کر لیتی ہیں۔ اور عورت کھانے پکانے پر قدرت بھی رکھتی ہے تو زوج پر تیار شدہ کھانا لا کر دینا واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجرت لینا عورت کے لئے جائز نہیں ہے اس لئے کہ دیانۃً یہ کام عورت کیلئے واجب ہے اگرچہ عورت شریف ہو۔ اسلئے کہ حضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کام تقسیم فرما دیئے تھے۔ پس باہر کے کام حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور گھر کے اندر کے کام حضرت فاطمہ کے سپرد فرمائے تھے باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام مؤمنہ عورتوں کی سردار ہیں۔

بیوی کے گھر عورتیں گھریلو کام خود کرتی ہیں

اور اگر عورت اس گھر خاندان کی رہنے والی ہے جہاں عورتیں آٹا پیسنے اور روٹی پکانے کا کام خود کر لیتی ہیں۔ اور عورت کو ایسی کوئی بیماری بھی نہیں کہ جس کی وجہ سے وہ یہ کام نہ کر سکتی ہو۔ تو مرد پر اس کے لئے تیار شدہ پکا کھانا دینا واجب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو غلہ دیدیا کرے۔ اور وہ خود اپنا کھانا پیس پکا لیا کرے۔ کیونکہ اس قسم کے کام عورت پر از روئے دیانت واجب ہیں۔ اگرچہ قاضی عورت پر جبر نہیں کر سکتا۔

امام سرخسی کی رائے

اور امام سرخسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا عورت پر جبر نہیں۔ لیکن اگر باوجود قدرت رکھنے کے بیوی نے نہ پکایا تو اس کو دال اور سالن نہ دے۔ (کذا فی العقار)

شیخ رحمتی کی رائے

اور امام سرخسی کے مذکورہ قول کا مطلب شیخ رحمتی نے یہ بیان کیا ہے کہ دال اور سالن نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اس کو دودھ یا گھی دے تاکہ عورت آسانی سے روٹی کھالے۔

(کذا فی حاشیہ المدنی)

گھریلو کاموں پر عورت کا اجرت لینا جائز نہیں

اور عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ روٹی پکانے، آٹا پیسنے اور گھریلو دیگر کام کرنے کی اجرت کا شوہر سے مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ کام دیانتاً عورت پر واجب ہیں اگرچہ عورت شریف ہو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی ضروریات کو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان اس طرح تقسیم فرما دیا تھا کہ باہر کے کام مثلاً اونٹ کو پانی پلانا۔ بازار سے سودا خرید کر لانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذمے کر دیئے تھے۔ اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جھاڑو برتن صاف کرنا۔ حضرت فاطمہ زہرا کے ذمہ کر دیئے تھے۔ حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار تھیں۔

حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا کا مقام عالی

یہاں تک کہ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت خدیجۃ الکبری اور حضرت مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہیں۔ کیونکہ جگرپارۂ رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں۔ اور آنحضورؐ تمام مخلوق کے سردار ہیں لہٰذا جب تمام عالم کی سردار کی ذمہ اندر گھر کے کام سپرد ہوئے۔ تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن بعض علماء داخلی و خارجی کاموں کی تقسیم میں کلام کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کاموں کو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بر بناء عادت اہل عرب کے کیا کرتی تھیں نہ کہ بحکم رسالت کے، نیز اس

میں بھی بیان ہے کہ یہ جو حضرت صحابہ کی عورتیں گھریلو کام ضرورت وافلاس کی وجہ سے کرتی تھیں یا شرعی حکم کی بناء پر۔ اسی وجہ سے فقہاء نے گھریلو کام دیانۃً واجب کہا ہے قضاءً واجب نہیں کہا۔ اس لئے کہ جس کو اس قسم کے کام کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لئے سخت مصیبت ہے اس لئے قاضی ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

ویجب علیه آلة طحن وآنیة شراب و طبخ ککوزوجرة وقدرو مغرفة وکذا سائرادوات البیت کحصیر ولبدوطنفسة و ماتتنظف به وتزیل الوسخ کمشط واشنان وصابون ومداس رجلها و تمامه فی الجوهرة و البحر

ترجمہ اور شوہر پر آٹا پیسنے کے آلات کا فراہم کرنا اور سل بٹہ پانی پینے اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ گھڑا، مٹکا، ہانڈی اور ڈوئی۔ اور اسی طرح دیگر گھریلو سامان چٹائیاں، چارپائیاں گدہ فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی وستھرائی ہو سکے۔ جیسے کنگھی آشنان (مدینہ میں) ایک خوشبودار گھاس ہے اس سے بال صاف ہو جاتے ہیں۔ یا صابن جس ملک میں جس چیز کا رواج ہو اس کا فراہم کرنا شوہر پر واجب ہے اور اس کا پورا بیان جوہرہ اور بحر الرائق میں موجود ہے

اثاث البیت اور بیوی کی جملہ ضروریات کا فراہم کرنا شوہر کے ذمہ ہے

گھر میں استعمال کی جانے والی اشیاء اور امور خانہ داری میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان تمام چیزوں کو فراہم کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے مثلاً آٹا پیسنے کی چکی سل بٹہ اور پکانے کھانے کے برتن جیسے پیالہ گھڑا مٹکا ہانڈی ڈوئی وغیرہ اسی طرح دوسرا سامان جیسے چٹائی چارپائی گدہ اور فرش کے لئے جیسے دری، شطرنجی اس کے علاوہ وہ سامان جس سے عورت بدن اور کپڑے صاف کر سکے۔ جیسے کنگھی اشنان، صابن، اور وہ سامان جو اس علاقے کی عورتیں استعمال کرتی ہوں۔ یا ان کا رواج ہو۔ اس کا پورا بیان جوہرہ وغیرہ بحر الرائق میں مذکور ہے۔

حاشیہ مدنی میں بھی یہ مضمون اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ :۔ لذت اور زینت کی چیزیں خضاب، سرمہ، تو یہ چیزیں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں بلکہ زوج کو اختیار ہے چاہے دے اور چاہے نہ دے۔ جب شوہر لا کر دیدے تو استعمال کر کرلے اور خوشبو بھی اس حد تک ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ عورت بسائند کو دور کرلے۔

عورت کے علاج کی ذمہ داری عورت کی بیماری کے علاج کی اجرت اور فصد وغیرہ کی اجرت زوج پر واجب نہیں ہے اور اتنا پانی دینا واجب ہے کہ جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور غسل کرے اور بدن کا میل صاف کرلے۔

کتاب بحر الرائق نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ شوہر کے ذمہ جلانے کی لکڑی کا فراہم کرنا واجب ہے نیز صابن تیل چراغ کیلئے اور پانی غسل وضو کرنے کے لئے۔ (کذافی الظہیر یہ والواقعات)

وضو کا پانی زوج کے ذمہ اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں ہے۔ تو یہ قول ضعیف ہے۔

وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجر ھا من زوجۃ او زوج ولو جاء ت بلا استئجار قیل علیہ وقیل علیھا وتفرض لھا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا او بردا.

ترجمہ کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے کہ دائی جنائی کی اجرت اس پر ہے جس نے اس کو بلایا ہے۔ مرد نے بلایا یا بیوی نے اور اگر دائی جنائی بغیر بلائے آئی ہے تو ایک قول یہ ہے کہ مرد پر اور ایک قول یہ ہے کہ عورت پر اس کی اجرت واجب ہے اور فرض قرار دیا گیا ہے عورت کو کپڑے دینا۔ ہر نصف سال میں ایک مرتبہ کیونکہ ضرورت گرمی اور سردی کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

دائی جنائی کی اجرت بحر الرائق میں لکھا ہے کہ دائی جنائی کی اجرت اس پر ہے جس نے بلایا ہو۔ عورت نے بلایا تو اس کے ذمہ مرد نے بلایا تو مرد کے ذمہ واجب ہے۔

عورت کا علاج معالجہ عورت کا علاج شوہر کے ذمہ نہیں۔ اسی طرح عورت فصد کھلائے یا پچھنے لگوائے تو اس کی اجرت اور فیس مرد کے ذمہ نہیں ہے۔

عورت کے لباس کی ذمہ داری اور سال میں دو جوڑے کپڑے چھ چھ ماہ بعد عورت کو دینا ضروری ہے اس لئے کہ گرمی و سردی کے لحاظ سے ضرورتیں بدلتی رہتی ہیں یعنی گرمی کے کپڑے سردی میں اور سردی کے کپڑے گرمی میں کام نہیں دے سکتے لہٰذا ہر موسم کے لحاظ سے اس کو کپڑے فراہم کرنا چاہئے۔

اور وقت سے پہلے کپڑے پھٹ گئے اور اگر کپڑے وقت سے پہلے پھٹ گئے تو دیکھا جائیگا کہ عورت نے عادت کے مطابق اور احتیاط سے کپڑے استعمال کئے ہیں تو شوہر پر دوسرے کپڑے لا کر دینا واجب ہوگا۔ اور اگر بے احتیاطی سے پہننے اور خلاف عادت استعمال کرنے کی وجہ سے کپڑے پھٹے ہیں تو مرد پر پوشاک دینا واجب نہیں۔ (کذافی عالمگیری ناقلاً عن الجوہرہ)

وللزوج الانفاق علیھا بنفسہ ولو بعدفرض القاضی خلاصۃ الا ان یظھر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض ای یقدر لھا بطلبھا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیھا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لھا ان تاکل من طعامہ وتتخذثوبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصۃ و غیر ھا

ترجمہ اور شوہر کے لئے جائز ہے کہ از خود زوجہ کو نفقہ دے۔ اگرچہ قاضی کے حکم دینے کے بعد ہی ہو (خلاصہ) لیکن اگر ظاہر ہو جائے قاضی کو کہ زوج نفقہ دے گا۔ یعنی عورت کے لئے نفقہ متعین کیا جائے۔ اس کے مطالبہ کرنے کے بعد زوج کے حاضر ہونے کے وقت اور قاضی حکم دے اس کو کہ وہ بیوی کو نفقہ دے۔ اگر عورت اس کے تاخیر کرنے یا ٹال مٹول کرنے کی شکایت کرے۔ بشرطیکہ شوہر صاحب دستر خوان (سخی) نہ ہو اس لئے کہ عورت کے لئے اجازت ہے کہ وہ اس کے دستر خوان میں سے کھائے اور اس کے کپڑوں سے اپنے لئے کپڑا بنالے اس کی اجازت کے بغیر پس اگر حکم کرنے کے بعد شوہر نے اس کو نفقہ نہ دیا اور حاکم نے اس کو قید کر دیا تو اس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا (خلاصہ)

نفقہ ازخود خرید کر زوجہ کو دینا جائز ہے

اور جائز ہے زوج کو نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اس کی ضرورت کی چیزیں خرید کر بیوی کو دیدے اور تا کہ عورت کو باہر جانے کی ضرورت نہ پیش آئے۔ تو اس کی اجازت ہے اگرچہ قاضی کے معین کر دینے کے بعد ایسا کیا ہو۔ (کذافی الخلاصہ)

اگر شوہر نفقہ عورت کو نہ دے

لیکن اگر قاضی کو معلوم ہو جائے کہ زوج اپنی بیوی کو نفقہ نہیں دیتا تو اگر پہلے قاضی نے نفقہ مقرر نہیں کیا تھا تو اب نفقہ مقرر کر دے مگر شرط یہ ہے کہ عورت نے نفقہ کا مطالبہ کیا ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ نفقہ کی تعیین شوہر کی عدم موجودگی میں کرے۔ کیونکہ غائب پر حکم جائز نہیں ہے۔ اب قاضی کے مقرر کرنے کے بعد معلوم ہو کہ شوہر نفقہ نہیں دیتا تو قاضی حکم جاری کرے اگر عورت شکایت کرے کہ شوہر نفقہ نہیں دیتا یا نفقہ دینے میں ٹال مٹول کرتا ہے بشرطیکہ شوہر سخی اور صاحب دستر خوان نہ ہو۔ اور اگر شوہر ایک سخی آدمی ہے اس کے دستر خوان پر دوسرے لوگ آکر کھاتے ہیں تو قاضی کو حکم نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ عورت کو بھی دوسروں کی طرح اختیار ہے کہ اس کے کھانے میں سے کھائے۔ اور کپڑوں سے اپنا لباس تیار کر لے۔ کیونکہ جو آدمی دوسروں کو کھلاتا ہے وہ اپنی بیوی کو کیسے منع کر دے گا۔ یا کمی کیوں کر کرے گا لیکن اگر قاضی کے حکم کرنے کے بعد بھی شوہر عورت کا نفقہ نہ دے تو قاضی کو چاہئے کہ شوہر کو قید کر دے اس کے قید میں رہنے کے زمانے کا نفقہ بھی شوہر سے ساقط نہ ہو گا۔ (کذافی الخلاصہ وغیرھا)

وقوله في كل شهر اى كل مدة تناسبه كيوم للمحترف وسنة للدهقان وله الدفع كل يوم كما لها الطلب كل يوم عند المساء لليوم الاتى ولها اخذ كفيل بنفقة شهر فا كثر خوفا من غيبته عند الثانى وبه يفتى فتح وقس سائر الديون عليه وبه افتى بعضهم جواهر الفتاوى من كفالة الباب الاول .

ترجمہ

اور مصنف کا قول کہ قاضی ہر ماہ کا نفقہ مقرر کر دے یعنی ہر ایک کیلئے وہ مدت مقرر کر دے جو اس کے مناسب حال ہو۔ مثلاً صنعت کار کے لئے روزانہ کی مدت اور کھیتی کرنے والے کے لئے سال بھر کی مدت اور شوہر کے لئے اختیار ہے ہر روز کے نفقہ کے دینے کا جسطرح عورت کو اختیار ہے روزانہ کے نفقہ کے مطالبہ کرنے کا شام کے وقت اور عورت کو اختیار ہے ایک ماہ یا اس سے زائد کے لئے کسی کفیل کے مقرر کرنے کا زوج کے غائب ہو جانے کے خوف سے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (فتح القدیر) اور اسی پر دوسرے قرضوں کو بھی آپ قیاس کر لیجئے۔ جواہر الفتاوی کتاب الکفایہ باب اول۔

قاضی حسب حال نفقہ کی مدت مقرر کر سکتا ہے

اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر ماہ کا نفقہ مقرر کر دے۔ اس قول سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کے مناسب حال مدت مقرر کر دے یعنی اگر صنعت کار جس کی آمدنی روزانہ کی ہے۔ تو روزانہ کے حساب سے نفقہ کی ادائیگی مقرر کر دے۔ اور شوہر اگر کوئی زمیندار یا کھیتی کرنے والا ہے تو سال بھر کی مدت مقرر کر دے۔ تا کہ نفقہ کے دینے میں سہولت رہے۔ اسی طرح اگر کوئی ملازم ہے اور اس کو ماہ بماہ تنخواہ ملتی ہے تو ماہانہ کے حساب سے مقرر کرے۔ (کذافی فتح القدیر)

مرد کیلئے روزانہ نفقہ دیدینے کی اجازت ہے

اور اگر مرد روزانہ ہی نفقہ دینا چاہے تو اس کی اجازت ہے ایسے ہی عورت اگر اپنا نفقہ روزانہ چاہتی ہے تو وہ روزانہ شام کو اگلے دن کا نفقہ لے لیا کرے۔ تاکہ رات میں پینے میں آسانی ہو۔

عورت کو ضامن مقرر کرنے کی اجازت ہے

عورت کو اجازت ہے کہ ہر ماہ یا زائد مدت کے لئے کوئی ضامن مقرر کرادے جبکہ اس کو خوف ہو کہ شوہر غائب ہو جائیگا امام ابویوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی بھی ہے کہ مرد جبر سے کر کے ضامن لے لیا جائے۔ (کذافی الفتح القدیر)

دوسرے قرضوں کے لئے بھی ضامن مقرر کیا جاسکتا ہے

اسی طرح عورت کے نفقہ پر دوسرے قرضوں کو بھی قیاس کر لیجئے۔ کہ اگر مدیون پر غائب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کی ضمانت پر کوئی ضامن لے لیا جائے۔ اور بعض فقہا کا فتوی بھی یہی ہے (جواہر الفتاویٰ کے کتاب الکفالۃ کے باب اول میں یہ مسئلہ مذکور ہے) فتح القدیر نے امام ابویوسفؒ کا قول لکھا ہے کہ اگر عورت پوری عمر کے نفقہ یا ہر مہینہ کے نفقہ کا ضامن طلب کرے تو درست ہے۔

ولو كفل لها كل شهر كذا ابدا اوقع على الابد وكذا لو لم يقل ابدا عند الثاني وبه يفتى بحر وفيه عليها دين لزوجها لم يلتقيا قصاصا الابرضاه لسقوطه بالموت بخلاف سائر الديون وفيه آجرت دارها من زوجها وهما يسكنان فيه لا اجر عليه .

ترجمہ اگر کوئی شخص اس کے ہر مہینہ کا کفیل ہوا کہ وہ اتنا دے گا۔ تو یہ ہمیشہ کا ضامن ہوگا یہی حکم ہے۔ اگر اس نے ابدا کا لفظ نہ کہا ہو۔ اور اسی پر فتوی ہے (بحر) اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ عورت نے قاضی سے نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا درانحالیکہ زوج کا قرضہ بیوی کو ذمہ واجب الادا ہے تو دونوں یعنی نفقہ اور قرض دونوں مل کر مجرانہ ہوں گے۔ شوہر کی رضامندی کے بغیر اس کے لئے نفقہ زوج کی موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف دوسرے تمام دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے۔ تو وہ البتہ حساب میں مجرا ہو سکتے ہیں۔

ضامن کی کفالت دائمی ہوگی

اور اگر کوئی شخص زوج کی طرف سے ہر مہینہ کا کفیل ہو گیا۔ تو وہ کفالت ہمیشہ کیلئے سمجھی جائیگی یعنی زوج اتنی رقم یا اتنا غلہ ہر مہینے بیوی کو ہمیشہ دیا کرے گا۔ اور ایک شخص اس کا کفیل (ضامن) ہو گیا تو یہ کفالت دائمی ہوگی۔ اس میں تینوں اماموں کا اتفاق ہے لیکن امام ابویوسفؒ کے نزدیک اگر دائمی کا لفظ نہ بھی کہا ہو تو بھی کفالت دائمی ہوگی۔ یعنی اگر اس نے ہر ماہ کا لفظ کہہ دیا ہے کفالت دائمی سمجھی جائیگی یہ اور اسی پر فتوی ہے (کذافی بحر الرائق)

اگر شوہر کا کوئی قرض بیوی پر واجب ہو

اور اسی کتاب یعنی بحر الرائق میں یہ جزیہ بھی مذکور ہے کہ شوہر کا کوئی قرض عورت کے ذمہ واجب الاداء ہے اس کے باوجود عورت نے قاضی سے اپنے نفقہ کے مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ تو زوج کی رضامندی کے بغیر دین نفقہ پر مجرانہ ہوگا یعنی اگر زوج یہ کہے

دے کہ اپنا نفقہ میرے دین میں حساب کر کے مجرا کرلو۔ تو ایسا کرنا جائز ہے۔

نفقہ اور دوسرے قرضوں میں فرق ہے

چونکہ نفقہ دین ضعیف ہے کیونکہ زوج کی موت سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اس کے بر خلاف دوسرے دیون کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ ایک دوسرے سے مجرا ہو سکتے ہیں۔ (کذا فی حاشیہ المدنی ناقلاً عن البحر)

ولو دخل بها فی منزل كانت فيه باجر فطولبت به بعد سنة فقالت له اخبرتك بان المنزل بالكراء عليك الاجر فهو عليها لانها العاقدة بزازية و مفهومه انها لو سكنت بغير اجارة فی وقف اومال يتيم او معد للاستغلال فلاجرة عليه فليحفظ.

ترجمہ

اور اسی کتاب بحر الرائق میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ بیوی نے اپنا گھر شوہر کو کرایہ پر دیا درانحالیکہ میاں بیوی دونوں ہی اس میں رہتے ہیں۔ تو شوہر کے ذمہ اس کا کرایہ نہیں ہے۔ اور اگر شوہر نے عورت سے اس گھر میں جماع کیا جس گھر میں عورت کرایہ پر رہتی تھی پس اس کے بعد عورت سے مکان کے کرایہ کا ایک سال کے بعد مطالبہ کیا گیا پس عورت نے کہا میں تجھ کو خبر دے چکی ہوں کہ یہ کرایہ کا مکان ہے تم پر اس کا کرایہ واجب ہے۔ تو اس صورت میں کرایہ عورت پر واجب ہو گا۔ اس لئے کہ عورت ہی کرایہ کا معاملہ کرنے والی ہے۔ (بزازیہ)

میاں بیوی دونوں اس مکان میں رہتے ہیں

اور اسی کتاب بحر الرائق میں یہ جزیہ بھی لکھا ہے کہ عورت نے اپنا مکان شوہر کو کرایہ پر دیدیا۔ اور دونوں میاں بیوی اس میں رہتے ہیں تو اس صورت میں مرد پر کرایہ واجب نہ ہوگا۔

مگر شارح نے اشباہ کے حاشیہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اس قول کے مخالف ہے یعنی زوج پر اس صورت میں کرایہ واجب ہوگا۔

زوج نے عورت کے کرایہ کے گھر پر وطی کرلی

اور اگر شوہر نے اپنی بیوی سے وطی کرلی اس گھر میں جس میں عورت کرایہ دیکر رہتی ہے پھر وطی کے ایک سال کے بعد عورت سے کرایہ کا مطالبہ کیا گیا تو عورت نے زوج سے کہا میں تجھ کو خبر دے چکی ہوں کہ یہ کرایہ کا مکان ہے اور کرایہ تمہارے ذمہ واجب ہے تو اس صورت میں کرایہ شوہر پر واجب نہ ہوگا بلکہ خود بیوی پر واجب ہوگا کیونکہ کرایہ طے کرنے والی عورت ہے۔ مرد کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (کذا فی البزازیہ)

ويقدر ها بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراهم و دنانير كما فی الاختيار و عزاه المصنف لشرح المجمع للمصنف لكن فی البحر عن المحيط ثم المجتبیٰ ان شاء القاضی فر ضها اصنافا اوقومها بالدراهم ثم يقدر بالدراهم وفيه لوقترت علی نفسها فله ان يرفعها للقاضی لتاكل مما فرض لها خوفا عليها من الهزال فانه يضره كما له ان ير فعها للقاضی للبس الثوب لان الزينة حقه.

ترجمہ مذکورہ بالا کا مسئلہ کا قانون یہ ہے کہ عورت اگر اس مکان میں بغیر کرایہ کے رہتی ہے مکان وقف کا ہے یا کسی یتیم کا ہے یا مکان ایسا ہے جو غلہ رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے تو کرایہ شوہر کے ذمہ ہے۔ پس اس کو یاد رکھنا چاہئے اور قاضی مقرر کرے عورت کا نفقہ غلے کی گرانی اور ارزانی کے لحاظ سے نفقہ کا تعین درہم و دینار سے نہ کرے۔ جیسا کہ کتاب الاختیار میں مذکور ہے۔ اور اس کو شارح نے شرح مجمع کے مصنف کی جانب منسوب کیا ہے مگر کتاب بحر الرائق میں محیط سے پھر المجتبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر قاضی مناسب سمجھے تو نفقہ کی نوعیت متعین کر دے یا اس کی قیمت مقرر کر دے۔ اور اسی کتاب بحر الرائق میں یہ مسئلہ بھی مذکور ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ مقرر کر دیا مگر عورت اپنے نفس پر کمی کرتی۔ اور کم کھاتی ہے تو شوہر کو اجازت ہے کہ وہ قاضی کے پاس معاملہ دائر کرے تاکہ عورت مقرر کردہ خوراک کھائے اس اندیشہ سے کہ کہیں کم کھانے سے عورت دبلی اور کمزور نہ ہو جائے جس طرح شوہر کو اجازت ہے کہ وہ عورت پر پوشاک کے بارے میں معاملہ دائر کرے کہ عورت کپڑے نہیں پہنتی اس لئے کہ عورت کی زینت مرد کا حق ہے۔

عورت عاقدہ کیوں ہے وہ مکان جو غلہ رکھنے کے لئے تیار کیا گیا ہو یا وہ مکان جو کسی یتیم کا ہو۔ یا مکان وقف کا ہو۔ ان میں سے کسی مکان میں بھی سکونت پذیر ہے تو زوج پر اس کا کرایہ واجب ہے کیونکہ اجارہ معاملہ (عقد اجارہ) عورت نے نہیں کیا اور زوجہ کا سکنی زوج کے ذمہ واجب ہے لہٰذا زوج کو اس مکان کا کرایہ دینا واجب ہوگا۔ اس مسئلے کو یاد رکھنا چاہئے۔

بازار کے بھاؤ کے لحاظ سے زوجہ کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور قاضی کو چاہئے کہ زوجہ کا نفقہ گرانی اور ارزانی کو پیش نظر رکھ کر مقرر کر دے۔ اور گرانی ارزانی کا معیار غلہ ہے نفقہ کا معیار روپیہ پیسہ نہیں ہے۔ (کذافی الاختیار شرح المختار) مصنف نے اپنے اس قول کو شرح مجمع کی جانب منسوب فرمایا ہے۔

بحر الرائق کی رائے اور کتاب بحر الرائق میں محیط اور مجتبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ ہر قسم کا الگ الگ متعین کر دے مثلاً گیہوں اتنا، گوشت اتنا، اور تیل، گھی اتنا اسی طرح دال نمک مرچ وغیرہ خواہ روزانہ کیلئے یا مہینہ بھر کیلئے اور چاہے تو پورے سال کیلئے متعین کر دے اور چاہے تو ان کی پوری میزان کے مصارف کا اندازہ اور تخمینہ درہم و دینار (روپے پیسہ) سے کر دے اور زوج کو حکم دے کہ ہر ماہ یا ہر سال اتنے روپے بیوی کو بطور نفقہ دینا ہوگا۔

متعین نفقہ کے خرچ کرنے میں بیوی بخل کرے جو نفقہ قاضی نے مقرر کر دیا ہے بیوی اگر اس میں بخل سے کام لے کم خرچ کرے تو شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ قاضی کے یہاں اس کی نالش کر دے تاکہ بیوی پوری خوراک کھانا کھائے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ کمزور و ضعیف ہو جائے گی۔ کیوں کہ بیوی کی بیماری اور ضعف سے زوج کا نقصان ہے عورت رغبت اور شہوت کے قابل نہیں رہتی۔

بیوی حسب منشا زوج لباس عمدہ نہیں استعمال کرتی نیز شوہر کو اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ قاضی کے پاس عورت کی شکایت اس بات کی بھی

کرے کہ عورت پوشاک نہیں تبدیل کرتی اور میلی کچیلی رہتی ہے اس لئے کہ عورت کا سنگار کرنا (میک اپ کرنا) کنگھی کرنا خوشبو لگانا اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہن کر شوہر کے سامنے آنا) مرد کا حق ہے اس لئے قاضی سے شکایت کر سکتا ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا مردوں کا حق عورتوں پر ہے مشروع طریق پر۔ (کذافی حاشیہ الطحاوی)

وتزاد في الشتاء جبة وسروا لا و مايدفع به اذى حر و برد و لحافا وفراشا وحدها لانها ربماتعتزل عنه ايام حيضها و مرضها ان طلبته.

ترجمہ اور عورت کیلئے کپڑوں میں اضافہ کیا جائے موسم سردی میں جبہ اور پائجامہ اور اس کپڑے میں اضافہ بھی جس سے سردی اور گرمی کو دور کیا جا سکے۔ نیز اس کیلئے لحاف گدا کا الگ سے انتظام کیا جائے۔ کیونکہ بعض اوقات عورت مرد سے جداء سوتی ہے مثلاً حیض کے ایام میں اور بیماری کے دنوں میں مذکورہ لباس قاضی مقرر کر دے اگر عورت اسکا مطالبہ کرے۔

گرمی اور سردی کا لباس عورت کیلئے مہیا کیا جائے

عورت کے لئے لباس کے عنوان میں موسم کا لحاظ کر کے سردی کے موسم میں جیسا کہ سروال کا انتظام کیا جائے۔ یہ ان عوتوں کے متعلق ہے جو فقط قمیص پر اپنا گذر بسر کرتی ہیں جیسے عرب کی کنواری عورتیں جن کو بدویہ کہا جاتا ہے لیکن جن عورتوں کی عادت عام یہ ہے کہ وہ پائجامہ سال کے سال برابر پہنتی ہیں جیسے ہندوستان میں شریف خاندانوں کا رواج ہے تو اس قسم کی عورتوں کو گرمی و سردی پائجامہ کا مہیا کرنا واجب ہے۔

پوشاک کے بارے میں امام محمد کا قول

کتاب ظہیریہ میں منقول ہے کہ امام محمدؒ نے عورت کے سال بھر کے لباس کے متعلق فرمایا ہے کہ دو درع دو خمار اور ایک ملحفہ درع وہ کرتا جو گلے سے نیچے تک لمبا ہو۔ خمار وہ کپڑا جو سر پر اوڑھا جاوے ملحفہ کے ایک معنی ہیں وہ بڑی چادر جس سے پورے بدن کو چھپایا جا سکتا ہو بعض نے کہا ملحفہ کے معنی رات میں پہن کر سونے کے لئے استعمال ہونے والے کپڑے کو کہتے ہیں مگر حصاص نے درع کے بجائے قمیص تحریر فرمایا ہے مگر درع و قمیص درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ درع میں چاک سینے کی طرف کھلا ہوا ہوتا ہے قمیص میں چاک دونوں مونڈھوں کی جانب کھلا ہوا ہوتا ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر)

لباس کے بارے میں عالم گیری کی رائے

اور فتاوی عالم گیری میں ینابیع سے منقول ہے کہ عورت کا لباس مرد کے ذمہ واجب ہے دستور کے مطابق جیسی عورت کی اپنی عادت ہو یا گرمی و سردی میں جس کپڑے کی عادت ہو اور اگر عورت کی عادت ایسی ہے جو ملک کی روایات کے خلاف ہے تو ہر ملک میں اسی ملک کی عادت کے مطابق لباس دینا ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ لباس ایسا ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ کہ وہ لباس جو آج کل شہروں میں رائج ہے جس میں سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہے حق تعالیٰ ان کو شرم و حیا نصیب فرمائے۔

گرمی و سردی کا مناسب کپڑا مہیا کرنا چاہئے

عورت کے لباس میں وہ کپڑا بڑھا دینا چاہئے جو گرمی و سردی کو دور کر سکے اور گرمی و سردی سے عورت اپنی حفاظت کر سکے۔

عورت کیلئے لحاف گدا جدا گانہ مہیا کیا جائے

اور سردی کے دنوں میں عورت کیلئے لحاف اور بچھونا (گدا) علیحدہ دیا جائے اس لحاف اور توشک کے علاوہ جس میں میاں بیوی دونوں ساتھ مل کر لیٹتے ہیں علیحدہ لیٹنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کو عذر کی وجہ سے کبھی مرد سے الگ لیٹنا پڑتا ہے مثلاً ایام حیض میں یا بیماری کی حالت میں حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور دوسرا عورت کا اور تیسرا مہمان کے واسطے اور چوتھا شیطان کا ہے یعنی وہ ضرورت سے زائد اور فضول ہے۔

لحاف گدا اور سردی وگرمی کا لباس قاضی مقرر کرے

اور اگر عورت قاضی سے درخواست کرے تو قاضی کو چاہئے کہ بیوی کے لئے لحاف، گدا سردی گرمی کے بچاؤ کے کپڑے مقرر کردے۔ اور اگر زوجہ درخواست نہ دے تو حاکم پر اس قسم کے کپڑوں کا مقرر کرنا لازم نہیں ہے۔

ویختلف ذلك یسار او اعسارا وحالا وبلدا اختیار ولیس علیه خفها بل خف امتها مجتبى وفي البحر قد استفید من هذا انه لو كان لها امتعة من فرش ونحوها لا یسقط عن الزوج ذلك بل یجب علیه وقدرأینا من بامر ها بفرش امتعتها له ولاضیافة جبرا علیها و ذلك حرام كمنع كسوتها انتهى.

ترجمہ اور مذکورہ بالا مقدار خوراک وپوشاک غربت وامارت کے لحاظ سے مختلف ہوتی رہتی ہے نیز موسم اور ملک کے اعتبار سے اور مرد پر واجب نہیں ہے عورت کو موزہ فراہم کرنا البتہ اس کی باندی کو موزہ فراہم کرنا واجب ہے اور کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اس سے مستفاد ہوا یعنی لباس کا وجوب اور فرش کے وجوب سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی کے پاس اس قسم کا مال اسباب اور فرش ولباس پہلے سے موجود ہو۔ تب بھی مرد پر اس قسم کے کپڑوں گدے لحاف وغیرہ کا فراہم کرنا ضروری ہے اس سے ساقط نہ ہوگا اور ہم نے بعض مردوں کو دیکھا ہے کہ وہ عورت فروش وظروف پر حکومت کرتے ہیں خود اپنے واسطے بھی اور اپنے مہمانوں کے واسطے بھی عورت پر ظلم کر کے حالانکہ دوسرے کے مال میں اس قسم کی زبردستی کرنا حرام ہے۔

مرد کی حیثیت کے لحاظ سے کپڑوں وغیرہ کا حکم مختلف ہے

کتاب الاختیار میں لکھا ہے کہ عورت کی خوراک پوشاک اور دیگر سامان کا معیار اور مقدار مرد کے امیر ہونے اور غریب ہونے کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے نیز موسم اور ملک کے لحاظ سے بھی مگر ملک کے مختلف ہونے سے لباس مختلف ہو جاتا ہے وہاں کی عادت اور رواج کے مطابق مگر شرط یہ ہے کہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

عورت اور باندی کے لئے موزے فراہم کرنا

عورت کیلئے موزے فراہم کرنا مرد پر واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر اس کے کوئی باندی ہے تو اس کیلئے موزہ دینا واجب ہے کیونکہ باندی گھر سے باہر نکلتی ہے (کذافی المجتبیٰ) اگر مرد کو قدرت ہو اور ملک کا رواج بھی ہو۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

زوج کو اس قسم کا سامان فراہم کرنا لازم ہے

بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اس سے یعنی لباس اور فرش کے وجوب سے ثابت نہیں ہوا کہ عورت کے پاس اگر اسباب ولباس۔ لحاف

گدا وغیرہ پہلے سے موجود ہوں تو بھی زوج سے اسکا فراہم کرنا اور نا کر دینا ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ مرد کو مذکورہ سامان کا فراہم کرنا واجب ہے

زوجہ کے سامان کو مرد کا استعمال کرنا ظلم ہے

ہم نے بعض مردوں کو دیکھا ہے وہ اپنی بیوی کے فرش برتن اور دوسرے سامان کو خود بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے مہمانوں کے استعمال میں بھی لاتے ہیں عورت پر ظلم کر کے، حالانکہ دوسرے کے مال میں یہ زبردستی حرام ہے اسی طرح عورت کے لئے اس کا پوشاک فراہم نہ کرنا حرام ہے انتہی کلامہ

لكن قدمنا في المهر عنه عن المبتغى لو زفت اليه بلا جها زيليق به فله مطالبة الاب بالنقد الا اذا سكت انتهى وعليه فلوزفت به اليه لا يحرم عليه الانتفاع به وفي عرفنا يلتزمون كثرة المهر لكثرة الجهاز وقلته لقلته ولاشك ان المعروف كالمشروط فينبغي العمل بما مر كذا في النهر.

ترجمہ

لیکن ہم نے مہر کے بیان میں پہلے تحریر کیا ہے۔ بحر الرائق سے نقل کر کے بحوالہ مبتغی کہ اگر عورت شوہر کے گھر پہنچادی گئی بغیر اس قدر مال کے جو اس کے مناسب حال ہے تو زوج کے اور زوجہ کے باپ سے اس قدر مال کا طلب کرنا جائز ہے لیکن اس صورت میں جب کہ کچھ دن شوہر خاموش رہے (انتہی) لہٰذا پس جب مال واسباب فرش وظروف جو عورت اپنے ساتھ لے کر آئے۔ تو مرد کیلئے اس سے نفع اٹھانا حرام نہ ہوگا اور ہمارے یہاں یعنی شہروں میں لوگ زیادتی مہر کا التزام کرتے ہیں۔ زیادتی جہیز کی وجہ سے اور مہر کی کمی کا التزام کرتے ہیں۔ جہیز کی کمی کی صورت میں اور اس میں شک نہیں کہ جو چیز عرف ورواج میں داخل ہوگئی وہ شرط کے درجہ میں ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ بالا کے مطابق عمل کرنا مناسب ہے (کذا فی النہر)

مرد عورت کے سامان کو استعمال کرسکتا ہے یا نہیں

شارح کا قول ہے کہ ہم باب المہر میں بحر الرائق کی رائے جو المبتغی تحریر کر چکے ہیں کہ اگر بیوی کو اس قدر جہیز کے بغیر جو اسکے حال کے مناسب ہے شوہر کے گھر پہونچادیا گیا تو زوجہ کے باپ سے اس قدر مال کے مطابق نقد رقم کے مطالبہ کا حق حاصل ہے مگر اس صورت میں مطالبہ کا حق نہیں جبکہ شوہر کچھ عرصہ تو خاموش رہا ہو۔ پھر بعد میں مطالبہ کیا ہو۔ لہٰذا جب شوہر کے مطالبہ کرنے کا حق فاسق ہے تو اگر جہیز میں زوجہ کیساتھ فرش برتن اور دیگر سامان آئے تو زوج ان سے نفع اٹھا سکتا ہے اب ہمارے اطراف میں شہروں میں رواج ہے کہ لوگ زیادتی مہر کا التزام کرتے ہیں کیونکہ جہیز زیادہ دیا گیا ہے اسی طرح اگر جہیز کم دیا گیا تو مہر کی کمی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جو چیز رواج اور عرف میں آجائے وہ شرط کے درجہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالائے مطابق عمل کرنا مناسب ہے یعنی عورت کے مال جہیز کا استعمال کرنا مرد پر حرام نہیں۔ (کذا فی نہر الفائق)

شارح کے کلام پر رد

مگر شارح کے مذکورہ کلام پر شیوں نے بڑی لے دے کی ہے جس جگہ اس کا رواج یقینی ہو کہ مقررہ مہر سے زیادہ جہیز دینے کے لئے کچھ دیتے ہوں۔ مثلاً رواج ہے کہ مہر ایک سو درم باندھا جاتا ہے اور شوہر نے بیوی کو دو سو درہم دیئے ہوں سو روپے مہر کے دو سو روپے سامان کے اور زوجہ کے باپ نے سو درہم کے مطابق سامان جہیز دیا تو اس صورت میں زوج کے لئے بیوی کے سامان کا استعمال کرنا بغیر رضامندی کے جائز ہے اور اگر باپ

اس کا جہیز نہ دے یا سو درہم سے کم دے تو اس صورت میں زوج کو زوجہ کے باپ سے زائد رہی ہوئی سو درہم کی رقم کے بدلے سامان کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق پہونچتا ہے۔ اور اگر اس قسم کا رواج نہ ہو تو زوج کو بیوی کے سامان کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ بغیر بیوی کی رضامندی کے کیونکہ جہیز کی مالک بیوی ہوتی ہے۔ زوج نہیں ہوتا اگر بیوی کے باپ نے زوج سے اس کے مہر وصول کر لیا ہے تو باپ سے مہر وصول کر سکتی ہے۔　　(کذا فی حاشیۃ المدنی)

وفیه عن قضاء البحر هل تقدیر القاضی للنفقة حکم منه قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطه دعوی فلا تسقط بمضی المدة ولو فرض لها کل یوم او کل شهر هل یکون قضاء مادام النکاح قلت نعم الالمانع ولذاقالوا الا براء قبل الفرض باطل وبعده یصح مما مضی و من شهر مستقبل۔

ترجمہ اور کتاب نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضاء میں لکھا ہے قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم داخل ہے یا نہیں میں کہتا ہوں قاضی کی تقدیر یعنی تعبیر نفقہ قاضی مسل حکم ہے اس لئے کہ قاضی نے مرد کی موجودگی میں بیوی کے مطالبہ کے بعد نفقہ مقرر کیا ہے۔ اسی کا نام حکم ہے پھر جب یہ حکم ہوا تو مدت کے گذرنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا اور جب قاضی کے حکم سے نفقہ ہر روز کا مقرر ہو گیا یا ہر ماہ کا مقرر ہو گیا تو یہ حکم بقاء نکاح تک جاری و نافذ رہے گا۔ یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں باقی رہے گا البتہ مانع کی وجہ سے حکم موقوف ہو جائیگا۔ اسی لئے فقہاء نے کہا ہے کہ نفقہ مقرر ہونے سے پہلے نفقہ سے بری کر دینا باطل ہے اور حکم قاضی کے بعد بری کر دینا درست اور صحیح ہے گذشتہ مہینوں سے بھی اور آئندہ کے لئے بھی۔

اگر قاضی نفقہ مقرر کرتا ہے تو یہ حکم ہے یا نہیں

کتاب نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ وہ نفقہ جو قاضی نے مقرر کیا ہے وہ قاضی کا حکم ہے یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں تقدیر قاضی مستقل حکم ہے اس لئے کہ عورت نے دعوی کیا پھر شوہر کی موجودگی میں نفقہ طے ہوا۔ اور مقدار مقرر ہوئی اسی کا نام حکم ہے۔ لہذا جب اس تعین کی حیثیت حکم کی ہے تو اب مدت کے گذرنے سے نفقہ ساقط نہ ہوگا یعنی اگر چند دن گذر گئے اور زوج نے قاضی کے حکم کے مطابق نفقہ نہیں دیا تو وہ ساقط نہ ہوگا۔ بلکہ گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب لازم ہوگا۔

نفقہ کب تک واجب رہے گا

اگر قاضی کے مقرر کرنے سے عورت کا نفقہ ماہانہ یا روزانہ کا مقرر ہو گیا تو یہ حکم قاضی کا نکاح کے باقی رہنے تک جاری رہے گا۔

شارح کی رائے بقائے نفقہ میں

شارح فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ یہ حکم تا بقائے نکاح زوجین باقی رہے گا۔ البتہ کوئی مانع پیش آگیا تو حکم موقوف ہو جائے گا چنانچہ اگر عورت ناشزہ ہو جائے تو نفقہ مقررہ ساقط ہو جائے گا باوجودیکہ نکاح قائم ہے۔

اگر زوجہ نے زوج کو نفقہ سے بری کر دیا

اور چونکہ قاضی کے مقرر کر دینے سے نفقہ متعین ہو جاتا ہے اس لئے فقہاء نے کہا ہے کہ نفقہ مقرر ہونے سے پہلے یا طرفین کی رضامندی سے پہلے نفقہ سے شوہر کو بری کر دینا باطل ہے کیونکہ بری کرنا صحیح ہوتا ہے حق واجب میں جو دین ہو اور حکم قاضی یا طرفین کے مقرر کرنے سے پہلے نفقہ دین نہیں ہوتا اسلئے بری کرنا درست نہیں ہاں طرفین کی رضامندی سے نفقہ مقرر ہو جانے کے بعد نیز قاضی کے مقرر

کر دینے کے بعد اگر بیوی نفقہ سے بری کر دے تو صحیح ہے اس لئے کہ یہ ابرار بعد الوجوب ہے۔(کذافی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الحمو والنہر)

حتی لو شرط فی العقدان النفقة تکون من غیر تقدیر والکسوة کسوة الشتاء و الصیف لم یلزم فلها بعد ذلك طلب التقدیر فیهما ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلك فللحنفی تقدیرها لعدم الدعوی و الحادثة

ترجمہ یہاں تک کہ اگر شوہر نے نکاح کے وقت شرط کر دی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہے بلا تعین کے یعنی بہت تھوڑا صرف بقدر ضرورت نیز اسی طرح کپڑے میں شرط کی کہ ایک ہی لباس رہے گا گرمی میں بھی اور سردی میں بھی تو یہ شرط لازم نہ ہوگی پس عورت کیلئے جائز ہے ان دونوں کی تعین کا مطالبہ کرنا اور اگر امام مالکؒ کے ماننے والے قاضی نے جو کہ اس قسم کی شرط کو جائز مانتے ہیں فیصلہ کر دیا شرط کے مطابق نفقہ و کپڑا دینے کا تو یہ تعین حنفی کیلئے بھی درست ہوگا کیونکہ اس کے خلاف نہ دعویٰ پایا جاتا ہے اور نہ حادثہ۔

نفقہ بقدر قلیل دیا جائے گا شوہر نے بوقت نکاح شرط لگادی

اگر زوجہ نے نکاح میں یہ شرط لگادی کہ نفقہ مؤنت کے مطابق ملے گا یہ شرط لگائی کہ نفقہ بقدر ضرورت معمولی مقدار میں دیا جائے گا اسی طرح لباس میں یہ شرط کر دی کہ صرف ایک کپڑا گرمی و سردی کے لئے دیا جائے گا تو یہ شرط لازم نہ ہوگی۔

عورت کو شرط کے باوجود مطالبہ کا حق

تو عورت کو اختیار ہے کہ اس شرط کے بعد بھی قاضی سے اپنے نفقہ و کپڑا لباس کے لئے درخواست کرے۔ اس لئے کہ شوہر نے بوقت نکاح جو شرط لگائی ہے وہ قاضی کا حکم نہیں ہے اور شرط اس چیز میں کی ہے (یعنی نفقہ میں) جو اس پر نکاح سے پہلے واجب نہیں۔ (یہ صاحب بحر الرائق کی بحث ہے کذافی حاشیہ المدنی)

شرط کے مطابق نفقہ کا حکم مالکی قاضی عائد کر دے

وہ عقد نکاح جس میں نفقہ و کپڑے وغیرہ کی مقدار کی تعین شرط کی صورت میں شوہر نے عائد کر دی ہے۔ اسی شرط کے مطابق کوئی امام مالکؒ کے ماننے والے قاضی نے اگر حکم کر دیا تو حنفی المسلک بیوی کے لئے تقدیر نفقہ کی جائز ہے اس لئے کہ عورت کی جانب سے نہ دعویٰ ہے اور نہ کوئی حادثہ پیش آیا۔

صاحب بحر الرائق کی رائے

صاحب بحر نے لکھا ہے کہ میں نے صراحت سے تو حکم نہیں دیکھا البتہ کتاب فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضاء میں یوں منقول ہے کہ قاضی کا حکم اختلاف مذاہب کو نہیں مٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے صحیح دعویٰ کے بعد حکم کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی مالکی کے حکم کے بعد بھی حنفی کو تقدیر جائز ہے کیونکہ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ قاضی مالکی کے سامنے عقد اور عقد کی شرطیں واقع ہوئی ہوں اور قاضی نے اس کے صحیح ہونے کا حکم کیا ہو تو یہاں نہ تو پہلے خصومت واقع ہوئی۔ نہ دعویٰ پایا گیا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو اور رافع اختلاف ہو۔(کذافی حاشیۃ المدنی)

بقی لوحکم الحنفی بفرضها دراهم هل للشافعی بعده ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لاوعلیه فلوحکم الشافعی بالتموین لیس للحنفی الحکم بخلافه فلیحفظ نعم لواتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معه تموینا بطل الفرض السابق

رضاها بذلك وفي السراجية قدر كسوتها دراهم ورضيت وقضى به هل لها ان ترجع وتطلب كسوة قماشا اجاب نعم.

ترجمہ اور باقی رہی یہ بات کہ اگر نفقہ کی تعین کا فیصلہ قاضی حنفی نے کیا تو کیا شافعی المسلک قاضی کیلئے اجازت ہے کہ اس کو کم کر دے تو شیخ امام قاسمؒ نے کتاب موجبات الاحکام میں کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر تموین یعنی کمی کا حکم کوئی قاضی شافعی پہلے مقرر کر چکا ہے تو اب حنفی کیلئے اس کیخلاف حکم کرنا جائز ہے اسکو یاد رکھیے ہاں البتہ اگر نفقہ مقرر ہو جانے کے بعد دونوں میاں بیوی راضی ہو گئے کہ بیوی اپنے میاں کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھائے پیئے تو سابقہ تعیین باطل ہو جائے گی اس لئے کہ عورت اس پر راضی ہے۔

اور کتاب السراجیہ میں مذکور ہے کہ عورت کے لباس کیلئے دراہم مقرر ہو گئے اور اس پر عورت راضی ہو گئی اور اسکے مطابق قاضی کا حکم بھی جاری ہو گیا تو آیا عورت کیلئے اس سے پھر جانا اور بجائے قیمت کے کپڑا طلب کرنا جائز ہے یا نہیں تو جواب دیا ہاں جائز ہے۔

حنفی قاضی کے حکم کے بعد شافعی قاضی کو کم کرنے کا حق ہے یا نہیں

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر قاضی حنفی نے بجائے کھانے کے اس کی رقم مقرر کر دی تو آیا شافعی قاضی اس مقدار کو کم کر سکتا ہے یا نہیں یعنی یہ حکم کر سکتا ہے یا نہیں کہ مقرر کردہ رقم ضرورت سے کم ہے یا زیادہ ہے۔

شیخ قاسم کی رائے

تو موجبات الاحکام نامی کتاب میں شیخ امام قاسم نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

اور اگر قاضی شافعی حکم کر چکا ہے تو قاضی حنفی کمی کر سکتا ہے یا نہیں

اور مذکورہ مسئلے کے مطابق اگر قاضی شافعی پہلے نفقہ کی مقدار مقرر کر چکا ہے قاضی حنفی کیلئے اس کو توڑنا جائز نہیں ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ جب پہلا قاضی ایسا حکم کر چکا جو تمام شرائط کو جامع ہے اور دونوں کے اختلاف کو دور کرنے والا ہے تو اب دوسرا حکم اس کو نہیں توڑ سکتا یہ مسئلہ اہم ہے اس لئے اسکو یاد رکھنا چاہیے۔

حکم قاضی کے بعد میاں بیوی راضی ہو گئے

اور اگر قاضی کے فیصلہ اور حکم جاری ہو جانے کے بعد دونوں میاں بیوی اس بات پر رضامند ہو گئے کہ بیوی اپنے شوہر کے ساتھ بقدر ضرورت کھایا کرے گی۔ تو سابقہ تعین باطل ہو جائے گی یعنی قاضی کا حکم موقوف ہو جائے گا کیونکہ بیوی اس پر راضی ہے اور وہ مثل اس جگہ صادق آئے گی کہ جورو خصم راضی تو کیا کرے گا قاضی۔

اگر عورت پھر ناراض ہو گئی تو

باہمی رضامندی کے بعد اگر بیوی پھر ناراض ہو گئی تو قاضی کا سابقہ فیصلہ پھر عود کر آئیگا اس لئے کہ قاضی کا حکم نکاح کے باقی رہنے تک جاری رہتا ہے۔ (کذا فی حاشیہ المدنی)

عورت کیلئے کپڑے طے ہو گئے تو کیا اس طے شدہ سے انکار کر سکتی ہے

کتاب السراجیہ میں لکھا ہے کہ اگر عورت کیلئے پوشاک میں کپڑے کے بدلے اس کی رقم کر دی گئی اور وہ اس پر راضی بھی ہو گئی۔ اور اسی کے مطابق قاضی کی جانب سے حکم جاری ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھر جانا اور بجائے قیمت کے کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں تو جواب دیا کہ درست ہے۔

وقالوامابقی من النفقة لها فیقضی باخری بخلاف اسراف وسرقة وهلاك ونفقة بمحرم وکسوة الااذا تخرقت بالاستعمال المعتاد اواستعملت معها اخری فیفرض اخری.

ترجمہ اور فقہا کا قول ہے کہ وہ نفقہ جو خرچ کرنے کے بعد باقی بچ گیا وہ عورت کی اپنی ملکیت ہے اور اس کے لئے اگلے نفقہ کا فیصلہ کیا جائے گا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور مال کے ہلاک ہو جانے کے اور نفقہ محرم کے اور کپڑے کے بخلاف اس کے اگر عورت نے کپڑے استعمال کئے اور کپڑے پھٹ گئے یا ان کپڑوں کیساتھ دوسرے کپڑے بھی استعمال کر لئے تو اس کے لئے دوسرے کپڑے دیئے جانے کا حکم دیا جائے گا۔

خرچ کے بعد نفقہ کی کوئی مقدار عورت کے پاس باقی بچ گئی

اور فقہاء نے لکھاہے کہ وہ مقدار جو خرچ کرنے کے بعد عورت کے پاس باقی بچ رہی تو وہ عورت کی اپنی ملکیت ہے زوج اس کو نہ واپس لے سکتا ہے نہ مجرا علی الحساب کر سکتا ہے۔

مثلاً مرد نے از خود یا قاضی کے حکم سے عورت کے لئے دس درہم ماہانہ مقرر کیا اور عورت کے خرچ کرنے کے بعد پانچ درہم اس کے پاس باقی بچ گئے تو یہ باقی ماندہ درہم عورت کی ملک ہیں۔ مرد نہ ان کو واپس لے سکتا ہے اور نہ اگلے ماہ کے حساب میں مجرا کر سکتا ہے۔ یعنی یہ نہیں کر سکتا کہ دس درہم میں سے پانچ درہم کاٹ کر باقی پانچ اس کو دیدے۔

نفقہ ہلاک ہوگیا یا چوری چلا گیا

اور اگر نفقہ کا مال رقم یا سامان ہلاک ہو گیا چوری چلا گیا تو اس صورت میں مرد کے ذمہ دوسرا نفقہ دینا لازم نہ ہو گا۔

کپڑا درمیان سال میں پھٹ گیا

اور قاضی نے پورے سال کیلئے کپڑا عورت کو دلا دیا اور چار ماہ یا پانچ ماہ میں وہ کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسرے کپڑے نہ دلائے گا۔ ہاں اگر عورت نے عادت کے مطابق کپڑا استعمال کیا یا احتیاط سے استعمال کئے اس کے باوجود کپڑے پھٹ گئے تو اس صورت میں مرد کو کپڑا دینا ہو گا اسی طرح مرد کے دیئے ہوئے کپڑوں کیساتھ ساتھ عورت نے اپنے پاس سے دوسرے کپڑے بھی استعمال کئے اس کے باوجود کپڑے پھٹ گئے تو اس کیلئے دوسرے کپڑے دئے جائیں گے اس لئے کہ جب عورت نے احتیاط سے استعمال کئے یا اس کپڑے کے ساتھ اپنے کپڑے استعمال کئے اور اس کے باوجود سال کے درمیان ہی میں کپڑے پھٹ گئے تو معلوم ہوا کہ قاضی کا فیصلہ صحیح نہیں تھا اتنی پوشاک سال بھر کیلئے کافی نہ تھی لہٰذا اب دوسری پوشاک اس کے لئے لازم ہو گی۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

وتجب لخادمها المملوك لها علی الظاهر ملكاتا ما ولا شغل له غير خدمتها بالفعل فلو لم يكن فی ملكها اولم يخدمها لانفقة له لان نفقة الخادم بازاء الخدمة ولو جائها بخادم لميقبل منه الابرضا ها فلا يملك اخراج خادمها بل مازاد عليه بحر بحثا لوحرة لا امة جوهرة لعدم ملكها موسرا لا معسرا فی الاصح والقول له فی العسارولو برهنا فبينتها اولی خانية.

ترجمہ اور ظاہر روایت میں عورت کے مملوک کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے ہاں ملکیت تام اس کو حاصل ہو۔ اور اس مملوک کے پاس خدمت کے علاوہ دوسرا کوئی کام اس کے ذمہ سپرد نہ ہو۔ لہٰذا اگر خدمت کرنے والا خادم عورت کا

مملوک نہ ہو۔یا مملوک تو ہو مگر بالفعل وہ خدمت نہ کرتا ہو۔ تو وہ نفقہ کا مستحق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ خادم کا نفقہ خدمت کرنے کے بدلے میں ہوتا ہے۔ اور اگر شوہر بیوی کی خدمت کے لئے خادم لایا۔ تو وہ عورت کی رضامندی کے بغیر مقبول نہ ہوگا۔ لہٰذا زوج مالک نہ ہوگا بیوی کے خادم سے نکالنے کا بلکہ جو خادم زائد ہو اس کے نکالنے کا اختیار زوج کو حاصل ہے۔ کذافی البحر اور بیوی کے نوکر و خادم کا نفقہ واجب ہوگا۔ اگر شوہر مالدار ہو۔ مفلس نہ ہو۔ اصح قول کی بناء پر۔ اور مالداری و تنگ دستی کے بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر دونوں گواہ پیش کریں۔ تو بیوی کے گواہوں کا قول معتبر ہوگا۔ کذافی الخانیہ

تشریح:- بیوی کے خادم کا نفقہ زوج پر واجب ہے

اور ظاہر روایت میں ہے کہ بیوی کے مملوک خادم کا نفقہ زوج کے ذمہ واجب ہے جبکہ مملوک پورے طور پر زوجہ کی ملکیت میں ہو اور صرف بیوی ہی کی خدمت کرتا ہو۔ دوسرا کوئی کام اس کے ذمہ نہ ہو۔ اس لئے کہ خادم کا نفقہ خدمت کی وجہ سے واجب ہے۔ اور جب خدمت نہ کرے گا۔ تو نفقہ کا مستحق بھی نہ ہوگا۔

زوجہ کا خادم مکاتب ہو

اور اگر مکاتب بیوی کا خادم ہو۔ تو مکاتب کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں کیونکہ وہ بیوی کی ملکیت میں پورے طور پر داخل نہیں ہے۔

اور اگر شوہر نے بیوی کے لئے خادم کا انتظام کیا۔ تو عورت کی رضامندی کے بغیر اس خادم کا انتظام نہ ہوگا۔ لہٰذا شوہر عورت کے

شوہر نے بیوی کیلئے خادم کا انتظام کیا

خادم کو نکالنے کا مجاز نہیں ہاں اگر خادم ایک سے زائد ہوں تو ان کے نکالنے کا شوہر کو اختیار حاصل ہے کذافی البحر۔

اگر شوہر مالدار ہو

زوجہ کے خادم کا نفقہ شوہر پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ شوہر مالدار ہو۔ اور خادم کا نفقہ برداشت کرنے کی اس کو قدرت حاصل ہو۔ اور اگر مفلس ہے۔ یا اس کو خادم کا نفقہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تو واجب نہ ہوگا۔

دونوں نے شہادت پیش کی تو عورت کے گواہ معتبر ہونگے

شوہر کے مالدار ہونے یا نہ ہونے پر دونوں نے گواہ پیش کئے۔ تو بمقابلہ زوج کے بیوی کے گواہوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ زوجہ کے گواہ زیادہ لائق اعتماد ہیں۔ (کذافی الخانیہ)

و لَوْ لَهٗ اَولاً دلا یکفیه خَادمٌ وَاحِدٌ فُرِضَ علیه نفقة لخادمین او اکثر اتفاقاً فتح و عنِ الثانی غنیةٌ زُفَّتْ اِلَیهِ بخدَمٍ کثیرٍ استحقّت نفقة الجمیعِ ذکره المصنّف ثم قَالَ و فی البحر عن الغایة وفیه نَاخِذ قَالَ وَ فِی السراجیةِ وَ یُفرض عَلَیْهِ نفقة خادِمِهَا و ان کانت منْ الاَسْرافِ فُرِض نفقةُ خادِمِیْنَ و علیه الفتوی وَ لاَ یُفرقُ بینَهما بعجزِهٖ عنها بانواعها الثلثةِ وَ لا بعَدَمِ اِیفَائِه لو غائباً حقّها وَ لو مو سِراً و جوَّزَه الشافعی باعْسَارِ الزوجِ و بتضررِهَا بغیبتهٖ و لو قضی بهٖ حنفيّ لم ینفذ لهم لو اَمَر شافعیًّا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الامر و المأمُوْرُ. بحر

ترجمہ اور اگر زوجہ کے اولاد ہو جن کے لئے ایک خادم کفایت نہ کرتا ہو۔ تو شوہر دو خادموں کے لئے یا زائد کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور اس میں سب کا اتفاق ہے۔ (فتح القدیر) اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت منقول ہے کہ اگر مالدار بیوی زوج کے نکاح میں آئی چند خادموں کے ساتھ تو وہ پورے خادموں کے نفقہ کی مستحق ہوگی۔ اس کو مصنف نے اپنی عربی میں ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ کتاب بحر الرائق میں۔ غایت البیان نامی کتاب سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں۔ صاحب بحر نے کہا۔ کہ سراجیہ میں لکھا ہے کہ زوج پر عورت کے ایک خادم کا نفقہ فرض ہے۔ اور اگر عورت منجملہ اشراف کے ہے۔ تو اس کے لئے دو خادموں کا نفقہ فرض ہوگا۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے اور میاں بیوی میں تفریق نہ کی جائے گی۔ اگر شوہر خادموں سے عاجز ہو یعنی تینوں قسم کے نفقوں سے (یعنی طعام، سکنیٰ، لباس سے) مگر امام شافعیؒ نے دونوں کے درمیان تفریق کو جائز کہا ہے۔ اگر زوج مفلس اور تنگدست ہو۔ یا شوہر غائب ہو اس کے غائب ہونے سے عورت کا نقصان ہو۔ اور اگر حنفی قاضی ان دونوں باتوں کی وجہ سے تفریق کا حکم کر دے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اپنے مسلک کے خلاف کیا جانے والا ہر حکم جاری نہیں ہوتا البتہ اگر قاضی حنفی شافعی قاضی کو حکم کرے۔ اور شافعی قاضی تفریق کا حکم کر دے تو نافذ ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اٰمر و مامور نے کوئی رشوت نہ لی ہو۔

تشریح:- زوج خادموں کا اضافہ کرے اور اگر بیوی کے اولاد ہو اور ان کے لئے ایک خادم سے ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔ تو شوہر پر دو خادم یا اس سے زائد خادموں کا نفقہ دینا واجب ہوگا۔ (بالاتفاق کذا فی فتح القدیر)

زائد خادموں کے نفقہ کے وجوب پر امام ابو یوسفؒ کی رائے اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت منقول ہے، اگر کوئی مالدار عورت شوہر کے نکاح میں آئی۔ اور اپنے ساتھ چند خادم بھی لائی۔ تو عورت تمام خادموں کے نفقوں کی مستحق ہوگی۔ چنانچہ اس روایت کو مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ بحر الرائق میں غایت البیان کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں۔

صاحب بحر کا قول کتاب بحر الرائق نے سرجیہ کے حوالے سے کہا ہے کہ شوہر پر ایک خادم کا نفقہ فرض ہے اور اگر عورت کسی شریف گھرانے کی ہے۔ تو اس کے لئے دو خادموں کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ فرض ہوگا۔ اور اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔

خلاصہ کلام ظاہر الروایت میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے، فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر دیا گیا ہے۔ لیکن اگر عورت کے پاس اس کے خادم مملوک نہ ہوں، تو زوج کے ذمہ واجب نہیں ہے کہ اس کے واسطے خادم نوکر رکھے۔ ہاں بازار سے سودا لاکر دینا زوج پر واجب ہوگا۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی، ناقلا عن السراجیہ)

اگر زوج تینوں قسم کے نفقات سے عاجز ہو اور اگر شوہر طعام، لباس اور سکنیٰ کے پورا کرنے سے عاجز ہو تو میاں بیوی کے درمیان تفریق نہ کرائی جائے گی۔

زوج غائب ہو اور اس سے عورت کا نقصان ہو اور اگر شوہر سفر میں ہو۔ اور مالدار بھی ہو مگر زوجہ کے پاس خرچ نہ بھیجتا ہو۔ باوجود قدرت رکھنے کے شوہر اس

کے اخراجات نہ دیتا ہو تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرا سکتا۔

امام شافعیؒ نے میاں بیوی میں تفریق کو جائز فرمایا ہے

اگر زوج مفلس ہو۔ اور افلاس کے سبب وہ نفقہ دینے سے عاجز ہو۔ یا شوہر غائب ہو اور اس کی غیبوبت سے عورت کو ضرر پہنچتا ہو۔ تو اگر حنفی قاضی مذکورہ دونوں باتوں میں سے کسی ایک وجہ سے یا دونوں وجہ سے تفریق کردے تو یہ تفریق نافذ نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اپنے مذہب کے خلاف حکم کرنا جاری نہیں ہوتا۔

قاضی حنفی کے حکم سے اگر شافعی قاضی تفریق کرادے

البتہ اگر کوئی حنفی قاضی کسی شافعی قاضی کو حکم کردے اس پر قاضی شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا۔ بشرطیکہ ان میں سے کسی نے یعنی امر و مامور نے رشوت نہ لی ہو (کذافی بحر الرائق)
اس لئے کہ رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ نیز شرط ثانی یہ بھی ہے کہ حاکم کی طرف سے قاضی حنفی کو تفویض حکم کی اجازت حاصل ہو۔ یعنی یہ کہ قاضی جس کے چاہے معاملہ کو سپرد کردے تب ہی مامور کا حکم نافذ ہوگا۔ مگر نفاذ کا یہ حکم اس وقت ہوگا۔ جب زوج کی موجودگی میں اس کے افلاس کا حکم کیا گیا ہو۔ البتہ اگر زوج غائب ہے تب اس کے افلاس کا حکم کیا گیا تو حکم نافذ نہ ہوگا اگرچہ بیوی نے شوہر غائب کے مفلس ہونے پر گواہ بھی گذار دیئے ہوں کیونکہ افلاس اور عمارت سریع الزوال ہیں اور سریع الحصول بھی ممکن ہے۔ گواہوں کی شہادت کے بعد شوہر کے پاس مال جمع ہو گیا ہو اور وہ مالدار ہو گیا ہو۔ اس لئے غائب کے حق میں افلاس کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ حکم قاضی شافعی نے کیوں نہ دیا ہو۔ کیونکہ غائب پر حکم امام شافعیؒ کے یہاں اس جگہ جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو اور سفر کی حالت میں ہونے کی وجہ سے مشہود بہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ فیصلہ کے وقت شوہر سفر میں مالدار ہو گیا ہو۔ (کذافی حاشیۃ المدنی۔ ناقلاً عن البحر والذخیرہ)

وَ بعد الفرضِ یامرھا القاضی بالاستدانة لتُحِیلَ عَلَیْه و ان ابی الزوجُ اما بدونِ الامر فیرجع علیھا و ھی علیه ان صَرَّحَتْ بانّھا علیه او نوت و لو انکر نیتھَا فالقولُ له مجتبیٰ و تجب الادانةُ علٰی من تجب عَلَیْه نفقتھا و نفقةُ الصّغارِ لو لا الزَّوجُ کَاَخٍ و عمٍّ یحبس الاخُ و نحوُہٗ اذا امتنع لاَنَّ ھذا من المعروفِ زیلعی واختیار و ستضح۔

ترجمہ اور نفقہ متعین ہو جانے کے بعد قاضی بیوی کو حکم کرے قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائیگی قرض کا زوج پر۔ اگرچہ شوہر بیوی کے قرض لینے پر رضامند نہ ہو۔ اور قاضی کے حکم کے بغیر قرض لینا تو قرض دینے والا اپنا قرض بیوی سے وصول کرے گا۔ اور بیوی شوہر سے رجوع کرے گی۔ اگر بیوی نے صراحت کردی ہو کہ میں شوہر پر قرض لیتی ہوں۔ یا دل میں اس کی نیت کرلی ہو۔ اگر اگر شوہر اس کی نیت کا انکار کردے تو قول مرد کا معتبر ہوگا۔ مجتبیٰ۔ اور قرض دینا واجب ہے۔ اس پر جس پر عورت اور اس کے بچوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج موجود نہ ہوتا۔ جیسے عورت کا بھائی یا عورت کا چچا۔ اور قید کیا جائے گا۔ بھائی یا اس کے مانند دوسرا جب وہ قرض دینے سے انکار کردے۔ اس لئے کہ یہ معروف اور رواج کے مطابق ہے۔ زیلعی۔ اور الاختیار اور فروع میں اس کی وضاحت آجائے گی۔

تشریح:- حاکم نے مفلس یا غائب زوج پر نفقہ مقرر کر دیا

اور اگر حاکم نے زوجہ کیلئے حکم قرض لینے کا دیدیا۔ زوج غائب یا زوج مفلس کی جانب سے۔ تاکہ عورت بوقت ادائیگی قرض۔ زوج کی طرف حوالہ کر سکے۔ (یعنی عورت جس آدمی سے قرض لے۔ اس سے یہ کہے کہ میں تجھ سے قاضی کے حکم سے قرض لیتی ہوں۔ تم اپنا قرض شوہر سے وصول کر لینا۔ تو جائز ہے۔ اگرچہ شوہر اس قرض لینے پر راضی نہ ہو۔

بغیر حکم قاضی اگر عورت نے قرض لیا

اور اگر قاضی کے حکم کے بغیر عورت نے قرض لیا ہے تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے وصول کرے۔ اور عورت اپنے شوہر سے طلب کرے۔ بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ میں زوج پر یہ قرض لیتی ہوں۔ یا کم از کم اپنے دل میں اس کی نیت کر لی ہو۔ اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یہ کہہ دے کہ تو نے قرض لیتے وقت اس کی نیت نہیں کی تھی۔ تو قول شوہر ہی کا معتبر ہو گا۔ (کذا فی المجتبیٰ)

قرض دینا واجب ہے۔ جس پر اسکا نفقہ واجب ہے

اور بطور قرض کے دینا واجب ہے۔ ان رشتہ داروں پر جن کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہو تا۔ اگر شوہر غائب ہو۔ یعنی فرض کیجئے شوہر موجود نہیں ہے۔ تو جن رشتہ داروں پر واجب ہے کہ وہ عورت اور اس کے بچوں کا نفقہ برداشت کریں۔ ان پر قرض کے طور پر رقم فراہم کرنا بھی واجب ہے۔ جیسے بھائی۔ یا چچا۔ وغیرہ اس لئے کہ یہ ایک مشہور بات ہے۔ اور اس کا رواج بھی ہے۔ کذا فی الزیلعی والاختیار۔

عورت کو بھائی اور شوہر کے بیٹے سے قرض لینے کی اجازت

زیلعی نے کہا ہے کہ شرح مختار کتاب الاختیار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عورت اور اس کا شوہر دونوں مفلس ہیں۔ اور اس کا وہ بیٹا جو دوسرے شوہر سے ہو مالدار ہے۔ یا بھائی مالدار ہے۔ تو نفقہ عورت کا شوہر پر واجب ہے۔ اور حکم کیا جائے گا کہ عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ وہ عورت کو نفقہ دے۔ اور جب اس کے شوہر کو وسعت حاصل ہو تو شوہر سے اپنی رقم واپس لے لیں۔

بھائی یا بیٹا قرض دینے سے انکار کرے

اور اگر اس حالت میں بھائی یا بیٹا قرض دینے سے انکار کریں تو ان کو قید کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں قرض دینے کا دستور بھی ہے۔ اور رواج بھی لہٰذا مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ جب عورت مرد مفلس ہوں۔ تو ان رشتہ داروں پر قرض دینا واجب ہو جاتا ہے۔ جن پر عورت کا نفقہ واجب ہو تا اگر زوج عورت کا موجود نہ ہو تا۔

باپ مفلس ہو تو اولاد صغار کا نفقہ

اسی طرح اگر شوہر مفلس ہو اور اس کی چھوٹی اولاد ہو اور زوج ان کے خرچ کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا نفقہ اس شخص پر واجب ہو گا۔ جس پر اولاد صغار کا نفقہ واجب ہو تا اگر شوہر موجود نہ ہو تا۔ جیسے ماں، بھائی، اور چچا پھر جب شوہر کو قدرت حاصل ہو جائے۔ تو جس قدر کھلایا۔ پہنایا ہے اس کا معاوضہ اس سے واپس لے لیں (کذا فی حاشیۃ المدنی)

قضٰی بنفقۃِ الاعْسارِ ثم ایسر فخاصمتہ ثم نفقۃ یسارہٖ فی المستقبل و بالعکس وجَب

الوسط کما مرّ صالحت زوجها عن نفقة کل شهرٍ علی دراهمَ ثمّ قالت لاَ تکفینی زیدت.

ترجمہ قاضی نے شوہر پر افلاس، نفقہ کا حکم کیا۔ زوج کے مفلس ہونیکی وجہ سے۔ اسکے بعد زوج مالدار ہو گیا پھر عورت نے معاملہ قاضی کی عدالت میں دائر کر دیا تو قاضی اسکی مالداری کے مطابق نفقہ کا حکم جاری کر دے آئندہ کیلئے یا اسکے عکس کا حکم جاری کرے۔ اوسط درجہ کے نفقہ کا۔ جیسا گذر چکا ہے۔ بیوی نے مرد سے دراہم کی ایک مقدار پر مصالحت کرلی۔ نفقہ کے سلسلے میں پھر کہا کہ یہ مقدار کافی نہیں ہے۔ تو دراہم پر اضافہ کر دیا جائے گا۔

تشریح:۔ مفلسی کے بعد شوہر مالدار ہو گیا چونکہ شوہر مفلس اور غریب آدمی تھا۔ اس لئے قاضی نے اس کے مفلسی کا نفقہ دینے کا فیصلہ کیا۔ ایک مدت گذر جانے کے بعد شوہر مالدار ہو گیا۔ مگر عورت مفلس ہی بنی رہی۔ تو عورت نے قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کیا کہ شوہر مالدار ہو گیا ہے لہٰذا نفقہ پورا کیا جائے۔ تو قاضی کو چاہئے کہ وہ شوہر پر مالدار ہونے کے مطابق مالداری کا نفقہ آئندہ کے لئے جاری کر دے۔ جو وقت گذر چکا ہے اس کے لئے نہیں۔

نفقہ مال داری سے کیا مراد ہے اس جگہ مالداری کے نفقہ سے متوسط درجہ کا نفقہ مراد ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر شوہر مالدار ہو اور عورت غریب ہو یا اس کے عکس ہو۔ تو شوہر پر اوسط درجہ کا نفسہ واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر کیا جائے گا۔ اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

زوج وزوجہ دونوں مالدار تھے۔ پھر زوج مفلس ہو گیا یا اس کا عکس ہو گیا۔ یعنی یہ کہ میاں بیوی دونوں پہلے مالدار تھے۔ تو قاضی نے نفقہ یسار (وہ نفقہ جو مالدار کا ہوتا ہے) مقرر کر دیا اس کے بعد زوج مفلس ہو گیا۔ تو اب متوسط نفقہ واجب ہو گا۔ یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زائد۔ اور مرد اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دیتا رہے گا۔ باقی اس کے ذمہ قرض رہے گا۔ جب اس کو قدرت حاصل ہو جائے تب نفقہ ادا کر دے۔ جیسا کہ باب کے شروع میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔

عورت نے مرد سے چند دراہم پر صلح کرلی اور اگر میاں بیوی دونوں نے ماہانہ چند دراہم نفقہ پر مصالحت کرلی۔ اس کے چند دن بعد کہا کہ اس مقدار درہم پر میرا گذر نہیں ہوتا۔ تو زیادہ دلائے جائیں گے۔

بعد غور و فکر و تحقیق فیصلہ کرے گا مذکورہ مسئلہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے دعویٰ کیا اور بغیر تحقیق قاضی اس پر اضافہ کا حکم کر دے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ قاضی تحقیق کرے اگر دراہم متعین تھے۔ تو اضافہ نہ کرے۔ ورنہ بقدر کفایت اضافہ کر دے۔ جیسا کہ کتاب الخانیہ میں لکھا ہے کہ اگر بیوی نے شوہر سے اس مقدار میں مصالحت کرلی کہ جس مقدار میں اس کا گذر نہیں ہوتا۔ تو عورت کو اس صلح سے پھر جانا۔ اور بقدر کفایت مطالبہ کرنا جائز ہے۔ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نفقہ مقرر کر دے، بعد میں نرخ غلے کا گراں ہو گیا یا سستا ہو گیا۔ تو قاضی اس حکم کو بدل دے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

و لو قال الزَّوجُ لا اُطیق ذلك فهو لازمٌ فلا التفات لمقالتِهٖ بکل حال الا اذا تغیر سعرُ الطعام و علمَ القاضی انَّ ما دونَ ذلك المُصَالِحِ عَلَیْهِ یکفیها فحینئذٍ یفرض کفایتها نقله المصنفُ و عن الخانیةِ و فی البحر عن الذخیرة اِلاَّ ان یتعرّفَ القاضی عن حالِهٖ بالسؤال من النَّاس فیوجب بقدرِ طاقتِهٖ و فی الظهیریة صالحها عن نفقةِ کل شهْر علی مائةِ درهمٍ والزّوج محتاج لم یلزَمه الا نفقةَ مثلِهَا .

ترجمہ زوجہ نے شوہر سے دراہم پر صلح کرلی۔اس کے بعد شوہر نے کہا۔اس مقدار دراہم کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ تو وہ بہر حال اس کے ذمہ لازم ہے۔اور ہر حال میں اس کے قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ لیکن اس صورت میں اگر غلے کا نرخ بدل جائے۔اور قاضی کو معلوم ہو جائے کہ اس سے کم مقدار دراہم پر اس کو کفایت ہو سکتی ہے۔ تو اس وقت کفایت کے بقدر مقرر کردے اس کو مصنف نے خانیہ سے نقل کیا ہے۔اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہ قاضی لوگوں سے دریافت کرنے کے بعد صحیح صورت حال سے واقف ہو جائے۔ کہ شوہر اس قدر نفقہ دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو کم کردے اور کتاب ظہیریہ میں لکھا ہے کہ زوج نے عورت سے صلح کی ماہانہ سو دراہم نفقہ پر دراں حالیکہ شوہر محتاج ہے۔ تو اس کے ذمہ نہ واجب ہو گا۔ مگر وہ نفقہ جو اس عورت کے مناسب حال ہو۔

تشریح: عورت سے صلح ہو جانے کے بعد شوہر نے کہا میں اس قدر نفقہ دینے پر قادر نہیں

عورت نے اپنے شوہر سے صلح کرلی کہ وہ اتنے دراہم بطور نفقہ دیا کرے گا۔اسکے بعد زوج نے کہا میں اس مقدار میں درہم دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو صلح بر قرار رکھی جائیگی۔اور شوہر کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ کسی بھی حالت میں خواہ وہ اپنی مقدرت کا اظہار کرے یا نہ کرے۔ اس لئے کہ مصالحت پر راضی ہونا دلالت ہے اس کے قادر ہونے پر۔

صلح کے بعد اگر غلے کا نرخ بدل جائے

ہاں صلح ہو جانے کے بعد اگر غلے کا بھاؤ بدل جائے۔ اور قاضی کو تحقیق ہو جائے کہ عورت کو اس مقدار دراہم سے کم پر گذر ہو جائیگا۔ تو اس صورت میں بقدر کفایت دراہم قاضی مقرر کردے۔اس مسئلے کو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے نقل کیا ہے۔

اس مسئلے میں بحر الرائق کی رائے

اور کتاب بحر الرائق میں ذخیرہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ مصالحت شوہر لازم ہے۔ لیکن اگر قاضی لوگوں سے شوہر کی کمزوری اور طاقت نہ رکھنے کی جانچ کرلے تو حسب استطاعت زوج نفقہ مقرر کردے۔

شوہر نے سو دراہم پر صلح کرلی مگر اسکے اداء کرنے کی طاقت نہیں رکھتا

کتاب ظہیریہ میں لکھا ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی سے ہر ماہ سو درہم دینے پر مصالحت کرلی۔ حالانکہ زوج محتاج ہے یہ مقدار رقم کی اداء نہیں کر سکتا تو زوج پر صرف نفقہ مثل واجب ہو گا یعنی عورت کے مناسب حال جو مقدار رقم ہوتی ہو گی وہ واجب ہو گی۔اور مصالحت کا کوئی اعتبار نہ ہو گا۔

والنفقةُ لا تَصیرُ دیناً الاّ بالقضاءِ او الرضا ای اصطلاحهِمَا علی قدر معیّن اصنافاً او دراهم

قبلَ ذلك لا يلزمُهُ شيءٌ و بعده ترجعُ بما انفقتَ و لو من مال نفسِها بلا أمرِ قاضٍ و لو اختلفا في المدةِ فالقولُ لهُ و البيّنةُ لَهَا و لو انكرتْ انفاقَه فالقول لَها بيمينهَا ذخيره

ترجمہ زوجہ کا نفقہ شوہر کے ذمہ قرض نہیں ہوتا۔ مگر قاضی کے حکم سے یا طرفین کی رضامندی سے۔ یعنی میاں بیوی دونوں نے کسی مقدار پر باہم صلح کر لیا ہو۔ خواہ طعام پر یا دراہم پر لہٰذا پس اس سے پہلے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ اور قاضی کے حکم کے بعد یا دونوں کی رضامندی کے بعد جو مقدار نفقہ کی بیوی خرچ کرے گی۔ وہ شوہر سے وصول کرلے گی۔ اس نے اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو۔ قاضی کے حکم کے بغیر۔ اور اگر دونوں نے مدت کے بارے میں اختلاف کیا۔ تو قول مرد کا معتبر ہوگا۔ اور گواہ عورت کے قابل قبول ہوں گے۔ اور اگر عورت نے زوج کے نفقہ دینے کا انکار کیا تو عورت کا قول بعد قسم کے مقبول ہوگا۔ ذخیرہ۔

تشریح: زوجہ کا نفقہ طرفین کی رضامندی یا حکم قاضی سے دین ہوتا ہے اور بیوی کا نفقہ بذمہ زوج قرض نہیں ہوتا۔ مگر دو صورتوں میں اول قاضی نے نفقہ کا حکم دیا ہو۔ یا میاں بیوی دونوں نے رضامندی ظاہر کردی ہو۔ یعنی دونوں نے مقدار متعین پر رضامندی کا اظہار کردیا ہو۔ خواہ مقدار معین دراہم (روپیہ، پیسہ ہوں) یا کھانے کی اقسام ہوں مثلاً اتنے گیہوں۔ اتنی دال۔ اور اتنا گوشت وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ قضاء قاضی یا باہم رضامندی کے بغیر نفقہ زوج کے ذمہ قرض نہیں ہوتا۔ یعنی چند دن یا چند ماہ ایسے گذر گئے کہ زوج نے بیوی کو نفقہ نہیں دیا اس کے بعد قضائے قاضی ہوگیا۔ یا باہم رضامندی سے مقدار نفقہ طے کرلیا تو گذرے ہوئے دنوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ قرض نہیں ہوگا۔ اور نہ اسے دینا پڑے گا۔

قضائے قاضی کے بعد عورت جو رقم خرچ کرے گی اور قاضی کے فیصلہ کے بعد یا رضامندی کے بعد جو مقدار عورت نفقہ کی خرچ کرے گی وہ زوج سے وصول کر سکتی ہے۔ اگرچہ عورت نے نفقہ میں اپنا ذاتی مال ہی کیوں نہ خرچ کر ڈالا ہو۔ اور چاہے قاضی کے حکم کے بغیر ہی خرچ کیا ہو۔ مگر طے شدہ رقم شوہر سے وصول کرے گی۔

میاں بیوی کے درمیان مدت میں اختلاف واقع ہوگیا اور اگر دونوں کے درمیان مدّت میں اختلاف واقع ہوگیا۔ مثلاً عورت کہتی ہے۔ قاضی نے دو ماہ پہلے نفقہ مقرر کیا تھا۔ اور مرد کہتا ہے کہ ایک ماہ قبل نفقہ مقرر ہوا تھا۔ تو شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر عورت نے گواہ پیش کردیئے تو عورت کے گواہ معتبر مانے جائیں گے۔

عورت نفقہ پانے کا انکار کرتی ہے اور اگر عورت نے نفقہ وصول پانے کا انکار کیا۔ تو قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر مانا جائے۔ (کذا فی الذخیرہ)

و بموت احدهما هو طلاقها و لوْ رجعيًا ظهيرية و خانية و اعتمد في البحر بحثاً عدم سقوطها با الطلاق لكن اعتمد المصنف ما في جواهر الفتاوىٰ والفتوىٰ عدمُ سقوطها بالرجعي كيلا يتخذَ الناسُ ذلك حِيلةً و استَحْسَنه محشّي الاشباه و بالاوّل افْتي شيخُنا

الرملی لکن صحَّح الشرنبلالی فی شرحِه للوهبانیةِ ما بحثه فی البحر من عدم السقوطِ ولو بائِناً قالَ و هو الاصحّ و ردَّ ما ذکره ابن الشحْنَةِ فتامل عنْدَ الفتویٰ ویسقط المفروض لانّها صِلَةٌ۔

ترجمہ نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ میاں بیوی کے مر جانے سے یا پھر عورت کی طلاق سے۔ اگر چہ طلاق رجعی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ظہیریہ اور خانیہ میں لکھا ہے۔ اور بحر الرائق میں بحث کرتے ہوئے نفقہ کے ساقط نہ ہونے کا قول کیا ہے اوّل صورت میں۔ یعنی طلاق والی صورت میں مگر مصنف نے اس پر اعتماد ظاہر کیا ہے۔ جواہر الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اور نفقہ کے ساقط نہ ہونے کا ہے۔ طلاق رجعی کی صورت میں تاکہ لوگ نفقہ ساقط کرنے کا بہانہ نہ بنالیں۔ اور اسی کو اشباہ کے مصنف نے مستحسن کہا ہے۔ پس آپ بھی غور کر لیجئے۔

تشریح: نفقہ مفروضہ ساقط ہو جاتا اور وہ نفقہ جو قاضی کے حکم سے یا باہمی رضامندی سے مقرر ہوا تھا۔ وہ دونوں میں سے ایک کے وفات پا جانے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ یا عورت پر طلاق واقع ہو جانے سے۔ اگر چہ طلاق رجعی دی گئی ہو۔ (کمافی الظہیریۃ۔ والخانیۃ)

نفقہ ساقط ہونے کی دلیل اس وجہ سے کہ نفقہ ایک عطیہ ہے۔ اور عطیہ طلاق اور موت سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ھبہ پر اگر قبضہ نہیں کیا گیا۔ اور ہبہ کرنے والا وفات پا گیا تو ہبہ ساقط ہو جاتا ہے۔

نفقہ ساقط ہونے کے متعلق بحر الرائق کی رائے اور بحر الرائق میں چند دلائل کے بعد لکھا ہے کہ نفقہ کا ساقط نہ ہونا قابل اعتماد ہے۔ طلاق کی صورت میں خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن۔

سقوط نفقہ زوج کے متعلق مصنف کی رائے اور مصنف نے اپنی شرح جواہر الفتاویٰ میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی میں نفقہ زوجہ کا ساقط نہیں ہوگا۔ اور اسی پر فتویٰ بھی ہے۔ تاکہ لوگ اس کو بہانہ نہ بنالیں۔ یعنی عورت کے نفقہ کی مقدار زیادہ ہو جائے تو اس کو طلاق دے کر نفقہ سے سبکدوش ہو جائیں۔ اس کے بعد اسی عورت سے نکاح کر لیں۔ اس طرح وہ سابق نفقہ دینے سے بچ جائیں۔ اس میں عورتوں کا سخت ترین نقصان ہے۔ اور الاشباہ کی محشی امام حمویؒ نے طلاق رجعی میں عورت کے نفقہ کے ساقط نہ ہونے کی تائید فرمائی ہے۔

شارحؒ نے کہا میرے استاذ خیر الدین علی نے پہلے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ یعنی مطلق طلاق کی صورت میں نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کو صحیح کہا ہے۔ یعنی یہ کہ طلاق دینے کی صورت میں عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ اگر چہ طلاق بائن ہی کیوں نہ دی گئی ہو۔ اور کہا ہے کہ نفقہ ساقط نہ ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ اور جنھوں نے نفقہ کو ساقط مانا ہے۔ ان کی تردید بھی کی ہے۔ لہٰذا فتویٰ دینے کے وقت اس مسئلے میں خوب غور کر لیا جائے۔ یعنی نفقہ مقرر ہونے کے بعد اگر شوہر نے طلاق دیدی ہے تو قاضی اور مفتی کو غور کر لینا چاہیے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ نفقہ سے بچنے کے لئے اس نے طلاق دی ہے تو حکم دے کہ نفقہ ساقط نہیں ہے۔ یا پھر ساقط نہ ہونے پر فتویٰ دے۔ لیکن اگر طلاق زوجہ کی بدمزاجی سے پریشان ہو کر دیا ہے نفقہ کے ساقط ہونے کا قاضی حکم اور مفتی فتویٰ دے سکتا ہے۔ طحاوی نے بھی اس پر اعتماد کیا ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

الاّ اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموتٍ او طلاقٍ فی الصّحیح لما مرّ انّها کاستدانته بنفسِه و عبارةُ ابنِ الکمال الاّ اذا استدانت بعْدَ فرضِ قاضٍ و لو بلا امرِه فلیحرّر ولاَ تردُّ النفقةُ والکِسْوَةُ المُعَجّلَةُ بموتٍ او طلاقٍ عجّلها الزّوجُ او ابوه و لو قائمة به یُفتی یباعُ القِنُّ و یسعٰی مُدَبّرٌ و مکاتَبٌ لم یَعْجز. الماذونُ بالنکاحِ و بدونِهِ یُطالبُ بعد عتقِه فی نفقةِ زوجتِه المفروضَةِ اذا اجتمع علیْه ما یعْجزُ عن اَدائِه و لم یفْدِهِ ذخیرة و لو بنت المولٰی .

ترجمہ لیکن جب کہ عورت نے قاضی کے حکم سے قرض لیا ہو تو نفقہ زوج کے مرنے یا طلاق دینے سے ساقط نہیں ہوتا۔ صحیح قول کی بناء پر جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے (کذا فی المحیط) کہ عورت کے نفقہ کے لئے قرض لینا ایسا ہی ہے۔ جیسے مرد نے قرض لیا ہے۔ اور ابن کمال کی عبارت اس طرح ہے۔ الاّ اذا الخ ۔ یعنی زوجہ شوہر کی موت واقع ہو جانے یا طلاق دینے سے نفقہ مقررہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر جب کہ عورت نے قرض لیا ہو قاضی کے مقرر کرنے کے بعد تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ قاضی کے حکم کے بغیر اس نے قرض لیا ہو۔ اور نہیں واپس کیا جائے گا وہ نفقہ اور کسوہ (کپڑے وغیرہ) جو پیشگی دیدیا گیا ہو۔ شوہر کے مر جانے یا طلاق دیدینے سے۔ پیشگی ادائیگی مقررہ شوہر نے کردی ہو یا اسکے باپ نے کی ہو۔ گو وہ نفقہ یا کپڑا موجود بھی ہو۔ اسی کے مطابق فتویٰ دیا گیا ہے۔ اور غلام خالص فروخت کر دیا جائے گا۔ اور مدبر و مکاتب جو کسب سے عاجز نہ ہوں سعی کریں گے۔ فروخت کیا جائے گا وہ خالص غلام جسکو نکاح کی اجازت دی گئی ہو۔ اور بغیر اجازت کے اگر نکاح کیا ہے تو اس کے آزاد ہونے کے بعد مطالبہ کیا جائے گا۔ اس کی زوجہ کے مقررہ نفقہ کی ادائیگی میں اور وہ مدبر اور مکاتب جو بدل کتابت کو اداء کرنے سے عاجز نہیں ہوا تو وہ محنت و مزدوری کرے گا بیوی کے نفقہ کے لئے اور خالص غلام اس نفقہ کے لئے فروخت کیا جائے گا۔ جب کہ اس کے ذمہ اتنی رقم جمع ہو جائے کہ وہ اس کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ اگرچہ اس کی بیوی مولیٰ (آقا) کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی اس کو بیچا جائے۔

تشریح:- اگر بیوی نے نفقہ مقرر ہونے کے بعد قرض لیا اگر عورت نے قاضی کی اجازت سے اپنے نفقہ کے بقدر کسی سے قرض لے لیا۔ اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر کا انتقال ہو گیا۔ تو اب نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ یہی قول صحیح ہے۔ کذا فی المحیط۔

اس لئے کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ عورت کا قاضی کے حکم و اجازت سے قرض لینا ایسا ہی ہے جیسے خود شوہر نے بذات خود اپنے لئے قرض لیا ہو۔ لہٰذا جس طرح شوہر کا لیا ہوا قرضہ واجب الاداء ہے۔ اسی طرح بیوی کا لیا ہوا یہ قرض بھی واجب الاداء ہے۔ (کذا فی البحر)

ابن کمال کی عبارت کا حاصل کہ بیوی کا نفقہ مفروضہ شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ قرض قاضی کے مقرر کرنے کے بعد لیا ہے تو ساقط نہیں ہوتا۔ خواہ اس نے قاضی کے حکم کے بغیر ہی قرض لیا ہو۔ مزید تفصیل فقہ کی کتابوں سے معلوم کرنا چاہیے۔

حلبی کی رائے حلبی نے کہا ہے کہ ابن کمال کی مذکورہ بالا رائے فقہ کی متون اور شروح دونوں کے خلاف ہے۔ اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ (کذا فی حاشیة المدنی)

اگر عورت کو نفقہ و کپڑا پیشگی دیدیا گیا ہو

اگر شوہر نے بیوی کا نفقہ اور کپڑے پیشگی دیدیئے اسکے بعد اس کا انتقال ہو گیا یا اس نے طلاق دیدی ہو تو یہ نفقہ اور کپڑا واپس نہ کیا جائے گا۔

اگر شوہر کے باپ نے پیشگی دیدیا ہو

اور اگر بیوی کا نان نفقہ یا کپڑا شوہر کے والد نے دیا تھا۔ اس کے بعد لڑکے (شوہر) نے طلاق دیدی یا انتقال کر گیا۔ تو بھی واپس نہ کیا جائے گا۔ اگر چہ کپڑے اور نفقہ موجود ہی کیوں نہ ہوں۔ اور استعمال میں نہ لائے گئے ہو اسی طرح فتویٰ ہے۔ (کذا فی منح الغفار ناقداً عن الخانیہ و الفتح۔)

نفقہ کی ادائیگی میں خالص غلام فروخت کیا جائیگا

خالص غلام کو اس کی بیوی کے نفقہ و کسوہ کی رقم کی ادائیگی میں بیچ ڈالا جائے گا۔ بشر طیکہ قاضی نے اس کا نفقہ مقرر کیا ہو۔ اور اس کے آقا نے اس کو نکاح کرنے کی اجازت بھی دی ہو۔

آقا نے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دی

اگر خالص غلام نے آقاء کی اجازت کے بغیر ہی اپنا نکاح کسی عورت سے کر لیا ہو تو جب یہ آزاد ہو گا اس کے بعد اس سے نفقہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

مدبر اور مکاتب سے نفقہ کی ادائیگی

اور وہ مدبر غلام یا مکاتب جو ابھی بدل کتابت کے اداء کرنے سے عاجز نہیں ہوا۔ اپنی بیوی کے نفقہ کے لئے محنت مزدوری کر کے پورا کرے گا۔ اور خالص غلام کو اس کے نفقہ کے لئے فروخت کر دیا جائے گا۔ جبکہ اس کے ذمہ نفقہ کی اتنی بڑی مقدار واجب ہو گئی کہ اس کے ادا کرنے سے وہ عاجز ہو۔

کیا نفقہ غلام کے آقا پر واجب ہو گا

غلام کا مالک اس کے بدلے نفقہ نہ دے۔ (کذا فی الذخیرہ) اگر چہ غلام کی بیوی اس کے مالک کی لڑکی ہی کیوں نہ ہو مگر غلام کو اس کے واسطے فروخت نہ کیا جائے گا۔

لاَ اَمتِہ و لاَ نفقۃُ ولدہ و لو زوجتُہ حُرّۃً بل نفقتہ علیٰ اُمِّہ و لو مکاتبۃً لتبعیّتہ للام۔

ترجمہ اور نہ واجب ہو گا نفقہ غلام پر اس کی اُس بیوی کا جو غلام کے آقا کی باندی ہے۔ اور نہ واجب ہو گا اس پر نفقہ اس کے لڑکے کا۔ اگر چہ بیوی اس کی حرہ (آزاد) ہو۔ بلکہ لڑکے کا نفقہ لڑکے کی ماں پر واجب ہو گا۔ اگر چہ اس کی ماں مکاتبہ ہو۔ اس لئے کہ لڑکا اپنی ماں کے تابع ہے۔

تشریح:- غلام کی بیوی آقا کی باندی ہے

اگر غلام کی بیوی اس کے آقا کی باندی ہے تو اس کا نفقہ غلام (شوہر) پر واجب نہ ہو گا۔

غلام کے لڑکے کا نفقہ

اسی طرح غلام کے لڑکے کا نفقہ بھی واجب نہ ہو گا۔ اگر چہ اس کی زوجہ آزاد عورت ہی کیوں نہ ہو بلکہ غلام کے لڑکے کا نفقہ اس لڑکے کی ماں پر واجب ہو گا۔ اگر چہ اس کی ماں مکاتبہ ہی کیوں نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا آزاد اور مکاتب ہونے کے باب میں ماں کے تابع ہے لہٰذا ماں اگر اس کی حرّہ (آزاد) ہے تو ولد بھی آزاد شمار ہوگا اور مکاتبہ ہے تو لڑکا بھی مکاتب ہوگا۔ لہٰذا لڑکا جب آزاد قرار دیدیا گیا تو اس کا نفقہ غلام پر واجب ہو سکتا ہے۔

لڑکے کی ماں مدبرہ یا باندی ہو اور اگر اس لڑکے کی ماں باندی ہو یا مدبرہ تو اس صورت میں نفقہ ولد کا مولیٰ (آقا) پر واجب ہوگا۔ کیوں کہ اس صورت میں لڑکا مولیٰ کی ملکیت میں ہے۔

و لو مكاتبينِ سعىٰ لامّه و نفقتهُ علىٰ ابيه جوهرة مَرّةً بعدَ اخرىٰ اى لو اجتمع عليه نفقة اخرى بعد ما اشتراه مَنْ عَلم به او لم يعلم ثمّ علم فرضى بيع ثانياً و كذا المشترىٰ الثالث و هَلُمّ جرًّا لانهُ دين حَادِثٌ قاله الكمال و ابن الكمال فما فى الدرر تبعاً للصدْرِ سهْو.

ترجمہ اور اگر میاں بیوی دونوں مکاتب ہوں۔ تو لڑکا اپنی ماں کے واسطے سعی کرے گا یا لڑکے کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہوگا۔ (جوہرہ) یکے بعد دیگرے فروخت کیا جائے گا۔ اگر اس پر دوسرا نفقہ جمع ہو گیا بعد اس کے کہ اس کو ایسے شخص نے خریدا جو اس کا حال جانتا تھا۔ یا پہلے سے حال نہ جانتا تھا۔ پھر بعد میں جان گیا۔ اور خریدنے پر راضی ہو گیا۔ تو اس غلام کو دوسری مرتبہ فروخت کیا جائے گا۔ یہی حکم تیسرے خریدنے والے کا بھی ہوگا۔ حتیٰ کہ بدستور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لئے کہ یہ قرض حادث ہے۔ یہ قول کمال اور ابن کمال دونوں کا ہے۔ پس وہ قول جو کتاب دُرَر میں صدر کے تابع ہو کر لیا گیا وہ سہو ہے۔

تشریح:۔ میاں بیوی دونوں مکاتب ہوں اگر میاں بیوی دونوں کسی کے مکاتب ہوں اور ان سے کوئی لڑکا بھی ہو۔ تو لڑکا اپنی ماں کے واسطے کما کر لائے گا۔ یعنی اس کی آمدنی کی مالک اس کی ماں ہوگی۔ کیونکہ ولد اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس ولد کا نفقہ اس کے باپ کے ذمہ واجب ہوگا۔

جوہرہ کی عبارت کتاب الجوہرہ کی عبارت اس طرح ہے۔ آقا نے اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا۔ پھر دونوں کو مکاتب بنادیا۔ اس کے بعد ان سے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی کتابت میں داخل نہ ہوگا۔ اور لڑکا جو آمدنی پیدا کرے گا اس کی مالک ماں ہوگی۔ اور نفقہ اس ولد کا اس کی مکاتبہ ماں پر ہی واجب ہوگا اور مکاتبہ باندی کا نفقہ اس کے شوہر مکاتب پر واجب ہوگا۔

لہٰذا اوپر جو شرح میں بیان کیا گیا ہے کہ اس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قول جوہرہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح بحر الرائق کے بھی خلاف ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

فتاویٰ عالمگیری میں یہی مسئلہ محیط کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہوا ہے۔

ایک شخص نے اپنے ایک غلام اور ایک باندی کو مکاتب بنادیا۔ پھر اس نے ان دونوں کی شادی بھی کر دی۔ اس باندی سے اس غلام کا لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نفقہ ماں کے ذمہ ہوگا باپ کے ذمہ نہ ہوگا۔ اس لئے یقین ہو گیا کہ اس مقام پر شارح سے غلطی ہو گئی ہے۔ کہ اس نے اس لڑکے کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب کیا ہے۔

نفقہ میں شوہر خالص غلام کو بار بار فروخت کیا جائیگا خالص غلام نے اپنا نکاح کر لیا تو اس کی بیوی کا نفقہ اس پر واجب ہوگا۔ لہٰذا غلام کو فروخت کر کے اس سے جو رقم حاصل ہوگی اسی سے نفقہ کی رقم اداء کی جائے گی۔ اور اس طرح بار بار کیا جائے گا۔

یعنی نفقہ ایک مرتبہ فروخت کر کے اداء کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوبارہ نفقہ کا بوجھ اس پر ہو گیا تو دوسری مرتبہ بھی اس کو بیچ کر نفقہ کی رقم اداء کی جائے گی۔

صورت اس کی یہ ہے کہ غلام کے اوپر نفقہ واجب ہو گیا۔ اس کو اداء کرنے کے لئے اس کو فروخت کر دیا گیا۔ جس مالک نے اس غلام کو خریدا ہے اس کو معلوم تھا کہ اس پر نفقہ کی رقم واجب ہے۔ اس کے باوجود اس نے اس غلام کو خرید لیا۔ یا خریدتے وقت مالک کو معلوم نہ تھا۔ مگر بعد میں اس کو معلوم ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود غلام کو مالک اول کے پاس واپس نہیں کیا تو دوبارہ نفقہ کی ادائیگی میں اس غلام کو دوسرے مالک کے پاس سے فروخت کر دیا جائے گا۔

اسی طرح جب تیسرے مالک نے اس کا حال جانتے ہوئے خرید لیا بعد کو اس کا حال معلوم ہو گیا اس کے باوجود اس نے پہلے کو رد نہیں کیا۔ تو غلام کو اس تیسرے مالک کے یہاں سے بھی بیچ دیا جائے گا۔ اور یہی سلسلہ آخر تک جاری رہے گا۔ یعنی نفقہ کی رقم اس کو بیچ کر اداء کی جائے گی۔

بسلسلہ قرض غلام کی فروختگی نفقہ چونکہ بار بار بلکہ روزانہ ہی واجب ہوتا ہے۔ اس لئے غلام جب بھی نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو گا۔ تب ہی اس کو فروخت کر دیا جائے گا۔ البتہ وہ قرض جو صرف ایک ہی مرتبہ واجب ہوا ہے۔

مثلاً دین مہر تو اس کو ادا کرنے کے لئے غلام کو صرف ایک مرتبہ فروخت کیا جائے گا۔ (کمال الدین نے فتح القدیر میں اسی طرح لکھا ہے) اور کمال الدین نے ایضاح اور اصلاح میں یہی مسئلہ لکھا ہے۔ لہٰذا دُرَرؔ میں صدر الشریعہ کی اتباع میں جو قول مذکور ہے وہ درست نہیں ہے۔

صدر الشریعہ کے قول کا حاصل صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ غلام نے آقا کی اجازت سے ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ اور قاضی نے اس عورت کا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا۔

تھوڑے تھوڑے کر کے اس کے ذمہ ایک ہزار درہم جمع ہو گئے اس رقم کو ادا کرنے کے لئے غلام پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا گیا اور یہی غلام کی قیمت تھی۔ اور مشتری (جس نے غلام کو خریدا ہے) جانتا تھا کہ ابھی غلام کے ذمہ نفقہ مفروضہ کی رقم پانچ سو درہم باقی واجب الاداء ہے۔ تو اس رقم کو اداء کرنے کے لئے غلام کو دوسری مرتبہ پھر فروخت کیا جائے گا۔

غلام پر ہزار درہم کا قرض ہو اور اگر غلام ہزار درہم کا مقروض ہو۔ اور کسی وجہ سے غلام پانچ سو درہم میں فروخت کر دیا گیا۔ تو اب دوبارہ اس کو فروخت نہ کیا جائے گا۔ (کذا فی درر و غرر)

صدر الشریعہ کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غلام کو باقی پانچ سو درہم کو ادا کرنے کے لئے بیچا جائے گا۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ دین نفقہ میں غلام کو بار بار فروخت کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ نفقہ تھوڑا تھوڑا مشتری کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے۔ جب کہ دین والی صورت میں پانچ سو روپیہ تھوڑے تھوڑے کر کے جمع نہیں ہوئے۔ لہٰذا قرض والے باقی پانچ سو دراہم کے لئے غلام کو دوبارہ فروخت نہ کیا جائے گا۔ بلکہ انتظار کیا جائے گا۔ جب غلام آزاد ہو گا تو آزادی کے بعد کما کر قرض والی رقم اداء کر دے گا۔ (کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی)

و تسقُط بموتِه و قتلِه فی الاصحِّ و یباع فی دین غیرها مرّةً لعدم التّجدُّدِ و سَیجیُٔ فی

الماذونِ انّ لِلغرماء استسْعاءَ ه و مفادُه انّ لها استسعاءُ ه و لولنفقةِ كلّ يومٍ بحر قال و هل يباع فى كفنها ينبغى علىٰ قول الثانى المفتىٰ به نعم كما يباع فى كِسوتِها .

ترجمہ اور اس کے مر جانے اور قتل ہو جانے سے (نفقہ) ساقط ہو جاتا ہے۔ صحیح قول کی بناء پر، اور غلام کو زوجہ کے ماسواء کے دَین کے بدلے صرف ایک مرتبہ فروخت کیا جائے گا۔ وجوب میں تجدد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اور عبد ماذون کا حکم آگے آئیگا۔ کہ قرض خواہوں کو اجازت ہے سعی اور کسب کرانا غلام ماذون سے اور اس کی اجرت خود رکھ لینا۔ اگرچہ ہر دن کے نفقہ کے لئے ہو۔ اور صاحب بحر الرائق نے کہا ہے کہ کیا غلام کو زوجہ کے کفن کے لئے بیچا جائے گا تو قول ثانی کی بناء پر فروخت کیا جائے گا جس طرح زوجہ کے کپڑوں کے لئے اس کو بیچا جائے گا۔

تشریح:- غلام سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور اگر غلام مر گیا یا قتل کر دیا گیا۔ تو زوجہ کا نفقہ اس پر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ صحیح قول یہی ہے۔

غلام کو صرف ایک مرتبہ فروخت کیا جائے گا بیوی کے نفقہ میں چونکہ نفقہ میں تجدد پایا جاتا ہے۔ روزانہ کے حساب سے نفقہ واجب ہوتا رہتا ہے اس لئے غلام کو بار بار فروخت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اگر غلام کسی کا مقروض ہو گیا۔ تو ادائیگی قرض کے بدلے میں غلام کو صرف ایک مرتبہ فروخت کیا جائے گا۔ دوبارہ نہ بیچا جائے گا۔

عبد ماذون کے مقروض ہونے کا حکم وہ غلام جس کو آقا نے خرید و فروخت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اور وہ مقروض ہو گیا۔ یا اس پر زوجہ کے نفقہ وغیرہ کا حکم عنقریب بعد میں بیان کیا جائے گا۔

خلاصہ حکم حکم یہ ہے کہ عبد ماذون سے قرض خواہ محنت مزدوری کرائے اور اس کی مزدوری خود لیتا رہے۔ تو درست ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کے لئے بھی اس کی اجازت ہے کہ وہ اپنے شوہر غلام سے اپنے نفقہ کے لئے محنت مزدوری کرائے۔ اور نفقہ کی ضرورت اس سے پوری کرے (کذافی البحر) کیونکہ بیوی کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ دَین ہوتا ہے۔ اور یہ کہ بیوی بھی صاحب دین ہے۔

عورت کے کفن کیلئے غلام کو بیچا جائے گا صاحب بحر الرائق کا قول ہے کہ بیوی کے کفن کے لئے غلام شوہر کو فروخت کیا جائے گا امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب بیوی کے کپڑوں کے لئے غلام کو بیچا جا سکتا ہے تو اس کے کفن کے لئے بھی بیچا جا سکتا ہے۔ گویا امام ابو یوسفؒ نے کفن کو لباس پر قیاس فرمایا ہے۔ بقول شارح یہ امام ابو یوسفؒ کا قول نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اس قول سے کہ "کفن برابر ہے پوشاک کے" سے صاحب بحر الرائق نے قیاس کیا ہے۔ صاحب نہر الفائق اور حموی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

و نفقة الامةِ المنكوحةِ و لَوْ مدبَّرةً او امّ ولَدٍ اما المكاتبةُ فكالحرة انّما تجب على الزوج و لو عبْدًا بالتّبويَةِ بانْ يدفعها الَيْهِ و لا يستخدمها .

ترجمہ اور منکوحہ باندی کا نفقہ اگر چہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو واجب نہیں ہوتا۔ بہر حال مکاتبہ تو پس وحرّہ کے مانند ہے اور بیشک واجب ہے زوج پر اگر چہ وہ غلام ہونے کی وجہ سے۔ یعنی شب گذارنے کے لئے علیحدہ مکان دینے کی وجہ سے۔ بایں طور کہ مالک اس کو (یعنی باندی کو) تبویہ زوج کے سپرد کردے۔ اور خود اس سے خدمت نہ لے۔

تشریح: زوج پر خواہ غلام ہو نفقہ واجب ہے

اور وہ باندی جسکا نکاح ہو گیا ہو اگر چہ مدبرہ یا ام ولد ہی کیوں نہ ہو۔ شوہر پر خواہ وہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ نفقہ واجب نہیں ہے۔

ہاں اگر مالک نے اس باندی سے خدمت لینا بند کر دیا۔ اور باندی کو رات گذارنے کے لئے شوہر کو دیدیا۔ تو شب گذارنے کی وجہ سے منکوحہ باندی کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔ شوہر چاہے غلام ہی کیوں نہ ہو۔

نکاح کرنے کے بعد مالک باندی سے خدمت لے

باندی کا نکاح کر دینے کے بعد مالک اپنے کاروبار میں رکھے تو اس باندی کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا۔

منکوحہ مکاتبہ کا نفقہ

جہاں تک مکاتبہ باندی کے نفقہ کا تعلق ہے۔ تو اس کا نفقہ علیحدہ مکان لینے پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح حرّہ کا نفقہ واجب ہے۔ اسی طرح اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے۔

مالک دن میں باندی سے خدمت لے

اور اگر منکوحہ باندی کا مالک دن میں اپنی خدمت لے اور رات میں اس کے شوہر کے پاس بھیج دے۔ تو اس صورت میں نفقہ اس باندی کا زوج کے ذمہ واجب ہوگا۔

رات میں باندی مالک کے پاس رہے

اور اگر مالک باندی کو رات میں اپنی خدمت کے لئے رکھتا ہے۔ اور دن میں خدمت کے لئے شوہر کے پاس بھیج دیتا ہے۔ تو رات کا نفقہ مولیٰ کے ذمہ اور دن کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

فلو استخدَمها المولی او اهلهٗ بعدَها او بوّاها بعْد الطلاق لاجل انقضاءِ العدّة لاَ قبلَه ای و لم یکن بوّاها قبل الطلاق سقطت بخلافِ حرّةٍ نشزت فطُلّقتْ فعادت و فی البحر بحثا فرضها قبل التّبوئةِ باطلٌ و نفقاتُ الزوجات المختلفة مختلفةٌ بحالهما.

ترجمہ پس اگر مولیٰ یا اس کے گھر والوں نے باندی سے کام لیا۔ یا اس کو طلاق کے بعد علیحدہ مکان دیا عدت کو پورا کرنے کے لئے نہ کہ اس سے پہلے۔ یعنی باندی کو علیحدہ رہنے کو مکان طلاق سے پہلے نہیں دیا تھا۔ تو ساقط ہوگا۔ (نفقہ زوج سے) بخلاف حرّہ (آزاد عورت) کے جو شوہر کے مکان سے باہر چلی گئی۔ پس اس کے بعد طلاق دیدی گئی۔ اور وہ لوٹ کر زوج کے گھر آگئی۔ اور بحر الرائق نے اس پر بحث کی ہے۔ کہ منکوحہ کا نفقہ مقرر کرنا تفویض سے پہلے باطل ہے۔ اور مختلف بیویوں کے نفقہ جات مختلف ہیں۔ ان کی حالت کے مختلف ہونے کے اعتبار سے۔

تشریح: باندی زوجہ کا نفقہ زوج سے ساقط ہے

اگر مولیٰ یا اس کے اہل خانہ نے باندی سے خدمت لی۔ تو باندی کا نفقہ شوہر سے ساقط ہے۔ بلکہ واجب ہی نہیں ہوتا۔

بعد از طلاق آقا نے اسکو مکان دیدیا اسی طرح اگر شوہر نے منکوحہ باندی کو طلاق دیدی طلاق واقع ہونے کے بعد باندی کے آقا نے باندی کو رہنے کے لئے مکان دیدیا تب بھی زوجہ کا نفقہ شوہر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر شوہر نے شروع نکاح ہی سے باندی منکوحہ کو رہنے کے لئے مکان نہیں دیا۔ تو اس کے ذمہ نفقہ شروع ہی واجب نہ ہوگا۔

حرّہ منکوحہ زوج کے گھر سے باہر چلی گئی لیکن اگر منکوحہ حرّہ ہو اور وہ کسی وجہ سے شوہر کے گھر سے باہر نکل کر چلی گئی۔ اور طلاق واقع ہونے کے بعد دوبارہ شوہر کے گھر واپس آگئی تو اس عورت کا نفقہ تا انقضاء عدت شوہر کے ذمہ واجب ہوگا۔

بحر الرائق کی رائے اور صاحب بحر نے لکھا ہے کہ منکوحہ باندی کا نفقہ مقرر کرنا شوہر کے ذمہ تفویض سے پہلے باطل ہے۔ یعنی باندی منکوحہ پہلے اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرے اس کے پاس رات گذارے تب بعد میں اس کا نفقہ شوہر واجب ہوگا۔ اس سے پہلے نہیں۔

بیویاں اگر مختلف درجہ کی ہوں مفتی بہ قول کے مطابق بیویوں کے نفقہ جات ان کے اور شوہر کی حیثیت کے مطابق واجب ہوں گے۔ مثلاً ایک مالدار اور دوسری غریب ہے تو مالدار کا نفقہ اس کے حال کے مطابق۔ اور غریب عورت کا نفقہ اس کی حالت کے مطابق اوسط درجہ کا واجب ہوگا۔

اگر زوج غریب ہو لیکن اگر شوہر غریب و نادار ہے۔ اور اس کی بیوی مالدار دوسری غریب ہے تو مالدار عورت کا نفقہ اوسط درجہ کا اور غریب عورت کا نفقہ افلاس کے مناسب دینا ہوگا۔

و كذا تجب لها السكنى فى بيتٍ خالٍ عن اهلِهٖ سوى طفلِه الذى لا يفهَم الجماعَ و امتِه و امّ ولدِه و اهلِها و لو ولدها من غيره بقدرِ حالِهِمَا كطعامٍ و كسوةٍ و بيت منفرد من دارٍ له غلقٌ زاد فى الاختيارِ و العينى و مرافقِ و مفاده لزوم كنيف و مطبخٍ و ينبغى الافتاءُ به بحر كفاها لحصول المقصودِ هداية .

ترجمہ اور جس طرح شوہر کے ذمہ بیوی کا کھانا کپڑا واجب ہے اسی طرح اس کے ذمہ سکنی (جائے رہائش) بھی واجب ہے ایسی جگہ جو اس کے اہل و عیال سے خالی ہو۔ علاوہ اس نو عمر بچے کے جو جماع کو نہ سمجھتا ہو۔ علاوہ اس کی باندی اور اس کی امّ ولد کے اور اس کا (یعنی زوجہ کے) کام کا مکان زوجہ کے گھر والوں سے بھی خالی ہونا چاہئے اگر چہ اس کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو اس کے علاوہ سے۔ دونوں کی حالت کے مطابق جیسے کھانا اور کپڑا میں دونوں کی حالت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ایسی کوٹھری جو اس کے گھر میں الگ ہو۔ اختیار میں اضافہ کیا گیا ہے کہ اس کوٹھری میں تالہ بھی ہو۔ اور عینی میں مرافق کا اضافہ ہے۔ یعنی ضرورت کی دوسری چیزیں بھی مہیا ہونا چاہیے۔ اس کا مفادیہ ہے کہ اس کے لئے بیت الخلاء اور باورچی خانہ بھی ضروری ہے۔ اور اسی کے مطابق فتوی دینا بھی مناسب ہے۔ کذافی البحر۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ عورت کو مقفل کوٹھری کافی ہے اس لئے کہ اس سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

تشریح: بیوی کے رہنے کیلئے ایک کوٹھری کافی ہے زوجہ کیلئے شوہر کے ذمہ جس طرح کا کھانا اور کپڑا اپنی اور بیوی کی حیثیت کے مطابق دینا ضروری ہے..اسی طرح زوجہ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو رہنے کے لئے ایسا گھر یا ایسی کوٹھری کا انتظام کیا جائے جو پہلے اس کے دوسرے اہل وعیال سے خالی ہو۔اس سے وہ بچہ مستثنٰی ہے جو جماع کی کارروائی کو نہ سمجھتا ہو۔

مکان میں بھی دونوں کی رعایت رکھی جائے گی اور جس طرح یہ مکان یا کوٹھری شوہر کے دوسرے اہل و عیال سے فارغ ہو۔اسی طرح فی نفسہ یہ کوٹھری بھی ایسی ہونی چاہیے۔جو شوہر اور بیوی کی اپنی حیثیت کے مطابق ہو۔

کوٹھری کے ساتھ باورچی خانہ اور پائخانہ رہائش میں داخل ہیں اور اختیار جو مختار کی شرح ہے۔اس میں کوٹھری کے ساتھ تالہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے اور عینی شرح کنز میں مرافق کا اضافہ ہے۔یعنی کوٹھری میں تالہ بھی ہو۔اور ایسی جگہ ہو جہاں وہ روٹی پکا سکے۔اور قضاءِ حاجت کر سکے۔

صاحب ہدایہ کی رائے صرف مقفل کوٹھری رہائش کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔باورچی خانہ اور پائخانہ کا تذکرہ نہیں کیا۔مگر صاحب بحر الرائق نے اختیار اور عینی کی روایت کے مطابق ان ضروریات کا پورا ہونا مفتی بہ قرار دیا ہے۔

شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ ایسی کوٹھری جس میں باورچی خانہ و پاخانہ کا انتظام ہو ضروری ہے۔

شیخ رحمتی کا قول ہے کہ زوجہ کے لئے پاخانہ علیحدہ ہونا ضروری ہے۔کیونکہ مشترکہ پاخانہ میں اگرچہ دوسرے مرد اس میں نہ جاتے ہوں۔مگر پھر بھی مضرت سے خالی نہیں ہے۔(کذا فی حاشیۃ المدنی)

سکنٰی سے متعلق ہندوستان کا رواج جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عورت کے رہنے کے لئے تالہ بند کوٹھری مرد کے ذمہ انتظام کرنا ضروری ہے۔تو ہندوستان کے دیہات اور قصبات میں جو یہ رواج ہے کہ بیوی کے لئے علیحدہ رہنے کا انتظام نہیں کرتے خاص طور پر جب کہ شوہر کے گھر میں ایک چھپر یا ایک ہی کوٹھری ہو اور اس میں گھر کے سبھی لوگ دن رات رہتے ہوں۔البتہ میاں بیوی کے لئے کپڑے کا ایک پردہ درمیان میں ڈال دیا جاتا ہو۔یہ قطعاً غلط اور شریعت کے خلاف ہے۔اس میں عورت کی نہ صرف یہ کہ حق تلفی ہی ہے۔لیکن بے حیائی بھی ہے۔اس لئے کہ میاں بیوی کی حرکات وسکنات سے بے خبر ہوں ایسی جگہوں پر ممکن نہیں ہے۔اس کو معمولی بات سمجھ کر ٹال نہ دینا چاہیے بلکہ عورت کی سکونت کے لئے مکان مقفل کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

و فی البحر عن الخانیۃِ یشترط ان لا یکونَ فی الدار اَحدٌ من اَحْماءِ الزوج یؤْذیھا و نقل المصنّف عن الملتقطْ کفایتہٖ مع الاحْماَءِ لامع الضرائرِ فلکل من زوجتیہٖ مطالبتہُ ببیْتٍ من دارٍ علیحدۃ.

ترجمہ اور کتاب بحر الرائق میں خانیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ شرط یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ اس گھر میں شوہر کے احماء میں سے کوئی نہ رہتا ہو۔جو اس کو تکلیف پہونچائے۔اور مصنف نے کتاب الملتقط سے نقل کرتے ہوئے لکھا

ہے کہ احماء کے ساتھ اگر رہنے کا انتظام شوہر نے کیا ہو تو کافی ہے۔ مگر سوکنوں کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا متعدد بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کو رہائش کے لئے جداگانہ گھر طلب کرنے کا حق حاصل ہے۔

تشریح: احماء بیوی کے وہ رشتہ دار جو شوہر کی طرف کے ہوں

مثلاً سسر، جیٹھ۔ دیور وغیرہ۔ یعنی شوہر کے والد اس کے بڑے بھائی۔ اس کے چھوٹے بھائی وغیرہ۔

سکنی کے سلسلے میں بحر الرائق کی رائے

بیوی کو جو رہائش کے لئے مکان دیا جائے۔ اس میں شوہر کے اقرباء اس گھر میں نہ رہتے ہوں جو بیوی کو تکلیف دیتے ہوں۔

اگر شوہر کے متعدد بیویاں ہوں

اور اگر کسی شخص کے کئی بیویاں ہیں۔ تو مصنفؒ نے ملتقط نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیوی کے لئے وہ مکان برائے رہائش کفایت کرتا ہے جس میں بیوی کے سسر، جیٹھ اور دیور رہتے ہوں۔ لیکن بیوی دوسری سوکنوں کے ساتھ اس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ ان کے رہنے کے لئے جداگانہ کوٹھریوں کا انتظام کرے۔ اور وہ کوٹھری ایک ہی گھر میں نہ ہوں۔ بلکہ الگ الگ گھروں میں ہوں۔ اس لئے کہ عورت کو جس قدر تکلیف اور اذیت سوکن سے پہونچتی ہے۔ وہ دوسرے رشتہ داروں سے نہیں پہونچتی۔ خاص کر ہندوستان میں کیونکہ متعدد بیویوں کے رکھنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے عورت اپنی سوکن سے بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ اور ہندوستان میں ایک شخص کا متعدد سوکنوں کا رکھنا خواہ سب کے لئے رہائش کا انتظام جداگانہ مکانوں میں کیا گیا ہو زندگی کو نہایت تلخ بنا دیتا ہے۔

ایک گھر میں متعدد کوٹھری ہوں

اور اگر کسی گھر میں آنگن ایک ہو اور کوٹھریاں متعدد ہوں۔ جن میں سے ایک میں بیوی اور دوسری کوٹھریوں میں سسر، جیٹھ اور دیور رہائش اختیار کئے ہوئے ہوں تو عورت کے لئے سکنی کافی ہے۔

وَلَایَلْزمه اتیانُها بمونسةٍ و یَامرهُ باسْکَانها من جیران صالحین بحیثُ لا تستوحش سراجیة و مفادهُ انّ البیتَ بلا جُیران لیس مسکناً شرعیًّا بحرٌ و فی النهرِ و ظاهرُه و جوبها لوالبیتُ خالیًا عن الجیرانِ لاَ سِیمًا اذا خشیتُ علیٰ عقلِهَا منْ سَعَتِهِ. قلتُ لکن نظر فیه الشرنبلالی بما مَرَّ اَنَّ مَا لا جیرانَ له غیرُ مسکنٍ شرعی فتنبه

ترجمہ اور شوہر کے ذمہ بیوی کے پاس ایسی عورت کو لا کر رکھنا لازم نہیں ہے جو اس کی مونس ہو۔ (اور جس سے بیوی کی وحشت دور ہو جائے) اور دار القضاء کی جانب سے مرد کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیوی کو ایسے پڑوس میں رکھے جہاں کے لوگ نیک صالح ہوں۔ اس طور پر کہ بیوی کو وہاں رہنے میں وحشت نہ ہو۔ (سراجیہ) اور سراجیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ بغیر مناسب پڑوس کے مسکن شرعی نہیں ہے۔ (بحر) اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ سراجیہ کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے کسی مونس (جس سے عورت مانوس ہو) کا ہونا واجب ہے۔ اگر اس جگہ مناسب پڑوس میسر نہ ہو۔ بالخصوص جبکہ عورت وسعت مکان کی وجہ سے خوف زدہ ہو۔ میں کہتا ہوں مگر اس میں شرنبلالی نے ایک اعتراض کیا ہے۔ یعنی یہ کہ جس

مکان کے مناسب پڑوسی نہ ہوں وہ مکان شرعی نہیں لہٰذا خبردار ہو جاؤ۔

تشریح: سکنی شرعی سے متعلق بعض جزئیات

مرد کے ذمہ واجب نہیں کہ بیوی کے پاس ایک عورت ایسی بھی رکھے جو اس کی انسیت اور مانوس ہونے کا سبب بنے۔ یعنی اس عورت سے بیوی کا دل بہل جائے۔

سکنی کے لئے ہمسایہ نیک ہو

اور دار القضاء سے حکم جاری کیا جائے گا کہ شوہر بیوی کے لئے مکان کا انتظام ایسے مقام پر کرے۔ جس کے پڑوسی نیک صالح ہوں۔ اور ایسی جگہ ہو جہاں عورت گھبرائے نہ اس کو وحشت ہو۔ (کذا فی السراجیہ)

سکنی کے بارے میں شیخ محشی رحمتی کی رائے

محشی رحمتی نے کہا پڑوس میں رہنے والوں کے مکان اتنے قریب قریب ہوں کہ اگر کوئی ضرورت و مصیبت آپڑے تو وہ ان کو پکار سکے۔ یا تنہائی کی وجہ سے دل بہلانا چاہے تو ان کے پاس جا سکے۔

مکان کے متعلق شرنبلالی کی رائے

شرنبلالی نے لکھا ہے کہ مکان کی کشادگی اور تنگی کا اعتبار نہیں ہے مگر پڑوس بہر حال اچھا ہونا چاہیے۔ اور جہاں پڑوسی اچھے نہ ہوں تو اس کو شرع میں مکان ہی نہیں کہا جاتا۔ (تو اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے) اس لئے اگر بیوی کو کسی ایسے مکان میں رکھا ہے جہاں کے پڑوسی اچھے نہ ہوں تو اس کو وہاں سے ایسی جگہ منتقل کرنا ضروری ہے۔ جہاں پڑوسی اچھے ہوں۔ مگر بیوی کے ساتھ اس کی دلجوئی کے لئے دوسری عورت کو مقرر کرنا لازم نہیں ہے۔

ولا یمنعها من الخروج الی الوالدینِ فی کلّ جمعةٍ ان لم یقدر علیٰ اِتیَانِها علی ما اختاره فی الاختیار و لو ابوها زمناً مثلاً و احتاجها فعلیها تعاهُدُه و لو کافِر او ان ابی الزوج فتح ولا یمنعهما من الدخولِ علیهَا فی کل جمعةٍ و فی غیرهمَا من المحارم فی کل سنة لها الخروج ولهم الدخول ذیلعی و یمنعهم من الکینونةِ و فی نسخة من البیتوتَة لکن عبارة ملا مسکین من القرار عندها به یفتی خانیة

ترجمہ اور شوہر اپنی بیوی کو جمعہ جمعہ اپنے والدین کے گھر جانے سے منع نہ کرے بشرطیکہ وہ عورت کے پاس نہ آسکتے ہوں۔ جیسا کہ اس کو کتاب الاختیار میں پسند کیا ہے۔ اور مثال کے طور پر عورت کا باپ لنگڑا ہو۔ اور اس کی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر (بحیثیت بیٹی ہونے کے) باپ کی خدمت واجب ہے۔ اگرچہ باپ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ شوہر اس کو منع بھی کرے (فتح القدیر) اور اسی طرح شوہر بیوی کے والدین کو منع نہ کرے اس کے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ۔ نیز ان کے علاوہ دوسرے محارم ہو (مثلاً بھائی، چچا، ماموں کو) سال میں ایک مرتبہ پس عورت کے لئے ان کے پاس جانا۔ اور ان کا عورت کے پاس آنا جائز ہے (زیلعی) اور شوہر کو اجازت ہے کہ ان کو عورت کے پاس ٹھہرنے سے منع کر دے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور ایک نسخہ میں بیتوتہ کے الفاظ ہیں۔ یعنی رات گذارنے سے شوہر منع کر سکتا ہے۔ لیکن ملا مسکین کی عبارت میں من القرار عندھا ہے۔ یعنی شوہر کو اجازت ہے کہ وہ ان محارم کو عورت کے پاس ٹھہرنے سے منع کر دے اسی پر فتویٰ ہے (خانیہ)

تشریح: ہفتہ میں ایک دن بیوی کو والدین کے پاس جانیکی اجازت ہے

اور شوہر بیوی کو والدین کے پاس ہفتہ میں ایک دن جانے سے منع نہ کرے۔ اگر والدین عورت کے پاس آنے پر قادر نہ ہوں۔ اسی کو اختیار نامی کتاب میں مختار کہا ہے۔

اگر باپ لنگڑا ہو یا کوئی بیماری اس کو عارض ہو

اگر زوجہ کا باپ لنگڑا یا کسی مرض میں مبتلا ہو اور اس کی خدمت کا ضرورت مند ہو تو زوجہ (یعنی باپ کی بیٹی جو دوسرے کے نکاح میں ہے) کو اس کی خدمت کرنا لازم اور واجب ہے۔ اگرچہ باپ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگرچہ شوہر اپنی بیوی کو باپ کی خدمت سے منع بھی کرتا ہو۔ (کذا فی فتح القدیر)

اگر باپ کے پاس کوئی خادم بھی ہو

زوجہ کے باپ کے پاس برائے خدمت اگر کوئی خادم موجود ہو تو پھر اس پر باپ کی خدمت لازم نہیں ہے۔ شوہر کی بات نہ مان کر اپنے باپ کی خدمت کرنے پر عورت اپنے شوہر کی نافرمان نہ ہوگی۔ نیز زوجہ کا نفقہ بھی شوہر لازم ہوگا (کذا فی حاشیۃ المدنی)

شوہر زوجہ کے والدین کو آنے سے منع نہیں کرسکتا

ہفتہ میں ایک بار اگر بیوی کے والدین اپنی لڑکی کو دیکھنے کیلئے آئیں۔ تو شوہر ان کو منع نہیں کر سکتا۔

والدین کے علاوہ دوسرے قرابت داروں کی آمد

اور اگر بیوی کے پاس اس کے والدین کے علاوہ دوسرے قریبی رشتہ مثلاً بیوی کے بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ تو ان کو سال میں ایک مرتبہ آنے کی اجازت سے شوہر منع نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بیوی کا ان کے پاس سال میں ایک مرتبہ جانا۔ اور خود ان رشتہ داروں کا بیوی کے پاس سال بھر میں ایک مرتبہ آنے کا حق ہے۔ شوہر روک نہیں سکتا (کذا فی زیلعی)

شوہر ان رشتہ داروں کو رات کے قیام سے روک سکتا ہے

ہاں شوہر کو حق ہے کہ وہ بیوی کے والدین اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو بیوی کے پاس رات میں قیام کرنے سے روک دے۔ اس لئے کہ ان کے ٹھہرنے سے شوہر کو نقصان پہونچ سکتا ہے۔ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ (کذا فی الخانیہ)

کتاب کی عبارت میں فرق ہے

درمختار کے ایک نسخہ میں لفظ کینونۃ کے بجائے بیتوتہ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ یعنی قریبی رشتہ دار (محارم) کو رات کے قیام سے شوہر روک سکتا ہے۔ مگر ملا مسکین کی عبارت یہ ہے کہ شوہر کو اختیار ہے کہ وہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی رات کو ٹھہرنے سے روک دے۔ لفظ قرار کے قرینہ سے کینونۃ کا لفظ راجح ہو گیا۔

اس مسئلے میں فتاویٰ عالم گیری کی رائے

اور بیوی کے آمد و رفت اپنے والدین کے پاس ہفتہ میں ایک مرتبہ۔ نیز دیگر محارم کا سال میں ایک مرتبہ بیوی کے پاس آنا اسی طرح بیوی کا ان کے یہاں جانے کا حق حاصل ہونا مفتی بہ ہے۔ ہاں ان کو زوجہ کے پاس شب میں قیام کرنے سے شوہر کو منع کر دینے کا حق حاصل ہے۔ (فتاوی قاضی خاں۔ غایۃ اور السراجی میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے)

صاحب ہدایہ۔ اور اختیار شرح درمختار کی رائے

ہدایہ میں بھی اور کتاب اختیار میں بھی جو کہ درمختار کی شرح ہے۔ صراحت کی ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ عورت کو دیکھیں اور اس سے باتیں کریں۔ بشرطیکہ گھر کے اندر داخل نہ ہوں۔ تو زوج کو انھیں روکنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلئے کہ اس طرح روکنے میں قطع رحم لازم آتا ہے۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ رشتہ کا قطع کرنیوالا جنت میں نہ جائے گا۔

صاحب بحرالرائق کی رائے

اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ قول صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ عورت کو شوہر کے گھر سے ہفتہ میں ایک بار والدین سے ملنے کے لئے۔ دوسرے رشتہ داروں (محارم) سے ملنے کے لئے سال میں ایک بار شوہر سے اجازت لے کر اور بغیر اجازت کے جائز ہے۔ اور اس سے زائد والدین اور محارم کو بیوی کے پاس جانا اجازت زوج کے بغیر جائز نہیں ہے۔

بیوی کی آمد و رفت برائے ملاقات کے مسئلے میں خلاصہ کی رائے

اور کتاب خلاصہ میں لکھا ہے کہ شوہر کو جائز ہے کہ وہ بیوی کو سات جگہوں پر جانے کی اجازت دے۔ ماں، باپ سے ملنے کے لئے اور ان کی بیمار پرسی کے لئے، اور ان کی ماتم پرسی کے لئے، یا ان دونوں میں سے صرف ایک سے ملنے کے لئے۔ یا ایک کی بیمار پرسی، دوسرے کی ماتم پرسی کے لئے اور محارم سے ملنے کے لئے۔ (کذافی منح الغفار)

و یمنعها من زيارة الأجانب و عيادتهم والوليمةِ و ان اذن كانا عاصيين كما مر في باب المَهْرِ و في البحر لهٗ مَنْعُها عن العزل و كل عملٍ و لو تبرُّعًا لا جنبي و لو قابلةً او مُغَسِّلَةً لتقدم حقه على فرض الكفاية .

ترجمہ اور منع کرے شوہر بیوی کو اجنبی لوگوں سے ملنے سے، اور ان کی بیمار پرسی (عیادت) کو جانے سے۔ اور ان کے ولیمہ میں شریک ہونے سے۔ اور اگر شوہر نے اجازت دیدی تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ جیسا کہ باب المہر میں گذر چکا ہے۔ اور کتاب بحر الرائق میں لکھا ہے کہ مرد کے لئے اس کی اجازت ہے کہ وہ عورت کو چرخہ کاتنے سے منع کر دے۔ اور ہر کام سے چاہے عورت تبرعا ہی کرتی ہو۔ کسی اجنبی کے لئے کرتی ہو۔ اگرچہ زوجہ دائی جنائی۔ یا مردوں کو غسل دینے والی ہو۔ بغیر شوہر کی اجازت کے عورت نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ فرض کفایہ سے زوج کا حق مقدم ہے۔

تشریح: اگر عورت اجنبی لوگوں سے ملنا چاہے۔ یا ولیمہ میں جانا چاہے

اور شوہر کیلئے اجازت ہے کہ وہ بیوی کو اجنبی لوگوں سے ملنے سے روک دے اور ان کی عیادت کو جانے سے بھی اور اجنبی کے ولیمہ میں شرکت سے بھی منع کر سکتا ہے۔

اجنبی لوگوں سے کون سے لوگ مراد ہیں

اجنبی لوگوں سے مراد وہ تمام لوگ ہیں۔ جو عورت کے محرم نہ ہوں۔ جیسے چچا، ماموں کا بیٹا وغیرہ۔

اگر اجنبی کے گھر جانے کی اجازت شوہر نے دیدی

اور اگر شوہر نے بیوی کو اجنبی کے گھر جانے۔ ولیمہ میں شرکت کرنے کی اجازت دیدی اور عورت چلی

گئی۔ تو دونوں گنہگار ہوں گے۔ اس کا تفصیلی بیان باب المہر میں گذر چکا ہے۔

ولیمہ

محفل شادی کے کھانے کو ولیمہ کہتے ہیں۔ اس محفل میں عورت کا جانا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ زوجہ کے باپ ہی کے نکاح کا ولیمہ کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ ولیمہ لوگوں کے مجمع سے خالی نہیں ہوتا۔ جس میں طرح طرح کے فساد کا احتمال رہتا ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

عورت چرخہ کات سکتی ہے یا نہیں

اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ شوہر کو جائز ہے کہ وہ عورت کو چرخہ کاتنے سے روک دے۔ اسی طرح ہر اس کام بنے شوہر بیوی کو منع کر سکتا ہے۔

اگر بیوی دائی جنائی ہو جس کا پیشہ دایا کا کام کرنا ہو

اور اگر بیوی دائی جنائی ہو جس کا پیشہ دایا کے کام انجام دینا ہو۔ تو یہ عورت بھی بغیر شوہر کی اجازت کے نہ یہ کام کر سکتی ہے۔ اور نہ اس کام کے لئے گھر سے باہر نکل کر جا سکتی ہے۔ کیونکہ زوجہ کے لئے سب سے مقدم کام شوہر کی خدمت کرنا ہے۔

مردے کو غسل دینے کیلئے عورت کو باہر جانے کی اجازت نہیں

اسی طرح اگر عورت مردوں کو غسل دلایا کرتی ہو۔ تو غسل میت کے لئے زوجہ کا گھر سے باہر جانا۔ اور غسل دینا کسی میت کو فرض کفایہ ہے۔ اس لئے بغیر اجازت شوہر کے وہ یہ کام بھی نہیں کر سکتی۔

بلا اجازت زوج کیا عورت حج فرض کیلئے سفر کر سکتی ہے

بخلاف حج فرض کے کہ اس میں زوج اپنی بیوی کو حج فرض ادا کرنے سے منع نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ سفر میں جانے کے لئے اس کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو۔ کیونکہ حج فرض عین ہے۔ اور فرض عین شوہر کے حق سے مقدم ہے۔

دائی جنائی کے متعلق صاحب خلاصہ کی رائے

دائی جنائی اور مردوں کو غسل دینے والی عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔ اسی طرح قرض وصول کرنے کی نالش کرنے کے لئے عورت گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ خواہ شوہر اجازت دے یا نہ دے۔ تو صاحب خلاصہ کی یہ روایت اس وقت پر محمول کی گئی کہ شوہر نے اپنی بیوی کو اب تک مہر معجّل ادا نہ کیا ہو (کذا فی النہر)

صاحب خلاصہ کی روایت کا مطلب

صاحب خلاصہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شوہر عورت کو اس کا مہر معجّل جو مقرر ہو اس کو ادا نہیں کر دیتا تب تک عورت کو جانے کی اجازت ہے۔ مرد سے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔ اور جب وہ مہر معجّل ادا کر دے تو پھر عورت کے لئے بلا اجازت زوج باہر جانا ممنوع ہے۔ (کذا فی النہر)

دوسرا مطلب صاحب خلاصہ کی روایت کا

یہ ہے کہ جس جگہ دائی جنائی رہتی ہے۔ اس جگہ اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت یہ کام کرنے والی موجود نہ ہو۔ یا کوئی

مردے کو غسل دینے والی موجود نہ ہو اس صورت میں ضرورت کی وجہ سے اس کو ضرور گھر سے باہر نکلنا پڑے گا۔ اگرچہ شوہر اس کو منع کرتا ہو۔ کیوں کہ اس صورت میں بچہ جنانا، یا مردے کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا۔ بلکہ فرض عین ہو گیا۔ اسی طرح وصولی قرض کے لئے نکلنا بھی ہے کہ اگر عورت پردہ نشیں نہیں ہے۔ تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ نشیں ہے تو اس کو بلا اجازت زوج باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرض وصول کرنے کی درخواست کسی وکیل کی معرفت بھی دی جاسکتی ہے۔ اس لئے عورت کا جانا ضروری نہیں ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

و من مجلس العلم الا لنازلةٍ امتنعَ زوجها من سؤالها و من الحمّامِ الا لنفساءَ و اِنْ جاز بلا تزين و كشفِ عورة احدٍ قال الباقلانى و عليه فلا خلافَ فى منعهنّ للعلم بكشفِ بعضهن و كذا فى الشرنبلالية معزيا للكمال .

ترجمہ اور جائز ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مجلس علم میں شریک ہونے سے منع کردے مگر اس مسئلے کی وجہ سے کہ شوہر خود اس کو معلوم کرنے سے یا بتانے سے عاجز ہو گیا ہو۔ اور جائز ہے مرد کا منع کرنا زوجہ کو حمام میں جانے سے لیکن نفاس والی عورت کو اور بیمار عورت کو۔ اگرچہ جائز ہے عورتوں کے لئے حمام میں جانا جب کہ کسی زینت کے لئے غسل کرنے نہ گئی ہو۔ یا وہاں بے پردگی نہ ہوتی ہو۔ باقانی نے کہا ہے کہ فتوی اسی پر ہے۔ لہٰذا پس کوئی اختلاف نہیں رہا عورتوں کو روکنے اور منع کرنے میں اس لئے کہ معلوم ہے کہ عورتوں کا بعض حصہ یقیناً کھل جاتا ہے۔ اسی طرح کتاب شرنبلالی میں بھی مذکور ہے۔ جس کو شیخ رحمتی نے کمال الدین کے کلام سے نقل کرکے لکھا ہے۔

تشریح: عورت کا مجلس وعظ میں شرکت کیلئے باہر نکلنا مرد کے لئے اجازت ہے کہ وہ زوجہ کو مجلس وعظ و تقریر کی مجلس میں جانے سے روک دے۔

مسئلہ دریافت کرنے کیلئے گھر سے باہر نکلنا اور اگر کوئی مسئلہ ایسا درپیش ہے جس کو شوہر دریافت نہیں کرسکتا۔ تو عورت کو اس مسئلے کو معلوم کرنے کے لئے گھر سے باہر جانا جائز ہے۔ لیکن اگر شوہر معلوم کرکے اس کو بتادے تو پھر عورت کو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

مرد کیلئے ہدایت شوہر کو چاہیے کہ وہ عورت کو گاہے بگاہے مسئلے بیان کرتا رہے۔ اور بوقت ضرورت اس کو مسائل بتادیا کرے۔ لیکن اگر شوہر جاہل ہے اور دوسرے سے مسئلے دریافت کرکے بتاتا بھی نہیں تو اس کو چاہیے کہ مسائل معلوم کرنے کے لئے عورت کو باہر جانے کی اجازت دے دیا کرے۔ لیکن اگر شوہر منع کردے تو بھی درست ہے۔ کیوں کہ عورت کو کسی خاص مسئلے کے معلوم کرنے کی اس کو ضرورت نہیں ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر)

حمام میں جانے سے مرد عورت کو روک سکتا ہے اور جائز ہے کہ مرد اپنی بیوی کو حمام میں جانے سے منع کردے اگرچہ عورت کیلئے حمام میں جانیکی اس صورت میں اجازت ہے کہ وہ بغیر ستر کھولے اور اجنبی مردوں کے سامنے آئے۔ حمام میں غسل کرسکے۔ مگر اس کے باوجود شوہر اس کو منع کرسکتا ہے۔

اگر عورت بیمار ہو یا نفاس میں ہو البتہ اگر عورت بیمار ہے۔ یا نفاس میں ہے تو اس کے لئے حمام میں جانے کی اجازت ہے۔ (کذا فی فتح القدیر) شوہر منع نہیں کرسکتا۔

حمام میں جانے سے متعلق فتح القدیر کی رائے

اور کمال الدین نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عورت کا حمام میں جانا منع ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں کی رائے

اور قاضی خاں نے لکھا ہے۔ حمام میں عورت کو جانا درست ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہاں جا کر اس کا ستر کسی کے سامنے نہ کھلے۔

دونوں کے اقول میں کوئی اختلاف نہیں

چونکہ اکثر بیشتر عورتیں حمام میں جا کر ستر کھول لیتی ہیں۔ اس لئے کمال الدین نے منع لکھا۔ اور قاضی خاں نے ستر نہ کھلنے کی شرط کے ساتھ اجازت دی ہے۔ یعنی ستر کھلنے کے اندیشہ کی وجہ سے ان کا حمام میں جانا منع ہے۔ چند حدیثیں بھی فقہاء کی رائے کی تائید میں وارد ہیں۔ جیسا کہ ابن ماجہ شریف میں مذکور ہے (انتہا کلامہ)

و تفرضُ النفقةُ بانواعها الثلاثة لزوجةِ الغائب مدة سفرٍ صير فيه و استحسنهُ فی البحر و لو مفقوداً و طِفلهِ و مثله کبیرٌ زمنٌ و اُنثٰی مطلقاً.

ترجمہ اور مقرر کیا جائے گا نفقہ تینوں اقسام کا اس عورت کے لئے جس کا شوہر غائب ہو۔ اور اس کی غیوبت سفر کی مدت کی دوری پر ہو۔ (صیر فیہ) اور بحر الرائق میں اس کو مستحسن لکھا ہے۔ اگرچہ شوہر لاپتہ ہو۔ اور مقرر کیا جائے نفقہ اس کے چھوٹے بچے کے لئے۔ اور اسی طرح اس کے بڑے لڑکے کے واسطے بھی۔ جو لنگڑا ہو۔ اور لڑکیوں کے لئے مطلقاً نفقہ مقرر کیا جائے گا۔

تشریح: زوج غائب کی بیوی کا نفقہ

اور شوہر اگر غائب اور مدت سفر کی دوری پر ہو تو اس کی بیوی کے لئے تینوں قسم کا نفقہ مقرر کیا جائے گا۔ (یعنی خوراک، پوشاک، اور سکنیٰ)

زوج غائب کے چھوٹے بڑے لڑکوں کا نفقہ

اسی طرح اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ بھی اور اس کے بڑے لڑکے کا نفقہ جو محتاج اور معذور ہو۔

زوج غائب کی لڑکیوں کا نفقہ

اسی طرح اس کی لڑکیوں کا نفقہ بھی مقرر کیا جائے گا۔ خواہ لڑکی چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں۔ جب کہ شوہر گھر سے تین منزل کی دوری پر ہو۔ (کذافی الصیر فیہ)

اور بحر الرائق نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہی کیوں نہ ہو۔

زوج غائب کے نفقہ میں مدت سفر کی قید

کتاب القنیہ سے نقل کر کے عالم گیری نے لکھا ہے کہ زوج غائب پر نفقہ واجب ہے۔ وجوب نفقہ میں مدت سفر کی دوری کی کوئی شرط نہیں ہے۔ (قاضی خاں محیط)

و ابویهِ فقط فلا تُفرض لمملوکه و اَخیه و لا یُقضٰی عنه دَینُهُ لانّه قَضاءٌ علٰی الغائب فِیْ مالٍ له من جنس حقّهم کثیر او طعامٍ اما خلافه فیفتقر للبیع و لا یُباع مالُ الغائب اتفاقاً عند او علٰی من یقرّ به عندَ الامانةِ و علٰی المدین و یُبداُ بالاوّلِ. و یقبل قول المودع فی الدفع للنفقة لا المدیون الا ببیّنة و اقرارها بحر و سیجیٔ.

ترجمہ اور غائب آدمی کے فقط والدین کا نفقہ مقرر کیا جائے گا۔ لہٰذا پس غائب کے مملوک۔ اس کے بھائی کے لئے نفقہ مقرر نہ کیا جائے گا۔ اور اس کی جانب سے اس کا قرض ادا نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ غائب کی طرف سے اداء ہے۔ غائب کے اُس مال میں سے جو ان کے حق کے جنس سے ہو۔ جیسے سونا، چاندی، اناج، یا کپڑا جو ان کے مناسب ہو۔ اور بہر حال وہ مال جو اس کے حقوق کے مخالف ہو۔ تو وہ محتاج بیع ہوگا۔ یعنی اس کو فروخت کیا جائے گا۔ اور غائب کا مال بالاتفاق فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ احناف کے نزدیک۔ اور مقرر کیا جائے گا ان کا نفقہ غائب کے اس مال سے جو چند لوگوں کے پاس بطور امانت رکھا ہو۔ یا کسی شخص کے ذمہ قرض ہو۔ اور وہ اس کا اقرار کرتے ہوں۔ مگر ابتداء پہلے قسم کے مال سے کی جائے گی۔

تشریح: غائب آدمی کے مال سے والدین کا نفقہ اور غائب آدمی کے مال سے اس کے ماں باپ کا فقط نفقہ مقرر کیا جائے گا۔ اس حکم سے معلوم ہوا کہ غائب کے بھائی۔ اور اس کے مملوک وغیرہ کا نفقہ مقرر نہ کیا جائے گا۔

غائب آدمی کے قرض کی ادائیگی اور اس کے مال سے اس کا قرض بھی ادا نہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ غائب کی طرف سے اس کے مال سے قرض ادا کرنا غائب آدمی پر حکم کرنا ہے۔ اور قضاء علی الغائب جائز نہیں ہے۔

کون سے مال سے نفقہ مقرر کیا جائے گا غائب آدمی کے اس مال سے نفقہ مقرر کیا جائے گا جو بیوی، لڑکا اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو۔ جیسے سونا، چاندی، غلہ، اور کپڑا وغیرہ کے جو مناسب ہو اور وہ مال جو انکے حقوق کے مناسب نہ ہو جیسے زمین اور دوسرے قسم کا مال واسباب تو اس کو فروخت کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ تاکہ ان کا نفقہ اداء ہو سکے۔ حالانکہ غائب کے مال کو فروخت کرنا احناف کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے۔

غائب کا مال کسی کے پاس امانت رکھا ہے یا کسی کے پاس قرض کے طور پر واجب ہے اور غائب آدمی کے اس مال سے بھی نفقہ دیا جاسکتا ہے۔ جو کسی کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہو۔ یا کسی کے ذمہ قرض باقی ہو۔

مال امانت اور قرض میں سے پہلے کس کو مقدم کیا جائے والدین۔ لڑکا اور زوجہ کے نفقہ کے لئے غائب شخص کے مال میں سے پہلے مال امانت سے نفقہ اداء کیا جائے۔ اس کے ختم ہونے کے بعد پھر قرض والے مال سے نفقہ دیا جائے گا۔ اس لئے کہ مال امانت میں ہلاک ہونے کا احتمال ہے اس لئے۔ مالِ امانت بعینہٖ امین کے پاس باقی رہتا ہے اس لئے ضائع بھی ہو سکتا ہے۔ ہلاک بھی ہو سکتا ہے۔ اور مال قرض بدیون کے ذمہ واجب ہوتا ہے بعینہٖ مال موجود نہیں ہوتا اِس لئے اس کے ہلاک ہونے کا ڈر نہیں رہتا۔

اس مسئلے میں شیخ رحمتی کی رائے اور شیخ رحمتی کا قول ہے کہ غائب آدمی کا مال اگر بیوی کے پاس گھر میں موجود ہو تو بہتر یہ ہے کہ قاضی پہلے اسی کو خرچ کرائے۔ اس کے بعد مال امانت کو اس کے بعد قرض والے مال کو (کذافی حاشیۃ المدنی)

و لو انفقا بلا فرض ضمناً بلا رجوعٍ و بالزوجیتہ و بقرابتہ الولادِ و کذا الحکم ثابت اذا

علم قاضٍ بذلك اى بمالٍ و زوجيّةٍ و نسبٍ و لو علم باحدهما أُحتيج للاقرارِ بالآخر و لا يمين و لا بينة هنا لعَدَم الخَصْمِ.

ترجمہ اور مال کے امین اور مقروض نے از خود غائب آدمی کے مال امانت اور مدیون نے مال قرض سے بغیر قاضی کے حکم سے خرچ کر دیا ہے۔ تو دونوں ضامن ہوں گے۔ اور ان سے رجوع نہ کر سکیں گے۔ (یعنی جن پر مال کو خرچ کیا ہے) اور قاضی کے حکم کے بعد اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ غائب کی زوجہ کو دیا ہے۔ اور عورت اس سے انکار کرے تو امانت دار کا قول معتبر ہوگا۔ نفقہ دینے کے سلسلے میں۔ مگر مدیون کا قول معتبر نہ ہوگا۔ مگر ثبوت کے ساتھ یا پھر زوجہ کے اقرار کے ساتھ۔ بحر الرائق۔ اور اس کا بیان تفصیل سے آئندہ آئے گا۔ اور لڑکے کی قرابت کا اقرار کرے امانت دار اور مدیون۔ (یعنی نفقہ فرض ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون غائب آدمی کے مال کا اقرار کرتے ہوں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دونوں اس بات کا بھی اقرار کرتے ہوں کہ یہ اس کی زوجہ ہے۔ اور یہ اس کا لڑکا ہے۔ یا دونوں غائب آدمی کے والدین ہیں) اور اسی طرح نفقہ فرض کرنے کا حکم ثابت ہے۔ جب قاضی کو اس کا علم ہو۔ یعنی مال کا اور ان کے رشتہ کا کہ یہ زوجہ ہے۔ اور یہ لڑکا ہے وغیرہ۔ اور اگر قاضی مذکورہ دونوں باتوں میں سے صرف ایک کو جانتا ہو۔ تو دوسرے امر کے لئے اقرار کی حاجت ہوگی۔ مگر اس جگہ نہ ثبوت کی ضرورت ہے۔ یعنی گواہی کی۔ اور نہ قسم کی۔ اس لئے کہ اس جگہ خصم موجود نہیں۔

تشریح: قاضی کے حکم کے بغیر امانت دار نے نفقہ خرچ کیا

اور اگر بیوی لڑکا اور والدین کا نفقہ مدیون یا امانتدار نے قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کر دیا ہے۔ تو دونوں مال کے ضامن ہوں گے اور ان سے یعنی زوجہ (لڑکا اور والدین) سے خرچ کئے ہوئے مال کو واپس نہیں لے سکتے۔

امانتدار بعد قضاء قاضی دعویٰ کرے کہ میں نے امانت میں سے خرچ کیا ہے

اور اگر بعد قضائے قاضی امانتدار نے کہا کہ میں نے مال زوجہ کو دیدیا ہے۔ اور زوجہ اس کا انکار کرے تو امانتدار کا قول قبول کیا جائے گا۔ مگر مدیون نے اگر یہ کہا کہ میں نے زوجہ کو قرض کی رقم دیدی ہے۔ اور عورت اس کا انکار کرتی ہے۔ تو مدیون کا قول بغیر گواہوں یا قسم کے مقبول نہ ہوگا۔

اسی طرح قاضی کا نفقہ مقرر کرنا بھی درست ہے

اور اگر قاضی کو معلوم ہو کہ زوجہ لڑکا اور والدین غائب آدمی کے رشتہ دار ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ غائب شخص کا مال بطور امانت فلاں کے پاس رکھا ہے۔ یا فلاں کے ذمہ قرض ہے۔ اور اس نے ان کے نفقہ دیئے جانے کا حکم دے دیا۔ تو حکم صحیح ہے۔ گویا قاضی کے حکم کے صحیح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) قاضی کو معلوم ہو کہ غائب شخص کی یہ زوجہ ہے۔ اور یہ بیٹا ہے۔ یہ اس کے والدین ہیں۔ (۲) یہ بھی معلوم ہے کہ اس کا مال فلاں کے پاس دین واجب ہے۔ یا امانت کا رکھا ہے۔ اس کے بعد حکم نفقہ کا دیا تو صحیح ہے۔

اگر مذکورہ دونوں میں سے قاضی صرف ایک بات کو جانتا ہے

اور اگر قاضی دونوں باتوں میں سے صرف ایک ہی بات کو

جانتا ہے۔ تو دوسرے امر کو ثابت ہونے کے لئے اقرار کی حاجت ہوگی۔ یعنی قاضی کو مال کے بارے میں علم ہے۔ مگر ان کے رشتوں کا پتہ نہیں ہے۔ یا ان کے رشتہ کا پتہ ہے۔ مگر مال کے بارے میں علم نہیں ہے۔ تو اس کی حاجت ہوگی کہ جس کے پاس مال ہے۔ وہ بیوی کی زوجیت کا اور لڑکے کے متعلق بیٹا ہونے کا اور اس کا اقرار کرنا ضروری ہوگا کہ فلاں فلاں اس کے والدین ہیں۔ اور اگر قاضی کو زوجیت، ولدیت، اور بیٹے ہونے کا علم ہے تو مال والوں کی طرف سے اس اقرار کی حاجت ہوگی کہ ان کے پاس فلاں غائب آدمی کا مال امانت کے طور پر میرے پاس موجود ہے یا میرے ذمہ قرض ہے۔ تب حکم دینا نفقہ کا درست ہوگا۔

اس جگہ گواہوں اور قسم کی حاجت نہیں ہے

اور چونکہ یہاں خصم یا اس کا کوئی وکیل موجود نہیں ہے۔ اس لئے نہ تو گواہوں کی ضرورت ہوگی اور نہ قسم کی۔

وَ كفلَهَا اى اَخذ مِنْها كفيلاً بما اَخذته لا بنفسها وجوباً فى الاَصحّ و يحلفها معه اى مع الكفيل احتياطاً و كذا اكل اخذِ نفقته فلو ذكر الضمير كابن الكمال لكانَ اولى اَنَّ الغائبَ لمْ يعْطها النفقة ولا كانَت ناشزةً ولا مطلّقةً مضت عِدّتُها.

ترجمہ اور قاضی ضامن طلب کرے عورت سے یعنی اس سے کوئی کفیل (ضامن) طلب کرے اس مال کے بارے میں جو اس نے اس سے نفقہ کے نام پر لیا ہے۔ وجوباً صحیح قول کی بناء پر اور قاضی اس کے ساتھ عورت سے بھی قسم لے یعنی ضامن کے ساتھ احتیاطاً اسی طرح ہر نفقہ لینے والے شخص سے وہ احتیاطاً قسم لے۔ پس اگر وہ ضمیر مذکر کی ذکر کرتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ جیسے ابن کمال نے کہا ہے۔ اور قسم اس بات کی لے کہ غائب مرد نے اس کو نفقہ نہیں دیا۔ اور یہ ناشزہ بھی نہیں تھی۔ اور نہ ایسی مطلقہ ہے کہ اس کی عدّت گذر چکی ہو۔

تشریح: قاضی زوجہ سے نفقہ لینے پر ضمانت طلب کرے

اور قاضی غائب زوج کا نفقہ دیتے وقت بیوی سے ضامن طلب کرے۔ اور ضمانت لینا صحیح قول کی بناء پر واجب ہے۔ سرخسیؒ کے نزدیک اور صاحب نصاب نے اس کو مستحب کہا ہے۔ مگر صدر الشہید نے اس وجوب کو صحیح کہا ہے (کذا فی حاشیۃ المدنی)

قاضی احتیاطاً زوجہ اور اسکے ضامن دونوں سے قسم لے

اور قاضی کو چاہیے کہ بیوی اور اس کے وکیل دونوں سے احتیاطاً قسم لے لے۔ اسی طرح ہر اس شخص سے قسم لی جائے گی جو مال غائب سے اپنے لئے نفقہ لے گا۔ مثلاً غائب آدمی کا لڑکا۔ اس کے والدین اور جوان لڑکیاں وغیرہ۔ لیکن اگر ولد صغیر ہے تو نفقہ دیتے وقت اس سے قسم نہ لی جائے گی۔

ماتن پر ایک اعتراض

اس موقع پر کہ قسم بیوی اور لڑکے اور والدین کیلئے جانے کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ تو مناسب تھا کہ مصنف ماتن یحلفها کے بجائے یحلفه تحریر کرتے۔ یعنی مؤنث کے بجائے مذکر کی ضمیر لانا چاہیے تھا۔ اور کہنا چاہیے تھا۔ کفله و یحلفه جیسا کہ ابن کمال نے ایسا ہی کیا ہے۔ کتاب ایضاح الاصلاح میں تاکہ نفقہ لینے والے ہر ایک کو حکم شامل ہو جاتا۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ اور کتاب درمختار میں مصنف نے کفالت اور قسم کا ذکر صرف زوجہ کے لئے کیا ہے۔ دوسرے رشتہ دار جن کا اوپر ذکر آیا کوئی حکم مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ قسم لینے اور کفیل طلب

کرنے کا حکم مال غائب سے نفقہ دیتے وقت سب کے لئے ہے جن جن افراد کو نفقہ دیا جائے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

قاضی کس چیز کی قسم لے گا غائب آدمی کی طرف سے اس کے مال سے جب قاضی نفقہ بیوی یا دوسرے رشتہ داروں۔ لڑکے، لڑکیاں، والدین کو دینے لگے۔ تو ان سے قسم اس طرح لی جائے گی قسم یہ لے کہ زوج غائب نے اس کو نفقہ نہیں دیا۔ اور یہ بھی کہ عورت ناشزہ نہیں ہے۔ اور ایسی مطلقہ بھی نہیں ہے کہ جس کی عدت پوری ہو گئی ہو۔

پہلے قسم لی جائے۔ یا ضمانت کی جائے عبارت میں حرف واؤ کا ذکر ہے۔ جس سے کوئی ترتیب مراد نہیں ہے۔ بلکہ قسم، کفالت۔ دونوں قاضی کو لے لینا چاہیے۔

نفقہ دینے کی قانونی ترتیب قاضی کو چاہیے کہ جب غائب کے مال سے نفقہ دینے لگے تو پہلے تو وہ قسم لے پھر نفقہ دے۔ اور آخر میں اس دینے پر کفیل اور ضامن طلب کرے۔ (کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلاً عن الایضاح)

فَاِنْ حضر الزوجُ و برْهَن انّه اوْفاها النفقة طُولبت هي او كفيلُها بردّ ما اخذت و كذا لو لم يبرهنْ و نكلَتْ و لو أقرت طولبت فقط.

ترجمہ پس اگر غائب زوج حاضر ہو گیا۔ اور آکر اس نے گواہ پیش کر دیا کہ اس نے اس کو نفقہ پورا دے دیا تھا۔ تو مطالبہ کیا جائے گا، عورت سے یا اس کے کفیل سے واپس کرنے کا اس مال کے جو انھوں نے نفقہ کے نام پر لے لیا تھا۔ اسی طرح اگر شوہر حاضر ہونے کے بعد گواہ پیش نہ کر سکا۔ اور عورت نے نفقہ پانے سے انکار کیا۔ اور نفقہ مقرر نہ کیا جائے گا غائب آدمی پر عورت کے گواہ پیش کرنے سے نکاح پر۔ یا گواہ پیش کرنے نسب پر۔

تشریح: شوہر غائب واپس گھر پہونچ گیا قاضی کی طرف سے زوجہ کیلئے یا والدین کے لئے نفقہ جب ضابطہ کے مطابق مقرر ہو گیا۔ اس کے بعد شوہر واپس آ گیا اور اس نے گواہ پیش کر دیا کہ میں ان کو نفقہ واجبہ دے کر گیا تھا۔ تو زوجہ سے یا اسکے ضامن سے اس نفقہ کے واپس کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

شوہر نے گواہ پیش نہیں کئے اور نفقہ ادا کر کے جانے کا دعویٰ کیا مگر شوہر گواہ پیش نہ کر سکا۔ نیز عورت نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو بھی عورت کو وہ نفقہ واپس کرنا پڑے گا۔ اور اگر بیوی نے قسم کھالیا کہ شوہر اس کو نفقہ دے کر نہیں گیا تھا۔ تو اس صورت میں صرف زوجہ سے نفقہ کے واپس کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

کتاب پر شارح کا اعتراض شارح نے کہا متن کی عبارت میں نقل کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر شوہر کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہ ہوں اور عورت قسم کھائے کہ اس کو نفقہ نہیں ملا۔ تو عورت اور کفیل بری الذمہ ہوں گے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

کتاب عالم گیری کی رائے اور بدائع کے حوالے سے عالم گیری نے لکھا ہے کہ اگر اقرار کرے کہ زوج اس کو نفقہ دے کر گیا تھا۔ تو زوج بیوی سے مطالبہ کرے گا۔ کفیل سے مطالبہ نہ کرے گا۔

اس لئے کہ مصنف کی اصل عبارت اس طرح ہوگی۔ لوْ اَقرّت طولبت فقط۔ کہ اگر نفقہ دیئے جانے کا عورت نے اقرار کرلیا تو صرف عورت سے ہی نفقہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ یعنی کفیل سے نہ کیا جائے گا۔ کاتبوں نے لفظ اَقرّت کے بجائے حلفت لکھ دیا ہے۔ اس تحریف کا ثبوت یہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر میں کہا ہے کہ یہ عبارت بدائع کے مطابق ہے۔ کہ جب شوہر غائب واپس لوٹ کر آیا۔ اور ثبوت پیش کیا کہ وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ کر گیا تھا۔ یا اس نے زوجہ سے قسم لیا تو اس نے انکار کردیا قسم کھانے سے تو شوہر کفیل سے رجوع کرے نہ کہ زوجہ سے۔ اور اگر نفقہ لینے کا عورت نے اقرار کرلیا تو شوہر صرف بیوی سے رجوع کرے۔ (واپس لے لے) جیسا کہ قہستانی شرح الطحاوی میں لکھا ہے۔

زوجہ نے اپنے نکاح پر گواہ پیش کردیئے اور اگر بیوی نے شوہر کے غائب ہونے کے بعد اس بات کے گواہ پیش کردیئے کہ میرا نکاح غائب ہونے والے شخص سے ہوچکا ہے اور میں اس کی بیوی ہوں۔ یا عزیز قریب نے گواہ پیش کئے میں غائب ہونے والے کا بیٹا یا والد ہوں۔ مگر جس کے پاس اس کا مال بطور قرض ہے یعنی مدیون اور وہ شخص جس کے پاس اس کا مال بطور امانت محفوظ ہے۔ یعنی امین اس نکاح یا رشتہ سے انکار کرے۔ تو قاضی غائب کے مال سے ان کو نفقہ نہ مقرر کرے گا۔

ولا تفرضُ ایضاً انْ لم یخلف مالاً فاَقامتْ بینةً لیفرض علیه و یأمرها بالاستدانة ولا یقضی به لانه قضاء علی الغائب و قال زفر یُقضٰی بها ای با النفقة لابه ای بالنکاح و عمل القضاة الیوم علی هذا للحاجةِ فیفتی به و هذا من السّت التی یفتٰی بها بقولِ زفر.

ترجمہ نیز قاضی ان کے لئے نفقہ مقرر نہ کرے اگر شوہر نے کسی قسم کا کوئی مال نہیں چھوڑا اور غائب ہوگیا۔ تو عورت نے ثبوت پیش کیا کہ شوہر پر نفقہ مقرر کیا جائے۔ اور عورت کو بطور قرض نفقہ لینے کی اجازت دی جائے۔ تو قاضی اس کا حکم نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ حکم ہوگا غائب پر۔ اور امام زفرؒ نے فرمایا عورت کے لئے نفقہ کا حکم دیا جائے گا نہ کہ نکاح کا۔ اور اس وقت عمل امام زفرؒ کے قول پر ہے۔ حاجت کی وجہ سے۔ اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے۔ اور یہ مسئلہ ان چھ مسائل میں سے ایک ہے جن پر امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا۔

تشریح: بیوی نے اپنے نکاح کے گواہ پیش کئے اگر غائب ہوجانے والے شخص کی بیوی نے قاضی کی عدالت میں گواہ پیش کیا کہ میں غائب ہونے والے کی منکوحہ ہوں۔ تو اگر غائب ہونے والے نے مال نہیں چھوڑا تو قاضی کی طرف سے نفقہ مقرر نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی اجازت دی جائے گی کہ وہ شوہر کے نام پر نفقہ کے لئے کسی سے قرض لے لے۔

قاضی ثبوت نکاح کا فیصلہ بھی نہ کرے نہ ہی قاضی اس عورت کے نکاح کے ثبوت کا فیصلہ غائب ہونے والے شخص پر کرے۔ اس لئے کہ یہ قضاء علی الغائب ہے۔ اور یہ قضاء علی الغائب صحیح نہیں ہے۔

امام زفرؒ کا قول جب عورت نے ثبوت نکاح کے گواہ پیش کردیئے تو قاضی نفقہ کا حکم کردے البتہ نکاح کا حکم جاری نہ کرے۔

عمل امام زفرؒ کے قول پر اور چونکہ ضرورت شدید ہے۔ اس لئے تمام قاضیوں نے امام زفرؒ کے قول پر عمل کیا ہے۔ لہٰذا یہی مفتی بہ قول ہے۔ نیز یہ ان چھ مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے جس پر امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ کذا فی البحر۔ والنہر۔ والقاضی خاں والعالم گیریہ۔

عینی شرح کنز۔ مگر حموی نے ۶؍ کے بجائے پندرہ ایسے مسائل شمار کرائے ہیں جن پر امام زفرؒ کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

فلو غَاب و له زوجةٌ و صغار تقبل بنيتها على النكاح ان لم يكن عالماً به ثم يفرض لهم ثم يأمُرها بالانفاق والاستِدانة لترجع بحر.

ترجمہ اور امام زفر کے قول مفتی بہ کے مطابق اگر زوج غائب ہو اور اس کی ایک بیوی اور چھوٹے چھوٹے لڑکے ہیں تو اسی کے (عورت کے) گواہ قبول کئے جائیں گے۔ نکاح پر۔ اگر قاضی اس کا علم نہ رکھتا ہو۔ (یعنی نکاح کا علم نہ رکھتا ہو) پھر وہ (قاضی) ان کے (لڑکوں کے) لئے نفقہ مقرر کردے۔ اور حکم دے عورت کو نفقہ دینے کا اگر اس کے پاس مال ہو۔ یا قرض لینے کا حکم کرتے تاکہ شوہر کے واپس آنے کے بعد عورت وہ مقدار اس سے واپس لے سکے۔ کذا فی بحر الرائق۔

تشریح: غائب شدہ شوہر کی اولاد کا نفقہ امام زفرؒ کے قول کے مطابق اگر شوہر غائب ہو اور اسکے پس ماندگان میں اس کی ایک بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے ہوں۔ تو قاضی عورت کے پیش کردہ گواہ علی النکاح کو قبول کرے۔ اور اس کی بنیاد پر چھوٹی اولاد کیلئے نفقہ کا حکم دے۔ اگر مال عورت کے پاس موجود ہو۔

بچوں کے نام پر قرض لینے کی اجازت لیکن اگر بیوی کے پاس مال موجود نہ ہو تو نفقہ کے بقدر قاضی کی مقرر کردہ رقم کے مطابق عورت قرض لے کر گذر بسر کرے۔ اور جب شوہر گھر واپس آجائے تو قرض کے طور پر لی ہوئی رقم شوہر سے وصول کرلے۔ کذا فی بحر الرائق۔

و تجب لمطلّقة الرجعي والبائن والفرقةِ بلا معصية كخيارِ عتق و بلوغٍ وتفريق بعدم كفاء ة النفقة والسُكنى والكسوةُ ان طالت المدةُ .

ترجمہ اور مطلقہ رجعی، مطلقہ بائنہ اور وہ عورت جس کو بلا کسی نافرمانی یا گناہ کے جدا کردیا گیا ہو۔ جیسے خیار عتق اور خیار بلوغ، اور غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے کسی عورت کی تفریق واقع ہونا **(ان تمام عورتوں کا)** نفقہ، سکنی اور کپڑا سب واجب ہیں۔ البتہ کپڑے اس صورت میں واجب ہوں گے جب عدت کی مدّت طویل دراز ہوجائے۔

تشریح: سوال مقدر کا جواب زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت جہاں بیان کی ہے۔ اس جگہ لباس یعنی پوشاک کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معتدہ کے لئے لباس کا استحقاق نہیں ہے۔ جب کہ کتاب ذخیرہ۔ خانیہ اور مجتبیٰ میں نفقہ اور سکنی کے ساتھ لباس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معتدہ کو لباس کا بھی استحقاق ہے۔

شارح کا جواب اس کا شارح نے جواب دیا ہے کہ عدت چونکہ جلدی ختم ہوجاتی ہے۔ اس لئے پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی۔ اسی لئے زیلعی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن اگر عورت کا طہر دراز ہوگیا جس کے نتیجے میں

عورت کی عدت طویل ہو گئی تو کپڑے کی حاجت ہو گی اور کپڑا دینا ضروری ہو گا۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر)

ولا تسقط النفقة المفروضةُ بمُضی العدّةِ علی المختار بزازیه. و لو ادعَتْ اِمتِدادَ الطهر فلها النفقةُ مالمْ یحکُمْ بانقضائِها مالَمْ تدَّعِ الحبْلَ فلَهَا النفقةُ الی سنتین مذ طلّقَهَا.

ترجمہ اور معتدہ عورت کے لئے جو نفقہ مقرر ہوا ہے۔ وہ نفقہ عدت کے گذر جانے سے ساقط نہیں ہوتا۔ قول مختار یہی ہے۔ (بزازیہ) اور اگر معتدہ عورت نے طہر کے ممتد ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس کے لئے نفقہ کا استحقاق ہے۔ جب تک قاضی اس کی عدت کے ختم ہونے کا حکم نہ کر دے۔ جب تک عورت حمل کا دعویٰ نہ کرے۔ پس اس کے لئے طلاق دینے کے بعد سے دو سال تک نفقہ کا حق حاصل ہو گا۔

تشریح: قاضی کا مقرر کردہ نفقہ ساقط نہیں ہوتا مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ عدت والی عورت نے کسی سے نفقہ لیا۔ یا شوہر نے اس کو نفقہ نہ دیا۔ اور عدت پوری گذر گئی۔ تو حلوانی نے کہا ہے کہ نفقہ ساقط نہ ہو گا۔ شوہر کو نفقہ دینا لازم ہو گا۔ (منح الغفار ناقلاً عن بزازیہ)

معتدہ نے امتداد طہر کا دعویٰ کیا عورت حیض سے عدت گذار رہی تھی۔ اتفاق سے حیض کے بعد طہر جب آیا تو وہ ممتد ہو گیا۔ کئی مہینہ تک مسلسل عورت کو حیض ہی نہیں آیا۔ تو عورت کو نفقہ کا حق حاصل رہے گا۔ جب تک قاضی عدت کے ختم ہونے کا فیصلہ نہ کر دے۔

قاضی کے حکم کی صورت یہ ہے کہ شوہر نے قاضی سے کہا کہ عورت نے انقضاء عدت کا اقرار کر لیا تھا اور اس اقرار پر اس نے گواہ پیش کر دیئے۔ پھر جب قاضی عدت کے ختم ہونے کا فیصلہ کر دے تو اس فیصلہ کے بعد عورت نے امتداد طہر کا دعویٰ کیا۔ اب یہ دعویٰ قابل اعتبار نہ ہو گا۔ اور عورت کو اب نفقہ نہ ملے گا۔

معتدہ اگر حمل کا دعویٰ کر دے ہاں اگر اس عورت نے اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ تو عورت کو ابتداء طلاق سے دو برس تک نفقہ دیا جائے گا۔

ایک اشکال عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ پہلے قاضی عدت کے پورے ہو جانے کا حکم کرے۔ اس کے بعد عورت اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تب اس کو نفقہ کا استحقاق ہو گا۔ حالانکہ ایسا نہیں اس لئے ثبوت نسب کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ عورت نے اگر انقضاء عدت کا اقرار کر لیا اور حمل کا احتمال موجود تھا۔ پھر وہ بچہ جنی تو بچہ ثابت النسب نہ ہو گا۔ لہٰذا جب نسب ہی ثابت نہ ہو گا تو نفقہ کیوں کر واجب ہو گا۔

شارح پر اعتراض اور اس کی توجیہ لہٰذا اگر شارح اس طرح فرماتے کہ و مالا تدع الحمل۔ تو یہ اشکال لازم نہ آتا کیونکہ واؤ عاطفہ لانے کی وجہ سے یہ ایک علیحدہ مسئلہ سمجھا جائے گا ماقبل سے اس کا تعلق نہ رہے گا۔ (کذا فی تحفۃ الاخیار)

فلو مضتَا ثُمَّ تبینَ ان لا حبْلَ فلا رجُوعَ علیهَا و ان شرطه لانّه شرطٌ باطِلٌ بحر و لوْ صالحها علٰی نفقةِ الْعِدّةِ اِنْ بالاشْهُرِ صَحَّ و اِنْ بالحیضِ لا لِلْجهالَةِ.

ترجمہ پس اگر عورت نے دعویٰ کیا اور طلاق کے بعد دو برس تک نفقہ جاری رہا۔ پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ حمل نہیں تھا۔ تو عورت سے نفقہ واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ اگر چہ شوہر نے اس کی شرط بھی کرلی ہو۔ اس لئے کہ یہ شرط باطل ہے اور اگر میاں بیوی دونوں نے صلح کرلی عدت کے نفقہ پر تو اگر عدت مہینوں سے ہوگی تو صلح درست ہے۔ اور اگر عدت حیض سے گذارے گی تو درست نہیں جہالت کی وجہ سے۔

تشریح: صورت مسئلہ شوہر نے بیوی کو طلاق دیدی پھر بیوی نے حمل کا دعویٰ کر دیا اور قاضی نے اس کے لئے نفقہ مقرر کر دیا۔ اور دو برس پورے گذر جانے کے بعد ظاہر ہوا کہ عورت کے حمل نہیں تھا۔

شوہر نفقہ کی رقم واپس نہیں لے سکتا تو شوہر کو اجازت نہیں ہے کہ وہ بیوی سے نفقہ کی دی ہوئی رقم واپس لے لے تو اگر چہ شوہر نے اس کی شرط ہی کیوں نہ کرلی ہو۔ یعنی یہ کہا ہو کہ عورت کا حمل کا دعویٰ اگر غلط نکلا تو میں نفقہ کی رقم واپس لے لوں گا۔ اس لئے کہ یہ شرط باطل ہے۔ (کذا فی البحر)

میاں بیوی دونوں نے عدت کا نفقہ مہینوں سے ادا کرنے کی صلح کرلی اگر شوہر نے مطلقہ معتدہ کے نفقہ کے بارے میں اس پر یہ صلح کرلی کہ وہ مہینوں کے اعتبار سے نفقہ ادا کرے گا۔ تو اگر مطلقہ معتدہ صغیرہ ہو جس کو بچپن کی وجہ سے حیض نہیں آتا یا آئسہ ہو کہ جس کو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حیض کا آنا بند ہو گیا تو یہ صلح درست ہے۔

اگر معتدہ کی عدت حیض سے ہو اور مطلقہ معتدہ اگر حیض سے عدت گذار رہی ہو تو نفقہ کی ادائیگی مہینوں کے اعتبار سے درست نہیں ہے اس لئے کہ عدت کی مدت اس صورت میں معلوم نہیں ہے۔ بلکہ مجہول ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ حیض کے بعد جو طہر آئے وہ ممتد ہو جائے۔

ولا تجب النفقة بانواعها لمعتدةِ موتٍ مطلقاً و لو حاملاً الا اذا كانت امَّ ولدٍ و هيَ حاملٌ من مولاها فلها النفقة من كلِّ المال جوهره.

ترجمہ اور مذکورہ تینوں اقسام کا نفقہ معتدۃ الموت کے لئے واجب نہیں ہے۔ اگر چہ وہ حاملہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر وہ ام ولد ہو اور اس کے مولیٰ سے اس کو حمل ٹھہر گیا ہو تو اس کے لئے مولیٰ کے پورے مال سے نفقہ واجب ہے۔

تشریح: معتدۃ الموت کا نفقہ وہ عورت جو شوہر کے مر جانے کے بعد عدت وفات گذار رہی ہو اس کیلئے مذکورہ بالا تینوں نفقات واجب نہیں ہیں۔ اگر چہ وہ حمل ہی سے کیوں نہ ہو۔ اس واسطے کہ زوج کے گھر قیام کرنا زمانہ عدت میں حق شرع کی وجہ سے ہے۔ (یعنی شریعت نے حکم دیا ہے کہ معتدہ وفات عدت شوہر کے گھر پر گذارے) حق زوج کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے۔ نیز عدت وفات میں صفائی رحم کا معلوم کرنا بھی مطلوب نہیں ہے۔ اس لئے اس کی عدت حیض سے واجب نہیں ہوئی۔ بلکہ عدت وفات چار ماہ دس دن مہینوں اور دنوں سے مقرر کی گئی ہے۔

نفقہ واجب نہ ہونے کی وجہ نفقہ زوجہ کے لئے تھوڑا تھوڑا زمانہ عدت میں واجب ہوتا۔ اور یہاں یعنی شوہر کی وفات والی صورت میں شوہر کے انتقال کے بعد فوراً مال سے شوہر کی ملکیت ختم

ہو جاتی ہے۔ اور وارثوں پر اس کو واجب کرنا ممکن نہیں ہے۔ (کذافی منح الغفار)

حموی کی رائے مگر حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو اس کا نفقہ میت کے کل مال سے واجب ہے۔ قہستانی میں بھی مضمرات کے حوالہ سے ایک قول ضعیف نقل کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف ہے۔ کذافی حاشیۃ المدنی۔

معتدہ وفات اگر امّ ولد ہو لیکن معتدہ وفات اگر امّ ولد ہو اور اس کے پیٹ میں مرنے والے کا حمل بھی ہو تو اس کے لئے مولیٰ کے پورے مال سے نفقہ واجب ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ مولیٰ نے اپنی زندگی میں اس حمل کا اعتراف واقرار کیا ہو۔ کیوں کہ مولیٰ کے اقرار کے بغیر اس کا لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔

و تجب السکنیٰ فقط لمعتدۃِ فرقۃٍ بمعصیتھا الاّ اذا خرجَتْ من بیتہٖ فلا سُکنیٰ لھا فی ھٰذہٖ الفرقۃِ قھستانی و کفایہ . کردّۃٍ و تقبیل ابنہٖ لا غیر ھا مِنْ طعَامٍ و کسوۃٍ والفرق انّ السّکنیٰ حق اللّٰہ تعالیٰ فلا تسقط بحال والنفقۃ حقّھا فتسقط بالفرقۃِ بمعصیتھا.

ترجمہ اور فقط سکنیٰ واجب ہے اس عورت کے لئے جس کی اس کے کسی گناہ کی وجہ سے شوہر سے فرقت واقع ہو گئی ہو۔ لیکن اگر یہ عورت شوہر کے گھر سے نکل کر باہر چلی گئی تو اب اس کے لئے سکنیٰ کا بھی حق نہیں ہے۔ قہستانی جیسے عورت کا مرتد ہو جانا۔ اور بیوی کا شوہر کے لڑکے کا شہوت سے بوسہ لینا۔ علاوہ سکنیٰ کے۔ کھانا۔ اور کپڑا واجب نہ ہوگا۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ سکنیٰ تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہوگا۔ اور نفقہ یعنی کھانا کپڑا زوجہ کا حق ہے تو وہ گناہ کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب وعدم وجوب کا فرق عورت سے کوئی معصیت صادر ہو جائے مثلاً بیوی نے شوہر کے لڑکے کو شہوت سے بوسہ دے دیا۔ یا بیوی العیاذ باللہ مرتد ہو گئی تو ان دونوں صورتوں میں عورت کی معصیت کی وجہ سے شوہر کا حق مارا گیا۔ اور جدائی کا سبب یہی ہوئی ہے۔ لہٰذا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔ اور سکنیٰ کا حق شریعت کا دیا ہوا ہے۔ یعنی حکم خداوندی ہے۔ جس کو شوہر ساقط نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ بہر صورت لازم ہوگا۔

کتاب "خلاصہ" میں لکھا ہے کہ جدائی جب شوہر کی طرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا۔ اور اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو اور کسی گناہ کی وجہ سے نہ ہو مثلاً خیار عتق، خیار بلوغ، یا غیر کفو میں نکاح کر لینا تو نفقہ واجب ہوگا۔ لیکن اگر جدائی عورت کے کسی گناہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جیسے عورت کا مرتد ہو جانا۔ یا شوہر کے بیٹے یا شوہر کے باپ کو شہوت سے بوسہ دیدینا۔ تو ان صورتوں میں نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا لعان کی صورت میں خلع کی صورت میں ایلاء کی صورت میں یا زوج کے مرتد ہو جانے کی شکل میں اسی طرح شوہر نے بیوی کی ماں سے (خوشدامن سے) وطی کر لی۔ تو ان تمام صورتوں میں زوج کے ذمہ معتدہ عورت کا نفقہ واجب ہوگا۔ کیوں کہ ان صورتوں میں جدائی کا سبب مرد ہے۔ بیوی سبب نہیں بنی کذافی عالم گیریہ۔

و تسقُطُ النفقۃ بردَّتِھا بعدَ البتّ ای ان خرَجتْ من بیتہٖ والاّ فواجبۃٌ قھستانی لا بتمکینِ ابنہٖ لعدَمِ حبسھا بخلافِ المرتدۃِ حتّی لو لَم تحبس فلھا النفقۃ .

ترجمہ طلاق بائنہ واقع ہونے کے بعد اس کے (یعنی عورت کے) مرتد ہو جانے سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر بیوی شوہر کے گھر سے نکل کر چلی گئی اور اگر گھر میں بدستور موجود ہے تو نفقہ واجب ہے (کذانی القہستانی) اور شوہر کے بیٹے کی تمکین سے نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ بر خلاف مرتدہ کے یہاں تک کہ اگر وہ قید نہ کی گئی تو اس کے لئے نفقہ کا حق حاصل ہے۔

تشریح: طلاق بائنہ کے بعد عورت مرتد ہو جائے شوہر نے بیوی کو طلاق بائنہ دے دی اس کے بعد بیوی مرتدہ ہو گئی تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ بیوی مرتد ہونے کے بعد شوہر کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ اور اگر گھر میں ہی موجود ہے تو نفقہ واجب ہوگا۔ قہستانی۔

طلاق بائنہ کے بعد بیوی نے بیٹے سے تقبیل کر لی طلاق بائن واقع ہو جانے کے بعد بیوی نے شوہر کر لڑکے کو شہوت سے بوسہ دے دیا۔ یعنی لڑکے سے تقبیل کرالی تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے شوہر کے بیٹے کو اپنے اوپر قابو پانے دیا۔ یعنی اس سے وطی پر راضی ہو گئی تو بھی اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ محبوس نہ ہونے کی وجہ سے۔

محبوس ہونے کا مطلب یعنی تقبیل کی صورت میں ضروری نہیں ہے کہ اس عورت کو قاضی یا حاکم کے پاس قید کیا جائے جب قاضی کے یہاں قید کرنے کی حاجت نہیں تو عدت شوہر کے گھر گذارے گی۔ اور نفقہ واجب ہوگا ساقط نہ ہوگا۔

مرتدہ کے نفقہ کا مسئلہ مرتد ہونے کے بعد چونکہ حاکم اس کو قید کر دے گا۔ اس لئے اس کو شوہر کے گھر سے باہر نکل جانا پڑے گا۔ اس لئے زوج سے اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

مرتدہ کو شوہر کے گھر پر محبوس کر دیا جائے اور اگر اس کو شوہر ہی کے گھر پر محبوس کر دیا جائے۔ یا حاکم قید کرنے کا حکم نہ دے اور مطلقہ بائنہ ہونے کی وجہ سے وہ شوہر کے گھر پر عدت گذار رہی ہے۔ تو شوہر کے ذمہ نفقہ واجب ہوگا۔

الاّ اذا لحقَتْ بدار الحَربْ ثم عادت و تابتْ لِسقوطِ العدّة باللحاق لانّهُ كالموتِ بحْر. و هو يشير الى انهُ قدْ حكم بلحاقِها و الاّ فتعودُ نفقتها بعوْدها فليحفظ .

ترجمہ لیکن جب عورت مرتد ہو کر دارالحرب چلی گئی۔ اس کے بعد وہاں سے واپس لوٹ آئی اور توبہ کر لیا (یعنی مسلمان ہو گئی) تو اس صورت میں اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ دارالحرب چلے جانے سے اس کی عدت کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے (بحر) اور لحوق دارالحرب کی قید اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ اس کے دارالحرب میں چلے جانے کا قاضی کی طرف سے حکم (فیصلہ) کر دیا گیا ہو۔ ورنہ پس اس کا نفقہ عود کرے گا عورت کے واپس لوٹ آنے کی وجہ سے پس اس کو یاد رکھو۔

تشریح: معتدہ دارالحرب جا کر واپس لوٹ آئے عورت عدت کے دن گذار رہی تھی کہ اسی حالت میں مرتد ہو کر دارالحرب منتقل ہو گئی۔ اور قاضی نے اس کے دارالحرب چلے جانے کا حکم کر دیا اس کے بعد عورت نے توبہ کر لیا اور دارالاسلام میں دوبارہ واپس آ گئی تو اس صورت میں اس کے لئے نفقہ کا حق نہ ہوگا۔

معتدہ دارالحرب جا کر واپس لوٹ آئی اور مسلمان ہوگئی

معتدہ دوران عدت (مرتد ہو کر دارالاسلام) سے دارالحرب چلی گئی۔ اور پھر خود ہی تائب ہو کر دارالاسلام واپس لوٹ آئی۔ مگر قاضی نے اس کے دارالحرب لاحق ہونے کا حکم نہ کیا تھا تو اس صورت میں زوج کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا۔

و تجب النفقة بانواعِهَا على الحرّ لطفْلِهِ يعُمّ الأُنثى والجمع . الفقير الحرّ فَإنّ نفقة المملوك على مالكه و الغنى فى مالهِ الحاضر فلو غائباً فعلى الاب ثم يرجع إنْ اشْهَدَ لا ان نوى الاّ ديانةً .

ترجمہ اور تینوں قسم کا نفقہ آزاد مرد پر اس کے چھوٹے بچے کا واجب ہے۔ اس کے بچپن کی بناء پر اور طفل (چھوٹا بچہ) عام ہے مذکر ہو یا مؤنث۔ یا دونوں ہوں۔ اور آزاد فقیر و نادار طفل کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے کیوں کہ طفل نقیر مملوک کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے۔ اور طفل مالدار کا نفقہ اس موجودہ مال میں ہے اور اگر طفل کا مال حاضر نہ ہو (یعنی وہاں سے غائب ہو) تو اس کے باپ پر نفقہ واجب ہے۔ پھر واپس لے لے گا باپ اپنا دیا ہوا مال اگر نفقہ دیتے وقت اس نے واپس لینے کے لئے کسی کو گواہ بنالیا ہو اور اگر واپس لینے کی صرف نیت کی تھی تو اب واپس نہ لے سکے گا۔ البتہ دیانۃً واپس لے سکتا ہے۔

تشریح: طفل صغیر کا نفقہ

چھوٹے بچے کا تینوں اقسام کا نفقہ آزاد مرد پر واجب ہے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو۔ یا لڑکا و لڑکی دونوں ہوں۔

آزاد کی قید کا فائدہ

وجوب نفقہ کے لئے آزاد کی قید ہے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ غلام پر اس کے بچوں کا نفقہ واجب نہیں۔

طفل کسے کہتے ہیں

ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد سے بالغ ہونے تک کی عمر کے لڑکے کو طفل کہتے ہیں طفل صبی (لڑکا) صبیہ (لڑکی) دونوں کو شامل ہے۔ (کذا فی المغرب) طفل واحد بھی ہے اور جمع بھی۔

نادار بچے کا نفقہ

طفل اگر چھوٹا بچہ یعنی صغیر ہو اور غریب و نادار ہو یعنی غنی و مالدار نہ ہو تو اس کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہے۔ کیونکہ طفل مملوک یعنی غلام کا نفقہ اس کے آقا پر واجب ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اس کے موجودہ مال پر ہے۔

ہاں اگر طفل کا مال موجود نہ ہو غائب ہو تو اس کے باپ پر عائد ہوتا ہے۔

طفل صغیر مالدار سے نفقہ کی رقم واپس لے سکتا ہے

چھوٹے بچہ پر بطور نفقہ خرچ کی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے۔ جب کہ بچے کے مال ہو اور مال فی الوقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے باپ نے اس کے نفقہ میں خرچ کیا ہو۔ واپس لے سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ واپس لینے کے لئے اس نے گواہوں کے سامنے اس کا اظہار کر دیا ہو۔

واپس لینے کی صرف نیت کی ہو

ہاں اگر نفقہ کی رقم واپس لینے پر گواہ بنانے کے بجائے دل میں نیت کرلی ہو کہ بچے کا مال وصول ہو جائے گا تو میں یہ رقم واپس لے لوں گا۔ تو دیانتاً واپس لے

سکتا ہے۔ قضاءً واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

و لو کانا فقیرین فالاب یکتسبُ او یتکفّفُ و ینفق علیْھمْ ولو لَمْ یتیسّرَ انْفقَ علَیْھم القریب و رجع علی الاب اذا یسّرَ (ذخیرہ) و لو خاصَمَتْه الامُّ فی نفقتھم فرَضَھا القاضی و اَمرهُ بدفعھَا للامّ مالم تثبْت خیانتُھا فیدفع لھا صباحاً و مساءً ا و یامرُ من یتفق علَیْھم.

ترجمہ اور اگر باپ اور ولد صغیر دونوں غریب و نادار ہوں۔ تو باپ کمائی کرے۔ اور اگر کمائی کی طاقت نہ ہو تو سوال کرے اور چھوٹے بچے کو کھلائے۔ اور کسب میسر نہ آئے۔ یا کافی نہ ہو۔ تو قریب یعنی قرابت دار چچا یا ماموں ان دونوں کو نفقہ دیں۔ اور جب باپ کو قدرت حاصل ہو جائے تو نفقہ کا معاوضہ ادا کر دے۔ (ذخیرہ) اور اگر چھوٹے بچوں کی ماں نے لڑکوں کے باپ سے لڑکوں کے نفقہ کے بارے میں جھگڑا کیا۔ تو قاضی ان کا نفقہ مقرر کر دے۔ اور باپ کو حکم دے کہ وہ بچوں کا نفقہ ان کی ماں کو دیا کرے۔ جب تک ماں کی خیانت ثابت نہ ہو۔ اگر اس کی خیانت ثابت ہو جائے تو نفقہ یک بارگی نہ دے۔ بلکہ صبح و شام کا نفقہ دے دیا کرے۔ یا پھر قاضی کسی شخص کو مقرر کر دے کہ وہ ان کا نفقہ دے دیا کرے۔

تشریح: چھوٹا بچہ اور اس کا باپ دونوں محتاج ہوں اگر ولد صغیر نابالغ بچہ اور اس کا باپ جس پر نفقہ کی اصل ذمہ داری ہے۔ دونوں محتاج اور فقیر ہوں۔ تو باپ کو چاہیے کہ وہ محنت و مزدوری کر کے بچے کا نفقہ پورا کرے۔

کمائی سے نفقہ پورا نہ ہو اور اگر کسب کرنے سے اخراجات پورے نہ ہوں تو باپ کو مانگنے اور سوال کرنے کی اجازت ہے۔

ماموں اور چچا سے قرض لے سکتا ہے اور باپ کے لئے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ بچے کے ماموں اور چچا سے قرض لے کر ضرورت پوری کرلے۔ مگر جیسے ہی باپ کو گنجائش ہو جائے نفقہ کی رقم ماموں اور چچا کو واپس کر دے۔ (ذخیرہ)

بچے کی ماں نے باپ سے جھگڑا کر دیا ولد صغیر کی ماں نے اگر باپ سے اختلاف کیا تو قاضی کو چاہیے کہ نفقہ کی مقدار مقرر کر دے۔ اور باپ کو پابند کرے کہ وہ ماں کے حوالے کر دے۔ لیکن اگر ماں کے متعلق خیانت ثابت ہو جائے تو نگرانی کے لئے تیسرا آدمی مقرر کر دے تاکہ نفقہ کی رقم صحیح طریق پر خرچ کی جائے۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ نفقہ کی رقم روزانہ دیدیا کرے تاکہ صبح و شام کے اخراجات پورے کرتی رہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر صبح و شام کا نفقہ الگ الگ دیدیا کرے (حاشیۃ المدنی)

و صَحَّ صُلْحَھا عن نفقتھم و لو بزیادَةٍ یَسیرَةٍ تَدْخُلُ تحت التقدیرِ و اِنْ لم تدْخُل طَرِحَتْ و لوْ علٰی مالا یکفیھم زیدَتْ (بحر)

ترجمہ اور درست ہے ماں کا صلح کر لینا باپ سے بچوں کے نفقہ کے بارے میں۔ اگرچہ ایسی معمولی زیادتی کے ساتھ صلح کی گئی ہو جو مقررہ مقدار کے قریب قریب ہو۔ اور اس کے تحت داخل نہ ہو تو اس کو کم کر دیا جائے گا۔ اور اگر بچوں کی

ماں نے اتنی قلیل مقدار میں صلح کی ہے کہ جو ناکافی ہے تو اس میں اضافہ کیا جائے گا۔

تشریح: بچوں کے ماں باپ کا نفقہ کی مقدار میں صلح کر لینا

اگر بچوں کی ماں نے باپ سے بچوں کے نفقہ میں صلح کر لی تو درست ہے۔ اگر چہ یہ صلح اُس مقدار سے تھوڑی بہت زائد بھی ہو جسکو اندازہ کرنے والے مقرر کریں۔ مثلاً اندازہ کرنے والوں نے نفقہ کی رقم ۸؍ روپیہ مقرر کی اور میاں بیوی کی صلح اس مقدار سے کچھ زائد یعنی ۹؍ روپیہ یا دس روپیہ پر صلح کی ہو تو یہ زیادتی کوئی زیادتی نہیں ہے۔

صلح کی رقم اگر مقدار مقررہ سے کم ہو

فرض کیجئے میاں بیوی نے آپس میں ۸؍ درہم پر صلح کر لی۔ جبکہ بازار کے بھاؤ اور گرانی کی وجہ سے نفقہ کی رقم بارہ، پندرہ درہم ہوتی ہو۔ تو اس مقدار میں بقدر کفایت اضافہ کر دیا جائے گا۔ (کذا فی البحر)

ولوْ ضاءَ تْ رَجَعَتْ بنفقَتِهِمْ دَوْن حِصَّتِهَا و في المُنْيَةِ اَبٌ مُعْسِرٌ وَ اُمٌّ مُوْسِرَةٌ تُؤْمَرُ الاُمُّ بالاِنْفاق و يكُوْنُ دَيْنًا عَلَى الاَبِ و هِيَ اَوْلَى مِنَ الْجَدِّ المُؤسِرِ وَ فِيْهَا لا نَفَقة على الْحُرِّ لِاَوْلَادِهِ مِنَ الاَمَةِ وَ لاَ علَى العَبْدِ لِاَوْلَادِهِ وَلَوْ مِنْ حُرَّةٍ وَ عَلَى الْكَافِرِ نَفَقَةُ وَلَدِهِ الْمُسْلِمِ كَمَا سَيَجِئُ (بحر)

ترجمہ اور ان کا نفقہ ماں کے پاس سے ضائع ہو گیا۔ تو بچوں کا نفقہ باپ سے دوبارہ لے لے۔ اپنے نفقہ کا حصہ دوبارہ نہیں لے سکتی۔ اور کتاب منیہ میں لکھا ہے کہ لڑکوں کا باپ تنگدست محتاج ہے۔ اور ان کی ماں مالدار ہے تو قاضی کی طرف سے ماں کو حکم دیا جائے کہ وہ بچوں کا نفقہ پورا کرے۔ اور یہ نفقہ باپ کے ذمہ قرض رہے گا۔ اور وہ (یعنی ماں) دادا سے اولی ہے۔ اور کتاب منیہ میں یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ آزاد پر اس کی اولاد کا نفقہ نہیں ہے جو باندی سے پیدا ہوں۔ اسی طرح غلام پر بھی اس کی اولاد کا نفقہ نہیں ہے۔ اگرچہ اولاد حرّہ (آزاد) عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہو۔ اور کافر کے ذمہ اس کی مسلم اولاد کا نفقہ واجب ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ بحر۔

تشریح: ماں سے اولاد صغار کا نفقہ ضائع ہوگیا

باپ نے اپنے چھوٹے بچوں کا نفقہ بیوی کو یعنی لڑکوں کی ماں کو دے دیا اور وہ مال ماں کے پاس سے ضائع ہو گیا تو ماں نفقہ کے لئے دوبارہ باپ سے مال لے سکتی ہے۔ لیکن خود اپنا نفقہ دوبارہ نہیں لے سکتی۔

لڑکوں کا باپ اگر تنگدست ہو

لیکن اگر چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ غریب اور محتاج ہو بچوں کے نفقہ کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اور بچوں کی ماں مالدار ہو تو ماں اپنے پاس سے نفقہ کا انتظام کرے۔ جب باپ کو وسعت حاصل ہو جائے تو نفقہ کے بقدر باپ سے وصول کرلے۔ اگر ماں کی طرح لڑکوں کا دادا بھی مالدار ہو تو دادا کے مقابلے میں ماں کا نفقہ کا انتظام کرنا اولی اور بہتر ہے (منیہ) کیونکہ لڑکے ماں سے قریب اور اس کا جز ہیں۔ نیز ماں کے اندر دادا کے مقابلے میں شفقت و محبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

غلام پر اس کی اولاد کا نفقہ واجب نہیں

اور کتاب منیہ میں یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ لڑکوں کا باپ اگر غلام ہو تو اس کے اوپر لڑکوں کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ خواہ بچے حرّہ عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہوں۔ بلکہ نفقہ آزاد ماں پر واجب ہے۔

مرد آزاد پر نفقہ واجب نہیں
اسی طرح آزاد مرد پر اس کی اُس اولاد کا نفقہ واجب نہیں جو لونڈی (باندی) منکوحہ کے بطن سے پیدا ہو۔

کافر باپ پر اس کی مسلم اولاد کا نفقہ
باپ کافر ہو اور اولاد مسلمان ہو تو ان کا نفقہ کافر باپ پر واجب ہو گا۔ جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان آئندہ آئے گا۔ (کذا فی البحر) اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

و کَذَا تَجِبُ لِوَلَدِہٖ الکَبِیْرِ العاجزِ عن الکَسب کَاُنثی مُطلقًا اَو زَمِنٍ و مَنْ یلحقہُ العارُ بالتکسب و طالب علمٍ لا یتفرع لِذَالِکَ کَذَا فی الزیلعی و العَینی۔

ترجمہ
اسی طرح باپ پر اس کے ولد کبیر کا نفقہ بھی واجب ایسا لڑکا جو کام کرنے سے عاجز ہو۔ جس طرح بیٹی کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔ لڑکی خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ ہو (جب تک اس کا نکاح نہ ہو جائے) یا جیسے پیر کے لنگڑے لڑکے کا نفقہ واجب ہے اور اس بیٹے کا نفقہ بھی واجب ہے۔ جس کو کسب کرنے سے عار (شرم و حیا) لاحق ہوتی ہو۔ اور اس طالب علم بیٹے کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے۔ جو اس کام کاج کے لئے فارغ نہ ہو۔ (زیلعی، عینی)

عاجز اور اپاہج بیٹے کا نفقہ
اسی طرح باپ پر اس ولد کبیر کا نفقہ بھی واجب ہے۔ جو جسمانی طور پر اپاہج ہو اور کوئی کام کاج کرنے کے قابل نہ ہو۔

بیٹی کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے
جس طرح باپ کے ذمہ اس کی بیٹی کا نفقہ واجب ہے۔ خواہ لڑکی صغیرہ ہو یا بالغہ ہو۔ بشرطیکہ اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔ جب نکاح کر دے گا تو نفقہ کا وجوب باپ سے ساقط ہو جائے گا۔

اس بیٹے کا نفقہ جس کو کام کرنے سے حیا آتی ہو
اسی طرح وہ لڑکا جو اتنا شریف یا قابل احترام اور معزز شخصیت کا حامل ہو کہ اس کو کسب کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہو۔ باپ کے ذمہ اس لڑکے کا لڑکا نفقہ بھی واجب ہے۔ جیسے انبیاء کرام کے نفقہ جات اُن کے آباء پر واجب تھے۔

بیٹا طالب علم ہو
اور اگر لڑکا طالب علم ہو۔ اور پڑھنے کی وجہ سے اس کا وقت فارغ نہ ہو۔ تاکہ وہ اپنی روزی کا سامان کر سکے۔ تو اس طالب علم کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ واجب ہے۔ جب تک وہ تحصیل علم سے فارغ نہ ہو جائے۔ کذا فی الزیلعی۔ و عینی۔

کیا شریف آدمی کو پیشہ اختیار کرنا عار کی بات ہے
کسی شریف آدمی یا اولیاء کرام کو کوئی پیشہ اختیار کرنا عار کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہ اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسب کرتے تھے۔ البتہ کچھ دستور ایسا ہے کہ ان کے عمدگی خاندان کے باعث لوگ شرم لحاظ کی بناء پر ملازم نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے شریف لڑکے بالغ کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہے (عالم گیری ناقلاً عن الذخیرہ منح الغفار ناقلاً عن الخلاصہ)

و اُفتی ابو حامدٍ بعدمِھَا لِطَلَبۃ زماننا کَمَا بسطہٗ فی الغِنیۃِ وَ لذَا۔ قیَدہ فی الخُلاصۃِ بذی

رشد لاَ یشَارکُہٗ اَیِ الاَب وَ لَوْ فَقیرًا احَدٌ فی ذٰلك کنفقةِ ابویْہِ و عِرسَہٖ بہٖ یفتٰی مالم یکن معسرًا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوعَ عَلَیْہ علی الصّحیح من المذھب الا لامٍ موسِرَةٍ (بحر). قال و علیه فلا یدمن اصلاح المتون جوھرة.

ترجمہ اور اس کا یعنی باپ کا کوئی اس امر میں شریک نہیں ہے۔ اگرچہ باپ محتاج ہو۔ جس طرح غریب ماں باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے۔ اور جس طرح بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ اسی پر فتوی ہے۔ جب تک باپ تنگدست نہ ہو۔ اور اگر باپ تنگدست ہو تو وہ میت کے ساتھ لاحق مان لیا جائے گا۔ کہ جس طرح میت پر کسی کا نفقہ واجب نہیں اسی طرح غریب باپ پر بھی اس کی اولاد کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ ایسی صورت میں نفقہ باپ کے علاوہ دوسروں پر واجب ہوگا۔ جیسے چچا و غیرہ اور نفقہ پر خرچ کی جانے والی رقم کا رجوع بھی نہیں ہے۔ صحیح مذہب کی بناء پر۔ لیکن مال دار ماں کے لئے۔ بحر

تشریح: نفقہ میں باپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں چھوٹے بچوں اور بالغ عاجز لڑکوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے اس میں باپ کے ساتھ کوئی دوسرا رشتہ دار شریک نہیں۔ جس طرح محتاج لاچار اور غریب والدین کا نفقہ صرف ان کے لڑکے پر واجب ہے۔ لڑکوں کے چچا یا دادا پر واجب نہیں ہے۔

زوجہ کا نفقہ زوج پر واجب ہے جس طرح بیوی کا نفقہ صرف شوہر پر واجب ہے۔ غیر پر واجب نہیں اور اسی پر فتوی بھی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ چھوٹے لڑکوں اپاہج لڑکوں کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہی واجب ہے۔ جب تک باپ انتہائی تنگدست ہو۔

باپ اگر انتہائی تنگدست ہو اور اگر لڑکوں کا باپ انتہائی تنگدست اور لاچار ہو تو اس کو مردہ شمار کر کے نفقہ اس کے رشتہ دار پر عائد کیا جائے گا۔ جس پر باپ کے مر جانے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ یعنی چچا اور دادا پر۔ اور نفقہ کی یہ رقم رشتہ دار باپ سے واپس لینے کا بھی حقدار نہیں ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے۔

مالدار ماں اگر بیٹوں پر خرچ کرے ہاں اگر لڑکوں کی مال دار ماں نے لڑکوں کے نفقہ کی کفالت کی تو باپ سے رجوع کر سکتی ہے۔ کذافی بحر الرائق۔

صاحب بحر کی وضاحت مذکورہ بالا مسئلہ ہی صحیح ہے۔ اس کی بناء پر فقہ کی دوسری کتب کی اصلاح کرنی چاہیے۔ (کذافی الجوہرہ) یعنی چونکہ صحیح مذہب یہی ہے کہ تنگدست اور حاجت مند باپ کے بیٹوں کا نفقہ قرابت والوں پر واجب ہے۔

ادھر فقہ کی دوسری کتب میں اس پر اتفاق ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے طفل کا نفقہ صرف باپ پر واجب ہے۔ اور وجوب نفقہ میں باپ کے ساتھ کوئی دوسرا رشتہ دار شریک نہیں ہے۔ اس لئے ان کتابوں کو درست کر دینا چاہیے۔

خیر الدین رملی کا قول بحر الرائق کے حاشیہ میں خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے اس کی اولاد کے نفقہ میں کوئی دوسرا رشتہ دار شریک نہیں ہے۔ باپ خواہ مالدار ہو یا تنگدست ہو۔ اور تنگدستی کی حالت میں اس کی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے، جب باپ کو

استطاعت حاصل ہو جائے۔ تو نفقہ کی رقم اس سے واپس لے لے۔ اسی پر سب کا اتفاق ہے۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اور صاحب بحر الرائق نے جس کو مذہب صحیح گمان کیا ہے۔ وہ لائق التفات نہیں۔ ہے۔ کیونکہ مذہب کے نقل کے باب میں متون ہی اصل ہیں۔

فروع لو لمْ يَقدِرْ اِلاّ عَلی نفقة احَدِ ابويْهِ فالاُمّ احَقُ و لوْ لهٗ ابٌ و طِفْلٌ فالطِّفْلُ اَحقُ و قِيْلَ يقسّمُهَا فِيْهِمَا وَ عَلَيْه نفقةُ زوجَةِ ابيهِ و اُمّ ولدِہٖ بَلْ و تزويجهٗ وَ تسريه .

ترجمہ اور اگر بیٹا قادر نہ ہو مگر ماں باپ میں سے ایک کے نفقہ پر تو ماں زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر اس کے باپ اور لڑکا ہے تو پس لڑکا زیادہ مستحق ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ نفقہ کو دونوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اور اس کے ذمہ اس کے باپ کی بیوی کا نفقہ اور اس کے ام ولد کا نفقہ واجب ہے۔ بلکہ اس کے ذمہ اس کی شادی کر دینا اور اس کے لئے باندی خرید کر دینا بھی واجب ہے۔

تشریح: بیٹے کے ذمہ باپ اور بیٹے کا نفقہ اگر ایک شخص کا باپ زندہ ہو۔ اور اس شخص کے لڑکا بھی ہو تو اس کے ذمہ باپ اور بیٹے دونوں کا نفقہ واجب ہے۔

اگر دونوں کے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر یہ شخص جس کے باپ بھی ہے اور طفل صغیر بھی دونوں کا نفقہ پورا کرنے پر قادر نہیں تو باپ کے مقابلے میں بیٹا نفقہ کا زیادہ حقدار ہے۔ کیونکہ طفل صغیر مطلقاً کسب کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اور بھوک پر وہ صبر بھی نہیں کر سکتا۔

دوسرا قول: ۔ لیکن دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس نفقہ کو دونوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔

باپ کی بیوی اور باپ کی امّ ولد کا نفقہ اور بیٹے کے ذمہ اپنے باپ کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہے۔ نیز باپ کی امّ ولد کا نفقہ بھی واجب ہے۔ نیز بیٹے کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے باپ کی شادی کر دے۔ اور استطاعت ہو تو اس کی خدمت کے لئے ایک باندی بھی خرید کر دے۔ مگر شرط یہ ہے کہ باپ شادی کے قابل ہو اور بیٹے کے اندر باندی خریدنے یا باپ کی شادی کے مصارف برداشت کرنے کی قدرت بھی ہو۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرہ)

وَلَوْ لَهٗ زَوْجَاتٌ فَعَلَيْهِ نَفَقَةٌ وَاحِدَةٌ يَدْفَعُهَا لِلاَبِ لِيُوَزِّعَهَا عَلَيْهِنَّ و فی المختار والمُلْتقٰی وَ نَفقَةُ زَوْجَةِ الاِبْنِ عَلَی اَبِيْهِ اِنْ كَانَ صغيْرًا فقيْرًا اَوْ زمِنًا وَ فِی واقعاتِ المفْتِيْن لِقَدْرِی آفندِی و يُجبَرُ الاَبُ عَلَی نفقةِ اِمْرأةِ اِبْنِهٖ الغائب وَ وَلَدِهَا.

ترجمہ اور اگر باپ کے متعدد بیویاں ہوں تو بیٹے کے ذمہ صرف ایک بیوی کا نفقہ واجب ہے، جسے وہ باپ کو دے دے تاکہ اس نفقہ کو ان پر تقسیم کر دے۔ اور کتاب المختار اور الملتقی میں لکھا ہے کہ بیٹے کی بیوی کا نفقہ بیٹے کے باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر بیٹا صغیر ہو اور محتاج، فقیر، یا لنجا اپاہج ہو اور قدری آفندی کی کتاب واقعات المفتیین میں لکھا ہے کہ تو اس کے بیٹے کے باپ کو اس کے اس بیٹے کی بیوی کے نفقہ کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ جو کہ غائب ہو۔

تشریح: اگر باپ کی متعدد بیویاں ہوں اور اگر باپ کے کئی بیویاں ہوں تو بیٹے کے ذمہ ان میں سے صرف ایک بیوی کا نفقہ دینا واجب ہے۔ باپ اس کو اپنی بیویوں میں تقسیم کر دے۔ بیٹے کی بیوی کا نفقہ بیٹے کے باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر بیٹا صغیر ہو اور محتاج فقیر لنجا اپاہج ہو۔

کتاب المختار اور الملتقی کی رائے:- المختار اور الملتقی میں لکھا ہے کہ

محتاج بیٹے کی بیوی کا نفقہ اگر بیٹا محتاج ہو یا ایسا کمزور یا اپاہج ہو کہ اپنی بیوی کا نفقہ کسب نہیں کر سکتا۔ تو باپ کے ذمہ محتاج بیٹے کی بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ (المختار الملتقی)

بیٹا نابالغ ہو تو اس کی بیوی کا نفقہ اگر بیٹا صغیر اور محتاج ہو تو اس کی بیوی کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔

بیٹا غائب ہو تو اس کی بیوی کا نفقہ اور اگر بیٹا غائب ہو تو اس کی بیوی کے نفقہ کیلئے باپ کو مجبور کیا جائے گا۔ اسی طرح بہو کے لڑکے کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ واجب ہے (قدری آفندی)

قدری آفندی کے مصنف عبد القادر بن یوسف۔ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے۔ انھوں نے قدری آفندی نامی کتاب کے واقعات المفتیین کے خطبہ میں تحریر کیا ہے۔ آفندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

وَ کذ الاُمُّ عَلی نفقۃِ الْوَلَدِ لِتَرْجِعَ بِھَا علی الاَب و کذا الاِبْنُ عَلٰی نفقۃِ الاُمِّ لِیَرْجِعَ عَلٰی زوج اُمِّہٖ و کذ الاخ علی نفقۃ اَوْلَادِ اَخِیْہِ لِیَرْجِعَ بِھَا عَلَی الاَبِ وَ کَذَا الاَبعَد اذا غابَ الاقربُ انتھٰی۔

ترجمہ اور اسی طرح ماں پر جبر کیا جائے گا لڑکے کے نفقہ کے لئے۔ تا کہ جب باپ سفر سے واپس آ جائے تو نفقہ کی رقم باپ سے واپس لے لے۔ اسی طرح بیٹے سے ماں کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا۔ تا کہ بیٹا اپنی ماں کا نفقہ اس کے شوہر سے واپس لے لے۔ جب وہ سفر سے واپس آ جائے۔ خواہ وہ بیٹے کا حقیقی باپ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح بھائی کو مجبور کیا جائے گا۔ دوسرے بھائی کی اولاد کے نفقہ کے لئے تا کہ اپنے باپ سے نفقہ کی رقم واپس لے لے جب وہ سفر سے واپس لوٹ آئے اسی طرح دور والے رشتہ دار سے قریب والے رشتہ دار کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا۔ جب کہ قریبی رشتہ دار غائب ہو۔ پھر جب اقرب سفر۔ سے واپس آ جائے تو دور والا رشتہ دار اقرب سے واپس لے لے۔

تشریح: لڑکے کے نفقہ کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح ولد کے نفقہ کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا۔ اور جب اس کا باپ سفر سے واپس لوٹ آئے۔ تو ماں ولد کا نفقہ اس سے وصول کر لے۔

ماں کے نفقہ کے لئے بیٹے کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح بیٹے کو اس کی ماں کے نفقہ کے لئے زبردستی کی جائے گی۔ اور جب ماں کا شوہر سفر سے واپس آ جائے تو خرچ کی ہوئی رقم بیٹا ماں کے شوہر سے وصول کر لے۔ شوہر خواہ بیٹے کا باپ ہو یا کوئی اجنبی شخص ہو۔

بھائی کی اولاد کے نفقہ کے لئے بھائی کو مجبور کیا جائے گا اسی طرح بھائی سے اس کے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ زبردستی دلایا

جائے گا۔ تاکہ جب باپ سفر سے واپس آجائے تو اس سے نفقہ کی رقم واپس لے لے۔ اسی طرح دور کے رشتہ دار سے قریب کی اولاد کا نفقہ زبردستی دلایا جائے گا۔ جب کہ قریب غائب ہو۔ پھر جب قریب آجائے تو دور والا اس سے نفقہ کی رقم واپس وصول کرلے۔ (انتہی کلام الواقعات)

و فی الفصولَیْن منَ الرَّابِعِ والثَّلاثِیْن اَجنَبیّ انْفَقَ عَلَی بَعْضِ الْوَرَثَةِ فَقَالَ انْفَقْتُ بِاَمْرِ الموصیُ و اَقَرَّبهِ الْوَصیُّ وَلاَ یَعْلَمُ ذٰلِكَ اِلاّ بقولِ الْوَصیّ بَعْدَ مَا اَنْفَقَ یُقبلُ قولُ الْوَصیِ لَوْ المتفقُ علیهِ صَغِیرًا (انتهی)

ترجمہ اور فصولین کی ۳۴ ویں فصل میں لکھا ہے کہ کسی اجنبی نے مرنے والے (میت) کے کچھ وارثوں پر (بطور نفقہ) کچھ خرچ کیا۔ اس کے بعد اس اجنبی نے کہا کہ میں نے وصی کے حکم سے ایسا کیا ہے۔ (یعنی بطور نفقہ خرچ کیا ہے) اور وصی نے اس کا اقرار بھی کرلیا۔ اور اس کا علم کسی کو بھی نہ ہو سکا بجز وصی کے کہنے کے اور وہ بھی خرچ کر چکنے کے بعد تو وصی کا قول قبول کیا جائے گا۔ اگر منفق علیہ صغیر ہو۔

تشریح: فصولین کی ۳۴ ویں فصل یہ بھی ایک کتاب ہے۔ اسی کے حوالے سے مصنف کتاب نے نفقہ کی ایک شکل تحریر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ایک اجنبی شخص نے میت کے بعض وارثوں پر بطور نفقہ خرچ دیا۔ اور بعد میں اس نے کہا وصی کے کہنے پر میں نے ایسا کیا ہے اور وصی نے اس کا اقرار کرلیا۔ اور صورت حال یہ ہے کہ اس نفقہ کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکا مگر اس وقت جب وہ خرچ کر چکا اور وصی نے اس کا اظہار کیا۔ تو وصی کا قول معتبر مانا جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس وارث کو اس نے نفقہ دیا ہے، وہ صغیر ہو (انتہی)

اگر وارث صغیر نہ ہو اگر وارث صغیر نہ ہو بلکہ بالغ ہو تو اس اجنبی کا دیا ہوا نفقہ احسان ہوگا۔ قرض نہ ہوگا۔ اور میت کے ترکہ سے اس کو واپس نہ دیا جائے گا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔

وَفِیْهِ قَالَ اَنْفِقْ عَلیَّ اَوْ عَلَی عَیَالِیْ و اَولاَدِیْ فَفعلَ قِیْلَ یَرْجِع بلاَ شَرْطِهِ و قیلَ لاَ وَ لَوْ قَضٰی دَیْنَهٗ بامْرِهٖ رجعُ بلاَ شرطِهِ وَ کَذا کُلُّ مَا کانَ مُطَالبًا به مِنْ جهةِ العِبادِ کجنایَةٍ وَ مَؤنِ مالِیَةٍ ثمّ ذکَرَ اَنَّ الاَسِیْرَ وَ منْ اَخذهُ السُّلْطانُ لِیُصادِرهُ لَوْ قَالَ لِرَجلٍ خلِّصنی فَدَفَعَ المامُوْرُ مالاً فخلصهُ قِیلَ یَرْجعُ وَ قِیْلَ لاَ فی الصَّحِیْح وبهٖ یُفْتٰی.

ترجمہ اور کتاب فصولین میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی سے کہا مجھے نفقہ دے یا میری اولاد اور عیال کو نفقہ دے۔ تو اس نے نفقہ دیا۔ تو ایک قول یہ ہے کہ دینے والا اس سے واپس لے سکتا ہے۔ اس میں کسی شرط کی حاجت نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بغیر شرط واپسی کے واپس نہیں لے سکتا۔ اور اگر کسی نے دوسرے کا قرض اس کے حکم سے ادا کر دیا تو اس کی شرط کے بغیر واپس لے سکتا ہے۔ اگرچہ واپسی کی شرط نہ کی ہو۔ اسی طرح شرط کے بغیر واپس لے سکتا ہے۔ ان تمام مصارف میں جن کا تعلق بندوں کی جانب سے مطالبہ کا ہو۔ جیسے جنایت میں۔ دوسرے مالی مصارف جیسے عشر، خراج وغیرہ

۔پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی قیدی۔یاوہ شخص جس کو بادشاہ نے گرفتار کر لیا ہو۔اس نے کسی شخص سے کہا مجھ کو چھڑالے تو اس شخص نے اپنا مال خرچ کر کے قیدی کو یا اس کو جس کو بادشاہ نے ظلماً گرفتار کر لیا ہے۔رہا کرالیا۔تو کہا گیا ہے اس سے اپنی خرچ کی ہوئی رقم واپس لے لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ واپس نہ لے۔ صحیح قول یہی ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح: اجنبی شخص نے کسی پر بطور نفقہ خرچ کیا تو آیا نفقہ کی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہیں

اگر کسی اجنبی شخص نے دوسرے سے کہا مجھ کو نفقہ دے۔یا میری اولاد کو نفقہ دے۔اس کے کہنے پر اس نے اس کو نفقہ دیا۔تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے خواہ واپس لینے کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اس نے نفقہ کی رقم واپس لینے کی شرط نہیں کی تھی۔تو بعد میں واپس نہیں لے سکتا (فصولین)

ایک شخص نے دوسرے کا قرض اداء کر دیا ایک شخص نے دوسرے سے کہا تو میرا قرض اداء کر دے۔اس کے کہنے پر اس نے اس کا قرض ادا کر دیا۔تو بعد میں وہ رقم واپس لے سکتا ہے۔خواہ واپسی کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔

دوسرے مطالبات اگر کسی نے اداء کر دیئے اسی طرح اگر کسی نے دوسرے شخص کی جانب سے دوسرے حقوق مالیہ۔جو اس پر واجب الاداء تھے۔ادا کر دیا۔مثلاً کسی پر کوئی جرمانہ کی رقم واجب الادا تھی اس نے وہ رقم ادا کر دی۔یا کسی پر عشر،یا خراج کی رقم واجب تھی۔اس نے اس کی جانب سے ان مطالبات کو ادا کر دیا تو بعد میں اپنی خرچ کی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہے۔دیتے وقت واپسی کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔

جنایت کسے کہتے ہیں جنایت قصور کو کہتے ہیں دوسرے لفظوں میں ارتکاب جرم کا نام جنایت ہے۔مثلاً ایک شخص نے کسی کی انگلی کاٹ ڈالی۔تو اس پر خون بہا لازم آیا۔جنایت کرنے والے نے دوسرے سے کہا تو میری طرف سے خون بہا اداء کر دے۔اس نے اداء کر دیا۔تو اس کو اپنی رقم واپس لینے کا حق حاصل ہے۔واپس لینے کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو۔

حاکم وقت نے ظلماً کسی کو جیل میں ڈال دیا صاحب فصولین نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر بادشاہ نے کسی شخص کو ناجائز طریق پر ظلماً گرفتار کر لیا۔تو اس گرفتار شدہ شخص نے دوسرے سے کہا مجھ کو رہا کرالے اس شخص نے مال خرچ کر کے اس کو رہا کرالیا تو بعض نے کہا کہ یہ رقم اس سے واپس لے لے اور دوسرے بعض کا قول یہ ہے کہ واپس نہیں لے سکتا۔یہی قول صحیح ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے یعنی خرچ کردہ رقم واپس نہیں لے سکتا۔

وَلَيْسَ عَلَى أُمِّهِ إِرْضَاعَة قَضَاءً بَلْ دِيَانَةً الا اذا تعينت فتجبر كما مرّ في الحِضَانَة .

ترجمہ اور صغیر کی ماں پر واجب نہیں ہے۔اس کو دودھ پلانا قضاءً البتہ دیانتاً واجب ہے۔اور پریشان نہ کی جائے ماں اپنے لڑکے کی وجہ سے (اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے) مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں۔لیکن اگر ماں ہی دودھ پلانے کے واسطے متعین ہو جائے تو اس پر دودھ پلانا واجب ہے۔جیسا کہ باب الحضانۃ میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔

تشریح: کیاماں کے ذمہ بچہ کودودھ پلاناواجب ہے ماں کے ذمہ واجب نہیں کہ وہ اپنے چھوٹے بچے کو دودھ پلائے۔ قضاءً۔ البتہ دیانتاً اس پر اپنے چھوٹے بچے کودودھ پلاناواجب ہے۔ چونکہ ماں عنایت شفقت ومحبت کی وجہ سے اپنے چھوٹے بچے کودودھ پلانے سے انکار نہیں کرتی۔ لیکن اگر عورت کہے کہ اس کودودھ پلانے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ تو قاضی اس پر زبردستی نہیں کر سکتا۔

قضاءواجب نہ ہونے کی دلیل عورت پر بحکم قاضی دودھ پلانا کیوں واجب نہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ ماں کو بچے کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے۔ تو بحالت تکلیف عورت دودھ پلانے کاپابند کرنا۔ عورت کوتکلیف میں مبتلاء کرنا ہے۔ اسلئے قاضی دودھ پلانے کا حکم نہیں کر سکتا۔

دیانتاً دودھ پلاناواجب البتہ دیانتاً واخلاقاً ماں پر واجب ہے کہ وہ اپنی چھوٹی اولاد کو دودھ پلائے۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس تک دودھ پلاتی ہیں۔ لہٰذا عورت کا بچوں کودودھ پلاناایسا ہی ہے جیسے گھر کے دوسرے کام۔

عورت کے ذمہ گھریلو کام واجب ہیں یا نہیں چنانچہ عورت کے ذمہ کھانا پکانا۔ جھاڑو دینا۔ دیانتاً تو واجب ہیں۔ قضاء تو واجب نہیں ہے۔ اگر عورت کہے کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتے تو اس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ کہ شاید عاجز ہونے کی وجہ سے ہاں نہ کرتی ہو۔

دودھ پلانے کے لئے اگر ماں ہی متعین ہو جائے ہاں اگر ماں ہی دودھ پلانے کیلئے متعین ہو جائے۔ مثلاً بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ یا دودھ پلانے والی عورت بغیر اجرت کے دودھ نہیں پلاتی۔ اور حال یہ ہے کہ لڑکے کا باپ دودھ پلانے کی اجرت دینے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بچے کی ماں ہی دودھ پلانے کے لئے متعین ہیں۔ تاکہ بچے بھوک سے ہلاک ہونے سے بچ جائیں۔ اس کا تفصیلی بیان باب الحضانۃ میں گذر چکا ہے۔

وَ كَذَا الظِّئْرُ تجبر عَلَى ابْقَاءِ الاِجَارَةِ بزازية و يَسْتَاجِرُ الاَبُ مَنْ تر ضِعَهُ عِنْدَهَا لاَنَّ الحِصَانَةَ لَهَا و النَّفَقَةُ عَلَيْهِ و لا يَلْزَمُ الظِّئْرَ المكثُ عِنْدَ الاُمِّ مَا لَمْ يَشترطْ فِى العَقْدِ.

ترجمہ اور اسی طرح دائی (دودھ پلانے والی) پر جبر کیا جائے ملازمت کے باقی رکھنے پر (بزازیہ) اور لڑکے کا باپ جس کو دودھ پلانے کے واسطے ملازم رکھے اس عورت کو لڑکے کی ماں کے پاس رکھے۔ اس لئے کہ پرورش کا حق ماں کے واسطے ہے۔ اور نفقہ باپ کے اوپر واجب ہے۔ دائی کا قیام کرناماں کے پاس جب عقد اجارہ میں اس کی شرط نہ ہوئی ہو۔

تشریح: دائی کسے کہتے ہیں: -وہ عورت جس کو بچے کے دودھ پلانے پر اجرت پر رکھاجائے۔

کیادائی کونوکری کرنے پر مجبور کیاجائے گا بزازیہ میں ہے کہ دائی کودودھ پلانے کی نوکری کوباقی رکھنے پر مجبور کیاجائے گا۔ مثلاً دائی کو دودھ پلانے کے لئے ایک ماہ کے لئے نوکر رکھا۔ ایک ماہ گذر جانے کے بعد اس نے نوکری کرنے سے انکار کیا۔ اور دوسری دائی نہیں ملتی یالڑکا اس سے

نہایت درجہ ہل گیا ہے تو نوکری باقی رکھنے پر دائی کو مجبور کیا جائے گا۔ تا کہ بچہ ضائع نہ ہو جائے۔ (بزازیہ)

دائی ماں کے پاس قیام کریگی

جس عورت کو بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے نوکری پر رکھا گیا ہے اسے لڑکے کی ماں کے پاس قیام کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

ان تینوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے

اور دائی بچہ اور اس کی ماں تینوں کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اور بالفرض ماں زندہ نہ ہو تو جس عورت کو حق حضانت پہونچتا ہو بچہ اس عورت کے پاس رہے گا۔

کیا دائی کے ذمہ ماں کے پاس قیام کرنا ضروری ہے

دائی کا ماں کے پاس قیام ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر نوکر رکھتے وقت ماں کے پاس قیام کی شرط طے کر لی گئی تھی۔ تو شرط کر لینے کے بعد دائی کا ماں کے پاس قیام کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ دائی کو اختیار حاصل ہے کہ ماں کی اجازت سے بچے کو اپنے گھر لے جائے۔ یا دہلیز پر بیٹھ کر بچے کو دودھ پلا دے۔ اور بچے کو ماں کے پاس چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلی جائے۔ اگر نوکر رکھتے وقت دائی کے قیام کرنے کی شرط طے کر لی گئی تھی تو اب دائی کو ماں کے پاس اس کے گھر قیام کرنا لازم ہو گا۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر)

وَلَا یَسْتَاجِرُ الْاَبُ اُمَّہٗ لو مَنْکُوْحَۃً و لَوْ مِنْ مالِ الصَّغِیر خلافًا للذَّخِیْرۃ والمُجْتبٰی اَوْ مُعْتدۃ رجعیّ وَ جَازَ فی البائنِ فِی الاَصح (جُوْھَرہ) کاستیجار مَنکوحتہٖ لولدِہٖ مِنْ غیرِھا و ھِیَ احقّ بارضَاعِ ولدھا بَعْدَ الْعِدَۃِ اذا لَمْ تَطْلُبْ زیادۃً عَلٰی مَا تاخذہ الاَجنبیۃ وَ لَوْ دونَ اجرالمثلِ بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احقّ مِنْھا (زیلعی) اَیْ فِی الارْضاعِ وَ اَمَّا اجرۃ الْحضَانۃ فلِلامّ کما مرّ۔

ترجمہ

اور باپ اپنے بیٹے کی ماں کو دودھ پلانے کی اجرت پر نہ رکھے اگر وہ منکوحہ ہو۔ اگرچہ اجرت صغیر کے مال سے ہی کیوں نہ دے۔ بخلاف ذخیرہ اور مجتبٰی کے۔ اور بیٹے کی ماں اگر معتدہ رجعیہ ہو تو اسکو نوکر نہ رکھے۔ بیٹے کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے۔ صحیح قول یہی ہے۔ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس ولد کے دودھ پلانے کیلئے جائز ہے۔ جو اس منکوحہ کے پیٹ سے نہ ہو۔ اور ماں اپنے بیٹے کے دودھ پلانے کیلئے زیادہ حقدار ہے۔ عدت گذر جانے کے بعد جب کہ ماں اجرت اس مقدار سے زائد کا مطالبہ نہ کرتی ہو جو کوئی اجنبیہ عورت طلب کرتی ہے۔ اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم ہی پاتی ہو۔ اور ماں اجرت مثل کا مطالبہ کرتی ہو۔ جب کہ وہ اجنبیہ جو بچے کو دودھ پلانا چاہے مفت بلا قیمت کے دودھ پلاتی ہو تو ماں سے زیادہ حقدار ہے۔ (زیلعی) یعنی دودھ پلانے کے معاملے میں۔ اور بہر حال پرورش کرنے کی اجرت تو یہ صرف ماں کے لئے ہو گی۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

تشریح: کیا بیٹے کی ماں کو دودھ پلانے کیلئے اجرت پر رکھا جا سکتا ہے

باپ اپنے بیٹے کی ماں کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر نہ رکھے۔ اپنے مال سے نہ بیٹے کے مال سے۔

کتاب ذخیرہ مجتبٰی کی رائے

اس مسئلے میں ذخیرہ اور مجتبٰی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں کو اجرت پر رکھا جا سکتا ہے۔ اور حموی نے نقل کیا ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ کہ صغیر

کے مال سے ماں کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر نوکر رکھا جاسکتا ہے۔ اور طحطاوی نے کہا ہے کہ اب ذخیرہ اور مجتبیٰ ہی کی رائے پر فتویٰ ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

بیٹے کی ماں اگر مطلقہ رجعیہ ہو ہاں اگر بیٹے کی ماں مطلقہ رجعیہ ہو یا کسی کے نکاح میں ہو تو دودھ پلانے کے لئے اس کو نوکر نہ رکھے۔

اگر ماں مطلقہ بائنہ ہو اور اگر بیٹے کی ماں مطلقہ بائنہ ہو اور وہ عدت میں ہو تو اس کو دودھ پلانے کے لئے نوکر رکھنا جائز ہے۔ (کذافی الجوہرہ)

بیٹے کی ماں کو کسی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلانا اگر بیٹے کی ماں کو کسی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر نوکر رکھا جائے۔ تو یہ درست ہے۔ مثلاً زید کا ایک لڑکا حلیمہ سے پیدا ہوا زید کی دوسرے بیوی کریمہ ہے تو کریمہ کو حلیمہ کے لڑکے کے لئے دودھ پلانے پر رکھنا درست ہے۔ کیونکہ کریمہ کو حلیمہ کے لڑکے کو دودھ پلانا واجب نہیں ہے۔ اس لئے نوکری کرنا اور اجرت لے کر حلیمہ کے لڑکے کو دودھ پلانا جائز ہے۔

بیٹے کی ماں کو اجرت پر رکھنا مقدم ہے اور بچے کی حقیقی ماں اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کے لئے زیادہ حقدار ہے۔ جبکہ اس کو طلاق دیدی گئی ہو۔ اور وہ عدت کے دن پورے کرچکی ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اجنبی عورت سے زیادہ اجرت کا مطالبہ نہ کرے۔ اجنبی عورت کی اجرت خواہ بازار بھاؤ سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر اجنبی عورت کی اجرت سے زائد اجرت کا مطالبہ کرے تو پھر اجنبی عورت سے دودھ پلایا جائے گا۔

اجنبی عورت اگر مفت دودھ پلانے پر راضی ہو اور اگر بیٹے کی ماں اجرت پر اور اجنبی عورت بلا اجرت مفت دودھ پلانے پر راضی ہو تو اجنبیہ ہی زیادہ حقدار ہے۔ (شرح زیلعی)

پرورش کرنے کی اجرت اور بچے کی پرورش کرنے کی اجرت کی مقدار صرف ماں ہے جیسا کہ باب الحضانۃ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی باپ نے اگر بچے کے دودھ پلانے کے لئے دوسری عورت کو مقرر کردیا ہے تو پرورش کرنے کا حق بہر حال ماں ہی کو حاصل ہے۔ اس کا یہ حق کسی بھی حالت میں ساقط نہیں ہوتا۔ لہٰذا پرورش کرنے کی اجرت صرف ماں ہی پائے گی۔

وَ للرَّضیعِ النَّفقَةُ والکِسوَةُ و للاُمّ اَجرُ الارضَاع بلا عَقدِ اجارَةٍ و حُکمُ الصُّلحِ کالاستیجارِ و فی کلِّ مَوضَعٍ جازَ الاِستیجارُ وَ وَجبتِ النَّفقَةُ لا تُسقط بموتِ الزَّوج بل تکوْن اسوة الغُرمَاء لانَّهَا اجرَةٌ لا نفقَةٌ

ترجمہ اور باپ پر دودھ پینے والے بچے کا نفقہ اور لباس دینا واجب ہے۔ اور مطلقہ ماں کے لئے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت واجب ہے۔ مقدار اجارہ طے کئے بغیر۔ اور صلح کا حکم اجرت پر لینے کی طرح ہے۔ اور جس جگہ بچے کی ماں کو اجرت پر رکھنا درست ہے۔ اور نفقہ اس کے لئے واجب ہے۔ تو زوج کے مرنے سے وہ اجرت ساقط نہیں ہوتی۔ بلکہ ماں دوسرے قرض

خواہوں کے برابر ہو گی۔ کیونکہ یہ اجرت ہے نفقہ نہیں ہے۔

تشریح: شیر خوار بچہ کا نفقہ اور دودھ پیتے بچے کا نفقہ اور کپڑا دونوں باپ پر واجب ہیں۔ کیونکہ بچہ اگرچہ دودھ پر گذر کر رہا ہے۔ مگر صرف یہی کافی نہیں ہے۔ اس کو چٹانے کے لئے دوسری چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کھیر یا کھچڑی وغیرہ۔ لہٰذا قاضی کو چاہیے کہ بچے کے لئے اس ضرورت کو سامنے رکھ کر نفقہ مقرر کردے۔ جو رضاعت اور حضانت کی اجرت کے علاوہ ہو۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

بلا اجرت اگر ماں دودھ پلائے اور مطلقہ ماں اگر اجرت کا معاملہ طے کئے بغیر اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس کی اجرت باپ کے ذمہ واجب ہے۔ یعنی دو برس کے اندر اندر جب ماں بچے کو دودھ پلائے گی تو اس کی اجرت باپ پر واجب ہو گی۔ اگرچہ باپ نے اس کو اجرت پر نہ رکھا ہو۔

(نوٹ) یہ مسئلہ اس مسئلہ سے جداگانہ ہے کہ اجرت بغیر عقد کے واجب نہیں ہوتی۔

صلح کا حکم اجارہ پر رکھنے کی طرح ہے اگر بیٹے کی ماں نے باپ سے صلح کرلی تو جوہرہ کی روایت کے مطابق یہ صلح جائز ہے۔ مثلاً مطلقہ بائنہ ماں باپ سے صلح کرلی کہ میں اتنے روپیہ ماہانہ پر دودھ پلادیا کروں گی تو یہ صلح درست ہے۔ بشرطیکہ ماں اس کے نکاح میں نہ ہو۔ یا مطلقہ رجعیہ نہ ہو۔ اور اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعیہ ہے تو یہ صلح جائز نہیں ہے۔ جس طرح ماں کا نوکری کرنا جائز نہیں۔ اور اگر ماں کو تین طلاق [illegible] بائن دے دی گئی۔ پھر وہ اپنے بچے کے دودھ پلانے کے لئے نوکری [illegible] ے یعنی اجرت پر دودھ پلائے تو جوہرہ کی روایت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر ماں مطلقہ نے عدت گذر جانے کے بعد صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

زوج کے مرنے سے اجرت ساقط نہیں ہوتی ولد صغیرہ کے باپ کے مرنے سے ماں کی اجرت ساقط نہیں ہوتی۔ بلکہ دوسرے قرض خواہوں کی طرح ماں بھی ہو گی۔ چنانچہ میت کے مال سے جس طرح قرض خواہوں کو ان کا قرض ادا کیا جائے گا ماں کو بھی دودھ پلانے کی اجرت دی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ ماں کی اجرت ہے۔ نفقہ نہیں ہے۔ جو زوج کے مرنے سے ساقط ہو جائے۔

وَ تجبُ عَلٰی مُوْسِرٍ و لَوْ صغیراً یَسَاراً لفطرَةِ عَلَى الاَرْجَح وَ رَجَح الزیلعیّ والکمالُ انفاق فَاضِلِ کسْبِہٖ.

ترجمہ اور اصول کا نفقہ ایسے ولد مقدور پر واجب ہے۔ جس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ راجح قول یہی ہے۔ اور زیلعی کمال الدین نے ولد کے فاضل مال سے اصول کے نفقہ دینے کو راجح کہا ہے۔

تشریح: آباؤ اجداد کا نفقہ ولد صغیر پر ولد صغیر اگر مالدار ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہو تو اس کے ذمہ اس کے اصول کا نفقہ بھی واجب ہے۔ قول راجح یہی ہے یعنی ولد صغیر اگر مالک نصاب ہو اور اس کی حوائج ضروریہ سے زائد ہو تو اس پر اصول کا نفقہ واجب ہے۔ مال نامی ہو یا نہ ہو۔ صاحب ہدایہ اور امام ابو یوسفؒ کا یہی قول ہے۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ولد صغیر کے مال پر نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ ولد صغیر پر زکوٰۃ واجب ہو۔ کتاب اجناس میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (کذافی حاشیۃ المدنی)

زیلعی اور کمال الدین کی رائے کتاب نہر الفاق میں فتح القدیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو امام محمدؒ کا قول معتبر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے اور اس کے عیال کے خرچ سے جو باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے۔ مثلاً بیٹا روزانہ ۶ روپیہ کماتا ہے۔ اور چار روپیہ میں اس کا اور اس کے عیال کا خرچ پورا ہو جاتا ہے۔ اور دو روپیہ باقی بچ جاتے ہیں۔ تو اس پر واجب ہے کہ دو روپیہ اپنے والدین پر خرچ کرے۔ صاحب نہر نے کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ اور فتویٰ دینے کے قابل ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

وَفِی الخلاَصَۃِ المختَارُ اَنَّ الکُسُوْبَ یُدْخِلُ ابوَیْہِ فِی نَفقَتِہٖ وَ فِی المُبتغٰی لِلْفَقِیْرِاَن یَسرق مِنْ ابنِہِ المُوْسِرِ مَا یکفِیْہِ اِن اَبٰی وَ لاَ قاضی ثَمَّہ وَ لاَ اِثْمَ.

ترجمہ اور کتاب خلاصہ میں لکھا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ کمانے والا بیٹا اپنے ماں باپ کو اپنے خرچ میں داخل کرے۔ اور ان کو خرچ میں اپنے ساتھ شریک کرے۔ اس کی آمدنی اس کے اخراجات سے زائد ہو یا نہ ہو۔ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے کافر والدین کے حق میں ارشاد فرمایا ہے۔ والدین کے ساتھ بہ احسان دنیا میں بسر کر۔ لہٰذا خود کھانا، اور والدین کو ننگا بھوکا چھوڑ دینا احسان اور نیکی کے خلاف ہے۔ اور کتاب المبتغی میں لکھا ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے مالدار بیٹے کے مال سے چوری کر لینا۔ اپنی ضرورت کے مطابق۔ جب کہ بیٹا اس کو کچھ نہ دیتا ہو۔ اور اس علاقے میں کوئی قاضی بھی نہ ہو۔ اور اس چوری میں اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔

تشریح: بیٹا اپنی کمائی میں ماں باپ کو شریک کرے کتاب خلاصہ میں مختار قول یہ لکھا ہے کہ برسر روزگار بیٹا اپنے ساتھ اخراجات میں اپنے ماں باپ کو شریک کرے۔ اگرچہ اس کی آمدنی اس کے اپنے خرچ سے زائد ہو یا نہ ہو۔

صاحب فتح القدیر کی رائے اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوفاً یعنی والدین کے ساتھ بہ احسان دنیا میں بسر کرو۔ یہ حکم کافر والدین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا خود کھانا اور والدین کو ننگا اور بھوکا چھوڑ دینا احسان اور نیکی (حسن سلوک) کے خلاف ہے۔

کتاب المبتغی کی رائے اور مبتغی نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ضرورت مند (محتاج) باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق مالدار لڑکے کے مال سے چوری کرے جب کہ بیٹا اسے کچھ نہ دیتا ہو اور وہاں کوئی قاضی بھی نہ ہو۔

باپ کے چوری کرنے میں کوئی گناہ نہیں اور لکھا ہے کہ اس چوری میں باپ پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر وہاں پر کوئی قاضی موجود ہو تو قاضی کو درخواست دے اور اس کو چاہیے کہ وہ باپ کا نفقہ اس کے بیٹے سے دلائے۔ چوری کرنا درست نہیں ہے (کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر)

اَلنَّفَقَۃ لاصولِہٖ و لَوْ اب اُمِّہٖ (ذخیرہ) الفُقَرَاءِ و لو قادِرِیْنَ عَلَی الکَسَبِ والقول لمنکر الیسارِ وَالبیِّنۃ لمدَّعیہ بالسَّوِیَّۃِ بیْنَ الابن وَ البِنتِ وَ قیلَ کالارث و بہٖ قال الشافعیؒ

ترجمہ بیٹے کے ذمہ اس کے اصول کا نفقہ واجب ہے جب کہ وہ محتاج ہوں۔ اگر چہ اصول میں اس کی ماں کا باپ یعنی نانا ہو۔ (ذخیرہ) اور اگر چہ اس کے اصول کسب کرنے پر قادر بھی ہوں۔ اور قول معتبر ہے اس شخص کا کہ جو مالداری سے منکر ہو۔ اور گواہ اس کے مقبول ہیں۔ جو مالدار ہونے کے دعویدار ہیں اور اولاد پر اصول کا نفقہ واجب ہے۔ جس میں بیٹا، بیٹی میں کوئی فرق نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وراثت کے طریق پر واجب ہے۔ اور یہی قول امام شافعیؒ کا بھی ہے۔

تشریح: نانا کا نفقہ نواسے پر واجب ہے

اگر بیٹا مالدار ہو تو اس پر اپنے محتاج اصول کا نفقہ واجب ہے۔ اصول میں چاہے اس کی ماں کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ کذافی الذخیرہ۔ اور گو اس کے اصول جو کہ محتاج ہیں۔ کسب کرنے پر قادر ہی کیوں نہ ہوں۔

اصول میں کون سے رشتہ دار مراد ہیں

اصول سے ماں باپ۔ دادا، دادی اور نانا، نانی سب ہی مراد ہیں۔

پوتے پر دادا کا نفقہ

البتہ پوتے پر دادا کا نفقہ اس وقت فرض ہوگا۔ جب دادا کا بیٹا یعنی باپ مر گیا ہو۔ یا محتاج ہو۔ اسی طرح نانا کا نفقہ اس صورت میں واجب ہے۔ جب نانا کی لڑکی یعنی اسکی ماں زندہ نہ ہو یا محتاج ہو۔

اصول کے نفقہ کا وجوب مطلقاً ہے

دادا، دادی۔ ماں، باپ اگر چہ کسب پر قادر ہوں مگر محتاج ہوں تو ان کا نفقہ بیٹے اور پوتے پر واجب ہے۔ وجوب کے لئے کسب کی قدرت کا نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی مالدار بیٹے پر ان کا نفقہ واجب ہے۔

مطلقاً وجوب کی دلیل

کیونکہ احسان اور مروت کے خلاف ہے کہ ان کو کسب کی زحمت دی جائے۔ خواہ وہ کسب کی قدرت ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔ اس کے باوجود ان کو دینا چاہیے۔ (کذافی الذخیرہ)

اگر بیٹا استطاعت کا منکر ہو

اور بیٹا اگر استطاعت یعنی نفقہ کا بوجھ برداشت کرنے کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ ماں باپ کے پاس ثبوت نہیں ہے تو اس کے انکار کو تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر ماں باپ مالدار ہونے پر گواہ پیش کریں تو ان کا ثبوت معتبر ہوگا۔ یعنی اگر باپ دعویٰ کرتا ہے کہ بیٹا نفقہ پورا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ مگر بیٹا اس کا انکار کرتا ہے تو اس صورت میں باپ کا قول معتبر ہوگا۔

اگر دونوں دلائل پیش کریں تو کس کی دلیل معتبر ہوگی

(۱) اگر باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا بیٹا صاحب استطاعت ہے اور بیٹا اس سے انکار کرتا ہے۔ تو اس صورت میں بیٹے کا قول معتبر ہوگا۔ (۲) اگر بیٹا دعویٰ کرتا ہے کہ باپ صاحب استطاعت ہے۔ محتاج نہیں ہے۔ لہٰذا میرے اوپر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ اور باپ استطاعت کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے میں محتاج ہوں۔ تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو جو مدعی ہوگا اس کے گواہ معتبر ہوں گے۔ منکر کے گواہ معتبر نہ ہوں گے۔

بیٹا اور بیٹی وجوب نفقہ میں برابر ہوں گے

اصول کا نفقہ اولاد پر برابر برابر واجب ہے۔ بیٹے اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی بیٹا اور بیٹی دونوں صاحب استطاعت ہوں۔ ماں باپ کا نفقہ دونوں پر مساوی طریق پر واجب ہے۔ یعنی آدھا نفقہ لڑکے پر اور آدھا نفقہ بیٹی پر واجب ہے۔

یہی قول حق ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کذا فی فتح القدیر والخلاصہ کیوں کہ نفقہ کے واجب ہونے کی علت ولادت ہے۔ تو بیٹا بیٹی دونوں میں ولادت پائی جاتی ہے۔

قول ضعیف مگر ضعیف قول یہ ہے کہ جس طرح وراثت میں حصہ تقسیم ہوتا ہے۔ اسی کے معیار پر نفقہ واجب ہوگا۔ یعنی نفقہ کا دو حصہ اور بیٹی نفقہ کا ایک حصہ دے گی۔ مثلاً تین روپیہ نفقہ کی مقدار ہے۔ تو بیٹا دو روپیہ اور بیٹی ایک روپیہ ادا کرے گی۔ یہی قول امام شافعی کا بھی ہے۔

شمس الائمہ کی رائے وجوب نفقہ اور استطاعت کے مسئلہ میں شمس الائمہ کی رائے یہ ہے کہ دونوں میں اگر تفاوت تھوڑی مقدار میں ہو تو مذکورہ حکم درست ہے۔ اور اگر بیٹا بہت زیادہ مالدار اور بیٹی اس سے بہت کم مقدار میں مالدار ہے۔ تو نفقہ کی مقدار میں اسی تناسب کا لحاظ رکھا جائے گا۔ کذی فی عالم گیری۔ عن الذخیرہ۔

والمعتبرُ فیهِ القرب والجزئية فلو له بنت و ابن ابنٍ او بنت بنتٍ و اَخٌ النفقة على البنت اوْ بنتها لانَّهٗ لا يعتبر الارث الا اذا اِستَوَيا كجدٍّ و ابن ابنٍ فكارثهما الاّ لمرجّحٍ كوالدٍ و ولدٍ فعلى ولدِهٖ لترجّحِهٖ بانت، و مالك لابيْكَ .

ترجمہ اور ولادت کے نفقہ کے وجوب میں قرب اور جزئیت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ پس اگر اس کے لئے بیٹی اور پوتا ہو یا پوتی اور بھائی ہوں تو نفقہ بیٹی پر یا بیٹی کی بیٹی یعنی پوتی پر واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں وراثت کی ترتیب کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن اگر قریب ہونے میں دونوں میں مساوی ہیں۔ جیسے دادا اور پوتا تو نفقہ دونوں پر ان کی وراثت کے مطابق واجب ہوگا۔ مگر کسی مرجح کی وجہ سے قرابت وراثت کی مساوات کا اعتبار بھی ساقط ہے۔ جیسے کسی محتاج کا باپ اور لڑکا دونوں مالدار ہوں تو نفقہ بیٹے پر عائد ہوگا۔ باپ پر عائد نہ ہوگا۔ بموجب اس حدیث کے تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، تو بیٹے کے مال کو باپ کا مال قرار دینا بھی ایک وجہ ترجیح ہے۔

تشریح: نفقہٗ ولادت کے وجوب کا سببِ قرب اور جزئیت ہے وراثت کا نہیں

اگر دو شخص ہوں اور دونوں میں جزئیت کا رشتہ ہو۔ اور ان دونوں میں سے ایک زیادہ قریب ہو۔ دوسرے کے مقابلے میں۔ تو نفقہ اقرب (جو زیادہ قریب ہے) پر واجب ہوگا۔ مثلاً ایک شخص محتاج ہے۔ اور اس کی بیٹی مالدار ہو اور پوتا یا پوتی بھی موجود ہوں اور مالدار ہوں۔ تو نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا۔ کیونکہ بیٹی بمقابلے پوتی اور ناتن کے زیادہ قریب ہے اسی طرح ایک شخص محتاج ہو اور اس کے رشتہ داروں میں ناتن اور بھائی موجود ہوں۔ اور دونوں مالدار ہوں تو ناتن پر نفقہ واجب ہوگا۔ کیونکہ وراثت کی ترتیب کا اعتبار نہیں ہے۔

جب دونوں قرب میں مساوی ہوں توارث کا اعتبار ہے

اگر ایک شخص محتاج ہو۔ اور اس کا دادا اور پوتا موجود ہوں۔ اور دونوں مالدار ہوں تو نفقہ دونوں پر واجب ہوگا۔ اور اسی مقدار میں واجب ہوگا جس مقدار میں ان کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ یعنی نفقہ کا کل چھٹا حصہ دادا پر اور باقی پوتے پر واجب ہوگا۔ کیونکہ دادا اور پوتا تو ایک ایک واسطہ سے میت تک پہونچتے ہیں۔ دادا بواسطہ باپ کے اور پوتا بواسطہ بیٹے کے میت کے قریب ہیں۔

اگر کوئی مرجح موجود ہو تو قرابت کی مساوات اور ارث کا اعتبار دونوں ساقط ہو جاتے ہیں

مثلاً ایک شخص محتاج ہے اور اس کا باپ اور بیٹا دونوں مالدار ہوں۔ تو نفقہ بیٹے پر واجب ہوگا۔ باپ پر واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس جگہ ترجیح دینے والا موجود ہے۔ اور وہ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔ تو بیٹے کے مال کو باپ کا مال قرار دینا بھی وجہ ترجیح ہے کہ باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کی ملکیت ہے۔

وَ فِی الخَانِیَۃ لہٗ اُمٌّ وَ ابٌ اَبٍ فکارثھما وَ فی القنیۃِ لہٗ اُمٌ و اَبُ اُمٍّ فعلی الامّ و لو لہٗ عمّ وَ ابُ اُمٍّ فعلی اَبِ الاُمِّ و استشکلہٗ فی البحر بقولھم لہٗ امٌ و عمٌ فکارثھما۔

ترجمہ اور کتاب خانیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص محتاج ہے اور اس کے دادا اور اس کی ماں موجود ہیں تو اس محتاج شخص کا نفقہ ان دونوں کی ارث کے مطابق واجب ہے۔ (یعنی جس حساب سے اور جس مقدار میں ان کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ اسی کے مطابق ان پر نفقہ واجب ہے) اور کتاب القنیۃ میں لکھا ہے کہ ایک محتاج شخص کی ماں اور نانا موجود ہیں۔ تو اس شخص کا نفقہ ماں پر واجب ہوگا۔ اور اگر محتاج کا چچا اور نانا موجود ہیں تو محتاج کا نفقہ نانا پر واجب ہوگا۔ اور کتاب بحر الرائق میں فقہاء کے اس قول پر اشکال کیا ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور چچا تو اس کا نفقہ دونوں پر ان کی ارث کے مطابق ہے۔

تشریح: اگر ماں اور دادا موجود ہوں اگر کسی محتاج کے دادا اور ماں موجود ہوں تو اس کا نفقہ بقدر ان کی ارث کے واجب ہوگا۔ یعنی جس تناسب سے ان کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ اسی مقدار کے مطابق ان پر نفقہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ ماں کو ترجیح قوت قرب کے اعتبار سے حاصل ہے اور دادا کو بسبب قوت نسب ترجیح حاصل ہے۔ اس لئے ارث کا اعتبار کیا گیا ہے۔ (خانیہ)

اگر ماں اور نانا زندہ ہوں اگر کسی محتاج کی ماں اور اس کا نانا موجود ہوں تو نفقہ ماں پر واجب ہوگا اس لئے کہ دادا کے مقابلے قوت قرابت میں نانا کمتر ہے۔ اس لئے نانا پر ماں کو ترجیح دی گئی۔

محتاج کا چچا اور نانا موجود ہوں کسی محتاج کا چچا اور اس کا نانا موجود ہوں تو اس کا نفقہ نانا پر واجب ہوگا۔ کیونکہ جزئیت کو ترجیح حاصل ہے۔ اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں ہے۔ کیوں کہ وارث چچا ہے نانا نہیں۔

بحر الرائق کا اشکال کتاب بحر الرائق نے فقہاء کے اس قول پر کہ "ایک شخص محتاج ہے۔ اس کی ماں ہے اور چچا ہے تو اس محتاج کا نفقہ ماں اور چچا دونوں پر بقدر ارث کے واجب ہوگا۔ یعنی ایک ثلث ماں پر اور دو ثلث چچا پر" ایک اشکال کیا ہے۔

وجہ اشتعال اشتعال کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نفقہ کے وجوب میں ماں مقدم ہے۔ اس لئے کہ ماں بیٹے میں جزئیت پائی جاتی ہے۔ تو پھر اس میں ارث کا اعتبار کیوں کیا گیا۔

قَالَ لَو لہٗ اُمٌّ و عَمٌّ و اَبُ اُمٍّ ھَلْ تَلْزَمَ الامَّ فقط اَمْ کا لارثِ احتمالٌ

ترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا۔ تو کیا نفقہ صرف ماں پر ہی واجب ہوگا یا ارث کے مانند ہوگا یہاں پر دونوں کا احتمال ہے۔

تشریح: شیخ رحمتی محشی کا قول ہے کہ یہ اشکال دراصل صاحب قنیہ کا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے اس کی پیروی کی ہے۔ جبکہ صورت واقعہ یہ ہے کہ اس جگہ دو روایت ہیں۔ ایک روایت قوی ہے اور ایک ضعیف ہے۔

روایت قوی یہ ہے: کہ ترجیح قرب اور جزئیت ہی کو حاصل ہے۔ اور قول ضعیف یہ ہے کہ ارث کا اعتبار ہے۔

صاحب قنیہ نے یہ کیا کہ ان دونوں روایتوں کو ذکر کر کے سمجھا کہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں اس لئے اشکال وارد کر دیا۔

کیا روایت قوی روایت ضعیف کے مناقض ہوسکتی ہے جبکہ روایت ضعیف کبھی قوی روایت کے معارض اور مقابل نہیں ہو سکتی۔ تو دراصل صورت یہ ہوئی کہ صاحب بحر الرائق نے مسئلہ سابق جس کو صاحب بحر نے مشکل جانا اور اس مسئلہ میں جس میں موصوف کو تردد و اشکال ہے۔ قوی روایت کی وجہ سے ہے۔

اور قوی روایت یہی ہے کہ نفقہ قرب و جزئیت کی بناء پر ماں پر واجب ہے۔ چچا پر واجب نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصاً۔

وَتَجِبُ ايضاً لِكلِّ ذِى رَحْمٍ مُحرُوْمٍ صَغِيرًا اَوْ انثىٰ مطلقاً و لَوْ كَانَتِ الأُنْثَى بالِغَةً صَحِيحَةً اَوْ كَانَ الذكر بالغاً لكِنْ عاجزًا عَنِ الْكَسب بنحو زمانَةٍ كَعمىٍ و عته وَ فَلْجٍ زادَ فِى المنتقى و المختار او لاَ يحسن الكسبَ لحرفة او لكونِهِ من ذوى البيوت او طالب علمٍ فقيرًا حال من المجموعِ بحيث تحل لَهُ الصدقة و لو له منزل و خادمٌ علَى الصواب بدائع .

ترجمہ اور نیز واجب ہے ہر قرابت دار ذی رحم محرم کا صغیر ہو۔ یا مؤنث ہو مطلقاً۔ اگر چہ مؤنث صحیح تندرست اور بالغہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا پھر مذکر بالغ ہو لیکن کسب کرنے سے عاجز ہو گا نفقہ بھی واجب ہے۔ دائمی اور جان لیوا بیماری ہو مثلاً لنگڑا۔ اندھا۔ غافل ناسمجھ اور فالج زدہ ہونا وغیرہ۔ اور کتاب الملتقی اور مختار میں اس قید کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ بالغ ہو اور بخوبی پیشہ نہ کر سکتا ہو۔ اس وجہ سے کہ وہ احمق ہے۔ یا عمدہ خاندان والا ہے یا طالب علم ہو۔ دراں حالیکہ یہ مذکورہ لوگ سب کے سب فقیر و تنگدست ہوں۔ اور ان کے لئے صدقہ کا لینا حلال ہو۔ اگر چہ ان کے رہنے کے لئے مکان اور خدمت کے لئے خادم بھی موجود ہوں۔ صحیح قول کی بناء پر۔ بدائع۔

تشریح: ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہے ہر قرابت والے رشتہ دار کا نفقہ صغیر ہو یا مؤنث ہو واجب ہے۔ مؤنث اگر چہ تندرست اور بالغہ ہی کیوں نہ ہو۔

نفقہ کے وجوب کا سبب قرابت ہے اور محرم ہونا نفقہ اس وقت واجب ہوتا ہے۔ جب محتاج شخص قرابت والا ہو اور محرم ہو یعنی اس سے نکاح کرنا

رام ہو۔ (یعنی اس کے خون کا رشتہ قائم ہو)

چچا کے بیٹے کا نفقہ لہٰذا چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں۔ اس لئے کہ وہ اگرچہ عزیز قریب ہے۔ مگر محرم نہیں ہے۔

رضائی بھائی بہن کا نفقہ اسی طرح رضاعی بھائی اور رضاعی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہیں۔ مگر نسبی قرابت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ نسب کے اعتبار سے وہ اجنبی ہے۔

محرم سے کیا مراد ہے اور محرم سے مراد وہ رشتہ دار اور عزیز قریب ہے۔ جس کے ساتھ نکاح کرنا قرابت کی وجہ سے جائز نہ ہو۔

صغیر کی قید کا فائدہ صغیر کی قید سے بالغ خارج ہو گیا۔ جو تندرست اور صحیح توانا ہو۔ اور کسب کر سکتا ہو۔ اس کا نفقہ بھی واجب نہیں۔

محرم عورتیں کون کون سی ہیں محرم عورتیں۔ خالہ، پھوپھی، بہن، بھانجی، بھتیجی، داخل ہیں۔ ان کا نفقہ واجب ہے۔ صغیرہ ہوں یا بالغہ ہوں۔ تندرست ہوں یا بیمار مگر شرط یہ ہے کہ محتاج ہوں۔ اور غیر منکوحہ ہوں۔ کیوں کہ ان میں سے جو منکوحہ ہوں گی ان کا نفقہ ان کے شوہروں پر فرض ہے۔

ذی رحم محرم بالغ محتاج ہو اور اس عزیز قریب ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہے۔ جو بالغ ہو مگر کسب سے عاجز ہو۔ کسی دائمی بیماری کی وجہ سے جیسے اندھا، لنگڑا، ناسمجھ، باؤلا اور اس پر فالج کا اثر ہو جانا۔

کتاب الملتقی اور المختار کا اضافہ کتاب الملتقی اور مختار نے کہا ہے کہ عزیز قریب بالغ ہو مگر اچھی طرح کسب نہ کر سکتا ہو۔ خواہ اس وجہ سے کہ وہ نہایت درجہ بیوقوف ہے۔ یا ... ت کہ خاندان نہایت شریف ہے۔ اس لئے ہر کام نہیں کر سکتا یا طالب علم ہو تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے۔ (نوٹ) ان ... نفقہ کے واجب ہونے کی شرطیں اوپر گذر چکی ہیں۔

نفقہ کے وجوب کی شرط صغیر مؤنث اور مرد عاجز جن کا ابھی ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی عزیز اقارب ذی رحم محرم کا نفقہ اس شرط کے ساتھ واجب ہے کہ جب کہ وہ ایسے محتاج ہوں کہ ان کو صدقہ لینا حلال ہو۔ تب ان کا نفقہ واجب ہو گا۔ اگرچہ ان کے پاس ان کی ملک میں مکان ہو۔ اور خدمت کے لئے خادم موجود ہوں۔ (بدائع) اس لئے رہنے کا مکان اور خدمت کا خادم حاجت اصلیہ سے زائد نہیں اس لئے کہ انکا وجود و عدم دونوں برابر ہے۔

بقدرِ الارث بقولِهٖ تعالی وَ عَلَی الوَارِثِ مثل ذٰلك ولذا یُجبرو علیهِ .

ترجمہ اور ذی رحم محرم کا نفقہ ارث کے مقدار کے مطابق واجب ہے۔ حق تعالیٰ کے قول کی بناء پر فرمایا۔ اور وارث پر واجب ہے مثل اس کے۔ لہٰذا جبر کیا جائے گا قریب پر نفقہ دینے کے لئے۔

بقدر ارث نفقہ واجب ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ مورث پر جن لوگوں کا نفقہ ہے تو مورث کے بعد وارثوں پر ویسا ہی نفقہ واجب ہے۔ آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ

ارث کی بقدر قریب کا نفقہ واجب ہے۔

صورت مسئلہ اس طرح پر ہے۔ فرض کیجئے۔ یہ فقیر محتاج جس کے نفقہ کا حکم دیا جارہا ہے۔ مالدار ہوتا اور انتقال کر جاتا۔ اور بہت سامال واسباب ترکہ میں چھوڑ جاتا۔ تو اس کا عزیز قریب کتنی مقدار میں وراثت پاتا۔

(۱) عزیز قریب مرنے والے کے کل مال کا وارث ہوتا۔ تو اس فقیر کا مل کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہوگا۔

(۲) بعض مال کا وارث ہوتا۔ تو اسی قدر اس پر نفقہ بھی واجب ہوگا۔

دلیل حدیث میں فرمایا گیا۔ الغرمُ بالغنم ۔ تاوان فائدہ کے بدلے میں واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا عزیز قریب پر محتاج کے نفقہ کے لئے جبر کیا جائے گا۔ یعنی اگر عزیز قریب اس محتاج کو نفقہ نہ دے گا تو قاضی اس پر زبردستی کر کے نفقہ دلائے گا۔ (کذا فی المنح، حاشیۃ المدنی)

ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی اعتبَارِ الاِرْثِ بقولِهٖ فَنفَقَةُ مَنْ ای فقیر لهٗ اَخْواتٌ متفرقاتٌ موْسِرَاتٌ عَلَيْهِنَّ اَخماسًا و لوْ اخوةٌ متفرقِيْنَ فسُدُسها عَلَى الاَخِ لاُمٍّ والباقی عَلَى الشفيقِ كَاِرثِهٖ ۔

ترجمہ پھر مصنفؒ نے ارث کے اعتبار سے تفریع کی (مسائل جزئیہ کے احکام بیان کئے) اپنے اس قول سے "کہ پس اس فقیر کا نفقہ جس کی مختلف قسم کی۔ مالدار بہنیں ہوں۔ پانچویں حصہ کے مطابق ان پر واجب ہے۔ اور اگر اس محتاج کے چند قسم کے مختلف بھائی مالدر ہوں تو اس نفقہ کا چھٹا حصہ ماں شریک بھائی پر ارث کے مطابق واجب ہے۔ اور باقی حقیقی بھائی پر ارث کے مطابق واجب ہوگا۔

تشریح: جزئیات نفقہ کی مقدار وارثوں پر ان کے وراثت کے حصوں کے بقدر واجب ہے۔ اس اصول کی بعض جزئیات پر مصنف نے روشنی ڈالی ہے۔

محتاج کا نفقہ اس کی بہنوں پر اگر ایک شخص کی جو کہ محتاج ہے۔ تین بہنیں ہیں۔ (۱) حقیقی اور سگی بہنیں۔ (۲) سوتیلی بہن۔ یعنی باپ شریک بہن۔ (۳) مادری بہن یعنی ماں شریک بہن۔ (اخیافی بہن) تو ۳/۵ (یعنی تین خمس) حقیقی بہن پر اور ایک خمس یعنی ۱/۵ سوتیلی بہن پر اور ۱/۵ (یعنی ایک خمس) مادری بہن پر نفقہ واجب ہے۔ اس لئے کہ ان تینوں کا وراثت میں حصہ اسی حساب سے ہے۔

یعنی اگر ان کا بھائی انتقال کرتا تو اس کے مال میں سے نصف مال کی سگی اور حقیقی بہن وارث ہوتی۔ اور چھٹے حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی۔ اور مادری بہن بھی چھٹے حصے کی مقدار ہوتی تو پورا مال چھ حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے تھا۔ مگر چونکہ ایک حصہ باقی بچ رہا تھا۔ تو بجائے چھ کے پورے مال کے پانچ حصے کر دیئے گئے اور ان پانچ میں سے تین حصے حقیقی بہن کو اور ایک ایک حصہ سوتیلی اور اخیافی بہن کو دیدیا گیا جس حساب سے کہ ان کو مال وراثت میں حصہ ملا۔ اسی کے بقدر ان بہنوں پر بھائی محتاج کا نفقہ بھی واجب ہے۔

اگر محتاج شخص کے مختلف بھائی ہوں اور اگر محتاج آدمی کے بھائی مختلف درجات کے ہوں۔ مثلاً حقیقی بھائی۔ علاتی بھائی۔ اخیافی بھائی ہوں تو کل نفقہ کا چھٹا حصہ مادری بھائی پر۔ اور باقی پورا نفقہ حقیقی بھائی پر واجب ہوگا ارث کے مطابق۔ یعنی اگر یہ بھائی مالدار ہوتا اور انتقال کر جاتا اور ...

مرنے کے بعد اس کے مال کے حقدار یہی بھائی ہوتے تو حصہ اس طرح پاتے۔ کہ مادری بھائی کل مال کا چھٹا حصہ پاتا۔ اور باقی مال حقیقی بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل جاتا۔ اور سوتیلا بھائی محروم ہو جاتا۔ لہٰذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہیں اور حقیقی اور ماں شریک بھائی پر نفقہ واجب ہے۔

و كذا لو كان معهنّ او معهم ابن معسرٌ لانّهٗ يجعل كالميّتِ ليصيرُوا ورثةً.

ترجمہ اور یہی حکم ہے کہ اگر ان کے ساتھ (یعنی مختلف بہنوں یا بھائیوں کے ساتھ) کوئی اس کا لڑکا بھی ہو اور وہ بھی تنگدست ہو۔ اسلئے کہ تنگدستی کی وجہ سے اسکو مانند میت کے قرار دیا جائے گا تاکہ وہ سب اس کے وارث قرار پائیں۔

تشریح: تفصیل اس اجمال کی محتاج شخص جس کو اعزاء اقرباء سے نفقہ کی ضرورت ہے۔ اور اس کے قرابت داروں پر اس محتاج شخص کا نفقہ واجب ہے۔ اس نفقہ کے وجوب کی مختلف صورتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں۔

مقدار وجوب نفقہ کی ایک صورت یہ ہے متفرق بہنوں کے ساتھ محتاج کا بیٹا بھی ہو اور وہ بھی تنگدست اور محتاج ہو۔ اسی طرح محتاج کے بھائی مالدار ہوں۔ اور محتاج کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہو تو نفقہ ان میں سے کس پر اور کتنا واجب ہوگا۔

متفرق بھائیوں کے ساتھ یا متفرق بہنوں کے ساتھ اگر محتاج بھائی کا بیٹا بھی ہو اور وہ محتاج ہو تو۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لئے کہ محتاج ہونے کی وجہ سے بیٹا بھی میت کے مانند قرار دیا جائے گا۔ تاکہ بہنیں اور بھائی اس کی وارث قرار پا جائیں۔ اور وراثت کے مطابق ان پر نفقہ واجب ہو۔ اور اگر بیٹے کو زندہ قرار دیدیا جائے تو بیٹے کے ہوتے ہوئے بھائی بہن سب محروم ہو جائیں گے تو پھر نفقہ کس پر واجب ہوگا۔

و لو كان مكانهٗ بنت فنفقة الاب على الاشقاءِ فقط لاِرْثهم معَهَا.

ترجمہ اور لڑکا کے بجائے بیٹی ہو اس محتاج کی۔ تو اس کے باپ کا نفقہ صرف حقیقی بھائی یا حقیقی بہنوں پر ہوگا۔ دوسرے بھائی بہنوں پر واجب نہ ہوگا اسلئے کہ میت کی بیٹی کے ساتھ تو میت کے صرف حقیقی بھائی بہن وارث ہوتے ہیں۔

تشریح: اگر باپ کے ساتھ بیٹی بھی محتاج ہو چونکہ نفقہ کا وجوب وراثت میں حصہ دار ہونے پر موقوف ہے۔ اور بقدر حصہ وراثت نفقہ واجب ہوتا ہے۔ اسلئے اس شکل میں کہ باپ محتاج ہے۔ اور اسکے ساتھ اسکی بیٹی بھی محتاج ہے۔ تو باپ کا نفقہ باپ کے صرف بھائی اور بہنوں پر واجب ہوگا۔ علاتی واخیافی بھائی بہنوں پر واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ بیٹی کے موجود ہوتے ہوئے ان کو حصہ نہیں ملتا بلکہ یہ یعنی علاتی واخیافی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان پر نفقہ بھی واجب نہ ہوگا۔ اور نفقہ کی ذمہ داری صرف حقیقی بھائی بہنوں پر ہوگی۔

حقیقی بہن کو حصہ ملنے کی وجہ اس لئے کہ بیٹی کے موجود ہونے کی صورت میں حقیقی بہن عصبہ بن جاتی ہے۔ اور عصبہ ہونے کی حیثیت سے اس کو حصہ ملے گا۔ اور بیٹی اور بہن کو آدھا آدھا حصہ دیا جائے گا۔ اور چونکہ بیٹی مفلس ہے۔ اس لئے افلاس کی وجہ سے میت شمار کر لی گئی اور پورا کا پورا نفقہ بہن پر واجب کیا گیا۔

اگر محتاج کی بیٹی اور بہن متفرق ہوں

تو ماں شریک بھائی بیٹی کی وجہ سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی (حقیقی) بہن کی وجہ سے محجوب ہے اس لئے پورا نفقہ حقیقی بھائی پر واجب ہوگا۔

و عند التعدد یعتبر المعسِرون اَحیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزمهم الکل کذیٰ ام و اخوات متفرقاتٍ والام والشقیقة موسرتان فالنفقة علیهما ارباعًا.

ترجمہ اور جب چند اشخاص مالدار اور چند اشخاص مفلس ہوں۔ تو مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جائے مالداروں کے لازم ہونے میں۔ جیسے ایک محتاج کی ماں اور متفرق بہنیں ہیں۔ حالانکہ اس کی ماں اور حقیقی بہنیں مالدار ہیں۔ جب کہ اس کی سوتیلی اور ماں شریک بہنیں مفلس ہیں۔ تو اس کا نفقہ ماں اور حقیقی بہن پر لازم ہوگا۔ چار حصہ ہو کر چہارم ماں پر اور تین چوتھائی حقیقی بہن پر۔

مفلس اور مالدار دونوں متعدد ہوں

تو نفقہ کس طرح اور کس پر واجب ہوگا۔ کتاب میں اس کی مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص مر گیا۔ اور اس کی ماں اور تین متفرق بہنیں زندہ ہیں۔ تو اس کی وراثت اس طرح تقسیم ہوگی۔ کہ ماں کو چھٹا حصہ اور حقیقی بہن کو آدھا حصہ اور سوتیلی بہن کو چھٹا حصہ اور اخیافی بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔ گویا کل مال چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک سہام ماں کو تین سہام حقیقی بہن کو۔ ایک سہام سوتیلی بہن کو۔ اور ایک سہام اخیافی بہن کو اور مذکورہ بالا متن والی صورت میں چونکہ سوتیلی اور اخیافی بہنیں دونوں مفلس تھیں اس لئے ان کا حصہ معلوم کرنے کے بعد ان دونوں کو مردہ شمار کر لیا گیا۔ تو ان کے دونوں سہام ساقط ہو گئے۔ اب چار سہام باقی بچے لہٰذا فیصلہ یہ کیا گیا کہ ماں پر کل نفقہ کا ایک چوتھائی۔ اور حقیقی بہن پر تین چوتھائی نفقہ واجب ہوگا۔ مصنفؒ نے کہا ہے مقدار سہام معلوم کرنے کے بعد کل نفقہ مالداروں پر واجب ہوگا۔ اس قول کی تفصیل آپ نے اوپر ملاحظہ کر لی۔

والمعتبر فیه ای فی الرحم المحرم اهلیة الارثِ لا حقیقتهٗ اذ لا یتحقق اِلاّ بعْد الموتِ فنفقته من لهٗ خالٌ و ابن عمٍ علی الخال لانه محْرَمٌ و لو استویا فی المحرمیة کعَمّ و خالٍ رجّح الوارثْ للحال مالم یکن عسِرًا فیجْعلْ کالمیّت.

ترجمہ اور اعتبار کیا گیا ہے محرم کی قرابت میں ارث کی اہلیت کا۔ نہ کہ حقیقتاً وارث ہونے کا۔ اس لئے کہ اس کا تحقق صرف مرنے کے بعد ہوتا ہے لہٰذا پس اس آدمی کا نفقہ جس کے ماموں، اور چچا کا لڑکا زندہ ہو ماموں پر واجب ہے۔ کیونکہ وہ محرم ہے۔ اور اگر دونوں محرم ہونے میں مساوی ہوں۔ جیسے چچا اور ماموں تو جو فی الحال وارث ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ جب تک وہ مفلس نہ ہو ورنہ اس کو میت کی مانند شمار کیا جائے گا۔

تشریح: وراثت کا اہل ہونا نا محرم ہونے کے لئے کافی ہے

اور محرم کی قرابت میں ارث کی لیاقت کافی ہے۔ یعنی کسی نہ کسی مرحلہ پر وہ وارث بن سکتا ہو۔ محروم محض نہ ہو۔ حقیقتاً وارث ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقتاً ارث تو مرنے کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ اور یہاں سوال زندگی کا ہے۔ لہٰذا کسی نہ کسی مرحلہ میں وراثت کا حقدار ہونا قرابت داری کے لئے کافی ہے۔ اس اصول

کا نتیجہ یہ ہے کہ۔

اگر مفلس عاجز کا ماموں اور چچا کا بیٹا زندہ ہوں

تو نفقہ ماموں پر عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ ماموں محرم ہے اس کے برخلاف چچا کا بیٹا ہے۔ کہ وہ اگرچہ فی الحال مفلس کا وارث وہی ہے۔ نہ کہ ماموں لیکن نفقہ کے وجوب کا مدار محرم ہونے پر ہے نہ کہ محض وراثت پر۔

اگر دو آدمی محرم ہونے میں مساوی ہوں

اگر دو آدمی مفلس کے محرم ہونے میں برابر ہیں۔ جیسے چچا اور ماموں تو اس کو ترجیح دی جائے گی جو فی الحال وارث ہو۔ یعنی چچا کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ فی الحال وارث ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ چچا مفلس نہ ہو اور اگر فی الحال مفلس ہو تو اس کو میت کا درجہ دے کر نفقہ ماموں پر واجب ہوگا۔ چچا پر واجب نہ ہوگا۔

و فی القنیة یجبر الا بعد اذا غابَ الاقربُ .

ترجمہ اور کتاب القنیہ میں لکھا ہے کہ دور کے رشتہ دار کو نفقہ کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ جب کہ قریب کا رشتہ دار غائب ہو۔

اگر محرم قریب غائب ہو تو نفقہ کس پر واجب ہوگا

اور اگر مفلس کا محرم قریب (عزیز قریب) غائب ہو تو محرم البعد (دور کے عزیز) کو مفلس کے نفقہ کے لئے مجبور کیا جائے گا۔ مثلاً مفلس آدمی کا حقیقی بھائی اور سوتیلا بھائی عزیز ہیں۔ ان میں سے حقیقی بھائی کہیں چلا گیا۔ تو حاکم سوتیلے بھائی کو نفقہ دینے پر مجبور کرے گا۔ پھر جب حقیقی بھائی واپس آجائے تو اسی کے بقدر اس سے واپس لے لے (کذا فی حاشیۃ المدنی)

و فی السراج معسر له زوجةٌ و لزوجتهٖ اَخ موسرٌ اجبرَ اخوهاا علی نفقتهَا و یرجع به علَی الزوج اذا اَیسر انتهٰی، و فیه النفقة انما هی علی من رحمهٗ کامل و لذا قال القهستانی قولهم و ابن العَمّ فیه نظر لانّه لیسَ بمَحْرَمٍ والکلام فی ذی الرحم المحرم فافهم .

ترجمہ اور کتاب السراج میں لکھا ہے کہ ایک مفلس کی بیوی ہے۔ اور اس کی بیوی کا ایک بھائی مالدار ہے۔ تو اس کے بھائی کو بہن کے نفقہ پر مجبور کیا جائے گا۔ اور جب اسکے شوہر کو قدرت اور مالداری حاصل ہو جائے۔ تو خرچ کی ہوئی رقم واپس پھیر لے۔ اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نفقہ کا وجوب تو اسی پر منحصر ہے۔ جس کی قرابت کامل ہے۔ اس پر قہستانی نے فقہاء کے قول پر اعتراض کیا ہے کہ فقہاء کا یہ قول کہ نفقہ ماموں پر واجب ہے نہ کہ چچا کے بیٹے پر۔ تو اس پر غور کیجئے۔

تشریح: کتاب القنیہ کی رائے

محرم بعید کو مفلس کے نفقہ دینے کے لئے مجبور کیا جائے۔ جبکہ محرم قریب موجود نہ ہو اور جب محرم قریب واپس لوٹ آئے۔ تو اپنی خرچ کی ہوئی رقم محرم قریب سے رجوع کرے۔

کتاب السراج کی رائے

کتاب سراج میں لکھا ہے کہ مفلس کی بیوی ہے۔ اور بیوی کا بھائی ہے جو کہ مالدار ہے۔ تو بھائی سے زبردستی بہن کا نفقہ دلایا جائے گا۔ پھر جب شوہر مالدار ہو جائے۔ تو نفقہ

میں خرچ کردہ رقم واپس وصول کرے۔

اور کتاب سراج میں یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نفقہ کے وجوب کا انحصار اگرچہ قرابت کاملہ پر ہی ہے۔ مگر یعنی کامل قرابت داری ہو۔ یا محرم ہو۔ اسی کو بنیاد بنا کر صاحب قہستانی نے اعتراض وارد کیا ہے کہ اس صورت میں کہ مفلس کا ماموں اور چچا کا بیٹا موجود ہوں۔ تو نفقہ ماموں پر واجب ہے۔ اعتراض کی وجہ یہ ہے کہ چچا کا بیٹا تو محرم نہیں ہے۔ جبکہ ماموں محرم ہے۔ اور اس جگہ قریب محرم کو ترجیح دینے کا مسئلہ درپیش ہے یعنی اس مقام پر ماموں کے ساتھ چچا کے بیٹے کو ذکر کرنا مناسب نہیں تھا۔

وَلَا نَفَقَةَ بِوَاجِبَةٍ مَعَ الاختلافِ دِيناً الا لِلزَّوْجَةِ والأُصولِ والفُروعِ عَلَوْا او سَفَلُوْا.

ترجمہ اختلاف دین و مذہب کے ساتھ نفقہ واجب نہیں ہوتا۔ بجز بیوی کے اور اصول و فروع کے اوپر کے درجہ کے ہوں۔ یا نیچے کے درجے کے۔

تشریح: اختلاف دین مذہب وجوب نفقہ کے لئے مانع ہے مفلس اور مالدار میں جب دین و مذہب کا اختلاف ہو تو ایک کا دوسرے پر نفقہ واجب نہیں۔ مثلاً مفلس اہل اسلام میں سے ہو۔ اور اس کا قریبی عزیز غیر مسلم ہو۔ تو غیر مسلم پر مسلمان مفلس کا نفقہ واجب نہیں۔ اسی طرح مسلمان مالدار ہو۔ اور اسکا عزیز قریب غیر مسلم ہو تو مالدار مسلمان پر کافر مفلس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔

البتہ بیوی اور اصول و فروع کا نفقہ واجب ہے لیکن اگر بیوی کافرہ ہو۔ یا اس کے اصول و فروع میں سے کوئی غیر مسلم ہوں تو ان کا نفقہ مسلمان زوج پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔ نیز اس مسلمان مالدار پر اپنے اصول (باپ دادا) اور فروع (بیٹا۔ پوتا وغیرہ) کا نفقہ بھی واجب ہے۔

حاصل کلام نفقہ واجب ہونے کا دارومدار نص قرآنی کی رُو سے وراثت پر ہے۔ اس لئے مسلم کا نفقہ کافر پر اور کافر کا نفقہ مسلم پر عائد نہیں ہوتا کیونکہ اختلاف مذہب دین کی وجہ سے وراثت میں ایک دوسرے کو حصہ نہیں ملتا۔ مگر اس اصول سے چند رشتہ دار مستثنیٰ ہیں۔

زوجہ کا نفقہ شوہر پر اور اس کے اصول (باپ دادا، پردادا) کا نفقہ بھی واجب ہے اسی طرح اس کے فروع (بیٹا، پوتا وغیرہ) کا نفقہ بھی واجب ہے۔ ان رشتہ داروں کو باوجود دین کے مختلف ہونے کے نفقہ دینا واجب ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ بیوی کا نفقہ تو احتباس کی وجہ سے واجب ہے۔ کہ شوہر نے بیوی کو دوسرا شوہر کرنے سے روک رکھا ہے۔ اصول و فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت بعضیت ہے جب کہ احتباس اور جزئیت مذہب کے بدل جانے سے نہیں بدلتے۔ اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔

محرم سنی کا نفقہ مالدار شیعی پر شیعہ اور سنی کا اختلاف مذہب کی بناء پر کیا رشتہ زوجیت و جزئیت وبعضیت کے لحاظ سے ایک کا نفقہ دوسرے پر واجب ہے۔

الجواب: صاحب قہستانی نے لکھا ہے جب اختلاف دین و مذہب سے ذی رحم محرم کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے تو محرم سنی کا

نفقہ مالدار شیعی پر اسی طرح مفلس شیعی کا نفقہ مالدار سنی پر لازم ہوگا بشرطیکہ شیعہ تفضیلی ہو۔ اور شیعہ لعنتی ہوگا تو اس کو حاکم قتل کردے گا۔

شیعوں کے دو مشہور فرقے اور ان کا شرعی حکم

شیعوں کے یوں تو بہت سے فرقے ہیں۔ مگر دو فرقے ان میں سے مشہور ہیں۔ اول فرقہ تفضیلیہ کہلاتا ہے۔ دوسرا فرقہ لعنتی۔

نقہ اول یعنی تفضیلی فرقہ۔ حضرت علی اور ان کے خاندان یعنی اہل بیت کو تمام صحابہ بشمول حضرات شیخین حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ پر فوقیت دیتا۔ اور ان کو افضل و برتر سمجھتا ہے۔ ان کو دین سے خارج نہیں سمجھا جاتا۔ اگرچہ فاسق ضرور کہا جاتا ہے۔

دوسرا فرقہ ان میں لعنتی فرقہ ہے۔ یہ فرقہ در حقیقت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو لعنت ملامت کرتا اور ان کو العیاذ باللہ خلافت کے معاملے میں غاصب تصور کرتا ہے۔ یہ فرقہ کافر و مرتد ہے۔ حاکم کو چاہیے کہ اس کو قتل کرادے۔ کیونکہ وہ واجب القتل ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

الذمیّینَ لا الحربیّین وَ لو مُستامنِین لانقطاع الارْث

ترجمہ اسی طرح اُن اصول و فروع کا نفقہ بھی واجب ہے۔ جو کافر ذمی ہوں۔ حربی نہ ہو اگرچہ کافر حربی مستامن ہی کیوں نہ ہو۔ اس وجہ سے کہ وراثت سے یہ محروم ہیں۔

تشریح: اصول و فروع اگر کافر ذمی ہوں

اور اگر اصول (یعنی ماں باپ دادا وغیرہ) کافر ہوں۔ اسی طرح فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ کافر ذمی ہوں۔ تو جزئیت و بعضیت کی وجہ سے ان کا نفقہ واجب ہے۔ اختلاف دین نفقہ کے وجوب میں مانع نہیں ہے۔

اصول فروع اگر کافر حربی ہوں

لیکن اگر مذکورہ رشتہ دار یعنی اصول و فروع کافر حربی ہوں خواہ امن لے کر دار الاسلام میں رہتے ہوں۔ ان کا نفقہ واجب نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر حربی کے ساتھ احسان کا سلوک کرنا اہل اسلام کے لئے منع ہے۔ اور جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ شرعاً ان کو وراثت سے بھی محروم رکھا گیا ہے۔ تو چونکہ یہ لوگ وراثت سے محروم کئے گئے ہیں۔ اس لئے ان کو نفقہ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

یبیع الابُ لانّہ لہٗ ولایۃ التصرف لا الاُمّ و لا بقیّۃُ اقاربہٖ وَ لاَ القاضی اجماعاً عَرْض ابْنِہٖ الکبیر الغائب لا الحاضر اجماعاً لالمقارن فیبیع عقارَ صغیرٍ مجنونٍ اتفاقاً للنّفقَۃَ لہٗ و لزوْجَتِہٖ و لاطفالہٖ کما فی النہر بحثا بقدر حاجتہٖ لا فوقھا.

اصول فروع اگر کافر حربی ہوں

اور فروخت کردے باپ اپنے بالغ غائب بیٹے کا مال منقول اس لئے کہ اس کو ولایت تصرف حاصل ہے۔ نہ ماں اور دوسرے اقرباء اور نہ ہی قاضی بالاتفاق۔ نہ کہ اس بیٹے کا جو بالغ ہو اور حاضر ہو۔ اور نہ فروخت کرے اس کے مال غیر منقول کو پس فروخت کردے ولد صغیر، مجنون کی غیر منقول جائداد کو بالاتفاق۔ اپنے نفقہ کے لئے اور ولد غائب کی زوجہ کے لئے اور اس کے چھوٹے بچوں کے نفقہ کے

لئے۔ ضرورت و حاجت کے مطابق نہ کہ اس سے زائد کو۔

تشریح: کیا باپ اپنے نفقہ کیلئے بیٹے کا مال فروخت کرسکتا ہے

باپ اپنے غائب بالغ بیٹے کا وہ مال جو غیر منقول ہو اپنے نفقہ اور غائب بیٹے کی بیوی۔ چھوٹی اولاد کے نفقہ کے لئے نفقہ کی ضرورت کے مطابق فروخت کر سکتا ہے۔ ضرورت سے زائد فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

کیا نفقہ کیلئے باپ اپنے بالغ بیٹے کا مال فروخت کرسکتا ہے

لیکن اگر بیٹا بالغ ہے۔ اور حاضر ہے۔ تو اس کے مال کو باپ فروخت نہیں کر سکتا۔

باپ نفقہ کے لئے صرف منقول مال کو بیچ سکتا ہے۔ غیر منقول مال مثلاً باغ، زمین، گھر وغیرہ کو نہیں بیچ سکتا۔

لڑکے کی ماں یا دوسرے قرابت دار

کیا نفقہ کے لئے اس کے مال کو فروخت کر سکتے ہیں۔ چونکہ باپ کو بیٹے کے مال میں ولایت تصرف حاصل ہے۔ اس لئے باپ تو غائب بالغ لڑکے کا وہ مال جو غیر منقول ہے بیچ سکتا ہے۔ مگر ماں یا دوسرے رشتہ دار اس کے مال کو اپنے نفقہ کے لئے فروخت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کو ولایت تصرف حاصل نہیں ہے۔ بالاتفاق۔

ولد صغیر اور مجنون کا مال

باپ کے لئے اجازت ہے کہ وہ اپنے نفقہ کے لئے ولد صغیر اور مجنون کے مال کو فروخت کر دے۔ بالاتفاق۔

بالغ لڑکے کی بیوی اور بچوں کے نفقہ کے لئے

باپ اپنے بالغ لڑکے جو کہ غائب ہو مال فروخت کر سکتا ہے۔ اس کی بیوی اور چھوٹی اولاد کے نفقہ کے لئے صرف مال منقول کو بیچ سکتا ہے۔ مال غیر منقول نہیں۔ نیز صرف ضرورت کے مطابق ہی بیچ سکتا ہے۔ حاجت سے زائد فروخت نہ کرے۔

شیخ رحمتی کی رائے

کتاب میں مذکور للنفقة لهٗ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع اسی طرح لزوجته کی ضمیر کا مرجع۔ او۔ لاطفاله کی ضمیر کا مرجع جائز ہے کہ باپ ہو۔ تو عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ باپ ولد غائب بالغ کا مال اپنی ضرورت اور اپنے چھوٹے بچوں کی حاجت اور اپنی بیوی کی ضرورت نفقہ کے لئے فروخت کر سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے۔ باپ اپنے اور اپنی بیوی اور چھوٹے بچوں کے نفقہ کے لئے ولد کبیر غائب کے مال منقول کو فروخت کر سکتا ہے۔ اسلئے اوپر لکھا جا چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اس کی چھوٹی اولاد کا نفقہ مالدار ولد پر واجب ہے۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

ولا فی دینٍ لهٗ سواهاً لمخالفة دَین النفقةِ لسائرِ الدیونِ ضمن قضاءً لا دیانةً مُودَعُ الابن کمدیونہ لو انفق الودیعة علی ابویهِ و زوجتِه و اطفالهِ . بغیر امر مالكٍ او قاضٍ ان کان و الاّ فلا ضمان استحساناً .

ترجمہ

اور باپ اپنے غائب شدہ بالغ بیٹے کا مال فروخت نہ کرے اپنے اس قرض کو ادا کرنے کے لئے جو خود باپ پر واجب الاداء ہے۔ علاوہ نفقہ کے (یعنی نفقہ کے لئے فروخت کر سکتا ہے) اس لئے کہ دین نفقہ کا باقی سارے قرضوں سے

جداگانہ ہے۔ اور قضاءً تاوان دے گا امانت دار ولد کا جس طرح اس کا مدیون تاوان دے گا۔ اگر مال ودیعت کو خرچ کرے گا۔ اس کے والدین اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد پر۔ مالک کی اجازت کے بغیر یا قاضی کے حکم کے بغیر۔ اگر قاضی وہاں موجود ہو۔ اور اگر قاضی وہاں موجود نہ ہو۔ تو اس پر تاوان نہیں استحسانًا۔

تشریح: کیا لڑکے کا باپ نفقہ کے دین میں اپنے غائب بالغ لڑکے کا مال فروخت کر سکتا ہے

اور نہ فروخت کرے باپ اپنے غائب بالغ بیٹے کا مال اپنے قرض کو اداء کرنے کے لئے۔ ہاں نفقہ کے مصارف کے لئے مال کو فروخت کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ نفقہ اور دین میں فرق ہے۔ کیونکہ یہ قضاء علی الغائب ہے جو کہ جائز نہیں۔

دین نفقہ کے بدلے اور کیا باپ واجب شدہ نفقہ کے دین کے بدلے اپنے بالغ غائب بیٹے کا مال فروخت کر سکتا ہے؟ چونکہ نفقہ واجب ہو چکا ہے۔ اور قرض اسی واجب شدہ کا ہے۔ اس لئے قاضی واجب شدہ نفقہ کے بدلے جو کہ بصورت دین اس پر واجب ہے۔ مال فروخت کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ کیونکہ یہ واجب شدہ کے اداء کرنے کے لئے اعانت ہے۔ قضاء علی الغائب نہیں ہے (کذافی حاشیۃ الحلبی عن البحر)

امانت دار نے اگر ماں باپ پر خرچ کر دیا بیٹے نے اپنا مال کسی کے پاس بطور امانت رکھا تھا۔ اور غائب ہو گیا۔ تو امانت دار سے بیٹے کے ماں باپ اور زوجہ واطفال پر بغیر قاضی کے حکم کے خرچ کر دیا۔ تو قضاءً اس کو تاوان دینا پڑے گا استحسانًا نہ دینا پڑے گا۔

اور اگر مالک یعنی بیٹا اجازت دے کر گیا تھا یا حکم قاضی سے اس نے خرچ کیا ہے۔ تو اب اس کو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

اگر قاضی وہاں موجود نہ ہوں مذکورہ صورت میں اگر وہاں قاضی ہی نہ ہو۔ جس سے اجازت لے کر یا اس کا حکم لے کر غائب کے ماں باپ زوجہ اور اطفال پر خرچ کرے۔ تو استحسانًا اس پر تاوان واجب نہیں ہوگا۔

وجہ استحسان یہ ہے کہ امین نے جو مال بطور نفقہ کے ماں باپ اور جس کی زوجہ واطفال پر خرچ کیا ہے۔ وہ مستحق کو دیا ہے۔ اس لئے اس کو مصلح کا درجہ دیا جائے گا۔ مال کو خراب اور خورد برد کرنے والا یا ضائع کرنے والا شمار نہ کیا جائے گا۔

کمالا رجوع جس طرح اگر امانت دار نے مالک کو تاوان اداء کر دیا۔ تو اب اس کو رجوع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب امین نے تاوان دیدیا تو ادائیگی تاوان کے بعد خرچ کردہ رقم کا امین مالک ہو گیا۔ اور نفقہ خرچ کر کے اس نے احسان کیا۔ اس لئے محسن قرار دیا گیا۔ اپنا مملوک مال خرچ کرنے کی وجہ سے۔ اس لئے واپس لینے کا سوال نہیں۔ کذافی حاشیۃ المدنی۔

كمالا رجوع و كما لو انحصر ارثه فى المدفوع اليه لانّه وصلَ اليه عينُ حقِّهٖ

ترجمہ اسی طرح واپس لے لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر روک لی جائے غائب شدہ شخص کی وراثت اسی شخص کے حق میں جس کو اس نے نفقہ کے بطور خرچ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کو بعینہٖ اس کا حق پہونچ گیا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے زید نے اپنا مال بطور امانت کے خالد کے پاس رکھا۔ اور زید سفر میں چلا گیا۔ اور اس کا انتقال ہو گیا اور خالد نے اس کے سفر میں جانے کے بعد امانت میں رکھا ہوا مال زید کے ولد پر خرچ کر دی۔ اور صورت حال یہ ہے کہ اس مال میں سوائے اس ولد کے دوسرا کوئی بھی وارث نہیں ہے۔ تو اب خالد خرچ کردہ رقم کو ولد سے واپس نہیں لے سکتا۔

وَالابوانِ لَوْ انفقا مَا عند هُما للغائب من مالهٖ عَلیٰ انفسهما و هو جنسہٖ ای جنس النفقة لا یضمنان لوجوب النفقة الولادةِ والزوجیَةِ قبل القضاءِ حتی لو ظفر بجنس حقهٖ فله اخذهٗ وَلِذَا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیّة الاقارب.

ترجمہ اور اگر بیٹے غائب کے ماں باپ بیٹے کے اس مال کو خرچ کر لیں جو ان کے پاس موجود ہے۔ اپنے اوپر درانحالیکہ رکھا ہوا وہ مال از قسم نفقہ ہے۔ تو وہ تاوان نہ دیں گے بسبب واجب ہونے نفقہ کے بحیثیت ولادت وزوجیت کے **قاضی** کی قضاء سے پہلے۔ یہاں تک اگر وہ اپنے حق کے بجنسہٖ مال پا گیا۔ تو اس کو لے لینا جائز ہے۔ اسی لئے غائب کے مال پر نفقہ فرض کیا گیا ہے۔ بخلاف دوسرے اقارب کے۔

تشریح: بیٹے کا غلہ اور کپڑا ماں باپ کے پاس رکھا ہے اگر ماں باپ میں سے کسی کے پاس بیٹے کا مال بجنسہٖ وہ جو بطور نفقہ ان کو مطلوب ہے۔ بیٹا کا دیا ہوا رکھا ہے اور انھوں نے اس کو بطور نفقہ کے خرچ کر لیا۔ تو ان پر اس مال (غلہ اور کپڑے) کا تاوان واجب نہیں ہوگا۔

تاوان واجب نہ ہونے کی وجہ یہ اس لئے کہ اصول، فروع اور زوجہ کا نفقہ بیٹے پر قضاء قاضی سے پہلے ہی واجب تھا۔ حتی کہ اگر بیٹے کا رکھا ہوا مال باپ ماں زوجہ وغیرہ کہیں پا جائیں اور وہ مال از قسم نفقہ یعنی غلہ و کپڑا ہو۔ تو ان کو وہ مال بغیر قضاء قاضی کے لے لینا درست ہے۔ اسی طرح غائب کی رضامندی کے بغیر بھی لینا درست ہے۔ کیونکہ مال غائب میں کا نفقہ مقرر شدہ ہے۔ اور فرض ہے۔

کیا دوسرے اقرباء بھی اس طرح کر سکتے ہیں بر خلاف اصول فروع اور زوج کے دوسرے اقرباء کو ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ یعنی دوسرے اقارب و محارم کے لئے غائب کے مال کو بطور نفقہ کے لے لینا درست نہیں ہے۔ جب تک قاضی حکم نہ دے۔ یا غائب کی طرف سے اجازت نہ ہو جائے۔

و لو قال الابن اَنْفَقْتَهٗ و انت موسرٌ و کذّبَهٗ الاب حکم الحال یوم الخصومة فلو برهنا فبیّنة الابن خلاصَة.

ترجمہ اور سفر سے واپس آکر اگر بیٹے نے کہا کہ تو نے میرے پاس سے خرچ کیا حالانکہ مالدار تھا۔ اور باپ نے اس کی تکذیب کر دی۔ تو یوم الخصومت میں باپ کی جو حالت ہوگی۔ اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے تو بیٹے کے گواہ قبول کئے جائیں گے۔ (کذا فی الخلاصہ)

تشریح: اگر لڑکے نے دعویٰ کیا کہ باپ مالدار تھا سفر سے واپسی کے بعد لڑکے نے باپ سے کہا جس وقت تو نے میرے مال سے نفقہ لیا تھا۔ اس وقت مالدار تھا۔ لیکن باپ نے اس کی تکذیب کی۔ تو جو حالت باپ کی یوم الخصومت میں ہو گی مالدار یا مفلس کی۔ اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر دونوں نے گواہ پیش کیے اور اگر باپ نے اپنے مالدار ہونے کے انکار پر اور بیٹے نے باپ کے مالدار ہونے کے اثبات پر گواہ پیش کر دیئے تو بیٹے کے گواہ معتبر ہوں گے۔ کیونکہ اثبات کے گواہ انکار کے گواہ پر مقدم ہیں۔

یوم الخصومة: جس دن قاضی کے یہاں دونوں کا مقدمہ دائر ہوا اور قاضی نے اس پر حکم سنایا۔

قضی بنفقةِ غیر الزوجَةِ زاد الزّیلعی والصغیرِ و مضت مدّة شهْر فاكثر سقطت لحصولِ الاستغناءِ فیما مضٰی.

ترجمہ قاضی کی جانب سے بیوی کے سوا دوسرے اقرباء کے نفقہ کا اور اس پر ایک ماہ یا اس سے زائد کی مدت گذر گئی۔ نفقہ دیئے بغیر۔ تو گذری ہوئی مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا۔ استغناء پائے جانے کی وجہ سے زمانہ گذشتہ میں۔

تشریح: گذری ہوئی مدت کا نفقہ اگر قاضی نے نفقہ کے دیئے جانے کا حکم کر دیا اور فیصلہ کے بعد ایک ماہ یا اس سے زائد مدت گذر گئی۔ مگر کسی عزیز قریب نے کہ جن کے لئے حکم ہوا ہے۔ نفقہ نہیں وصول کیا۔ تو گذری ہوئی مدت کا نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

ساقط ہونے کی وجہ کیونکہ اس مدت میں ان کی طرف سے بلا نفقہ حاصل کئے ہوئے گذر بسر کر لینے کی صورت پیدا ہو گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس مدت میں نفقہ سے مستغنی تھے نفقہ کا وجوب در حقیقت حاجت کو دفع کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اور جب مدت گذر گئی تو گویا حاجت بھی دفع ہو گئی۔

زوجہ اور صغیر اس سے مستثنیٰ ہیں مگر اس سے زوجہ مستثنیٰ ہے۔ اور زیلعی نے صغیر کو بھی اس سے مستثنیٰ کیا ہے۔ یعنی گذری ہوئی مدت کا نفقہ زوجہ اور صغیر کو دینا واجب ہے۔ مدت کے گذر جانے سے ان کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔

صغیر کا نفقہ ساقط کیوں نہیں ہوتا زیلعی نے حاوی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ صغیر کا نفقہ در حقیقت دین (قرض) ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا اداء کرنا ضروری ہے۔

صاحب بحر اور صاحب نہر دونوں نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

کتاب ذخیرہ میں لکھا ہے کہ قضائے قاضی سے ولد صغیر کا نفقہ اس شرط کے ساتھ دین ہوتا ہے۔ جب قاضی صغیر کی ماں کو صغیر کے نفقہ کے لئے قرض لینے کا حکم کرے۔ لیکن اگر قرض لینے کا حکم نہیں دیا۔ تو قاضی کے نفقہ کا محض حکم کر دینے سے صغیر کا نفقہ ہر گز قرض نہیں ہوتا۔ کذافی حاشیۃ المدنی۔

و اما مادون الشهر نفقة الزوجَةِ والصغیر فیصیر دیناً بالقضاءِ الاّ ان یّستدینَ غیر الزوجة

بامرِ قاضٍ فلَوْ لَمْ یستدن بالفعل فلا رجُوْعَ بل فی الذخیرة لو اکل اطفالهُ مِنْ مسئالة الناس فلا رجوعَ لامّهِمْ.

ترجمہ اور بہر حال مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا تو وہ قاضی کے حکم کے بعد دین ہو جاتا ہے۔ اقارب کا نفقہ مدت کے گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہ زوجہ کے علاوہ دوسرا اقریب قرض۔ لے قاضی کے حکم کے بعد تو وہ بھی دین ہو جائے گا۔ پس اگر قرض نہیں لیا تو پس رجوع کرنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ کتاب ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اگر اس کے بچوں نے لوگوں سے مانگ مانگ کر کھایا قاضی کے حکم کر دینے کے بعد یا دین کا حکم کرنے کے بعد تو بچوں کی ماں کو بچوں کے باپ سے نفقہ واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

تشریح: قضاء قاضی کے بعد نفقہ ذمہ میں قرض ہو جاتا ہے مہینہ سے کم مدت کا نفقہ محارم، زوجہ اور ولد صغیر کا حکم قاضی کے بعد قرض ہو جاتا ہے۔ چونکہ پورے ماہ کی مدت کو مدت طویل شمار کیا گیا اور ایک ماہ سے کم مدت کو مدت قصیر (تھوڑی مدت) ٹھہرایا گیا ہے۔ اس لئے کہ قاضی ہر ماہ نفقہ کا حکم کرتا ہے۔ اسی لئے قضاء کے معمول اور عادت کے لحاظ سے ایک ماہ کی طویل مدت اور کم کی قصیر قرار پائی ہے۔

مدت گذرنے کے بعد نفقہ کا حکم اقارب کا نفقہ مدت کے گذر جانے کے بعد ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہ کوئی محرم قاضی کے حکم سے قرض لے لے۔ تو قرض ہو جائے گا۔

حکم قاضی کے بعد محرم نے بالفعل قرض نہ لیا اگر قاضی کے حکم کے بعد محرم نے بالفعل قرض نہ لیا مثلاً خیرات و صدقات سے اپنا گذر بسر کرتا رہا تو اب اس کو رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بقدر کفایت/مقصد حاصل ہو گیا۔ اس لئے حاجت نہیں رہی۔

کتاب الذخیرہ کی رائے ذخیرہ کتاب میں مذکور ہے کہ اگر غائب آدمی کے اطفال (بچوں) نے لوگوں سے مانگ مانگ کر گذر کیا۔ جب کہ قاضی نے بطور قرض نفقہ لینے کا حکم دیا تھا۔ تو بچوں کی ماں کو بچوں کے باپ سے نفقہ کی رقم واپس وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ حاجت پوری ہو گئی۔

و لو اعطُوا شیئًا و استدانت شیئًا اوْ اَنفقتهُ من مَالها رجعَت بما زادتْ (خانیه)

ترجمہ اور اگر بچوں کو کچھ نفقہ سوال سے مل گیا۔ اور کچھ نفقہ ان کی ماں نے قاضی کے حکم سے قرض لے لیا یا اپنے مال سے بچوں پر خرچ کر دیا۔ تو ان کے باپ سے واپس لے لے جس قدر کہ نفقہ سوال والی رقم سے زائد ہو۔ (کذا فی الخانیہ)

بچوں نے مانگ کر نفقہ پورا کیا غائب کے بچوں نے نفقہ کا بعض حصہ سوال کر کے اور کچھ حصہ ان کی ماں نے قاضی کے حکم سے قرض لے کر پورا کیا۔ یا اپنے پاس سے خرچ کیا۔ تو سوال سے حاصل شدہ نفقہ کے علاوہ باقی مقدار نفقہ کی ماں ان کے باپ سے وصول کر لے۔ (کذا فی الخانیہ)

و ینفق منها عزاهُ فی البحر للمبسُوْط لکن نظر فِیْه فی النهر بانّه لاَ اثرَ لاِنفاقِهِ مما استدانهٗ حتی لو استدان و انفق منْ غیرهٖ و وفی مما استدانه لم تسقط ایضاً انتهٰی.

ترجمہ محارم کا نفقہ اس وقت دَین ہوتا ہے۔جب قاضی قرض لینے کا حکم دیدے۔اور محرم اسی مال مقروض سے خرچ بھی کرے۔بحر الرائق نے اس شرط کو مبسوط کی جانب منسوب کیا ہے۔ لیکن نہر الفائق نے اس شرط پر بحث کی اور کہا ہے کہ مال مقروض سے خرچ کرنے کا کوئی اثر نہیں ہے۔چنانچہ محرم اگر قرض لے اور غیر قرض سے خرچ کرے اور قرض والی رقم سے اس کو ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔انتہی کلامہ۔

تشریح: نفقہ دین کب ہوتا ہے محارم کا نفقہ اس وقت دین ہوتا ہے جب قاضی نفقہ کے نام سے قرض لینے کا حکم کردے۔اور محرم اس مال مقروض کو نفقہ میں خرچ بھی کردے۔(بحر الرائق)صاحب بحر الرائق نے خرچ کرنے کی شرط کو مبسوط کی جانب منسوب کیا ہے۔

کتاب نہر الفائق کی رائے اس مسئلے میں صاحب نہر الفائق کی رائے یہ ہے کہ مال مقروض کا خرچ کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ یعنی اگر محرم نفقہ کے نام پر قرض لے لے۔ مگر خرچ دوسری رقم سے کرے پھر بعد میں اس کو نفقہ کی رقم سے اداء کردے تو درست ہے۔

شیخ رحمتی محشی کی رائے اور شیخ رحمتی نے کہا غیر قرض یعنی وہ رقم جو بطور نفقہ محرم نے خرچ کی ہے دو حال سے خالی نہیں۔مال خود محرم کی ملک ہے۔یا دوسرے سے قرض لے کر خرچ کیا ہے۔اگر مال محرم کا مملوک ہے۔تو وجوب نفقہ ساقط ہے۔کیونکہ وہ حاجت مند نہیں۔اور دوسرے کا مال ہے۔تو اسی کو قرض کہتے ہیں۔اور اسی سے اس نے خرچ بھی کیا ہے۔اس لئے نفقہ کی رقم اپنے محل میں صرف ہوئی ہے۔لہٰذا نہر الفائق کا اعتراض محض بیجا ہے۔(کذافی حاشیۃ المدنی)

فلو مات الاب اومن عليه النفقة بعدها اى الاستدانةِ المذكورةِ فهى اى النفقة دينٌ ثابت فى تركتِهِ فى الصحيح بحر ثم نقل عَنِ البزازية تصحيح ما يخالفهُ و نقلهُ المصنف عن الخلاصةِ قائلاً و لَوْ لَمْ ترجع حتى مات لَمْ تأخذَها من تركتِهِ هو الصحيح انتهى ملخصًا فليتامّل.

ترجمہ پس اگر باپ مرجائے۔یا وہ شخص جس پر نفقہ واجب ہے۔اس کے بعد یعنی مذکورہ قرض لینے کے بعد۔ تو وہ نفقہ ایسا قرض ہے جو اس کے ترکہ میں دَین ثابت ہے۔ صحیح قول کی بناء پر کذافی البحر عن الذخیرہ۔اس کے بعد صاحب بحر الرائق نے اس کے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی ہے۔اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ماں نے بحکم قاضی صغیر کا نفقہ بطور قرض کے لیا اور اس کو صغیر کے باپ سے رجوع نہیں کیا تھا کہ باپ مرگیا۔تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکے گی۔یہی قول صحیح ہے۔انتہی کلامہ۔لہٰذا اس مقام پر غور کرلینا چاہیے۔

تشریح: قرض لینے کے بعد اگر باپ مرجائے تو کیا نفقہ کی رقم اس کے ترکہ سے وصول کی جاسکتی ہے لہٰذا اگر باپ مرجائے یا وہ شخص مرجائے جس کے ذمہ نفقہ واجب تھا۔نفقہ کی رقم قرض لینے کے بعد تو یہ نفقہ دَین ثابت ہوگا اور میت کے مال سے اس کو اداء کیا جائے گا۔ صحیح قول یہی ہے کذافی البحر عن الذخیرہ۔

صاحب بزازیہ کی رائے: یہ ہے کہ یہ نفقہ میت کے مال سے نہ لیا جائے گا۔

صاحب خلاصہ کی رائے اور مصنف نے منح الغفار نامی کتاب میں خلاصہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر صغیر کی ماں نے قاضی کے حکم سے نفقہ صغیر کے سلسلے میں کوئی قرض لیا۔ اور ابھی صغیر کے باپ سے وہ رقم وصول نہیں کیا تھا کہ باپ کا انتقال ہو گیا تو اب باپ کے مال متروک سے نہ لے سکے گی اور یہی قول صحیح ہے۔ انتہی قول المصنف ملخصاً لہٰذا یہ مقام قابل غور بن گیا ہے۔

صاحب حلبی کی رائے اور حلبی نے کہا ہے کہ تأمل کرنے کا کام مفتی کا ہے۔ یعنی مذکورہ دونوں اقوال میں سے کون سا آسان ہے۔ اور کس قول پر عمل کرنے میں سہولت ہے۔ مفتی غور کر کے اس پر فتویٰ دے۔

و فی البدایع الممتنع من نفقة القریب المحرم یضرب و لا یحبس لفواتها بمضی الزمن فیستدرك بالضرب و قیّدَهُ فی النهر بحثا بما فوق الشهر لعدم سقوط ما دونَهُ کما مرَّ.

ترجمہ اور کتاب بدایع میں لکھا ہے کہ اپنے قریب کے نفقہ کو نہ دینے والا سزا دیا جائے گا۔ یعنی اس کو مارا جائے گا۔ اور قید نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ زمانہ کے گذر جانے کی وجہ سے نفقہ فوت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسکا تدارک مار سے کیا جائیگا۔ اور بحر الرائق نے بحث کرتے ہوئے۔ حالانکہ انھوں نے کوئی روایت اس مسئلے میں پیش نہیں کی۔ نفقہ نہ دینے کی مدت ایک ماہ سے زائد کی لگائی ہے۔ اسلئے کہ ایک ماہ سے کم مدت نفقہ دیئے بغیر اگر گذر جائے تو نفقہ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر اس کا بیان گذر چکا ہے۔

تشریح: نفقہ نہ دینے والے کو سزا دی جائے گی اگر کوئی عزیز قریب اپنے محرم کو واجب شدہ نفقہ نہ دے تو اس کے خلاف کیا کارروائی کی جائے گی۔

تو اس کے جواب میں صاحب بدایع نے لکھا ہے کہ عزیز قریب اگر ایک ماہ تک واجب شدہ نفقہ نہ دے تو اس کی پٹائی کی جائے گی۔ مگر اس کو قید نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ واجب شدہ نفقہ زمانہ کے گذرنے سے فوت ہو چکا ہے لہٰذا اس کے تدارک کے طور پر اس کی پٹائی کی جائے گی۔

صاحب بحر الرائق کی رائے اس پر صاحب بحر الرائق نے ایک قید کا اضافہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر ایک ماہ یا اس سے زائد مدت تک اس نے نفقہ نہ دیا ہو تو اس کو قید کیا جائے گا۔ مگر اس قید کی تائید میں انھوں نے کوئی روایت نقل نہیں فرمائی۔ اس لئے کہ ایک ماہ سے کم کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

قید نہ کرنے سے کیا مراد ہے اس جگہ ایک ماہ یا زائد مدت تک نفقہ دینے کی صورت میں مالک کو ضرب کا حکم دیا گیا ہے۔ اور قید کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ نفی کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ نفقہ ادا نہ کرنے کی سزا قید کر دینا نہیں ہے۔ بلکہ مارنا پیٹنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ فصل حبس میں اشباہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ محبوس (جس کو قیدی بنایا گیا ہو) کو مارنا درست ہے۔ اگر وہ اپنے عزیز قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو۔ (کذا فی حاشیۃ المدنی)

و لا یصح الامر بالاستدانة لِترجع علیه بعد بلوغه.

ترجمہ ا؎ قاضی کا صغیر کو قرض لینے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے۔ تاکہ ماں قرض لے کر اس کو کھلائے۔ اور بالغ ہونے کے بعد اس سے واپس رجوع کرلے۔

تشریح: کیا صغیر کو قاضی قرض لینے کا حکم کرسکتا ہے قاضی کا حکم قرض لینے کا صغیر کو درست نہیں ہے۔ مگر دو صورتوں میں اول یہ کہ صغیر کے پاس مال ہو مگر اس مقام پر موجود نہ ہو جہاں صغیر مقیم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس پر صغیر کا نفقہ واجب ہے۔ وہ زندہ ہو۔ (کذافی منح الغفار)

وتجب النفقة بانواعها لمملوكه منفقة و ان لم يملكه رقبة كموصى بخدمته.

ترجمہ اور مملوک کا تینوں قسم کا نفقہ اس کے مالک پر واجب ہے۔ اگرچہ مالک اس کی ذات کا مالک نہ ہو۔ صرف منفعت کا مالک ہو۔ جیسے وہ شخص جس کی خدمت کے لئے اس کو وصیت کی گئی ہو۔

تشریح: غلام اور مملوک کا نفقہ تینوں اقسام کا نفقہ مملوک کا اس کے مالک پر واجب ہے۔ اگر مالک غلام کی ذات کا مالک نہ ہو صرف اس کی منفعت کا مالک ہو۔ جیسے کسی شخص نے اپنے مملوک غلام کو کسی دوسرے شخص کی خدمت کے لئے دیدیا۔ تو خدمت لینے والے پر اس کا نفقہ واجب ہے۔

تینوں اقسام کا نفقہ باندی۔ غلام کا کھانا۔ کپڑا اسکنی ان کی ضرورت کے مطابق مالک پر واجب ہے۔

کھانے کپڑے کا معیار کیا ہو اور کھانا اور کپڑا۔ جس معیار اور جس نوع کا اس مقام پر جہاں وہ رہتا ہے۔ رائج ہو۔ دینا واجب ہے۔ یعنی جس قسم کا کھانا کپڑا وہاں کے اکثر لوگ استعمال کرتے ہوں۔ وہی ان کو دیا جائے گا۔ تھوڑا کپڑا دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر مالک عمدہ کھانا اور عمدہ کپڑے پہنتا ہو اگر مالک عمدہ کپڑے پہنتا ہو۔ تو ضروری نہیں کہ وہ غلام کو بھی اسی معیار کے عمدہ کپڑے پہنائے۔ یا مالک اگر عمدہ قسم کا کھانا کھاتا ہو تو وہ غلام کو بھی کھلائے ضروری نہیں ہاں اگر ایسا کرتا ہے تو مستحب ہے۔

مالک کا کھانا کپڑا اگر عام لوگوں سے کمتر ہو مالک کسی مصلحت۔ یا ضرورت۔ بخل یا ریاضت کی وجہ سے کھانے کپڑے کا معیار عام لوگوں سے کم تر رکھتا ہے۔ تو غلام اور باندی کے لئے عام شہر کے رواج کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ قول اصح یہی ہے۔

اگر مالک کے متعدد غلام ہوں اور اگر مالک کے پاس ایک سے زائد غلام ہوں تو مستحب یہ ہے کہ کھانے کپڑے میں سب کو مساوی رکھے۔

اگر باندی غلام کھانا پکا کر لائیں اگر باندی یا غلام مالک کا کھانا تیار کر کے لائیں تو ایمانی اور انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر شریک کرلے۔ اور اگر ادب کا لحاظ کرتے ہوئے ساتھ میں کھانا نہ کھاویں تو پھر مناسب یہ ہے کہ مالک اس کھانے میں سے کچھ تھوڑا بہت ان کو بھی عطا کردے۔

غلام کو ساتھ میں کھلانا درحقیقت مکارم اخلاق اور تواضع کی واضح دلیل ہے۔ جس کو ہر قیمت پر اختیار کرنا چاہیے۔ کذافی السراج الوہاج۔

جو باندی مالک کے تصرف میں ہو تو کھانے کپڑے میں عرف کے لحاظ سے اس کو ممتاز حیثیت دینا چاہیے۔ کذافی العالمگیریہ عن غایۃ السراجی۔

اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غلام تمہارے بھائی ہیں۔ یعنی آدم کی اولاد ہیں (فرق یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے ان کو تمہارا زیر دست بنایا ہے۔ لہٰذا جس کے پاس اس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اس کو وہی کھلائے جو کچھ وہ کھاتا ہے۔ وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور ایسا کام مت لو جو ان کو بھاری پڑے اور تکلیف دے۔ اگر سخت کام لو تو تم بھی ان کے ساتھ مدد میں لگ جاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غلام کو کھلانا پلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ امام طحاوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا للمملوك طَعَامِهٖ وَ كسوتهٗ غلام کا کھلانا و کپڑا واجب ہے۔ اس فرمان میں یہ صراحت نہیں ہے کہ اپنا جیسا کھانا کھلانا یا پہنانا واجب ہے بلکہ بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا روایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ماکول و ملبوس کی جنس سے ان کو بھی کھلاؤ پہناؤ۔ مثال کے طور پر۔ مالک اگر سوتی کپڑا پہنتا ہے۔ تو غلام کو بھی سوتی کپڑا پہنائے۔ خواہ خود تتریب۔ ململ پہنے اور غلام کو گاڑھا پہنائے۔ اور حضرات صحابہ سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ وہ اپنے غلاموں کو کھانا کپڑا اپنا ہی جیسا کھلاتے اور پہناتے رہیں ہوں۔ البتہ بعض اصحاب بطور استحباب مساوات کا خیال فرماتے تھے۔ کذافی فتح القدیر و حاشیۃ المدنی۔

و فی القِنْيۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہٖ ھو الصحیح و استشکلہٗ فی البحر بانہ لا ملك للبائع رَقْبۃ و لاَ منفعۃً فینبغی ان تلْزم المشتری فان امتنع فھی فی کسبہ ان قدَرَ بان کان صحیحا و لو غیر عارف بضاعۃٍ فیؤجر نفسہٗ کمعین البنّاء بحر.

ترجمہ اور کتاب القنیہ میں لکھا ہے کہ مبیع کا نفقہ (خواہ غلام ہو یا جانور) بائع کے ذمہ ہے۔ جب تک وہ اسکے قبضے میں ہے۔ اور یہی قول صحیح ہے۔ اور اس پر بحر الرائق میں اشکال وارد کیا ہے۔ کہ مبیع پر بائع کی کوئی ملکیت نہیں ہے۔ نہ باعتبار ذات کے نہ ہی باعتبار منفعت کے۔ لہٰذا مناسب تو یہ ہے کہ ان کا نفقہ مشتری کے ذمہ ہو نہ کہ بائع کے ذمہ۔ پس اگر آقا نفقہ نہ دے تو وہ اس کی کمائی میں ہے۔ اگر کسب کرنے پر قادر ہو۔ بایں طور کہ صحیح اور تندرست ہو۔ اگر کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو۔ تو مزدوری کرے مثلاً کسی معمار کے ساتھ اس کا مددگار بن جائے۔ خواہ عقل مند ہو یا احمق اور بے عقل ہو۔

تشریح: کیا غلام کا نفقہ بائع کے ذمہ واجب ہے

کتاب قنیہ میں لکھا ہے کہ نفقہ غلام کا یا جانور کا جس کو فروخت کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس کے بائع کے ذمہ واجب ہے۔ جب تک کہ مبیع بائع کے قبضے میں ہو اور یہی قول صحیح ہے۔

بحرالرائق کا اس میں اشکال وارد ہوا ہے

اور صاحب بحر الرائق نے کہا ہے۔ چونکہ بائع کی غلام اور جانور پر ملکیت نہیں رہی۔ نہ باعتبار ذات کے اور نہ باعتبار منفعت کے۔ تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ مشتری پر واجب ہو۔

جواب بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے قبضہ میں ہے۔ تو اس کی ضمانت میں ہے۔ لہٰذا اس پر نفقہ بھی واجب ہے۔ جس طرح مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے۔ حالانکہ غاصب اس کی ذات کا مالک ہوتا ہے۔ نہ اس سے منفعت کا حق رکھتا ہے۔ کذافی حاشیۃ المدنی۔

اگر غلام کا مالک اس کو نفقہ نہ دے

اور اگر مولیٰ غلام کو نفقہ نہ دے تو اس کا نفقہ اس کی کمائی میں ہے۔ اگر وہ کسب کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو۔ تو کسی جاننے والے کے ساتھ مددگار بن جائے۔ یا پھر مزدوری کرے۔ مثلاً کسی معمار کے ساتھ اس کی مدد میں کام کرے۔ اینٹ۔ گارہ دے کر مزدوری کرے۔ اور یہ کام ہر تندرست آدمی کر سکتا ہے۔ عقل رکھتا ہو یا بالکل احمق ہی کیوں نہ ہو۔

والا ککونہٖ زمِناً اوْ جاریۃً لا یؤجَرُ مثلھا اَمَرَہُ القاضی ببیعہٖ قالا یبیعُہُ القاضی و بہٖ یفتیٰ.

ترجمہ اور اگر غلام مزدوری نہ کر سکتا ہو۔ مثلاً لنگڑا، لولا ہے۔ یا ایسی باندی ہو کہ جو مزدوری نہ کر سکتی ہو۔ تو قاضی اس کو فروخت کر دینے کا حکم کرے۔ اور صاحبین نے کہا قاضی خود اس کو فروخت کر دے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

تشریح: اگر غلام مزدوری نہ کر سکتا ہو

اور اگر کسی عذر کی بناء پر غلام محنت مزدوری کرنے کے قابل نہیں ہے۔ مثلاً ہاتھوں، پیروں کا لنگڑا اپاہج ہے۔ یا پھر ایسی باندی ہے جو مزدوری کرنے کے قابل نہیں ہے۔ مثلاً ایسی خوبصورت اور حسین صورت ہو کہ مزدوری کرنے میں فساد کا اندیشہ ہے۔ تو قاضی مالک کو حکم کر کے زبردستی اسے فروخت کرادے۔ صاحبین کا قول ہے قاضی خود اس کو فروخت کر دے۔ مالک سے کچھ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ان محلاً لہٗ وَ الاّ کمدبّرًا و ام ولَدٍ والزمَ الانفاق لا غیر. عَبْدٌ لا ینفق عَلَیْہ مولاہُ اکَلَ اواخذ من مال مولاہ قدْر کفایتِہٖ بلا رضاہُ عاجزًا عن الکسْب جاز او لم یأذن لہٗ فیہ و الاّ لا.

ترجمہ مذکورہ بالا غلام کو فروخت کر دے۔ اگر وہ بیع کا محل ہو۔ ورنہ پس وہ مدبّر اور ام ولد کے مانند ہے۔ تو قاضی اس کا نفقہ مقرر کر دے۔ قاضی کے علاوہ اور کچھ نہ کر دے۔

ایک غلام ہے کہ اس کا آقا اس کو نفقہ نہیں دیتا۔ پس غلام نے اس کے مال سے کھالیا اور اس کے مال سے ضرورت کے مطابق کچھ لے لیا۔ اس کی رضامندی کے بغیر۔ تو اگر وہ کسب سے عاجز ہو تو جائز ہے۔ یا وہ کسب پر قادر ہو مگر مولیٰ کسب کی اجازت نہیں دیتا۔ تو اس کو کھانا اور لینا جائز ہے، ورنہ نہیں۔

تشریح: غلام کو کب فروخت کیا جائے گا

قاضی غلام کو اس وقت فروحت کرے جب غلام یا باندی بیع کا محل ہو۔ اور اگر اس کا فروخت کرنا ناجائز ہو مثلاً غلام مدبر ہو یا باندی ام ولد ہو تو ان کو فروخت کرنا درست نہیں کیوں کہ وہ بیع کا محل نہیں ہے۔ کیونکہ مدبر کی آزادی یقینی ہے اس لئے مرنا ہر حال یقینی ہے۔ اور ام ولد میں شائبہ آزادی کا آگیا ہے۔ کیونکہ لڑکے کی ماں ہے۔ اور مرنے کے بعد یہ بھی آزاد ہو جائے گی۔ لہٰذا حکومت کی جانب سے قاضی اس کا نفقہ مقرر کر دے۔ اور کچھ نہ کرے۔

غلام آقا کے مال سے کھالے یا مال حسب ضرورت لے لے

اگر غلام کا مالک غلام کو نفقہ نہیں دیتا تو غلام نے اس کے

مال سے کھایا۔ اور حسب ضرورت مال بھی لے لیا۔ اور مولیٰ سے اجازت نہیں لی۔ تو اگر غلام کسب سے عاجز اور معذور ہو یا کسب کرنے پر قادر ہے۔ مگر آقا کسب کی اجازت اس کو نہیں دیتا۔ تو غلام کا مالک کے مال سے کھانا بھی درست ہے، اور حسب ضرورت مال کا لے لینا بھی درست ہے۔ ورنہ نہیں۔

کما لَوْ قتر عَلَیہ موْلاہ لا یَاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبیٰ.

ترجمہ جیسے اگر مولیٰ اس پر تنگی کرتا ہو تو آقا کا مال نہ کھائے۔ بلکہ کسب کرے۔ اگر محنت مزدوری کرنے پر قادر ہو۔

غلام کو مولیٰ کا مال کھانے کی اجازت نہیں اور اگر غلام کسب پر قادر ہو یا آقا اس کو کسب سے منع نہ کرتا ہو تو آقا کی رضامندی کے بغیر غلام کو آقا کا مال کھانا اور لینا جائز نہیں ہے۔

آقا اگر غلام کے نفقہ پر تنگی کرتا ہو اور اگر آقا غلام پر نفقہ میں تنگی کرتا ہو۔ تو غلام کو چاہیے کہ وہ بقدر ضرورت مزدوری کر کے کام چلائے۔ کذا فی المجتبیٰ۔

و فیہ تنازعا فی عَبدٍ اوْ دابّةٍ فِیْ ایدیھمَا یجبرَان عَلٰی نفقتہ، نفقة العَبْد المغضوب علی الغاصب الٰی ان یُردہٗ الی مالکہٖ فان طلب الغاصب مِن القاضی الامْرَ بالنفقةِ او البَیع لا یجیبہٗ لانّہٗ مضمونٌ عَلَیْہِ ولکِنْ ان خاف القاضی علی العَبْد الضیاع باعَہٗ القاضی لا الغاصب وَ اَمْسَکَ القاضی ثمنہٗ لمالِکہٖ.

ترجمہ اور عبد مغصوب کا نفقہ غاصب کے ذمہ واجب ہے۔ یہاں تک کہ اس کو اس کے مالک کے پاس واپس کر دے پس اگر غاصب نے قاضی سے غلام کے فروخت کرنے کا حکم چاہا تو اس کو قاضی قبول نہ کرے۔ اس لئے کہ غاصب پر تاوان بہر حال ثابت ہے۔ لیکن اگر قاضی خوف کرے غلام کے ضائع ہو جانے کا تو اس کو قاضی فروخت کر دے۔ مگر غاصب فروخت نہیں کر سکتا۔ اور اس کی قیمت قاضی اس کے مالک کے حوالہ کر دے۔

تشریح: عبد مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے جب تک غاصب غصب کردہ غلام کو اس کے مالک تک پہونچا نہ دے۔ تب تک اس کا نفقہ غاصب پر واجب رہے گا۔

غاصب اگر نفقہ کا مطالبہ کرے اور اگر غاصب غلام کے مالک سے نفقہ دلائے جانے کا حکم قاضی سے جاری کرانا چاہے۔ تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی درخواست کو رد کر دے۔ قبول نہ کرے۔ مثلاً غاصب نے کہا غلام کا نفقہ قرض لے کر پورا کیا جائے۔ اور غلام کو فروخت کر دے اس کی قیمت سے اس قرض کو ادا کیا جائے۔ یا غاصب قاضی سے اس غلام کو فروخت کرنے کی اجازت مانگے تو قاضی اس کو منظور نہ کرے۔

غاصب کی درخواست منظور نہ کرنے کی وجہ جب غاصب کا غصب کرنا ثابت ہے۔ تو غلام کا تاوان بھی اس کے ذمہ ثابت ہے۔ غلام خواہ زندہ رہے یا

مرجائے۔ لیکن اگر قاضی خوف کرے کہ اس نزاع میں غلام فاقہ سے مرجائے گا۔ یا ہلاک ہو جائے گا تو قاضی اس کو فروخت کردے۔ مگر غاصب کو فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اس کی قیمت مالک کے پاس بھجوادے۔ یا جب قاضی کے پاس آئے تو اس کو دیدے۔

طلب المودَعُ و آخذ الآبق او احدُ شریکی عَبْد غاب احد هُما مِن القاضی الامْر بالنفقةِ علیٰ عَبْد الودیعة و نحوها لا یجیبه لئلاّ تأکله النفقة بلْ یوْجرهُ و ینفق منه او یبیعُهُ و یحفظ ثمنهُ لمولاہ دفعاً لِلضّرر.

ترجمہ طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے والے نے یا غلام کے دو شریک مالکوں میں سے ایک نے جب کہ دو مالکوں میں سے کوئی ایک غائب ہو۔ قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کے لئے۔ یا اس جیسے کسی دوسرے غلام کے نفقہ کے لئے۔ تو قاضی اس درخواست کو قبول نہ کرے۔ تاکہ نفقہ اس کو کھانہ جائے۔ بلکہ قاضی اس غلام کو اور اس کی مزدوری سے اس کو کھلائے۔ یا اس کو فروخت کردے۔ اور اس کی قیمت کو اس کے آقاء کے لئے محفوظ کردے۔ تاکہ مولیٰ کا نقصان نہ ہو۔

تشریح: اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک نے یا امانتدار نے یا بھاگے غلام کو پکڑنے والے نے قاضی سے مطالبہ کیا کہ غلام کے نفقہ کے لئے قرض لینے کی اجازدی جائے۔ تو قاضی اس کو منظور نہ کرے۔ مبادا قرض کی زیادتی سے غلام کی ساری قیمت اسی میں مجرا چلی جائے۔

قاضی غلام کو اجارہ پر رکھ دے غلام کی حفاظت کے لئے قاضی کو چاہیے کہ وہ غلام سے کام کرائے اور اس کی مزدوری سے غلام کے نفقہ کا انتظام کرے۔ یا اس کو فروخت کر کے قیمت کو محفوظ کرلے۔ تاکہ مولیٰ کا نقصان نہ ہو۔

غلام کو اجارہ پر دینے کی تجویز صاحب نہر الفائق کی ہے۔ مشہور مذہب نہیں ہے۔ اس لئے شارح کو اس پر آگاہ کردینا چاہیے تھا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔

والنفقة علی الآجر والرّاهن والمستعیر و اما کسوته فعلی المعیر و تسقط بعتقهٖ و لوزمناً و تلزم بیت المال (خلاصة)

ترجمہ غلام کا نفقہ اجارہ پر دینے والے پر واجب ہے۔ نہ کہ جس نے اجارہ پر لیا ہے۔ یعنی مستجیر پر۔ اسی طرح گروی رکھنے والے پر ہے۔ تاکہ جس کے پاس غلام کو گروی رکھا ہے۔ اس پر۔ اور عاریت پر لینے والے پر ہے کہ عاریت پر دینے والے پر۔ اور لباس تو عاریت پر دینے والے پر ہے۔ اور غلام کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اس کے آزاد ہو جانے سے۔ اگرچہ غلام لولا لنگڑا ہو۔ اور ایسے عاجز غلام کا نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ خلاصہ۔

تشریح: غلام کا نفقہ کس پر واجب ہے اگر غلام کو کہیں اجارہ پر بھیجا گیا۔ تو غلام کا نفقہ اجارہ پر بھیجنے والے پر واجب ہے۔نہ کہ اس شخص پر جس نے اجارہ پر رکھا ہے۔ یعنی مستاجر پر۔

اگر غلام کو گروی رکھ دیا گیا ہو اور اگر غلام کو کسی کے پاس گروی رکھ دیا گیا۔ تو غلام کا نفقہ گروی رکھنے والے پر ہے تاکہ جس کے پاس گروی رکھا گیا ہے۔ یعنی مرتہن کے پاس۔

غلام کو اگر آزاد کر دیا گیا اور وہ معذور ہے اسی طرح اگر ایسے غلام کو آزاد کیا گیا۔ جو کسب کرنے سے عاجز ہے۔ لولا اور لنگڑا ہے۔ اور اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو اس کا نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ اور آزاد کرنے کے بعد اس کا نفقہ مولا سے ساقط ہو جائے گا۔ کذافی عالم گیری ناقلاً عن المضمرات۔

آزادی پا جانے کے بعد غلام کا نفقہ مالک سے ساقط ہو جائیگا آزاد ہو جانے کے بعد غلام کا نفقہ اسکے آقا کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ غلام لنگڑا، لولا ہو یا قوی تندرست ہو۔ ہاں ایسے معذور غلام کا نفقہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ (کذافی الخلاصہ)

شیخ کبیر اور معذور کا نفقہ مرد آزاد ہو بوڑھا ہو۔ کسب کرنے سے عاجز ہو یا کوئی معذوری ہو تو ان کا نفقہ بھی بیت المال سے دیا جائے گا۔ بشرطیکہ ان کے پاس مال نہ ہو۔ نہ ان کا کوئی رشتہ دار موجود ہو (عالم گیری ناقلاً عن المضمرات)

دَابَّةٌ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ اِثْنَيْنِ اِمْتَنَعَ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاِنْفَاقِ اَجْبَرَهُ الْقَاضِيْ لِئَلَّا يَتَضَرَّرَ شَرِيْكُهٗ جوهره

ترجمہ وہ جانور جو دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک خرچ کرنے سے رک جائے تو قاضی اس پر جبر کرے تاکہ اس کے شریک کو ضرر نہ ہو (جوہرہ)

تشریح صورت مسئلہ ایک جانور زید اور بکر کے درمیان مشترک ہے لیکن زید اس مشترکہ جانور پر خرچ کرنے سے رُک گیا تو قاضی زید پر جبر کرے گا کہ زید مشترکہ جانور پر خرچ کرے تاکہ اس کے شریک بکر کو ضرر اور نقصان نہ ہو۔

وَ فِيْهَا: وَ يُؤْمَرُ : اِمَّا بِالْبَيْعِ وَ اِمَّا : بِالْاِنْفَاقِ عَلٰى بَهَائِمِهٖ دِيَانَةً لَا قَضَاءً عَلٰى : ظَاهِرِ : الْمَذْهَبِ: لِلنَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْحَيْوَانِ وَ اِضَاعَةِ الْمَالِ وَ عَنِ الثَّانِيْ يُجْبَرُ وَ رَجَّحَهُ الطَّحَاوِيْ وَالْكَمَالُ وَ بِهٖ قَالَتِ الْاَئِمَّةُ الثَّلَاثَةُ .

ترجمہ اور اس جانور میں (جس کے مالک کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے) حکم دیا جائے گا کہ یا تو بیچ دے اور یا تو اپنے چوپائے پر خرچ کرے دیانۃً نہ کہ قضاءً ظاہر مذہب کی بناء پر حیوان کو تکلیف دینے اور مال کو ضائع کرنے کی ممانعت کی وجہ سے اور امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ (اپنے جانور پر خرچ کرنے کے لئے) جبر کیا جائے گا اور اس کو راجح قرار دیا طحاوی اور کمال نے اور اسی کے قائل ائمہ ثلاثہ ہیں۔

تشریح اگر زید کے پاس ایک بکرا ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہے لیکن زید اس پر خرچ نہیں کرتا ہے تو زید کو حکم دیا جائے گا کہ یا تو وہ اپنے جانور کو بیچ دے یا اپنے جانور پر خرچ کرے اور یہ حکم دیانۃً ہوگا قضاءً نہیں ہوگا ظاہر مذہب پر جانور کو

تکلیف دینے اور مال کو ضائع کرنے کی ممانعت کی وجہ سے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ زید پر جبر کیا جائے گا کہ وہ اپنے جانور پر خرچ کرے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے طحاوی اور کمال نے اور اسی کے قائل ائمہ ثلاثہ ہیں۔

وَلاَ يُجْبَرُ فِي غَيْرِ الْحَيْوَانِ وَ اِنْ كُرِهَ تَضْيِيْعُ الْمَالِ مَالَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيْكٌ كَمَا مَرَّ قُلْتُ

ترجمہ اور جانور کے علاوہ میں نہیں جبر کیا جائے گا اگرچہ تضییع مال کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو جیسا کہ گذر گیا جو میں نے کہا۔

تشریح اور اگر زید کے پاس جانور کے علاوہ کھیت یا زمین ہے تو اس پر خرچ کرنے کے لئے زید کے ساتھ جبر نہیں کیا جائے گا جب تک کہ کوئی دوسرا شریک نہ ہو اگرچہ مال کا ضائع کرنا ناپسندیدہ اور غیر مناسب ہے لیکن اگر زید کے ساتھ کھیت یا زمین میں بکر بھی شریک۔ اور زید خرچ کرنے سے رک جائے تو پھر زید کے ساتھ جبر کیا جائے گا کہ وہ کھیت یا زمین پر خرچ کرے تاکہ دوسرے شریک (بکر) کا ضرر اور نقصان نہ ہو۔

وَ فِي الْجَوْهَرَةِ وَ اِنْ كَانَ الْعَبْدُ مُشْتَرَكاً فَامْتَنَعَ اَحَدُهُمَا اَنْفَقَ الْآخَرُ وَ رَجَعَ عَلَيْهِ

ترجمہ اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہے اور دونوں میں سے کوئی ایک خرچ کرنے سے رک جائے تو دوسرا شریک خرچ کرے اور اپنے ساتھی پر رجوع کرے۔

تشریح مثلاً ایک غلام زید اور بکر کے درمیان مشترک ہے لیکن زید خرچ کرنے سے رک گیا تو بکر کو چاہئے کہ اس مشترک غلام پر خرچ کرے اور اپنے ساتھی زید سے اس کے حصہ کے بقدر رجوع کر لے۔

وَنَقَلَ الْمُصَنِّفُؒ تَبَعاً لِلْبَحْرِ عَنِ الْخُلاَصَةِ اَنْفَقَ الشَّرِيْكُ عَلَى الْعَبْدِ فِي غَيْبَةِ شَرِيْكِهِ بِلاَ اِذْنِ الشَّرِيْكِ اَوِ الْقَاضِي فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ وَ كَذَا النَّخْلِ وَالزَّرْعِ وَالْوَدِيْعَةِ وَاللُّقْطَةِ وَ الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ اِذَا اِسْتَوْمَتْ وَاللّٰهُ اعلم۔

ترجمہ اور مصنفؒ نے بحر کی اتباع کرتے ہوئے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شریک نے غلام پر خرچ کیا اپنے دوسرے شریک کی عدم موجودگی میں بغیر شریک یا قاضی کی اجازت کے تو یہ تطوع ہے اور ایسے ہی کھجور کا درخت کھیتی ودیعۃ لقطہ اور مشترک گھر ہے جب کہ درستگی کی ضرورت ہو۔ واللہ اعلم!

تشریح مصنفؒ نے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک غلام زید اور بکر کے درمیان مشترک ہے زید کی عدم موجودگی میں بکر نے بغیر زید یا قاضی کی اجازت کے مشترک غلام پر خرچ کیا تو یہ تطوع ہوگا بکر کے لئے۔ درست نہیں ہوگا کہ وہ خرچ کو زید سے رجوع کرے اور ایسے ہی کھجور کا درخت کھیتی ودیعۃ لقطہ اور مشترکہ گھر ہے کہ اگر یہ چیزیں دو شخصوں کے درمیان مشترک ہے ایک کی عدم موجودگی میں دوسرے شریک نے بغیر اپنے شریک کی اجازت کے خرچ کیا تو تطوع ہوگا۔ مثلاً ایک گھر زید اور بکر کے درمیان مشترک ہے زید کی عدم موجودگی میں بکر نے بغیر زید یا قاضی کی اجازت کے گھر کی مرمت کرائی تو بکر خرچ کا زید سے رجوع نہیں کر سکتا البتہ اگر بکر نے زید یا قاضی کی اجازت سے مرمت کرائی ہے تو بکر زید سے رجوع کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔